تالیفاتِ عثمانی

- اسلام کے بنیادی عقائد
- اسلام اور معجزات
- اعجاز القرآن
- الروح فی القرآن
- المعراج فی القرآن
- العقل والنقل
- ہدیۂ سنیہ
- تحقیق الخلبہ
- سجود الشمس
- مسئلہ تقدیر
- الشہاب

شیخ الاسلام حضرۃ علامہ

شبیر احمد عثمانی

قدس سرہٗ

محدث دار العلوم دیوبند

کے اہم علمی و دینی رسائل کا مجموعہ

ناشر

ادارۂ اسلامیات

۱۹۰-انارکلی

لاہور ۲

Telegram : t.me/pasbanehaq1

Telegram : t.me/pasbanehaq1

الاسلام

یعنی

اسلام کے بنیادی عقائد

بمع

اسلام اور معجزات

از تالیفات

شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانیؒ

ناشر

ادارہ اسلامیات ۱۹۰ - انارکلی - لاہور

Telegram : t.me/pasbanehaq1

طباعت اوّل — صفر المظفر ۱۴۱۱ھ
ستمبر ۱۹۹۰ء

باہتمام — اشرف برادران سلیم الرحمان
ناشر — ادارہ اسلامیات، لاہور
ملنے — [illegible]
قیمت

ملنے کے پتے

ادارہ اسلامیات ۱۹۰ انارکلی لاہور ۶
دارالاشاعت، اُردو بازار، کراچی ۱
لجنۃ المعارف۔ دارالعلوم کورنگی کراچی
مکتبہ دارالعلوم۔ دارالعلوم کورنگی کراچی

Telegram : t.me/pasbanehaq1

رسائل کے عنوانات

اسلام کے بنیادی عقائد ——— ۵

اسلام اور معجزات ——— ۷۵

اعجاز القرآن ——— ۱۲۳

الروح فی القرآن ——— ۲۲۳

المعراج فی القرآن ——— ۲۴۱

العقل والنقل ——— ۲۴۹

ھدیہ سنیہ ——— ۳۴۵

تحقیق الخطبہ ——— ۴۰۷

سجود الشمس ——— ۴۳۱

مسئلہ تقدیر ——— ۴۵۷

الشہاب ——— ۵۰۷

Telegram : t.me/pasbanehaq1

Telegram : t.me/pasbanehaq1

فہرست عنوانات

اسلام کے بنیادی عقائد

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۱	عرض ناشر	۴
۲	اسلام	۶
۳	خدا کا وجود	۱۲
۴	توحید	۲۹
۵	نبوت	۴۲
۶	ملائکہ اور شیاطین	۴۸
۷	نبی کی عطا	۵۲
۸	حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت	۵۷
۹	اسلام اور علم و فن	۶۱
۱۰	اسلام اور معجزات	۷۳

Telegram : t.me/pasbanehaq1

عرضِ ناشر

شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کا برصغیر میں جو علمی و دینی مقام ہے وہ اہلِ نظر سے پوشیدہ نہیں مولانا علمی و عملی کمالات کا مجموعہ زہد و تقویٰ کی تصویر، اور شرافت و ذہانت کا نادر نمونہ تھے شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسنؒ کے خصوصی تلامذہ میں سے تھے۔ دار العلوم دیوبند سے فارغ ہوئے اور وہیں ایک عرصہ تک تفسیر و حدیث کی درس و تدریس میں مشغول رہے۔

قیامِ پاکستان کی تحریک میں اپنے ہمراہیوں مولانا ظفر احمد تھانویؒ اور مولانا مفتی محمد شفیع صاحب وغیرہم کے ہمراہ عظیم اور نمایاں خدمات انجام دیں۔ اور قیامِ پاکستان کے بعد اسلامی دستور اور اسلامی قوانین کے نفاذ کے لئے مقدور بھر کوشش کرتے رہے۔ افسوس کہ اب تبدیلی کے لئے لوگوں کی نگاہیں سے اوجھل ہوتے جا رہے ہیں۔ اور نئی نسل مولانا کے بارے میں یہ تک نہیں جانتی کہ پاکستان کے قیام کے لئے انہوں نے کتنی قربانیاں دیں اور یہ ملک دنیا میں کیا مقام ہے۔ اسی ضرورت کا احساس کرتے ہوئے "ادارۃ اسلامیات" کی جانب سے مولانا کے تحریر فرمودہ کتب کی اشاعت کا اہتمام کیا جا رہا ہے۔

Telegram : t.me/pasbanehaq1

اس سلسلہ میں مرتبہ یہ فرمودہ دو رسائل "اعجاز القرآن" اور "استقلال و انتقل" اس سے قبل زیور طبع سے آراستہ ہو کر قبولیت عام حاصل کر چکے ہیں اور یہ مجموعہ بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔

زیر نظر مجموعہ میں شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کے دو رسالے شامل ہیں۔ پہلا رسالہ الاسلام جو "اسلام کے بنیادی عقائد" کے نام سے پیش خدمت ہے دوسرا خوارق عادات جو "اسلام اور معجزات" کے نام سے پیش کیا جا رہا ہے۔

پہلے رسالہ میں حضرت شیخ الاسلامؒ نے اسلام کے بنیادی عقائد، خدا کا وجود، توحید، نبوت، قیامت، ملائکہ و شیاطین کا وجود جیسے اہم اور نازک مسائل پر انتہائی دلنشیں اور سلیس انداز سے بحث کی ہے۔ بیان اس قدر شگفتہ اور انداز اس قدر دلآویز ہے کہ مذہب اسلام کی حقانیت دل کی گہرائیوں میں اترتی چلی جاتی ہے۔

دوسرے رسالہ میں مولانا نے معجزات کے وجود پر بحث کی ہے اور نہایت منطقی انداز سے ثابت کیا ہے کہ معجزات کا وجود بر حق اور عین قرآن و سنت کے مطابق ہے۔ اسی ضمن میں علامہؒ نے ارہاص کی تعریف اور کرامت اور استدراج کے درمیان فرق کو بھی خوب واضح کر دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ حضرت مولانا کی دیگر تصانیف کی طرح ان رسالوں کو بھی قبولیت عامہ سے نوازے آمین۔ والسلام

ناشر

Telegram : t.me/pasbanehaq1

اسلام

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم، وبعد

یہ مبارک عنوان جس کی بقدر مناسب تفصیل لکھنے پر قرعہ میری خوش قسمتی اور وقت نے مجھ کو آمادہ کیا ہے جس قدر اپنے تلفظ کی حیثیت سے چھوٹا۔ مختصر اور مفرد دکھائی دیتا ہے اسی قدر معنوی وسعت کے اعتبار سے تفصیل طلب اور دقت خیز ہے، اسلام کی تاریخ اس کی صداقت۔ اس کے فوائد اس کے برکات اور اس کی ترقی و تنزل کی داستان بے حد پُر نتائج اور دلچسپ ہونے کی وجہ سے اگرچہ اس قلیل وقت میں پوری نہیں ہو سکتی جو اس تحریر کے لکھنے میں میں اپنے پاس سے صرف کر سکتا ہوں لیکن محض یہ نیت کر کے کہ ایسے مقدس ا س کے سلسلہ میں مضامین کا اس طرح کہ اہم اور ضروری عنوان سے خالی رہنا بھی شاید بہتر علامت نہ ہو، میں یہ کوشش کی ہے کہ اپنی بے بضاعتی اور کم مائگی کا اقرار کر دے بعد بہ کمال اختصار اسلامی اصول کو جس طرح پر کہ میں سمجھا ہوں اپنی قوم اور احبا کے رو پیش کر دوں تاکہ یہ مجمع اسلام کے بابرکت تذکرہ کے ثواب سے محروم نہ رہے اور میں احباب

Telegram : t.me/pasbanehaq1

محکم کی (جنہوں نے میرے دل میں اس مضمون کی تحریک پیدا کی تھی) ذکر کرنے کا بھی مجھ کو گنہگار ہونا پڑے

اس میں کچھ شک نہیں کہ مجھ سے پہلے سینکڑوں مصنفین نے اسی مضمون پر مستقل کتابیں لکھی ہیں اور ہزاروں فضلا اسی عنوان پر خامہ فرسائی کر چکے ہیں اور لاکھوں پیرایوں۔ انہیں مسائل کا اعادہ ہو چکا ہے اور بے شمار آدمی اس موضوع پر اپنی جادو بیانی کا تبرت دے چکے ہیں اور ایسی حالت میں ہماری اس ناچیز تحریر کی کوئی وقعت قائم ہونا نہایت مشکل ہے لیکن ہم خوش ہیں کہ ہم کو اپنے مضمون کی وقعت قائم کرنے کی خلش ہرگز دامن گیر نہیں ہے اور نہ ہمارے دل میں یہ [illegible] کہ ہمارے ہر ہر جملہ پر واہ واہ کے نعرے بلند کئے جاویں یا احسنت اور مرحبا کی صدا سے آسمان سر پر اٹھایا جاوے یا بات بات پر سبحان اللہ للہ کا ورد پڑھا جاوے

ہماری صرف ایک ہی آرزو ہے، اور اس کامیاب ہونے کو ہم اپنی محنت کا اصلی صلہ سمجھتے ہیں وہ یہ ہے کہ جو دلی خیالات ہم نہایت سچائی کے ساتھ عام پبلک میں پیش کریں گے اگر سچائی اور راستی پر مبنی ہیں اور درحقیقت ان خیالات کا ماننے والا [illegible] ابدی کا مستحق ہو سکتا ہے تو اہل عقل ان کی تصدیق فرما کر ہم کو راحت اور تسلی بخشیں اور اگر فی الواقع ان خیالات کو ہم نے اپنی غلطی سے دل میں جما لیا ہے یا ان کے تسلیم کرنے میں اوہام کی آمیزش لگی ہوئی ہے یا کسی کو ہمارے

Telegram : t.me/pasbanehaq1

تقلید اور بے جا حسن ظن کی وجہ سے اُنہوں نے ہمارے دل میں راہ پائی ہے تو براہ فارمش ہماری غلطیوں پر ہم کو متنبہ فرما کر ایک گم گشتہ راہ کی ہدایت کا اجر جو خدا کے یہاں مل سکتا ہے اپنے دفتر حسنات میں کرنے کی کوشش کریں۔

سامعین کو یہ میں اطمینان دلاتا ہوں کہ میری تحریر کا ماخذ اگرچہ اکابر سلف کی تصنیفات سے باہر نہ ہوگا۔ لیکن اس کا پیرایۂ بیان اور تہ و جذبہ اگا نظر پر ہوگی اور شاید اصول اسلام کے ضمن میں بعض ایسے مضامین بھی نظر پڑیں گے جن کی اسقدر تفصیل دوسری کتابوں میں نہ مل سکے گی کیوں کہ اسلام کی فیض رسانی ہر خاص و عام اور ہر عالم و جاہل کے واسطے ہے اور اس کے اسرار اور فیوض عامہ کسی شخص پر ختم ہونے والے نہیں ہیں وہ اسلام جس کے چشمہ سے قطرہ قطرہ آب حیات بن کر نکلا ہے جس کے خزانے میں سے علم و معرفت کے لعل و جواہر تقسیم ہوتے رہے ہیں جس کی عالمگیر روشنی سے دنیا کا ذرہ ذرہ جگمگا اٹھا ہے وہ اپنے اخبر زمانہ کے پیروؤں کو اپنی فیاضی سے محروم رکھے اور اپنے ایک سچے مناقب و کمالات بیان کرنے والے کی کچھ امداد نہ کرے یہ بالکل قیاس سے باہر ہے۔

میں یقین کرتا ہوں کہ میری تقریر کا روشن عنوان اس مضمون میں خود میری رہبری کرے گا اور اگر اور کچھ نہیں تو اس سے بھی کیا کم کہ ایک ایسے اولوالعزم مذہب کے نام لینے ہی سے میری تقریر کی کافی حد تک عزت کی جا سکے گی۔

Telegram : t.me/pasbanehaq1

یہ بالکل یقینی بات ہے کہ اسلام کے یا اور کسی مذہب کے غیر فروع کا احاطہ کرنا اور ہر ایک جزئی جدئی کو وہ یا قیاسات سے ثابت کر دکھانا صرف دشوار ہی نہیں بلکہ فضول اور بیکار بھی ہے کیوں کہ جب ایک مذہب کے تمام اصول بروئے عقل و انصاف تسلیم کر لئے گئے تو فروعات اور جزئیات کے ماننے میں انکار کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہ سکتی۔ اس لئے ہر مذہب و ملت کی جانچ اس کے اصول اور کلیات ہی کی صداقت سے کی جائے گی اور اس کی حقانیت کی پڑتال کا یہی بہتر اور آسان ذریعہ قرار پائے گا۔

اس قید کو ملحوظ رکھ کر ہم دیکھنا چاہتے ہیں کہ اسلام کے اصول بلکہ (تنگی وقت کا لحاظ کر کے) اصل الاصول کہاں تک عقل صحیح اور فطرت سلیمہ کے زیر حمایت ہیں وہ انسان کی فلاح و بہبودگی کس حد تک کفالت کر سکتے ہیں۔ دوسرے شاہکار مذاہب سے ان کو کیا فوقیت اور امتیاز حاصل ہے انہوں نے بندوں کے دلوں میں خدا کی کیسی قدر و منزلت قائم کرائی اور پیغمبروں کا کس قسم کا احترام منوانے کی کوشش کی ہے۔ اگر ہم اپنی اس تحقیق میں جس کا مدار محض نیک نیتی پر ہوگا ناظر خواہ کامیاب ہو گئے تو یوں سمجھو کہ ہم نے اپنی زندگی کا ایک بڑا اہم فرض ادا کر لیا اور بہت سے دوستوں کو جو مجھ ہی جیسے ہوں سخت محنت اور کد و کاوش اور دردسری سے نجات اور ہزارہا بندگان خدا کو تفتیش مذاہب میں ایک طویل جا

Telegram : t.me/pasbanehaq1

ہاں یہ بات بار بار یاد دلانے کے قابل ہے کہ اس مختصر تحریر میں جو کچھ مذکور ہوگا وہ طویل و عریض بیانات نہ ہوں گے، نہ کثیر التعداد علماء کی رایوں کا استقصا اور موازنہ کیا جاوے گا اور نہ بے انتہا کتابوں کے حوالے درج ہوں گے کیوں کہ ان مباحث کے لئے ہم نے خود ایک ایسی مبسوط اور مستقل تصنیف کا ارادہ کر رکھا ہے جس کو ہماری اس تحریر سے وہی نسبت ہوگی جو کہ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تقریر دلپذیر کو ان کی حجۃ الاسلام سے اس تحریر میں جو کچھ خیال ہے وہ صرف اتنا ہی ہے کہ اصول اسلام کی تشریح میں بعض کارآمد اور مفید عام مضامین نہایت ایجاز کے ساتھ لکھ دیئے جائیں جن سے ایک طرف تو ہمارے مذہبی خیالات کا اندازہ ہو جائیگا دوسری طرف اس مفصل کتاب کی جس کا قصد ہمیں نے ابھی ظاہر کیا، نوعیت مضامین سے واقف ہونے اور طرز تحریر کے پرکھنے کا ان کے واسطے یہ تحریر ایک نمونہ بن جائے گی،

بلاشبہ اس قدر وسیع عنوان (اسلام) کو ان چند اوراق میں سمیٹ دینا دریا کو کوزہ میں بند کرنے سے ہرگز کم نہیں ہے مگر اسلام کے تعجب انگیز اعجازوں میں سے یہ بھی ایک ہے جس پر ڈاکٹر کسٹلے لیبان وغیرہ محققین یورپ نے حیرت ظاہر کی ہے کہ جس قدر طویل ہے اسی قدر مختصر بھی ہے اور جتنا دشوار آسان بھی ہے اور جیسا کہ اس سے ایک حکیم اور ارسطوئے وقت فائدہ اٹھا ایسے ہی ایک

Telegram : t.me/pasbanehaq1

اور افریقہ کا ایک وحشی بھی اپنا کام نکال لیتا ہے۔ اسلام کے برگ و بار اگرچہ بہت دور تک پھیلے ہوئے ہیں مگر ان سب کی جڑ صرف ایک کلمہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ ہے۔ ان ہی دو اجزاء میں تمام اسلامی معتقدات کا خلاصہ اور لب لباب نکل آتا ہے اور یہی کلمہ شریعت اسلام کا جوہر، ایمان کی روح، راستی کا نشان، ہدایت کی زندہ لہر اور علوم حقائق کا سرچشمہ ہے، اسی کلمہ سے عالمی راحت حاصل ہوتی ہے اسی سے روحی مسرت اور یقینی آرام ملتا ہے، اسی کی بدولت مسلمان خیر الانام کے لقب سے سرفراز کئے گئے ہیں اور اسی کے چھوٹنے سے آج ان کو قعر مذلت میں گرا دیا گیا لیکن جبکہ یہ کلمہ کل اہل اسلام کے نزدیک ایسی نعمت عظمیٰ اور رحمت کبریٰ تصور کر لیا گیا تو نہایت ضروری ہے کہ اسلام پر مضمون لکھنے والا اول اسی کی حقیقت کے دریافت کرنے میں اپنا وقت صرف کرے اور جب تک اس کی کامل تحقیق سے فارغ نہ ہو جائے اسی کو مطمح نظر بنائے رکھے چنانچہ میرا ارادہ بھی اس وقت یہی ہے کہ جہاں تک غور کیا گیا اس کلمہ کے دو جز نظر آئے ان میں سے پہلا جزو جس کے معنی یہ ہیں کہ اللہ کے سوا کوئی چیز معبود بننے کی صلاحیت و استحقاق نہیں رکھتی فی الواقع تین مضمونوں پر مشتمل ہے خدا کا وجود ہونا اس کا قابل عبادت ہونا اور اس کی خدائی میں کسی کا شریک نہ ہونا۔

Telegram : t.me/pasbanehaq1

خُدا کا وجُود

یہی وہ مضمون ہے جس کی تائید ادیان و مذاہب نے یک زبان ہو کر کی ہے اور جس پر ناکثیر اہلِ عقل کا اجماع منعقد ہو چکا ہے۔ الحاد جن کا دُوسرا نام منکرین مذہب بھی ہے، زور شور کے ساتھ اسی مضمون کی تردید پر تُلے ہوئے ہیں اور مادہ پرستی (میٹریلزم) کے گروہ سے ہماری سب سے بڑی معرکہ آرائی اسی میدان میں ہو سکتی ہے۔

یورپ میں مادہ پرستوں کی جو جماعت تیار ہوئی ہے اس نے آج کل مذہب دُنیا میں ایک عام ہلچل ڈال رکھی ہے اور نہایت بیباکی کے ساتھ اس کا انکار کیا ہے کہ خُدا کا وجُود ہرگز کوئی واقعی وجُود نہیں وہ بھی ان وہمی اشیاء میں سے ایک شے ہے جن کو انسانی تخیل نے امین طبیعہ سے مرعوب ہو کر اختراع کر لیا ہے رفتہ رفتہ اس فریب نے لوگوں کے دماغوں پر ایسا کچھ قبضہ اور اقتدار حاصل کیا کہ اُنہوں نے اپنے تمام اعمال و افکار تمام امادوں بلکہ تمام کائنات کی عنان حکومت اسی کے ہاتھ میں دے دی اور مخلص اپنی خوش اعتقادی سے یہ سمجھ لیا کہ دُنیا میں جو کچھ کرتا ہے خُدا ہی کرتا ہے اور جس قدر حوادث پیش آتے ہیں یہانتک کہ اگر ایک پتہ ایک تنکہ بھی بغیر اس کے حکم اور ارا

Telegram : t.me/pasbanehaq1

نہیں ہو سکتا۔

مادہ پرست کہتے ہیں، کہ اہل مذاہب سے کوئی پوچھے کہ تم کو ایک ایسی مافوق الفطرت ہستی کے ماننے پر کس چیز نے مجبور کیا ہے کیا عالم میں بر اوث واقع ہو رہتے ہیں یا زمانہ جو پلٹیاں کھاتا ہے یا وجود کی آمدہ شد جو اکثر چیزوں میں مشاہدہ کی جا رہی ہے تمہارے اس فرضی خدا کے سوا اور کسی سبب سے ربط نہیں کھا سکتے یا مادہ جو مع اپنی حرکت کے ابدی و ابدی ہے ان ضرورتوں کو سرانجام نہیں دے سکتا یا خواہی نخواہی تم کو ایک موہوم خارج از عقل ہستی کے سامنے جبہہ سائی معلوم ہوتی اگر ہم سے پوچھو تو یہ سب خیالات ارباب مذاہب کی واقفیت اور کوتاہ فہمی پر مبنی ہیں کیونکہ زمانہ حال کی تحقیقات نے ۔ کر دیا ہے ——— کہ عالم کی تمام سماوی اور ارضی اشیاء کی اصل دو چیزیں ہیں، مادہ اور اس کی قوت (حرکت) اور ازل سے دونو تلازم کے ساتھ موجود ہیں۔ یہ ناممکن ہے کہ مادہ اور اس کی حرکت میں ابدائی اور انفصال ہو سکے اور ایک بغیر دوسرے کے پایا جاوے، مادہ سے وہی اجزاء یعنی طبیعی مراد ہیں جو اس خلاء میں بھرے ہوئے ہیں اور جو اگرچہ ذہنی قسمت قبول کر سکتے ہیں لیکن خارجی تقسیم کا ان میں امکان نہیں انہیں ذرات کو اثیر (ایتھر) سے تعبیر کرتے ہیں، اور انھیں کی دوامی حرکت کی وجہ سے اجرام سماوی یعنی ستارے اور کائنات ارضی یعنی جمادات و نباتات اور حیوانات جو

Telegram : t.me/pasbanehaq1

پہلے سے موجود نہ وجود میں آئے۔ اور ان چیزوں وہ اور اس
کی حرکت سے بنا۔ ویسا ہی ہے جیسا کہ کوئی معلول اپنی علت سے
بے اختیار بن جاتا ہے چنانچہ ان اشیا کی پیدائش میں مادہ اور اس
کی حرکت کو نہ کسی قسم کا ادراک ہوتا ہے اور نہ ان میں قصد و ارادہ پایا
جاتا ہے اور جب ہم کائنات عالم اور تمام مخلوقات کے وجود کو مادہ اور
اس کی حرکت سے منسوب کر سکتے ہیں تو ہم کو کسی فرضی خدا کی حکومت
ماننی پڑتی ہے اور نہ اپنے کو مذہبی طوق و سلاسل میں پھانسنے کی
ضرورت ہے۔ غرض ہمارے نزدیک مادہ بھی قدیم ہے اور اس
کی حرکت بھی قدیم ہے اور جو سلسلہ صورتوں کا مادہ کے اندر قائم رہتا
ہے وہ بھی قدیم ہے اگرچہ صورت شخصیہ علیحدہ علیحدہ حادث ہے اس
حالت میں ہم کو خدا کے وجود کی اصلا ضرورت نہیں بلکہ مادہ اور اس کے
تین فطریہ ہی عالم کی ہستی اور بقا کی ضمانت ہیں۔

ہم کہتے ہیں کہ بے شک مادیین نے بزعم خود کائنات کے وجود
کا ایک خاص سبب پیدا کیا لیکن ابھی تک جس مختلف اور مرتب کائنات کے
سبب کی ہم کو تلاش تھی اس میں کامیابی نہیں ہوئی انہوں نے ہم کو
ایک نہایت علیم و حکیم اور ہمہ صفت موصوف خدا سے علیحدہ کر کے ایک
ایسی قوت کے قائم کرنے کی رائے دی جو بالکل اندھا، بہرہ، گونگا،
اور بے حس و بے شعور ہے جس کا کوئی کام نہ قصد و اختیار سے ہو سکتا
اور نہ معنوعات میں کسی قسم کی ترتیب اور تناسب پیدا کرنے پر

Telegram : t.me/pasbanehaq1

قادر نہ اس میں سمجھ کا مادہ نہ وہ کسی قاعدہ و قانون واقف ہے نہ اس کو امور انتظامیہ کی اطلاع ہے۔ حالانکہ جس عالم کے فاعل کا ہم کو کھوج لگانا تھا وہ عالم کائنات کا ایک ایسا مجموعہ ہے جس کے ہر ہر جزو میں بیش قیمت حکمتیں ودیعت رکھی ہوئی ہیں جس کے عجیب و غریب اسرار بدہ کرتے کرتے عقل انسانی تھک جاتی ہے اور جس کے بہت تھوڑے سے حصہ کا [illegible] کرنے سے حکماء کو خصوصاً ان مادہ پرستوں کو یہ اعتراف کرنا پڑا ہے کہ مظاہر فطرت کی جس قدر باریکیاں ہم معلوم کر سکے ہیں وہ اس سے بہت ہی کم ہیں جو اب تک معلوم نہیں ہو سکیں۔ علم تشریح علم الافلاک، علم الحیوانات، علم نباتات اور علم طبقات الارض کے ماہرین سے دریافت کرو جو راز ہائے قدرت تم نے موجودات عالم میں آج تک دریافت کئے ہیں وہ کس قدر ہے اور ان کی حفاظت کے واسطے کتنے دفتر اور کتنے کتب خانہ تم کو درکار ہوتے ہیں۔

پھر عالم کے احوال میں جز [illegible] ارحاجت مندی کے آثار پائے جاتے ہیں۔ اس پر بھی ایک نظر ڈالو اور ہر ہر شے کی پستی و ذلت کو دیکھ کر خدا تعالیٰ کی پُر حکمت و جبروت کا سبق حاصل ہوتا ہے، بنظر تعمق ملاحظہ کرو تاکہ تم کو معلوم ہو کہ یہ کارخانہ یوں ہی بے سر و پا اور بخت و اتفاق سے پیدا ہونے کے قابل نہیں ہے۔

آسمان، چاند، سورج اور ستاروں کو دیکھئے کہ ایک حال پر قرار نہیں کبھی عروج ہے، کبھی نزول، کبھی طلوع ہے کبھی مغرب، کبھی نور، کبھی

Telegram : t.me/pasbanehaq1

ogspot m

گن، آگ کو دیکھئے کہ بے قرار ہے تھمنے نہیں تھمتی، ہوا کا یہ حال ہے کہ کبھی حرکت کبھی سکون اور حرکت بھی ہے تو کبھی شمال کبھی جنوب، کبھی پورب اور کبھی پچھم کو ماری ماری پھرتی ہے۔ ادھر پانی کا کہ ہوا کے جھکڑوں سے کہیں کا کہیں نکلا جاتا ہے۔ زمین کو بھی پستی کے سوا لاچار کی اس وجہ کی ہے کہ اس پر کوئی دوڑتا ہے، کوئی بھاگتا ہے، کوئی کھودتا ہے۔ کوئی بھرتا ہے۔ اسی طرح نباتات کبھی چھوٹے ہوتے ہیں کبھی بڑے، کبھی تر ہو جاتے ہیں کبھی خشک ہو جاتے ہیں اور اس پر ایک زمین ایک پانی اور ایک آفتاب ہونے کے باوجود اس قدر مختلف پھول اور پھل لاتے ہیں کہ ایک دوسرے سے کچھ بھی مناسبت نہیں رکھتے علیٰ ہذا القیاس حیوانات خصوصاً بنی نوع انسان باوجود یکہ سب کے سب اربع عناصر ہی سے مرکب ہیں شکل و شمائل خُو، اور خاصیت و مزاج میں اتنے مختلف معلوم ہوتے ہیں کہ عقل و ادراک سے باہر۔ اس کے علاوہ بھوک پیاس محبت، مرض، گرمی، سردی اور حرص و ہوا وغیرہ کے بہت سے موکل ان کے پیچھے ایسے لگا دیئے کہ جس سے شرف حیات بھی خاک میں مل گیا۔ اور حضرت انسان کے پیچھے تو اتنا لشکر کا لشکر خواہشات اور حاجات کا متعین ہوا کہ جس نے اُس کی فہم و دانش کو ناچار کر کے تمام شرافت و عزت کو ملیامیٹ کر دیا۔ دوسرے حیوانات تو صرف نے پینے ہی کے محتاج ہیں،

لباس، مکانات، سواری، عزت، منصب، جاگیر، میٹھے

Telegram : t.me/pasbanehaq1

کھٹے، نمکین کی کچھ پرواہ نہیں رکھتے لیکن انسان کو بغیر ان چیزوں
بھی زندگی بسر کرنا محال یا دشوار ہے بلکہ غور کرنے سے یہ معلوم ہوتا
کہ جس میں کوئی خوبی اور کمال زیادہ تر تھا اسی کو اوروں کی نسبت زیادہ
قیود ات میں بند کر کے رکھا ہے اور یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ بادشاہ اگر
غریبوں کو قید کرتے تو کئی کئی قیدیوں کو محافظ سپاہی کفالت
کرتا ہے، اور اگر کوئی بادشاہ یا امیر ان کی قید آجاتا تو گو اسے
تنظیم سے رکھیں لیکن اس پر ہیئت پہرے اور بڑے بڑے بہادر حفاظت
کے لئے مقرر کیا کرتے ہیں۔

بہر حال جبکہ ایسے ایسے اشرف اجزائے عالم اس ذلت و خوا
میں گرفتار ہیں جس کا ذکر اوپر ہوا تو رہیں کہ دم بھر کو بھی ان قیودات
کے شکنجوں سے وہ علیحدہ نہیں ہو سکتے تو بلاشبہ ان کے سر پر کوئی
ایسا مستقل حاکم ہے جو ان سے ہر وقت قیدیوں کی مانند یہ سب بیگاریں
اور چین سے نہیں رہنے دیتا تاکہ یہ مغرور نہ
کو ان پر زی کا گمان نہ پیدا ہو۔

بلکہ ان کو ایسا ذلیل و خوار دیکھ کر یہ خود دوسرے لوگ بھی
خدا کو پہچانیں اور سمجھ لیں کہ یہ اس کے انتظام کی خوبی ہے کہ ان سے
طرح طرح کے کام لیتا ہے اور ان پر قسم قسم کے اموال بھیجتا ہے اور یہ
ایسا قصہ ہے جیسا کہ ایک بیدار مغز اور مدبر حاکم اپ
نہیں رہنے دیتا، اس پر کبھی کہیں کبھی کہیں تبدیل کرتا رہ

Telegram : t.me/pasbanehaq1

ogspot com

یورپ کا ایک محقق راسین بھی ان مناظر قدرت کو دیکھ کر کہتا ہے کہ "اے آسمانوں! مجھ کو خبر دو، اے دریاؤ مجھ کو بتاؤ، اے زمین مجھ کو جواب دے اے بے انتہا ستارو تم بولو کہ کون سا ہاتھ ہے جس نے تمہیں افق میں تھام رکھا ہے۔ اے شب چادر کس نے تیری تاریکی کو خوب صورت بنا دیا ہے، تو کس قدر شان والی ہے اور کس قدر عظمت مآب ہے، تو خود بتا رہی ہے کہ تیرا کوئی صانع ہے جس نے تجھ کو بغیر کسی زحمت کے بنایا ہے، ا نے تیری چھت کو قبہ ہائے نور سے مرصع کیا ہے جس طرح کہ اس نے زمین پر خاک کا فرش بچھایا اور گرد کو ا سا ہے۔ ا! مژدہ رساں سحر! او نیر اشفگوف! او ہمیشہ روشن رہنے والے ستارے! او آفتاب درخشاں! سچ بتا تو کس کی اجازت طاعت کے لئے محیط کے پردے سے باہر آتا ہے، اور نہایت فیاضی کے ساتھ اپنی روشن شعاعیں عالم پر ڈالتا ہے۔ اے پُر رعب سمندر، اے وہ کہ غضب ناک ہو کر زمین کو نگل جانا چاہتا ہے کس نے تجھ کو محبوس کر رکھا ہے، جس طرح شیر کٹہرہ میں قید کر دیا جاتا ہے تو اس قید خانہ سے بے فائدہ نکل جانے کی کوشش کرتا ہے تیری موجوں کا زور ایک حد معین سے آگے ہرگز نہیں بڑھ سکتا۔

طین ڈورڈ کہتا ہے کہ "ان اس وقت سخت حیرت ہو جاتا ہے جب یہ دیکھتا ہے کہ ان کمزور اور ناطق مشاہدا

Telegram : t.me/pasbanehaq1

too aa-

ہوتے ہو " ایسے بھی موجود ۔ کہ جو یہ کہتے ہیں کہ یہ تمام عجائبات صرف بخت و اتفاق نتائج کے ہیں یا دوسری عبارت میں یوں کہنا چاہا کہ مادہ کی علم علم خاصیت کے نتائج کے ہیں یہ حماقات اور عقلی گمراہیاں جن کو لوگوں نے علم المحسوسات کا لقب دیا ہے علم حقیقی نے ان کو بالکل باطل کر دیا ہے ۔ فزیکل سائنسدان کبھی اس پر اعتقاد نہیں لا سکتا ۔ ہربرٹ اسپنسیر کہتا ہے کہ " یہ اسرار جو زیادہ تر پائے جاتے ہیں جب ان پر زیادہ بحث کرتے ہیں تو یہ پتہ لگتا ہے کہ انسان کے اوپر ایک ازلی و ابدی قوت ہے جس سے تمام اشیاء وجود میں آتی ہیں " پروفیسر ٹینڈل کہتا ہے کہ خدائے اکبر جو ازلی ہے ۔ جو تمام چیزوں کا جاننے والا ہے ، جو ہر چیز پر قادر ہے اپنی عجیب و غریب کاری گریوں سے میرے سامنے اس طرح جلوہ گر ہوتا ہے کہ میں مبہوت اور مدہوش ہو جاتا ہوں ۔

اب ان سب کے جواب میں مادہ پرست کہتے ہیں کہ یہ تمام عمدہ انتظام اور مضبوط قاعدے جو دنیا جاری ہیں یہ سب بھی " وہ اور حرکت کی " ہی کارسازیاں ہیں اگرچہ خود نہیں جانتا خود بخود اس سے بے سوچے ایسے انگیز قوانین اور اصول بن جاتے ہیں جن کی اس عالم کو ضرورت رہتی ہے اور جس پر نظام عالم کا دار و مدار ہے لیکن ان حضرات سے اگر کوئی یہ کہے کہ ہندوستان کے کسی گاؤں میں بچہ پیدا ہوا اور بچہ پیدا ہو تو

Telegram : t.me/pasbanehaq1

ogspot com

اس نے نہایت فصیح و بلیغ تقریر شروع کی اور وہ علوم و معارف اس کی زبان سے ظاہر ہوئے ہیں جن کی خبر نہ ارسطو کو ہوئی تھی، نہ افلاطون کو، نہ پیکن کا ذہن وہاں تک پہنچا تھا اور نہ نیوٹن کا۔

نہ رازی کو وہ مضامین خواب میں نظر آئے تھے نہ امام غزالی کو تو یہ لوگ ہرگز اس کے بیان کی تصدیق نہ کر سکیں گے، بلکہ جو شخص اس عجوبہ قصہ کی تصدیق کرے گا اس کو بھی ان لوگوں کے یہاں سے مجنون انہ، اور خبطی و پاگل کا ب ملے گا،

تو اے عقلمند! وہ کی وہ سحر کاریاں اس واقعہ کی قدرت سے کچھ کم حیرت افزا ہیں وہ بچہ جو ایک ناممکن انسان ہے ان امور کی قدرت نہ رکھے جن کو چند تعلیم یافتہ مرد انجام دے سکتے ہیں، اور ایک "جماد لایعقل" جس کو ذرہ برابر بھی ادراک و شعور نہیں، تمام مخلوقات کی حفاظت اور زینت کے ایسے محکم و مستور اصول تیار کرے جن کو دیکھ کر دنیا کے عقلاء حیران ہیں اور جن کے اسرار حکمت کی گہرائی کو سب مل کر بھی آج تک معلوم نہیں کر سکے، اگر اس پر بھی آپ یہی کہے جاویں کہ نہیں کچھ ہی ہو ان تمام قوانین کی واضع وہی مادہ کی بے اختیاری حرکت ہے تو بقول علامہ حسین آفندی "ہماری اور آپ کی مثال ٹھیک ان دو شخصوں کی سی ہوگی جو کسی نہایت رفیع الشان اور مضبوط کوٹھی میں داخل ہوئے جس میں متعدد کمرے اور نشستگاہیں بنی ہوئی ہوں وہ شاندار و زنانوں اور مضبوط جنگلوں سے آراستہ ہو،

Telegram : t.me/pasbanehaq1

toobaa-e

اس کے برآمدے اور ڈیوڑیاں بہت استحکام کے ساتھ بنائی گئی ہوں، اور کمروں میں اعلیٰ درجہ کے فرش بچھے ہوئے ہوں، بڑے بڑے بلند تخت لگے ہوں، نہایت بیش قیمت برتن طرف قرینے سے رکھے ہوئے

مختلف گھڑیوں، متعدد "بیس الحرارۃ" کے ذریعہ اس کی دیواروں کی زیبائش کی گئی ہو۔

غرض اس میں بود و باش کرنے کے لئے جو سامان ضروری ہوں سب ہی کچھ موجود ہوں، اس کے چاروں طرف نہایت خوب صورت سیرگاہیں نظر آتی ہوں۔ گرداگرد ایسی چمن بندی کی گئی ہو جن میں درختوں کا صف باندھ کر کھڑا ہونا نگاہوں کو بھلا معلوم ہوتا ہو قسم قسم کے پھولوں کی کیاریاں موقع موقع سے بنائی گئی ہوں اس کی نہروں اور حوضوں میں پانی بھرا ہو، اس کے مستحکم بنے ہوئے حوض لبالب بھرے ہوں،

خلاصہ یہ کہ عیش و آرام کے سب سامان مہیا ہوں، اور جو بھی انہیں دیکھے یہی کہے کہ فلاں شئے فلاں حکمت پر مبنی ہے، اس کی یہ ضرورت ہے، اس کا بنانے والا کیسا ذی فہم اور خوش تدبیر تھا جس نے کہ جو چیز بنائی ایک قرینہ سے، اور جس شے کے لئے جو مقام تجویز کیا وہی مناسب تھا۔

اب یہ پہنچ کر ان دونوں شخصوں میں سے ایک تو یہ

Telegram : t.me/pasbanehaq1

ogspot

کہنے لگا کہ صاحب اس میں ذرا شک نہیں کہ اس کا بنا والا ان ساری عجیب غریب صناعیوں پر خوب ہی قدر رکھتا، اصل کی تالیف و ترتیب کے طرح سے بھی بڑی واقفیت رکھتا تھا جب ہی تو اس نے انتہا درجہ کی حکمت کے ساتھ اس کو اس قدر مضبوط اور ا ، ا یہ کہ اس کے تمام لوازمات کامل طور پر مہیا کر د ۔ اور خوش و آرام سے بسر کرنا ممکن ہو اور کوئی امر آ ۔ وحاجت میں مخل نہ پائے، اس کے والے کو اگرچہ ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا نہیں مگر یہ بالکل یقینی کہ اس میں علم و قدرت، تدبیر و حکمت وغیرہ اوصاف جن کی کہ اس بنانے میں ضرورت پڑتی ہے سب موجود تھے۔

باقی اس کوٹھی کے سازوسامان میں اگرچہ بعض چیزیں ایسی بھی پائی جاتی ہیں جن کی حکمت میری سمجھ میں نہیں آئی لیکن ان میں کوئی نہ کوئی حکمت ضرور ہوگی۔ اگرچہ میں اس کو دریافت نہیں کر سکا کیونکہ جن شے کی حکمت میری سمجھ میں آگئی میں نے اُس سے اطمینان کر لیا ہے کہ اس کا بنانے والا بڑا حکمت والا ، تو اس نے اُن کو بھی خارج از حکمت و مصلحت نہ ہوگا۔

ا ' دوسرا شخص اپنے ساتھی سے کہنے لگا کہ اس کوٹھی کے وجود کا سبب جو تم نے بتلایا یہ درست نہیں بلکہ ایک پہاڑی کی طرف (جو اس کوٹھی کے پاس استادہ تھی اور جس کی جڑ میں ایک پانی کا چشمہ جاری تھا) اشارہ کر کے کہا کہ اس پہاڑی کی چوٹی سے اس قطعۂ زمین کی

Telegram : t.me/pasbanehaq1

toobaa-e

جانب جہاں میں یہ کوٹھی واقع ہے ہمیشہ زمانہ قدیم سے ہوا کرتی
ہوا لاکھوں برس تک مٹی اور پتھروں کو پہاڑی سے منتقل کرتی رہی اور
وہ سب چیزیں اس کی وجہ سے مختلف شکلوں پر اس قطعہ زمین پر جمع
ہوتی رہیں اور بارش کا پانی ہمیشہ اس میں کچھ تصرف کرتا رہا کبھی اس
کی شکل کچھ ہوگئی کبھی کچھ اسی طرح کبھی وہ چیزیں مجتمع ہوگئیں اور کبھی پراگندہ
اور ان کی اوضاع شکلوں میں ہوا اور بارش کی وجہ سے کچھ نہ کچھ تبدیلی
واقع ہوتی رہی یہانتک کہ کروڑوں برس کا زمانہ گزرنے کے بعد اب
اس کوٹھی کی باقاعدہ صورت بن گئی جس میں کمرے، نشستگاہیں، دالان
جنگلے، برآمدے، راستے، حوضیں اور نہریں سبھی کچھ پائی جاتی ہیں۔ رہا
نہروں کا جاری ہونا اس کی یہ صورت ہوئی کہ اس چشمہ سے جو کہ اس
پہاڑی کی تہ میں واقع ہے ہمیشہ پانی بہہ کر اس قصر کے صحن میں مختلف
جگہوں سے جاری ہوا، اس لئے پانی سے اس کی مٹی گھلتی رہی ہوا
اور بارش کا اثر اس راستہ میں بہتا رہا، شدہ شدہ لاکھوں برس کا
زمانہ گزرنے کے بعد باقاعدہ نہریں اور حوضیں جاری ہوگئیں اور اس میں
اس موجودہ انتظام کے ساتھ بہنے لگا۔

اب اس کے برتن، گھڑیاں، فرش اور مختلف قسم کے مقیاسوں
کو لیجئے، ان کی یہ صورت ہوئی کہ مسافروں کا قافلہ جو کبھی اس پہاڑ پر
اس زمین میں اترا والوں کی یہ چیزیں اتفاق سے چھوٹ گئیں۔
ہوا ان کو مختلف طرح پر ادھر ادھر منتقل کرتی رہی حتیٰ کہ سالہا سال

Telegram : t.me/pasbanehaq1

کے بعد یہ نوبت پہنچی کہ فرش باقاعدہ بچھ گئے، برتن قطار در قطار آراستہ گھڑیاں اور مقیاس دیواروں پر آویزاں ہوگئیں، یہی حالت ان مختلف اور پھولوں کی ہوئی جو یہاں کی سیرگاہوں باقاعدہ لگے ہوئے ہیں۔ ان کے بیج ہوا میں اڑکر یہاں تک پہنچ گئے اور اس زمین پر جم کر اگ آئے اور ہوا کی وجہ سے ادھر اُدھر منتقل ہوتے ہوتے باقاعدہ طور پر آراستہ ہوگئے اور موجودہ حالت پر نظر آنے لگے۔

اب وہ شخص جس کے دماغ میں کچھ بھی عقل اور سر میں کچھ بھی انصاف ہے بے لاگ ہوکر ان دونوں بیانات کا فیصلہ کردے اور بے تعصبی کی راہ سے بتلادے کہ اس کوٹھی کے تیار ہونے کا وہ سبب جو پہلے آدمی نے یا ہے عقل کے نزدیک ماننے کے قابل ہے یا دوسرے شخص کی بیہودہ بکواس اور اسی طرح عالم کی پراسرار ہستی کے واسطے ایک قادر مطلق اور ب خدا کا اعتقاد رکھنا زیادہ قرین قیاس ہے، یا ایک جاہل اور مادہ کا مادر ایسی صورت میں اربوں کھربوں انسانوں کی رائے (جو آدم علیہ السلام کے عہد سے اس وقت تک گزرے ہیں اور جن کے بڑے بڑے حکماء اور اولوالعزم انبیاء بھی شامل ہیں) صحت اور واقعیت سے زیادہ قریب معلوم ہو یا ہزار دو ہزار بدمستوں کی۔

بلاشبہ ہمارے زمانے کے بعض عقلاء سے سخت غلطی ہوئی کہ انہوں ایسے ایسے اعلیٰ درجہ کے قوانین قدرت کو جن سے خدا تعالیٰ کی حکمتوں

Telegram : t.me/pasbanehaq1

اور صناعیوں کی بوقلمونی ظاہر ہوتی ہے، خدائے برتر کی امداد کا محتاج نہیں سمجھا، بلکہ صرف ان قوانین میں جو حرکت مادہ سے پیدا ہوتی ہیں ہم آہنگ تناسب ربط و اتحاد پیدا کرنے کے لئے خدا کے وجود کی ضرورت باقی رکھی حالانکہ اس تناسب و اتحاد کا باقی رکھنا بھی اسی مادہ اور حرکت کو کچھ زیادہ مشکل نہیں تھا جس نے ایسے غامض اور غیر متغیر آئین عالم میں جاری کر دیئے ہیں۔

تماشے کی بات یہ ہے کہ جیسا کہ مسلمانوں میں بعض علماء نے مادہ پرستوں کی دھمکی سے مرعوب ہو کر مادہ وغیرہ کو قدیم مان لیا اسی طرح بعض دوسری اقوام کے لیڈروں نے بھی یورپ کے ملحدوں سے ڈر کر قدامت کے مسئلہ کو جزو مذہب بنا لیا ہے اور اسی پر مسئلہ تناسخ کی بھی نیو جمانا شروع کر دی حالانکہ دنیا کی وہ پرانی کتاب جسے یہ لوگ نہایت زور و شور کے ساتھ ایمان رکھتے ہیں اور جس کو اہل ہند کی عزت کتاب بھی بنا لیا ہے خوب پکار کر کہہ رہی ہے کہ خدا کی ذات کے سوا کوئی قدیم نہیں ہے چنانچہ رگوید سنتر ا الشلوک ۱۸ و بیانے ورک ۱۷ کا جو ترجمہ خود سوامی دیانند جی نے بحاشیہ بھومکا صفحہ ۱۰ میں کیا اس کی حرف بحرف نقل یہ ہے۔

جس وقت ذروں سے مل کر بنی، دنیا پیدا نہیں ہوئی تھی اس وقت یعنی پیدائش کائنات سے پہلے است (غیر محسوس حالت) تھی یعنی مشہودیہ اکاش بھی نہیں تھا۔ کیونکہ اس کا اس وقت کچھ کاروبار نہیں

Telegram : t.me/pasbanehaq1

تھا اس وقت (ست پرکرتی)۔ کائنات کی غیر محسوس علت جس کو ست کہتے ہیں وہ بھی نہ تھی اور نہ پرمانو (ذرّے) تھے اور کائنات میں جو اکاش دوسرے درجہ پر آتا ہے وہ بھی نہ تھا بلکہ اس وقت صرف پربرہم کی سادہ تجرد (قدرت جو نہایت لطیف اور اس تمام کائنات سے برتر ہے) ارکان ہے موجود تھی الخ

کیا رگوید کی اس صریح عبارت میں کوئی تاویل چل سکتی ہے کیا کسی تاویل کرنے والے کے لفظی الٹ پھیر کچھ کام دے سکتے ہیں، کیا اس کے بعد بھی ان حضرات کے دو اہم اصول قدامت عالم اور تناسخ کی گنجائش ہو سکتی ہے ہم کو افسوس ہے کہ اس قوم کے لیڈروں کی کوشش جانبوں نے وید کی جہت طرازی میں کی تھی بالکل ناکام گئی اور انہوں نے خدا کو لوہار، بڑھئی، کمہار کے ساتھ تشبیہ دینے میں فضول اپنا وقت ضائع کیا ان کا خیال کہ جس طرح بڑھئی، لوہار، ظروف ساز، وغیرہ اپنے ہر چیز کے بنانے میں مادہ کی احتیاج رکھتے ہیں اسی طرح خداوند کارساز کے لئے بھی یہ ممکن نہ ہوگا کہ وہ دنیا کے کارخانوں کو بغیر کسی مادہ کے بنا دے۔

لیکن ان صاحبوں کو یہ خیال نہیں رہا کہ بڑھئی، لوہار وغیرہ کو بغیر ہاتھ پاؤں، اعضاء جسمانی وغیرہ سامان اور اوزاروں کے بھی کسی چیز کا بنانا محال ہے، حالانکہ خدا کی نسبت خود بھوما صفحہ ۹ میں تسلیم کر لیا گیا کہ اس کو ان آلات کی ضرورت نہیں۔

Telegram : t.me/pasbanehaq1

بڑھئی، لوہار وغیرہ کو جیسا کہ کسی چیز کے بنانے میں مادہ کی ضرورت ہے
ا۔ ہی دیکھنے میں آنکھ کی اور سننے میں کان کی اور بولنے میں زبان کی ضرورت
ہے حالانکہ ستیارتھ پرکاش کی تعریح کے موافق خدائے عزوجل بغیر آنکھوں
کے دیکھتا ہے بغیر کانوں کے سنتا ہے اور بغیر زبان کے کلام کرتا ہے۔
تو ایسی حالت میں نہ معلوم ان حضرات کو ویدک تعلیم کے بر
مادہ کو قدیم کہنے اور اس پر تناسخ کا خیال باندھنے کی کیا ضرورت پیش آئی
کیوں صاف وہی نہ کہدیا جو مسلمان وغیرہ کہتے تھے کہ خدا تعالیٰ کی
ذات وصفات سوا سب اشیاء فانی اور حادث ہیں اور سب چیزوں
کا وجود خدائے تعالیٰ اختیار سے ایسا ہی عرضی و مستعار ہے جیسا کہ زمین
آسمان اور در و دیوار کا نور آفتاب کے نور سے یا گرم پانی کی گرمی آگ
کی حرارت سے، اس خدائے واحد نے اپنی قدرت کاملہ اور ارادۂ
نافذہ سے ہر چیز کو نیست سے ہست کیا اور وہی اپنے اختیار سے
جب چاہے گا نیست کر دے گا نہ اس کو مادہ احتیاج نہ اس پر
روح کی حکومت ہے نہ اختیارات ، اور نہ اس
فعل حکمت سے وہ تمام کمالات موصوف، اور
جملہ نقصانات اور عیوب سے پاک ہے، کیونکہ تمام لاشے وجود کے
تابع ہیں اور وجود ہی ان کا سرچشمہ ہے اور تمام نقصانات عدم اور
عدم ہی ان کا باعث ہوا تو جب خدا کا وجود غیر محدود اور
ہے کسی دوسری جگہ سے آیا ہوا نہیں اور نہ ہی عدم کا قطعاً اس

Telegram : t.me/pasbanehaq1

تو جملہ کمالات بھی اس کے بے حد دیے پایا ار
اور غیر مستعار ہوں اور مخلوقات میں سے کسی مخلوق کے اندر جو کوئی
بھی خوبی اور حسن ہوگا وہ سب اس کے محاسن اور صفات کا پرتو ہوگا
پس جب ایسی ذات ستودہ صفات نے اپ .. رو قدرت سے
دیا ہے تو یقیناً اس کی ایجاد اور ابتدا میں بے انتہا حکمتیں صرف
ہوں گی اور بے شبہ جانے سے پہلے ہی خدائے تعالیٰ کے علم میں اس
کا مرتب نقشہ اور ابتدا سے انتہا تک ہر ہر چیز کا اندازہ اور پیمانہ موجود
ہوگا جس کو غالباً اہل اسلام لفظ تقدیر سے تعبیر کرتے ہیں اور یہ تعبیر اس
.. رسے بالکل موزوں کہ لغت میں اس لفظ کے معنے اندازہ
ہیں۔

اب تک جو کچھ ہم نے لکھا اس میں اگرچہ اثبات صانع عالم
کے متعلق وہ زبردست استدلالات نہیں لکھے گئے جن کی تفصیل ہمارے
متکلمین نے اپنی مبسوط تصانیف میں کی ہے یا جن کو ہم انشاء اللہ اسی مفصل
کتاب میں ہم درج کریں گے جس کا وعدہ ہو چکا ہے یہاں تو ایک
سچے دلنشین اور عام فہم طریقہ سے جس قدر اس مختصر تحریر میں گنجائش تھی
عالم کے واسطے ایک جامع الکمالات فا کا ہونا ضروری قرار پا گیا اور
یہی وہ مدعا تھا جس کو ہم ثابت کرنا چاہتے تھے۔ اب جو کچھ گفتگو باقی
وہ اس میں ہے کہ آ.. بڑ کائنات کے لئے کیا تنہا ایک ہی خدا کا
وجود کافی ہو سکتا ہے اور ا ہماری سب حاجتیں پوری ہو سکتی ہیں

Telegram : t.me/pasbanehaq1

باہم کو مختلف ضرور واسطے در در بھٹکنا پڑے گا اور بہت سے
خود مختار بادشاہوں سا نا ہوگی۔

توحید

یہی وہ بحث ہے جس کے ضمن میں اسلام کے چمکتے ہوئے امتیازات ظاہر ہوتے ہیں یہی وہ مقام ہے جس میں آکر تمام مذاہب کے قدم لغزش کھا گئے ہیں اور یہی وہ موقعہ ہے جہاں پہنچ کر دینِ برحق کے کارناموں کی آزمائش ہوتی ہے مگر قبل اس کے کہ ہم اس بارے میں مذہب اسلام کی خصوصیات کو نہایت جلی حرفوں کے اندر ظاہر کریں یہ لازم خیال کرتے ہیں کہ جملہ مذاہب سے علیحدہ ہو کر محض عقلی حیثیت سے اس مسئلہ کو سمجھیں اور خدائے کامل کے دریافت کرنیوالی عقلوں سے دریافت کریں کہ آیا فی الواقع ایک ہی خدا ساری دنیا کا بلا شرکت انتظام کر .. اس کو اپنی حکومت کے برقرار رکھنے میں بار دگر رکھنے کی بھی ضرورت ہے۔

جہاں تک فکر کی گئی اس سوال کا جواب حکیم الامۃ حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ سے زیادہ پرمغز اور جامع کسی نے نہیں دیا اور مصنفین میں سے نا اس قسم کی فلسفیانہ بحث کو اس قدر سلیس زبان میں کوئی نہیں سمجھا سکا چنانچہ موصوف کے ان مضامین کا

Telegram : t.me/pasbanehaq1

ماحصل جو تقریر پذیر میں ہے در ذیل ہے۔ شعر ؎

مطرب از گفتۂ حافظ غزلی
تا تو گویم کہ ز عہد طربم یاد آمد

جناب من دُنیا کے پیدا کرنے والے اگر دو یا دو زائد خُدا ہوتے تو ہرگز کوئی چیز بھی وجود میں نہ آسکے گی اور یہ سارا قدرتی کارخانہ بالکل درہم برہم ہو جائے گا کیونکہ یہ بات تو یقینی طور پر تسلیم کی جا چکی ہے کہ جس چیز کو خدا کہا جائے اس میں کسی طرح کی کمی اور نقصان نہ ہو۔ یہ ا ہوتو عام بندوں میں اور اس میں فرق نہیں رہ سکتا اس لئے کہ بندے خدا بن لے سے اس لئے محروم کہ ان میں قسم قسم کے نقصانا پا جاتے ہیں اور د کی باگ ان کے قبضہ میں نہیں ہے کہ اور اپنے واسطے موجود کرلیں ا۔ اگر خدا بھی ا رنا ہو تو اس کو کیا استحقاق ہے کہ وہ خدا بن بیٹھے جب یہ بات قرار پاگئی تو اب یہ تو کبھی نہیں ہو سکتا کہ آدمی مخلوق ایک خدا کی اور آدمی ایک کی ورنہ ہر میں نصفا نصف خدائی کی کمی کسر ہوگی۔ اس بنا پر یہی کہنا پڑ کہ ہر ایک خدا پوری پور کا مالک ہے۔

مگر اس صورت میں جیسا وہ کامل ہوگا دو پر اس کی تاثیر کامل ہی واقع ہوگی کیونکہ نت اور خالق کی ایسی مثال ہے جیسے یا چاند اور زمین و آسمان وغیرہ کی، آفتاب سے آ ح

Telegram : t.me/pasbanehaq1

toobaa

کا، اور ذرہ سے چاند کی طرح کا نور پھیلتا ہے، اور زمین و آسمان درود
کوہ وا[illegible] روغیرہ میں سے ہر ایک شے کو حسب قابلیت منور کرے۔ اور
چیزیں تو نظر آنے لگتی ہیں لیکن آئینے کا اتنے ہی نور سے کچھ اور حال ہو
جاتا ہے، وہ بھی منور ہوتا۔ اور دوسری چیزوں کو بھی روشن کر دیتا
ہے۔ الغرض جتنا چاند اور سورج میں فرق ہے اتنا ہی ان کی شعاعوں میں اور
اور چیزوں کے منور ہونے میں فرق ہے تو جب خدا کا وجود بڑا ہی کامل ٹھہرا
اور مخلوقات کے موجود کرنے میں اس کی تاثیر بھی کامل ہوئی۔ اب اگر ایسے
[illegible] دو یا کئی خدا ہوں گے اور مخلوقات مشترک ہوگی تو ہر طرف سے کامل
ہی کا [illegible] ہر مخلوق کے پیمانہ اور حوصلہ کے موافق آئے گا، گھر میں گز بھر
اور بالشت میں بالشت بھر اور ہم دیکھتے ہیں کہ ایک سانچہ میں دو چیزیں
اور ایک سیر بھر کے برتن میں دو سیر اناج اور ایک جوتے میں ویسے ویسے
دو قدم، اور ایک اچکن میں اس کے موافق دو بدن اور ایک نیلم میں
اسی مقدار کی دو شلواریں، اور ایک مکان میں اسی کی گنجائش کے موافق دو
چند اسباب نہیں سما [illegible] دھینگا دھینگی سے ایک میں دو کو ڈالنے لگتے
[illegible] تو وہ سانچے اور برتن وغیرہ ٹوٹ [illegible] ٹ کر برابر ہو جاتے ہیں اسی طرح
اگر دونوں خداؤں کی طرف سے پورا [illegible] وجود ایک مخلوق میں سمانے لگے
تو بے شک وہ [illegible] ق معدوم اور نیست و [illegible] ہو جائے گی۔

ہاں اگر خدا [illegible] وجود کا کامل ہونا ثابت نہ [illegible] تا بلکہ اس میں نقصان اور
[illegible] [illegible] کہہ سکتے کہ جیسے دو چراغ [illegible] نور بلکہ کامل نور ہو

Telegram : t.me/pasbanehaq1

جاتا ۔ وہ خدا کے وجود کا پرتو کر کمال کو پہنچ جاتا ہوگا ، مگر اس کو کیا کیجئے کہ ئی کے واسطے کامل الوجود اور تمام الصفات ہونا لازم ہے اور تمام اہل مذاہب کو اس اعتراف کرنا پڑا ہے ۔

اس کے علاوہ ہم کہتے ہیں کہ وہ دو دو وجود خداؤں کی جانب ق کو عطا ہوتے ، اگر ایک ہی خدا کے خزانہ میں ہوتے اور جزور اور شرکت وحشت دوسرے کو حاصل ہے وہ سب بھی اس ایک خدا پا ہونے تو بلاشبہ یہ سب مل کر اس ایک تنہا خدا کی انفرادی ۃ میں بہت کچھ اضافہ ۔ تا اس سے ثابت ہوا کہ ہر ایک خدا کے دیں فی الجملہ کوتا ، اور نقصان ہے جس کی مکافات دوسرے کے وجود سے کی جا سکتی ہے با دیکھ اس کا اقرار کیا جا چکا ہے کہ خدائے پاک کی ذات ہر قسم کے قصور و فتور سے مبرا ہے وہ بے نقصان ہے سب چیزیں اس کے بھروسہ پر قائم ہیں وہ کسی کے سہارے کا محتاج نہیں وہ سب کی اصل ہے اور سب اس کی فرع ہیں ۔

اور کیوں نہ ہو جس سلسلہ کو دیکھئے ایک ہی اصل پر قرار پکڑتا نور آفتاب اگرچہ ہزاروں مکانوں اور ہزارہا روشندانوں میں جدا جدا ہے لیکن ان سب متفرق انوار کو اسی ایک آفتاب کے ساتھ رابطہ ہے اعداد کا سلسلہ گو ایک سے الیٰ غیر النہایۃ پھیلا ہوا ہے کہیں دو کہیں تین کہیں چار کہیں پانچ کہیں بیس کہیں سو کہیں ہزار اور اس پر کہیں ر کہیں مجذور کہیں حاصل ضرب کہیں مضروب فیہ کہیں حاصل قسمت

Telegram : t.me/pasbanehaq1

کہیں مقسوم کہیں مقسوم علیہ ہیں لیکن ان سب کی اصل وہی ایک ذات ہے
اگر ایک نہ ہو تو یہ سارا سلسلہ ایجاد و فنا کا نیست و نابود ہو جائے۔ موجوں
اور حبابوں کے کارخانوں کو دیکھئے تو سب کی اصل وہی ایک بحر ہے
آ وغیرہ کو دیکھئے تو سب اصل میں جسے انسانیت وغیرہ کہتے ہیں مشترک

طرح جہاں نظر پڑتی ہے کوئی ایسا سلسلہ نظر نہیں آتا جس کا
"سرمشا" نہ ہو اور پھر ان سرمشاؤں کو دیکھئے تو ان کا کوئی اور سر
وھلم جرا منتہا ہم تم ہندو مسلمان اور یہود و نصاریٰ
وغیرہ میں آدمیت سرمشا ہے۔ اسی طرح گھوڑوں میں کوئی اور سرمشا
ہے اور گدھوں کی اصل اور کتوں کی اور اصل ہے، ان سب اصولوں
کی اصل جاندار ادھر نباتات کی اصل علیحدہ ادا
جدا ہی سلسلہ اور ابھی سرمشا ہے۔ پھر ان کی اصل اور اور
کی اصل جمیعت کی زیر حکومت ہے اس طرح اوپر تک چلے چلو آخر
ناکر سارے عالم کا اشتراک دیکھ لیں تھکا ہے لیکن چونکہ نئے مشترک عین موجودات نہیں
کہ اپنے مرتبہ میں دلائل سے ثابت ہو چکا ہے، بلکہ بایں لحاظ کہ ایک شئے کبھی
موسکتی ہے کبھی معدوم۔ یہ کہا جائے گا کہ وجود عالم ایک عارضی اور عارضی چیز ہے
اصل اور ذاتی نہیں جیسا کہ پانی ذات سے گرم نہیں ہے اور آگ کی حرارت سے
ہو کر اس کی اصل اور ذاتی ہے۔ اس میں عارضی گرمی پیدا کر سکتے ہیں۔
شئے اسی طرح عالم کے وجود عارضی کے لئے بھی ضرورت ہے

Telegram : t.me/pasbanehaq1

کہ وہ کسی ایسے موجود اصلی سے مستفاد ہو جس کا وجود عرضی و مستعار نہ ہو پھر جیسے آفتاب سے گو ہزارہا جگہ دھوپ پھیلے پر سب کی سب ایک ہی آفتاب کا فیض ہے یوں یقین کرنا چاہیئے کہ تمام عالم کا وجود بھی ایک موجود حقیقی و اصلی کا پرتو ہے اسی کو ہم خدا سمجھتے ہیں اور اسی کی نسبت ہمارا یہ خیال ہے کہ اس میں تعدد کی گنجائش نہیں۔

اب یہاں پہنچ کر آپ شاید بول اٹھیں کہ ہم نے مانا موجودات کے وجود میں باہم اس طرح کا فرق نہیں جیسے دھوپ اور چاندنی میں جس کا وجود ایسا ہی یکساں نظر آتا ہے جیسے اس میدان کی دھوپ اور اس میدان کی جس طرح ہر جگہ کی دھوپ کو خواہ وہ میدان وسیع اور جنگل میں ہو یا کسی مکان میں دھوپ ہی کہا جاتا ہے، اسی طرح ہر چیز کے وجود کا نام۔ ا ُ زمین و آسمان کا ہو یا یہ ذی روح کا یا انسان و حیوان کا وجود رہتا ہے لیکن اگر فرض کریں کہ آسمان پر ایسے ایسے کئی آفتاب ہوں تو جس طور پر بہت سے ستاروں کا نور مل کر یکساں نظر آتا ہے یا یقین ان آفتابوں کا نور بھی مل کر یکساں نظر آئیگا پس اگر عالم کے واسطے کئی صانع اور سب کے وجود کا پرتو مل کر طرح یکساں دکھائی دیتا ہو تو کیا بعید ہے۔

اس شبہ کا جواب اول تو وہی ہے جو اس تقریر کے شروع میں معلوم ہو چکا کہ جس کارخانہ کو دیکھئے وہ کسی ایک چیز پر منقطع ہوتا اور جس سلسلہ کو دیکھئے کسی ایک پر منتہی ہوتا ہے چنانچہ دھوپوں کا آ یہ سلسلہ

Telegram : t.me/pasbanehaq1

اعداد کا ایک پُورجوں کے قصہ کا پانی پر قیام ہونا اور پ ۔ ان
سوا پہلے بیان ہو چکی ہیں، جن سے ظاہر ہوتا کہ جہاں میں جتنے پھیلاؤ
ہیں وہ کسی ایک نقطے کی طرف سمٹنے جا ۔

اب ہم دریافت کرتے ہیں کہ پانی اور آفتاب وغیرہ اشیاء مذکورہ
کی وحدت (ایک ہونے کی صفت) بھی منجملہ موجودات کے شئے
موجود ہے اور ان اشیاء میں وحدت کا وجود بھی عارضی طور پر ہے کیونکہ
آ اور پا غیرہ کے بہت سے ٹکڑے ہو سکتے ہیں اگر ان کی وحدت
اور ذاتی ہوتی تو وہ الگ سے کسی طرح زائل نہ ہو سکتی یعنی نہ ان میں تقسیم
جاری ہو اور کثرت کی گنجائش کسی نہج نکل سکتی، اس سے ظاہر ہُوا کہ جیسا
عالم کا وجود عار ہے وحدت بھی اس کی عارضی ہوگی، اور یہ وحدت بھی
اسی موجود اصلی کا فیض ہوگا، جس کا فیض خود وجود عالم ہے اور اس کی وحدت
بھی اسی طرح اصلی ہوئی چا طرح اس کا وجود اصلی ہے۔ اس موقع
پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ جیسا کہ وحدت اقسام وجود میں سے ہے ایسی ہی
کثرت اور عالم کا ہر قسم کا وجود عارضی ٹھہرا اور خدا کے
ہُوا تو لازم آئے گا کہ وہ صفت کثرت بھی خدا کے اندر پایا جاوے اور اس
کے واسطے وصف اصلی اور ذاتی ہو لیکن یہ مغالطہ تمکو اس وجہ سے لگا کہ
وحدت کے مانند کثرت کو بھی تم نے اقسام وجود میں شمار کر لیا حالانکہ کثرت
کا بمعنی عدم پر ہے۔
دیکھو ہم جا ایک شئے واحد ہے لیکن اگر کسی دیوار

Telegram : t.me/pasbanehaq1

)logspot.

میں ایک مکان کے دو روشندان برابر . . ہوں تو درمیان میں اندھیرا ہونے
کی وجہ سے ہر روشندان نور علیحدہ علیحدہ معلوم ہوگا عرض یہ کثرت اندھیرے
کے سبب سے معلوم ہے اگر ادھر ادھر نور اور یکی میں اندھیرا نہ ہو،
دیوار کو مکان میں سے اُٹھا ڈالیں تو سب جگہ گویا ہی نور ہو جائے گا
اور یہ فرق زاور قعدہ جس کا نام کثرت ہے ذرا باقی نہ رہے گا ب
چونکہ اندھیرا نور کے نہ ہونے کو کہتے ہیں اور نہ ہونا ہی عدم ہے تو معلوم
ہوا کہ کثرت عدم کے باعث پیدا ہوئی ہے وجود کے اقسام میں سے نہیں۔
بہرکیف اس تقریر سے یہ ثابت ہو گیا کہ جو اوصاف وجودی ہیں
اور عالم میں پائے جاتے ہیں وہ نور ہیں کہ خدائے تعالیٰ میں بھی ہوں اور
جو اوصاف عدمی ہیں وہ لازم ہے کہ خدا میں نہ ہوں اور یہ ہوا کہ
جو موجود ہو اس میں کسی قسم کی تقسیم کی گنجائش نہ ہوگی اور نہ وحدت
جو اوصاف وجود میں سے ہے جیسا کہ ابھی مذکور ہوا اس میں اصلی نہ رہے گی
حالانکہ یہ محال ہے کہ وجود تو اس کا اصلی ہو اور سب قسم کا وجود مخلوقات
کو اس سے پہنچے اور ہر طرح کے وجود کا منبع اور معدن ہو اور پھر اس میں
بعض افراد کے اصلی نہ ہوں اور یہ ثابت ہوا کہ وجود اس کا عین
ذات ہے اور ذات اس کی عین اوصاف راوصاف اس کے
وہیں ورنہ وہ اصلی اور موجود باقی نہیں رہ سکتی۔
اس وقت گو میں یقین کرتا ہوں کہ جو شبہ تم کو تعدد صانع کے متعلق پیش
کیا تھا اس کا حل کافی مدلل ہو گیا ہے بلکہ اس کے ضمن میں اور ثابت

Telegram : t.me/pasbanehaq1

toobaa-e

سے گراں قدر فوائد بھی اختصار کے ساتھ حاصل ہو گئے لیکن میری یہ رائے ہے
کہ ابھی اس مضمون کی کچھ اور بھی تشریح کر اور توحید کے بارے میں جو کچھ
بھی شبہات ہوں اُن کو بیخ و بُن سے اُ ڑ ڈالوں گزارش و پرسش سنیئے۔
مَیں کہتا ہوں کہ اگر کم از کم دو صانع لا دو عالم میں شریک ہوں گے تو وُہ
دونوں جیسا کہ صانع ہونے اور موجود اصلی ہونے میں شریک ہوں گے
ایسے ہی کسی نہ کسی امر میں علیحدہ بھی ہوں گے کیونکہ جہاں اشتراک کے
ساتھ تعدد پایا جائے تو وہاں لازمی با۔ کہ کسی حیثیت سے ایک کو
دوسرے سے علیحدہ اور ممتاز بھی سمجھا جائے مثلاً دو آدمی باوجود یکہ اُنیت
میں شریک ہیں مگر بعض اوصاف میں مختلف بھی ہیں جیسا کہ شکل و صورت
قد و قامت، مکان و زما ، رنگ و روپ، خاصیت مزاج وغیرہ میں
اگر یہ علیحدگی اور ... دو ہرگز نہ ہو، وہی ایک آدمی رہے اس وجہ
سے ضروری قرار پ ... دو چیزیں کسی امر میں مشترک ہوں تو اُن میں
سے ہر ایک کے اندر ایسے خصوصیات ہونی چاہئیں جو دوسری میں نہ پائی
جا ... یت کے مجموعہ کو ہم اپنی اصطلاح میں ذات سے تعبیر کرتے ہیں۔
ذات بے وجود کہ معدوم محض ہے کیوں کہ دنیا کی ہر ایک چیز
وجُود کے ذریعہ سے ہی موُ د کہلاتی ہے البتہ خود وجود کو اپنے موجُود ہونے
میں کسی دوسرے وجُود کی حاجت نہیں اور یہ اسی طرح ہے جیسا کہ
نُ کو ا روشن ہو نور کی حاجت ہے مگر خود نور کو اپنی
... نور کی حاجت نہیں اب اگر دو یا کئی صانع ہو ا

Telegram : t.me/pasbanehaq1

t.com

وہ دو ۔ دو میں اشتراک رکھتے ہوں تو ان دونوں کی ذات (۔
وہ خصوصیات خاصہ جن سے ایک دوسرے سے امتیاز حاصل ہے) و
ماسوا کوئی اور چیز ہوگی اور چونکہ وجود کے سوا سب چیزیں اصل
سے معدوم ہیں، اس لئے ہر ایک خدائی صد ذاتہ وجود بالکل خالی
ہوگا اور ان پر وجود اسی طرح عارض ہوگا جس طرح زمین آسمان وغیرہ
سب چیزیں جو فی نفسہ تاریک اور مظلم تھیں مگر آفتاب کے نور نے
ان سے کو روشن کر دیا اس صورت میں ہم دونوں اؤں کو کسی طرح
موجود اصلی نہیں کہہ سکتے بلکہ یہ دونوں بھی کسی ایسے موجود اصلی کے
محتاج ہوں گے جس کا وجود خود اس کی ذات کے اندر داخل ہو اور ہمارا
مقصد بھی توحید سے صد ۔ کہ موجودات کا سلسلہ ایک موجود
اصلی پر ختم ہوتا ۔ یہ بات ا ۔ بخوبی حاصل ہو گئی کیونکہ
جب موجودات دو ۔ وں سے مثلاً پیدا ہوئے اور وہ دونوں ایک
موجود اصلی میں شریک اور اصلی سے معدوم ٹھہرے تو یہ معنی ہوئے کہ
موجود اصلی کا فیض ان دونوں کے واسطے سے اوروں کو پہنچتا ہے جیسے
پرنالہ کے وسیلے سے چھت کا پ ۔ آتا ہے اور آتشی شیشہ کے طفیل سے
ب کی سوزش دوسری چیزوں کو پہنچتی ہے اور ار آئینہ کے
قہ سے آ ۔ ران در و دیوار کو پہنچتا ہے جو آفتاب مقابل
نہیں ہو ۔ رتوں میں سب کو معلوم ہے کہ چھت کا پانی پرنالہ
کی راہ ۔ پرنالہ ا ۔ ب کی سوزش آتشی

Telegram : t.me/pasbanehaq1

toobaa-e

شیشہ کی راہ سے آتی ہے آتشی شیشہ میں کچھ حرارت نہیں آفتاب
آئینہ کی راہ سے اور اشیاء کو پہنچتا ہے آئینہ میں ذر . . .
طرح اگر ہبت سے موجود اصلی اور بکثرت صانع موجود . تو تو . .
کچھ ضعف نہیں پڑ سکتا بلکہ اور یہ زیادہ مضبوط اور مستحکم ہو جاتی ہے ۔
کیونکہ خلاف اور زیا . جو باعتبار شہرت کے وقائع عالم کا فاعل . جاتا
ہے یا انسان وحیوا . ہ جو ظاہر مجنوں کو افعال اختیاریہ کے متعلق معلوم
ہو . یا دعا اور دُعا وغیرہ جو بہ نسبت اپنی تاثیروں کے مؤثر حقیقی سمجھے
. یہ سب چیزیں اس وقت بحیثیت اپنے فیوض کے وسیلہ فیض
اور وا . ایجاد سمجھی جائیں گی اور ان کے خالق ہونے کا شبہہ جو بعض ظاہر
پرستوں کو پڑا ہوا ہے بے محنت حل ہو جائے اور ا . ہم بآواز دہل
یہ ندا دے سکیں گے کہ ما سوا خالق بزرگ کے جو چیزیں ظاہر میں مصدر
افعال یا مصدر تاثیرات نظر پڑتی ہیں وہ سب خدائے اکبر کے سا
ایک کاریگر کے آلات کی طرح ہیں بادی النظر میں ان چیزوں سے کام ہونا
اور حقیقت میں خدا کرتا کے حضرات جیسے نبی ہوں یا
اور او ادرہ ویہ ہو ، اوتار ہوں یا فلک و دوار ہوا
دُعا ، پتھر ہو یا کوئی جاندار چیز نہ نہ ، یا سورج ،
ستارے ہوں یا اور کچھ ، سب کے سب خدا . . میں جیسے
بڑھئی کے سامنے بسولہ نہالی برما وغیرہ فرمانبردار ہوتے ہیں کہ .
. اس کے نہیں ہلتے اور بغیر اس کی مرضی کے کوئی کام نہیں کر سکتے ۔

Telegram : t.me/pasbanehaq1

ot.com

اور اس سارے سلسلہ عالم کی مثال ایسی ہے جیسے کہ مشینوں اور کارخانوں اور گھڑیوں وغیرہ میں پرزے سی کیں اور پرزے آگے پیچھے ہوتے ہیں پھر اگر کوئی کام لینا منظور ہوتا ہے اول کل کو ہلاتے ہیں اور سب کلیں بترتیب ہلتی ہیں اور آخر جو کام مقصود ہوتا ہے وہ اخیر کی کل سے ہوتا ہے اب ظاہر ہے کہ یہ کلیں خود بخود نہیں ہلتیں کیونکہ وہ بے حس و حرکت ہیں ان کے واسطے جنبش کوئی ذی عقل اور صاحب ارادہ کام کرنے والا نہ ہوگا ہرگز کام نہ چلے گا اسی طرح سلسلہ عالم کے واسطے علت العلل اور فاعل حقیقی ایک خدائے تعالیٰ ہے کوئی ادنیٰ سے ادنیٰ

اور حقیر سے حقیر چیز بھی اس کے ارادہ اور مشیت کے بغیر وجود میں نہیں آسکتی اور کسی شئے کو اس کی سطوت اور حکومت کے آگے دم مارنے کی مجال نہیں جو کچھ وہ چاہے اس میں کوئی مزاحمت نہیں کرسکتا اور مقرب سے مقرب بندے بھی اس کے دربار میں بغیر اس کی اجازت کے لب نہیں ہلا سکتے یہی وہ عقیدہ ہے جس کی طرف اسلام نے نہایت زور شور کیساتھ دعوت دی اور اول اول حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کا سنگ بنیاد ہے اور اسی مضمون کی اشاعت تمام انبیاء کی بعثت کا مقصد اور

اس میں شک نہیں کہ تمام دنیا کے مذاہب میں توحید کی فی الجملہ جھلک مذاہب میں شرک صریح کی تعلیم ہو وہ بھی راضی نہیں ہو بلکہ توحید

Telegram : t.me/pasbanehaq1

سے یہ بہتر سمجھتے ہیں کہ شرک کو توحید کے ساتھ جمع کر لیا جائے اگرچہ یہ
اجتماع نقیضین ہی کیوں نہ ہو، لیکن یہ عزت خاص مذہب اسلام کو حاصل ہے
کہ اس نے بالکل خالص اور بے لوث توحید کی طر[illegible] لوگوں کو رجوع کیا اور
شرک جلی یا [illegible] کا [illegible] باقی نہ رکھا اس جہالت اور تاریکی نے زمانہ
[illegible] توحید سے بڑھ کر کوئی گناہ نہ [illegible]، ہزاروں بندگانِ
مانوس بنا دیا اور آج تک کروڑہا کروڑ انسانوں [illegible] ں
شر[illegible] فی الذات شرک فی الصفات اور شرک فی العبادۃ کی ظلمتوں اور
کدورتوں کو دھو ڈالا۔

کیا اسلام کی اس بے غل و غش توحید کا مقابلہ اس قوم کی توحید کر
سکتی ہے جس نے خدا کے سوا ہر اینٹ پتھر کے سامنے گردن ڈالدی اور
آگ پانی دغیرہ کو [illegible] قابل پرستش سمجھا اور اپ [illegible] ں سے بنائی ہوئی
مورتیوں کو حاجت روا اور مشکل کشا تصور کیا، اس قوم کی جن کے خدا کی
تکمیل مادہ اور روح سے ہوتی ہے ان کا کمزور خدا ان دونوں کے منشا
کے خلاف نہ کبھی کوئی کارر [illegible] کر سکتا ہے اور نہ ان سے بگاڑ کر ایک دم
[illegible] کو قائم رکھ سکتا ہے یا اس قوم کی جنکا تثلیث خدا اپنی کرنی غلطت
اتر کر تمام انسانی حوائج اور بشری خصوصیات کا معلوم بنا اور نبی آدم
[illegible] ں معاف کرنے کے واسطے اس کو سخت تکالیف اور مشقتیں برداشت
کرنا پڑیں یا اس قوم کی جن کا خدا خلقت کے بے سوچے سمجھے پیدا کرنے
پر سخت نادم ہوا اور دنیا میں طوفا [illegible] پڑا یہاں

Telegram : t.me/pasbanehaq1

تک کہ رو روتے اس کی آنکھیں سفید ہو گئیں اور ملائکہ کو اس کی عیادت کرنی پڑی اور حضرت یعقوب علیہ السلام سے جب اس کی کشتی ہوئی تو انہوں نے اس کو زمین پر پٹک دیا۔

کیوں منصفو! کیا ایمان کہہ سکتے ہو کہ آج صحیح اور مکمل توحید ان میں سے کس مذہب کی بدولت دنیا میں نظر آ رہی ہے۔

نبوّت

مراحل کے بعد جو ہم نے یہاں تک طے کئے ہیں سب سے زیادہ ضروری اور معرکۃ الآرا بحث جو باقی رہ جاتی ہے وہ نبوّت کی بحث ہے اور افسوس کہ جس قدر وقت اس کے درکار ہے اس کا عشر عشیر بھی ہمارے پاس موجود نہیں لیکن اس پر بھی بغیر کسی مناسب نہیں سمجھا کہ اسلام کے اتنے بڑے رکن اعظم کو بالکل قلم انداز کر دیا ہاں یہ ممکن ہے کہ یہاں پر ایک اجمالی بحث اس کے متعلق لکھ کر تفصیل تمام کو اسی ضخیم کتاب کو اوپر اٹھا رکھیں جس کی امید ہم پہلے دلا چکے ہیں، تاکہ ہمارے سامعین کے دلوں میں اگر کوئی گھبراہٹ اور تشویش پیدا ہو تو وہ اس سے اپنی تسکین کر لیں،

نبوّت کا عقدہ ہونے سے پہلے ہر انسان پر یہ فرض ہے کہ وہ اسباب اطاعت پر یہ کہ ایک آدمی کی اطاعت دوسرے

Telegram : t.me/pasbanehaq1

toobaa-e

پر عقلاً کن حالتوں میں اور کن وجوہات سے ضروری سمجھی جاتی ہے اس بارے میں جہاں تک تامل سے کام لیا گیا کل تین سبب اس کے متعین ہوئے جلب منفعت، دفع مضرت اور عشق و محبت۔ چنانچہ نوکر اپنے آقا کی اطاعت ملازمت کی اُمید پر اور رعیت اپنے حاکم کے اندیشۂ تکالیف سے اور عاشق اپنے محبوب کی بتقاضاء محبت کرتا ہے اور اطاعت کی کوئی ایک فرد بھی ایسی نظر نہیں آتی جو ان تینوں وجوہات سے خالی ہو اب اگر یہ تینوں سبب فرض کرو کسی ایک ہی شخص میں ہو جائیں تو فطرت انسانی یقیناً اس کی خدمت و اطاعت کو فرض عین قرار دے گی۔ پس جبکہ پچھلے اوراق میں حق تعالےٰ شانہ کی نسبت مدلل طریقہ سے یہ طے ہو چکا ہے کہ دنیا کے تمام کام اسی کے ارادہ و اختیار سے انجام پا رہے ہیں اور ہر قسم کی داد و دہش، سلب و عطا، اور نفع اور ضرر اسی کے ہاتھ میں ہے اور ہر قسم کا کمال اور حسن و خوبی اسی کی ذات اقدس میں موجود ہے اور اس کے سوا کوئی عالم کامل اور محسن بھی نہیں ہے تو شبہ عقل کے نزدیک ایسی خدا کی عبادت سراسر انحراف جائز نہ ہوگا اور یہ لازم ہوگا کہ اسی کی خدمت گزاری آدمی مصروف رہے اسی کا ہر دم دھیان رکھے اور اسی کی محبت میں اپنے کو دیوانہ بنائے، جیئے تو اسی کے نام پر جیئے، اور مرے تو اسی کا کلمہ پڑھتا مرے۔ غرض کسی حالت میں اس جہانہ اور ظاہر و باطن میں ا تابع فرما ار خدائے تعالیٰ کے متعلق

Telegram : t.me/pasbanehaq1

یہ یقین ہو کہ ہماری ہستی اس کی ہستی کے سامنے بالکل حقیر اور اس کا وجود
پُرعظمت اور کامل اور مکمل ہے۔ ہمارے ہر قسم کے نفع و نقصان کا
[illegible] رائی کو ہے اور ہمارا حکم ہم محکوم ہیں اس میں اعلیٰ درجہ کی
شانِ محبوبیت موجود اور ظاہری فرمانبرداری وہ [illegible] ت ہیں
جن سے ہار [illegible] وفی جذبا - اور با [illegible] ہو
اور خدا کی محبوبیت کا خیال ان [illegible] مترشح ہوتا ہو۔

مثلاً خدا نے [illegible] کے سا [illegible] اس کی خاص تجلی گاہ کیطرف ہاتھ بہ
کر کھڑا ہونا اس [illegible] اپ [illegible] حال کے متعلق عرض معروض کرنا ادھر سے حکم
آجانے پر سر نیاز [illegible] ا راس کے آستانہ پر اپنے کو ذلیل و حقیر
سمجھ کر ناک اور پیشانی رگڑنا یہ سب آثار محکومیت اور آداب شاہی کے
قائم مقام ہیں: اذا القیاس اپنے مال و دولت کو خدا کے بتلائے ہوئے
مصارف میں خرچ کرنا اور ہر آمد و صرف میں اس کے حکم کا منتظر رہنا یہ
بھی سراپا اطاعت ہونے کے لوازمات میں سے ہے،

پھر اگر خدائے تعالیٰ کو [illegible] ب حقیقی سمجھتا ہے تو اس کے قرب و وصل
کی فکر میں ہر ایک ماسوا سے بیزار [illegible] آ [illegible] و طعام اور لذت جماع کو
(جو کہ [illegible] صہ قائم ثمانات کا ہے) ترک دینا اس کے بعد تجلی گاہ ربانی
کی طرف پا برہنہ سر برہنہ لبیک کہتے ہوئے دوڑنا اور وہاں پہنچکر کبھی
حالت شوق و وجد میں اس تجلی گاہ کے گرد گھومنا کبھی جنگلوں میں بھٹکتے
پھرنا کبھی دشمنِ محبوب کے خاص مکان پر سنگ باری کرنا اور کبھی جان

Telegram : t.me/pasbanehaq1

مال سے ظاہر ہونے کے لئے تیار رہنا یہ سب محبت قلبی کی علامات اور عشق حقیقی کے ظاہری نشانات ہوں گے۔ الغرض یہ امر تو اب عقلاً پایۂ ثبوت کو پہنچ گیا ہے کہ دل سے زبان سے ہاتھ پاؤں جس طرح بھی بن پڑے آدمی اپنے خالق کی اطاعت کی طرف متوجہ رہے اور ہر اپنے روئے نیاز دوسری جانب نہ پھیرے لیکن سخت مشکل یہ تھی کہ کسی کی اطاعت بغیر اس کے مقصد نہیں کہ ہم کو اس کی پسندیدہ اور ناپسندیدہ باتوں کا علم ہو لو خدائے تعالیٰ کی نسبت یہ کہ کہ وہ کن امور سے خوش اور کن امور سے ناخوش رہتا ہے ہر شخص کی قدرت سے باہر تھا، کیونکہ محض اپنی عقل سے اگر ہم نے چند احکام معلوم کر لئے تو تو تمام احکام کی تفصیل اس سے معلوم نہیں ہو سکتی، دوسرے یہ کہ خدائے تعالیٰ شانہ ہماری عقل کا ہر بات میں پابند بھی نہیں ہو سکتا اس بنا پر کہ خدائے تعالیٰ کی اطاعت و عبادت بغیر اس کے ممکن نہیں کہ خود اس کی رضا و عدم رضا سے بندوں کو مطلع فرما

اور یہ خوب معلوم ہے کہ جب سلاطین دنیا بڑی سی بڑی تخت و تاج اور دنیا کے استثنا پر ہر دوکان، دوکان دار اور مکان اپنے احکام سناتے نہیں پھرتے، اور نہ ان کو یہ گوارا ہے کہ ہر کس و ناکس کو مافی الضمیر کی اطلاع کے واسطے ہمالہ بخشیں تو کیا وہ احکم الحاکمین رب العالمین جس کو تمام عالم سے بالکل استغناء اور سب چیزوں کو اس کی احتیاج ہے ہر ایک عام و خاص اور ہر ایک ذرہ کو منہ لگانا اور

Telegram : t.me/pasbanehaq1

اپنی حضوری و ہمکلامی سے باریاب فرمانا پسند فرمائے گا جب ایسا نہیں تو بیشک خدا یہاں بھی کچھ لوگ ایسے خاص ہوں گے جو بادشاہوں کے یہاں وزیر یا نائب السلطنت یا والیٔ ملک اور جیسا کہ تمام سرکاری احکام رعایا پاس انہیں صاحبوں کے توسط سے پہنچتے ہیں ایسے ہی خدا کے پیغام اور مراد الٰہی ان معتمدین کے ذریعہ سے ہم تک رسول ہوں گے ہم انہیں معتمدین کو انبیاء رسول اور پیغمبر کہتے ہیں اور ہمارا خیال ہے کہ جس زمانہ میں خدائے تعالیٰ سمجھتا ہے، ان رسولوں کو اس زمانہ کے مناسب ہدایات دے کر مبعوث فرما دیتا۔

یہاں پر تم کو شاید یہ شبہ گزرے کہ مختلف قرون میں جب انبیاء علیہم السلام تشریف لاویں گے اور ظاہر ہے کہ ان میں سے متوخر کی شریعت متقدم کی شریعت کے واسطے ناسخ ہوگی تو وہم یہ ہوتا کہ ... پہلے نبی کے بھیجنے میں شاید خدائے تعالیٰ سے کچھ سہو ہو گیا تھا یا ل چوک سے اس کو مناسب احکام دیئے تھے جو دوسرے نبی کے ذریعے سے اس غلطی کی اصلاح کرائی گئی، مگر یہ شبہ آپ کا سراسر کم فہمی اور بے جا ہے، نسخ کے معنی صرف تبدیلی احکام کے ہیں یہ آگے آپ کا قیاس ہے کہ وہ تبدیلی پہلی غلطی کی اصلاح کی وجہ واقع ہوئی ہوگی۔

ے برتر کی نسبت ایسا خیال باندھنا سخت گستاخی ہے۔

آپ نے بارہا دیکھا ہوگا کہ طبیب اگر کسی مریض کو مسہل دے۔
تو اس کے لئے پہلے منضج کا نسخہ تجویز کرتا ہے، چند روز۔

Telegram : t.me/pasbanehaq1

کرسپل کا نسخہ پلاتا ۔ تو کیا آپ نے اس طبیب کی نسبت بھی یہی
رائے قائم کی ہے کہ اس سے منضج کا نسخہ دینے میں غلطی ہو گئی تھی جس کی
مکافات وہ دوسرے نسخے سے کر رہا ہے جب یہاں آپ نے ایسا
نہیں سمجھا تو خدائے تعالیٰ کے معاملہ میں آپ کو کس چیز نے مجبور کیا ہے
کہ بلاوجہ ایک ایسا مہمل خیال پیدا کریں کیوں یہ ۔ مان ۔ کر اس نے
ہر زمانہ کی طبیعت اور مزاج کا ۔ کر کے اس مراتب مختلف احکام
۔ ۔ اور اس میں کچھ مضائقہ نہیں ۔ باقی یہ خیال کہ کیا خدائے
برتر اس پر قادر نہیں تھا کہ ابتدائے عالم میں ہی کوئی ایسی مکمل کتاب ہدایت
کے لئے نازل فرما دیتا جس میں ہر زمانہ کے تغیرات کی رعایت کر لی جاتی
اور اس کی حاجت نہ رہتی کہ بار بار وہ اپنے پیچھے الہام میں دست اندازی
کرے ۔ اس کی بابت میں عرض کرتا ہوں کہ بیشک خدا اگر اس پر قادر تھا
تو کیا ا ۔ ۔ ۔ کہ بغیر نطفہ اور خون بننے، رحم مادر میں پرورش
پا ۔ ا ۔ ۔ ش ۔ کرنے کے ایک کامل و مکمل انسان دفعتاً پیدا کر
دیتا ۔ اگر یہ محال اور چار ش ۔ ل کی نسبت کہتے ہیں یا بغیر تخم ریزی
وغیرہ سامان زراعت کے خود بخود تمام نباتات کو زمین سے
دیتا اگر اس نے باوجود قدرت کے ان سبھانیت میں (نعوذ ۔) یہ
دوسری اٹھائی تو وہ حیوانیت میں بھی اس کو اپنی اسی عادت سے معذور
سمجھنا چاہیئے اور اگر وہاں اس قدر کچھ ترقی میں کچھ خاص حکمتیں اور مصلحتیں
متعلق ہو سکتی ہیں تو یہاں اسی قسم کی مصلحتوں کا لحاظ کرنے سے کونسی چیز

Telegram : t.me/pasbanehaq1

مانع ہے ؟

بہر کیف اس میں کچھ حرج نہیں بلکہ عین حکمت اور رحمت ہے کہ حق سبحانہ ان مختلف تخم ہائے اخلاق (جو ازل سے قلوب بنی آدم کی زمینوں میں ڈالدیئے گئے ہیں) تربیت اور نشو و نما کے واسطے اپنی رحمت کے بادل بھیجے اور بادلوں کے برسنے سے جس زمین میں جیسا کچھ "یا بُرا بیج بویا گیا ہے، اس کو نمی اور نشو و نما حاصل ہو وہ ابرہائے رحمت جیسا کہ بلالؓ اور سلمانؓ کے کھیتوں کو سرسبز و شاداب کر ۔ ۔ ۔ ہی ابوجہل وغیرہ کے دلوں میں جو کفر و شقاوت کا بیج بکھیرا گیا ہے اس میں بھی جان تازہ ڈال دیں ان ہی سحاب ہائے معارف کو انبیاء کہا جاتا ہے۔ ان کے اثر کو تقویت پہنچانے والوں کا نام ملائکہ ہے اور ان کی تعاہیکی رہزنی کرنے والوں کو شیاطین کا لقب دیا جاتا

ملائکہ اور شیاطین

ملائکہ اور شیاطین کا لفظ سُنکر بعض منکرین کو شاید ہنسی آ جائے اور وہ اِس تصوّر پر کہ ہم نے ان کے نزدیک چند فرضی چیزوں کا نام لے دیا ہے کہیں ہمارے تمام سابق بیانات کو واقعیت سے دُور نہ سمجھ بیٹھیں اس وجہ سے مناسب معلوم ہوتا ۔ کہ ان دونوں لفظوں کی بھی کچھ مختصر تشریح کر دی جائے۔

Telegram : t.me/pasbanehaq1

یہ خوب یاد رہے کہ باجماع اہل عقل جسم انسان کی ترکیب چند
مختلف عنصروں سے دی گئی ہے جن میں سے ایک عنصر کا تاثیر دوسرے کے
مخالف اور متضاد ہے مثلاً بدن انسان میں گرمی کے آثار پانے جانے
سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس کے اجزام میں کوئی حصہ آگ کا موجود ہے اور
سردی کی کیفیات محسوس ہونے سے جزو ہوائی کا تیقن ہوتا ہے، اور
خشکی سے جزو خاکی کا ثبوت اور تری سے جزو آبی کا پتہ چلتا ہے گویا کہ تری
پانی، ہوا، اور آگ میں سے ہر ایک کا بقدر مناسب حصہ لے کر جسم کا خمیر
بنایا گیا ہے۔ اس کے بعد جب مکانے دیکھا کہ ہوا
یہ چاروں اجزاء ضرور ہوئے ہیں تو انہوں نے ایسے چار
عنوانوں کا کھوج لگایا جن میں یہ
اور جن میں سے تھوڑا تھوڑا لے کر خدا نے تعالیٰ نے آدم کے جسم کو ترکیب
اس قسم کے چار عنوانوں کے نام
رہ اور کرۂ آ اور ان میں سے ایک کو حرارت
یبوست کا اور معدن قرار دیا۔

ٹھیک اسی طرح روح انسان کی ترکیب اور اس کا امتزاج ایسے
دو متضاد اور معارض اجزاء سے واقع ہوا ہے جس کی بنا پر انسان کبھی نیکی
کی طرف مائل ہوتا اور کبھی بدی کی طرف اس کی رغبت ہوتی ہے، کیونکہ
جس طرح کسی نے خدائے تعالیٰ کو آدم کا خمیر بناتے نہیں دیکھا، بلکہ صرف
کر کر رطوبت، اور یبوست مثلاً دو متضاد اثر ایک ہی چیز سے پیدا

Telegram : t.me/pasbanehaq1

نہیں ہو سکتا، یہ فیصلہ کر دیا ہے کہ یقیناً جسم کی ترکیب آب و خاک وغیرہ سے ہوئی ہے، اسی طرح طاعت و معصیت کی طرف میلان جو ایک ہی آدمی سے متفرق اوقات میں مشاہدہ کیا جاتا ہے اس کے بغیر جوڑ نہیں کہ روح کی ترکیب بھی دو مختلف قسم کی اشیاء سے ہوئی ہے، اور جب یہ ہے تو جیسا کہ عناصر جسم کے لئے علیحدہ علیحدہ چار خزانے تسلیم کر لئے گئے تھے ایسا ہی ان دونوں روحانی جوہروں کے واسطے بھی مخلوقات میں دو مخزن مان جاویں تو کیا استبعاد ہے۔ پس خدا کی وہ مخلوق جس میں ہمیشہ امور خیر اور بھی کی طرف توجہ پائی جائے اور ان کا طبعی اقتضاء طاعت ہی ہو اور ان کی صرف یہی شان ہو کہ لَا یَعْصُوْنَ اللّٰہَ مَا اَمَرَھُمْ وَیَفْعَلُوْنَ مَا یُؤْمَرُوْنَ اسی مخلوق کو ہم ملائکہ اور فرشتوں سے تعبیر کرتے ہیں۔ اور ان کے مقابلہ میں وہ گروہ جس کی طبیعت میں معصیت ہی معصیت رکھی ہو اور اطاعت و عبادت اس کا پیمانہ بالکل خالی ہو اور اس کی حالت محض وَکَانَ الشَّیْطَانُ لِرَبِّہٖ کَفُوْرًا ہی سے ادا کی جا سکتی ہو ایسے گروہ کو ہم شیاطین کا لقب دیتے ہیں

اس پر بھی اگر ہم سے کوئی مہربان آپ دریافت کریں کہ گو عقلی دلائل سے چیزوں کا وجود ثابت ہو سکتا ہے مگر ہم نے اور کسی نے آج اُن کو نہیں دیکھا اور بالعیان ان لانے کو ہمارا دل گوارا نہیں تو ہم اُن حضرات کی خدمت باادب گذارش کریں گے کہ آپ نے وہ تین حصے بذاتِ خود روشن دنیا کے جو ہماری دنیا سے بالکل علیحدہ ہیں۔

Telegram : t.me/pasbanehaq1

اور جن کا ذکر بجرد ید کے تیسرے منتر میں مو جود ہے کب اور کس وقت اور کس جگہ مشاہدہ ہیں۔ لو اگر کہتے ہیں تو آپ دوسرے لوگوں کو ان کا مشاہدہ کرانے لئے تیار ہیں دیکھئے اب آپ خود اس منتر کا ترجمہ بحاشیہ بھومکا صفحہ ۸، میں ملاحظہ فرما ئیں کہ گذشتہ و آئندہ و موجودہ جس قدر کائنات ہے اس سب کو پرا سی پرکش کے مہا یعنی عظمت کا نشان سمجھنا چاہئے"

یہاں یہ ا ہو کہ محدود کائنات کو اس کی عظمت کا اس کی عظمت محدود ہو جاتی ہے اس کا جواب اسی منتر میں آ دیتے ہیں کہ اس کی عظمت اس پر محدود نہیں بلکہ اس سے بھی زیادہ اور دوہے پرکرتی سے لے کر زمین تک تمام (لطیف و کثیف) کائنات اس غیر رت والے ایشور کے ایک پہلو میں قائم ہے اس کی ذات پر نور میں امر (عالم عرفا) یا موکش کا سکھ) موجود ہے۔ تین حصے کائنات عالم لطیف و روشن میں موجود ہے گویا غیر ر ۔ دنیا ایک حصہ ہے اور جزات خود روشن دنیا اس سے تمنی ہے اور اور وہ ایشور میں راحت موکش سرو پ حاکم کل موجود کل میں رت اور سب کو روشن و منور کرنے والا ہے" اس عبارت کو سنئے کہے محمد کیا ہندوستان کی پر جوش سوسائٹی کا کوئی ممبر مجھ دیک یا بشنٹ دھ وجود سے انکار کر سکے گا"

Telegram : t.me/pasbanehaq1

نبی کی علامات

منکرین کے شبہات کا حل کرنے میں چوں کہ اب ہم اپنے اصلی مقصد سے دور نکل گئے ہیں اس لئے ہم کو اسی طرف پھر عود کرنا چاہئے اور یہ بتلانا چاہئے کہ کسی شخص کو رسول برحق ماننا کن شرائط پر موقوف آیا جو کوئی بھی دعوۂ نبوت زبان سے کرلے لگے یا جو کوئی بھی دنیا کو چند عجیب وغریب تماشے دکھلادے یا جو کوئی بھی دو چار ہزار مرید جمع کرلے اسی کو ہم نبی اور پیغمبر مان لیں یا نبوت کیواسطے کوئی معیار ایسا تجویز کیا گیا ہے جس کے ذریعہ سے ماہر طبیبوں کو اشتہاری حکیموں سے جاسکے رہبر اور رہزن کے پہچاننے میں دھوکہ نہ لگے اور محافظوں کی جماعت پر لٹیروں کا اشتباہ نہ ہو۔

بلاشبہ غور کرنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جبکہ انبیاء علیہم السلام خدا کے معتمد، اس کے وکیل اس کے رازدار اور اس کے نائب ہیں تو ان کی ذات میں ایسے پاکیزہ اوصاف اور حقیقی خوبیاں مجتمع ہونی چاہئیں جو ایک ایسے باخبر شہنشاہ اعظم کا قرب حاصل کرنے کے لئے درکار ہیں ہم دیکھتے ہیں کہ دنیا بھی جن کو کچھ عقل ہو باوجود اس مجازی حکومت کے اپنی مسند قرب پر ان لوگوں کو نہیں بٹھلاتے جو بے عقل، کج خلق پست حوصلہ یا حکومت کے دشمن ہوں، پھر جائیکہ برتر اپنے منصب

Telegram : t.me/pasbanehaq1

وزارت کے لئے ایسے لوگوں کا انتخاب کرے جن کی اخلاقی حا - نہایت پست عملی حیثیت نہایت ذ ۔ اور عقلی قوتیں نہایت کمزور ہوں اور ہدایت پھیلانے کے گمراہ کرنے میں زیادہ مشتاق ہوں اور لو بمقابلہ خدا کی عبادت کرانے کے اپنی پرستش کے زیادہ متمنی ہوں۔ اگر خدائے عزوجل ایسا کرے تو یوں کہو کہ وہ خدا بالکل بے خبر اور بندوں عداوت رکھنے والا ہے جس کو اتنی بھی خبر نہیں ہے کہ میں جس شخص سے جو کام لینا چاہتا ہو وہ اس کی اہلیت نہیں رکھتا۔ تو اس صورت میں یہ واجب ہوا کہ انبیاء علیہم السلام کے دلوں میں اولاً تو خدا کی محبت اور اخلاص اس درجہ ہو کہ ارادۂ معصیت کی گنجائش ہی نہ نکلے۔ دوسرے یہ کہ اخلاق پسندیدہ جو اعمال حسنہ کی جڑ ہیں، ان کے اندر فطرتی طور پر را ۔ تاکہ جو م۔ وہ کریں قابلِ اقتدا ہو اور جو فعل بھی ان سے صادر ہو باعثِ ہدایت سمجھا جائے۔ تیسرے یہ کہ فہم و فراست انہیں امتیوں کے ا ۔ درجہ کی ہو کیونکہ کم فہمی فی نفسہ عیب ہونے کے علاوہ اس و ۔ ان کے حق میں مضر ہے کہ کلام خداوندی کے اسرار و غامضہ کا سمجھنا اور دقیق علل پر مطلع ہونا ہر ایک ذکی و غبی کو احکام الٰہی و نشین طریقے سے سمجھا دینا بغیر عقل صحیح اور فہم کامل کے ہرگز متصور ہی نہیں۔

یہی تین اصول ہیں جو ایک مدعی نبوت کی صداقت کا سم کو ایک ایسے ۔ دے سکتے ہیں جس میں کسی نبی کی بعثت کا احتمال ہو ہو

Telegram : t.me/pasbanehaq1

- وہ اگرچہ اصل نبوت کے اعتبار سے ضروری نہیں لیکن مدعی نبوت
ان صادر ہونا بیشک اس کی راست بازی کی دلیل ہے کیونکہ اگر ایک
شخص مثلاً سلطان روم روبرو لوگوں سے یہ کہے کہ میں سلطان کا معتمد اور
محبوب ہوں اور اس کی دلیل یہ بیان کرے کہ دیکھو جس طرح میں ان سے کہتا ہوں
برابر وہ اسی کے موافق کریں گے اور ہر فرمائش کروں گا اس کو پورا کرکے دکھائیں
گے یہ کہہ کر سلطان کو کھڑا ہونے کی طرف اشارہ کرے اور کھڑے ہو جائیں
پھر ان سے بیٹھنے کو کہے اور وہ ... اور اس طرح لگاتار بہت
کاموں کی خواہش کرتا رہے اور وہ بھی ایک بندہ اس کے خلاف نہ کریں
اور فرض کرو کہ وہ سب کام سلطان کی عادت مستمرہ اور مزاج کے خلاف بھی
ہوں تو کیا کسی عاقل اور عاقل کو بھی ایسی حالت میں اس شخص کے دعوے کی
تصدیق میں کچھ تردد رہے گا، اور ... ہرگز بھی یہ جرأت کرے گا کہ
دعویٰ تو اس کا ... اور معتمد ہونا اس کا اس کے معتمد ہونے اور
سلطان کے کھڑے ہونے میں کوئی مناسبت نہیں اس لئے اس سے اس پر
کوئی استدلال نہیں ہو سکتا تاوقتیکہ سلطان اپنی زبان سے اس کے معتمد
ہونے کا اقرار نہ کرے۔

ایسے ہی احمق سے کہنا چاہیئے کہ تصدیق دعویٰ دو طرح پر ہوتی
ہے ایک حالی اور ایک مقالی تو گو اس کو زبانی اور قولی تصدیق سلطان کی
جانب سے نہیں پائی گئی مگر حالی تصدیق جو اس سے بھی بڑھ کر ہے حاصل ہو گئی
انبیاء علیہم السلام کے معجزات کا ہونا کہ وہ اپنی نسبت خدا

Telegram : t.me/pasbanehaq1

وزیر اور معتمد ہو دعویٰ کرتے ہیں اور ہر وقت اور ہر جگہ ان کے
دعویٰ کو سنتا ہے بھروہ عادت ا ف بہت سے کاموں کی فرمائش
کرتے ہیں تاکہ ان کے دعویٰ کی سچائی دیکھ پر ہر ہو جاوے اور خدائے تعالیٰ
برابر ان کے حسب دعا فرماتا رہتا ہے تو کیا مناسب اللہ
یہ ان کے دعویٰ کی عالی تصدیق نہیں ہوئی اور ظاہر ہے کہ آدمی کی تصدیق
کیا خود ٹ کی ایک قسم ہے تو اس (اس بندے کا ہونے کی
صورت میں) خدائے برتر کا کذب ثابت ہوا اور) حالانکہ خدائے
تعالیٰ کا خالق کذب ہونا تو ضروری لیکن تو ذب ہونا محال ہے'

اب اگر کسی کو یہ وہم گذرے کہ یہ سب تقریر اس وقت قابل تسلیم ہے
جبکہ معجزہ یا خارق عادت کا وجود ممکن ہو حالانکہ اس کا امکان ابھی محل تردد میں
تو میں کہتا ہوں کہ ہم معجزہ اُسی کو کہتے ہیں کہ جو مقدور محال نہ ہو لیکن خلاف
دت ہو اور خلاف عادت کے بھی یہ معنی ہیں کہ علم عادت کے خلاف ہو کیونکہ
معجزہ بھی بہار نزدیک خدا کی خاص عادت ہے جو خاص خاص اوقات میں خاص
خاص مصلحتوں سے ظاہر ہوتی ہے اور جیسا کہ زید شلاً ہمیشہ سے قمیض
پہننے کا عادی ہو، مگر عید کے روز ہمیشہ اچکن پہنا کرے، تو گو اچکن پہننے
کو یہ کہہ سکتے ہیں کہ وہ زید کی علم عادت کے خلاف ہے مگر ایک حیثیت سے
یہ بھی اُس کی عادت میں داخل ہے اسی طرح آگ سے کسی چیز کا جلا دینا اگرچہ
خداوند تعالیٰ کی علم عادت لیکن بعض مواقع میں جبکہ کسی نبی کی تصدیق یا اور
کوئی مصلحت ملحوظ ہو تو آگ سے وصف احراق سلب کر لینا بھی اُس کی

Telegram : t.me/pasbanehaq1

علامت ہے کیونکہ ثابت ہو چکا کہ تمام اسباب و مسببات میں جو کچھ تاثیر ہے وہ خدا کے ارادہ سے ہے وہ جب چاہے سبب کے وجود کو مسبب سے اور مسبب کے وجود کو سبب سے علیحدہ کر [illegible] تو جب مشاہدہ سے یا نہایت ثقہ راویوں کے ذریعہ سے یہ معلوم ہو جائے کہ ایک شخص نے دعوئی نبوت کیا اور بہت سے معجزات دکھائے اور تمام عمر میں کسی ایک بات میں بھی اس کے کہنے کے خلاف نہ ہوا ہو تو بے شک و شبہ ایسے شخص کو نبی سمجھنا چاہیئے کیونکہ نبی کا ذب کی تصدیق خدا نے تعالیٰ [illegible] ہرگز نہیں کر سکتا۔ اور وہ اگر ایسا کرے تو وہ من جملہ رحمت نہ ہو۔

مجھ کو افسوس ہے کہ ہمارے زمانے کے بعض عقلاء کو معجزات کے ممکن الوقوع ہونے سے انکار ہے اور طرفہ تماشہ یہ کہ وقوع کی صورت میں وہ ان کے نزدیک دلیل نبوت بھی نہیں ہو سکتا کیونکہ ان کو اب تک یہ معلوم نہیں ہوا کہ موسیٰ نبی ہو [illegible] اور لاٹھی کے سانپ بن جانے میں کیا تعلق پایا جاتا ہے جو ایک سے دوسرے پر استدلال ہو سکے۔ (۱۲ اقطاب ۷۱۔ د)

میرا قصد تھا کہ اس بحث کو نہایت تفصیل کے ساتھ لکھتا اور ان عقلاء کے خیالات کی پوری جا [illegible] کرتا مگر تنگیٔ وقت سے مجبور ہو کر اس مسئلہ کو بھی دوسرے مسائل کی طر [illegible] موعود کے حوالے کرتا۔ خاص سرور کائنات آقائے نامدار محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت اور ختم رسالت کے متعلق کچھ تھوڑا سا لکھنا چاہتا ہوں۔

Telegram : t.me/pasbanehaq1

حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی رسالت

اس بدیہی معیار رسالت کے مان لینے کے بعد جو میں عرض کر چکا ہوں حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت بہت بالکل آسان ہو جاتی ہے کیونکہ آپ کے بیشمار علمی و عملی کارنامے اس وقت بھی دنیا کی آنکھوں سے اوجھل نہیں ہیں اور نہ تمام اولوالعزم انبیاء علیہم السلام کے معجزات مل کر آپ کے معجزات کی ہمسری کر سکتے ہیں آپ کے فہم و اخلاق کا مراقی و منکر اعتراف کرتا پڑا ہے اور چار دانگ عالم میں آپ کی صداقت کا سکہ بیٹھ گیا ہے اور دنیا کے ہر آپ کا آفتاب فیض لمحہ افگن ہے۔

جب ایک غیر متعصب اور عقلمند آدمی آپ انبیاء سابقین احوال سے اور آپ کی تعلیم کا ان کی تعلیم سے اور آپ کی قوت و ہمت کا انکی ہمت سے مقابلہ کرے گا تو اس کے لئے ضروری ہوگا کہ آپ کی فضل کا نہیں بلکہ رسالت کا اور کا نہیں بلکہ ختم رسالت کا زبا دل قرار کرے۔ عرب کی جہالت درشت مزاجی گردن کشی کون نہیں جانتا جس قوم میں ایسی جہالت ہو کہ کوئی کتاب اس کے پاس آسمانی ہو نہ اور اس کے اخلاق کا یہ حال و زر وغیرہ ایک معمولی حرکت ہر عقل و فہم کی یہ کیفیت کہ پتھروں کو اٹھا لائے اور پوجنے لگے اور گردن کشی کی یہ صورت کہ کبھی کسی بادشاہ کی اطاعت قبول نہ کرے جفاکشی کی یہ خو کہ ایسے ملک

Telegram : t.me/pasbanehaq1

میں شاد و خرم عمر گزارے۔ ا۔ جاہلوں اور خود سروں کو راہ پر لانا ہی مشکل تھا چہ جائیکہ علم الٰہیات، علم معاملات، علم صفات، علم اخلاق اور علم سیاست میں رشکِ حکما نامزد بنا دیا یہاں تک کہ دنیا نے ان کی اور ان کے شاگردوں کی شاگردی کی۔ ڈاکٹر لیبان کہتا ہے یہ اس پیغمبر اسلام، اس نبی امی کی بھی ایک حیرت انگیز سرگزشت ہے جس کی آواز نے ایک قوم نا ... کو جو اس وقت تک کسی ملک گیر کے زیر حکومت نہیں آئی ... رام کیا اور اس درجہ پر پہنچایا کہ اس نے عالم کی بڑی بڑی سلطنتوں کو زیر کر دیا اور اس وقت بھی وہی نبی امی اپنی قبر کے اندر سے لاکھوں ... خدا کو کلمۂ اسلام پر قائم رکھے ہوئے ہے،

اگر انصاف کرو تو آپ کے حسن اخلاق کا اندازہ کرنے کے لئے یہی کافی ہے کہ آپ نہ کہیں کے بادشاہ تھے نہ بادشاہ کے گھرانے میں پیدا ہوئے تھے نہ کچھ زیادہ مال و دولت آپ نے جمع کر ... نہ باپ دادا نے کوئی اندوختہ میراث میں چھوڑا تھا نہ آپ کے پا ... تھی نہ اہل و عیال آپ کے ہمراہ تھے نہ قبیلے والوں کو آپ کے مذہب ... ہمدردی تھی۔ ایسی بیکسی اور بے بسی کی حالت میں آپ نے ان تند خو گنواروں کو ایک صدائے نامانوس مخاطب کیا کہ جس سے بڑھ کر اس وقت تک ساری دنیا میں کوئی ناپسند آواز ... نہ ایسی صدا دینے والے سے زیادہ ان کے نزدیک کوئی شخص ان کا دشمن اور بدخواہ سمجھا جا سکتا تھا۔ یہ وہی لا الٰہ الا اللہ کی آواز تھی کہ جس نے دفعتاً قوم عرب میں تہلکہ ڈ ... یا جس سے باطل معبودوں کی

Telegram : t.me/pasbanehaq1

حکومت میں بوچال آ نا شروع ہوا۔ اور جس کی چمک سے اس کفر اور جہالت کی تاریکیوں میں بجلی سی کوند گئی گویا وہ ایک نور شور کی برا تھی جس کے پھٹتے ہی خرگوش پرستی کے بادل چھٹ گئے اور آفتاب توحید ابر کے پردہ سے باہر نکل آیا یا ابابیل رحمت تھی جس کی چونچ اور پنجے نے مکوق پرستی کے سیاہ ہاتھیوں کے پرخچے اڑا دیئے اور خدا کے گھر کو ان کی زد سے بچا لیا۔

غرضیکہ ایک ایسے بے یار و مددگار نے ایسی سخت قوم کو ایسے ظلمت کے زمانہ میں اپنی مضبوط کی طرف ابھارا اور تھوڑے سے عرصہ میں ان سب کو ایسا مسخر اور گرویدہ بنا لیا کہ جہاں آپ کا پسینہ گرے وہاں خون گرانے کے لئے تیار ہو گئے گھر بار کو تیاگ کر دیار و دفر زندے بگاڑ مال و دولت کو سنگ ریزوں سے زیادہ حقیر سمجھا اپنے بیگانوں سے آمادۂ جنگ و پیکار ہوئے کسی کر آپ نے مارا کسی کے ہاتھ سے آپ مارے گئے۔

روز کا ولولہ نہ تھا بلکہ آپ کے بعد بھی اسی حالت پر استقلال کے ساتھ جمع رہے یہاں تک کہ قیصر و کسریٰ کے تخت الٹ دیئے۔ فارس و روم تہ و بالا کر دیا اور اس پر معلوم میں وہ شائستگی رہی کہ کسی لشکری نے بلا جہاد کسی کی ایذا رسانی یا ہتک ناموس کو گوارا نہ کیا یہ تسخیر اخلاق بتلا دیئے۔ اس سے پہلے زمانہ میں بھی کسی سے ظاہر ہو اس بھی اگر کو کہ نہیں اسلام بزور شمشیر پھیلا ہے" الواقع اس زیادہ کور چشم تنگ دل متعصب کوئی نہیں ہو سکتا، کاش کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کو یہ لوگ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے پوچھتے اور وہ اپنے اسلام کا

Telegram : t.me/pasbanehaq1

.com

واقعہ ان کے سامنے بیا فرما ن فارسی سے جاکر ان کی داستان
سنتے یا عبداللہ بن سلام خدمت میں اپنا اعتراض پیش کرتے اور وہ ان کو
اس کا جواب سمجھاتے۔

مگر یہ تو آپ ق کی حالت تھی باقی آپ کے علم و فہم کا نشان سب
سے بڑا۔ کہ آپ بذات خود امی محض، جس ملک میں پیدا ہوئے، جہا
ہر شخص سنبھالا یکہ ساری عمر گذاری علوم سے یک لخت خالی نہ
کا پتہ نہ علوم دنیاوی کا نشان پھر اس پر ایسا دین ایسے آئین۔
ا ا ایسی ہدایات۔ ت لائے کہ آج تک بڑے بڑے اس
بڑے بڑے دقیانِ عقل و تہذ۔ اس کی داد دی
قرآن۔ ہ اور علمی معجزہ کس پیغمبر کو دیا گیا جس کا مقابلہ۔ باعتبار
فصاحت و بلاغت کے اور کیا باعتبار علوم معارف کے اور یا باعتبار
ی تبدیل سے محفوظ ر دنیا کی کوئی کتاب نہیں کر سکتی اور نہ
انشاء اللہ تعالیٰ کر سکے گی۔ قرآن حق میں ہم اس زیادہ اور کیا کہہ
سکتے ہیں کہ جو خود قرآن تیرہ سو برس سے پکار پکار کر کہہ رہا ہے یعنی یہ کہ
جس میں ہمت ہو وہ میرا جواب لکھ دے مگر آج تک کسی کا حوصلہ نہ ا
نہ ہو گا اور اس کی ایک چھوٹی سورت کی مثال بھی پیش کر

اب میں اس کے سوا کیا کہوں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جیسا کہ اپنی علامات
ق میں تمام انبیاء علیہم السلام سے فائق تھے۔ ایسے ہی علوم کے بھی سارے
آپ پر ختم کر دیئے گئے تھے، کیونکہ ا۔ د سابقین میں نہ ایسا

Telegram : t.me/pasbanehaq1

اعجاز علمی کسی کو دیا ۔ نہ اُن کے اتباع میں کسی نے اُن علوم کے دعویٰ بھائے جو اہل اسلام کے بھائے ہیں اور جبکہ صفت علم تمام ان صفات کی خاتم ہے جو مرتبۂ علم میں تو جس کا اعجاز علمی ہو گا گویا اس پر تمام کمالات علمی کا خاتمہ کر دیئے گا اور اسی کو ہمارے نزدیک خاتم الانبیاء کہنا مناسب ہو گا اور چونکہ اس کا دین قیامت تک رہے گا اس لئے اس کتاب کا بھی تا قیامت باقی رہنا ضروری ٹھہرے گا، باقی قرآن کے سوا آپ کے جو اور علمی اور عملی معجزات تھے ان کے بیان کی اس وقت بالکل گنجائش نہیں رہی اور نہ میں قلت وقت کی وجہ سے توریت و انجیل وغیرہ کے بشارات آپ کی نبوت کے متعلق نقل کر سکا جس کسی کو شوق ہو۔ اوّل مضمون کے واسطے حضرت مولانا محمد قاسم رحمۃ اللہ علیہ کی حجۃ الاسلام اور دوسرے کیلئے علامہ ابن القیم کی ہدایۃ الحیاری کا مطالعہ کرے

اسلام اور علم وفن

البتہ اس اخیر موقع پر اس قدر عرض کر دینا ضروری ہے کہ آپ کے بعد ہم وفنون دنیا میں مسلمانوں کے ذریعہ سے پھیلے اور تمدن کے شعبوں کو ترقی اس کا بھی قدرے اعتراف غیروں کی زبان سے ہم سامعین کو کرا دیں تاکہ جو لوگ مسلمانوں کو علم اور ترقی کا دشمن بتاتے ہیں اور پھر اس دشمنی کو ان کی مذہبی تعلیم کا نتیجہ سمجھتے ہیں وہ اپنی کم فہمی اور کوتاہ خطائی سے کچھ شرمائیں ترقی علوم وفنون کے متعلق انسائیکلوپیڈیا میں لکھا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے۔

۷۲۹ء بنو امیہ کے عہد میں علم اور فنون حکمت کا

المنصور ۷۵۴ء کے ایام حکمرانی سے ہارون رشید ۸۰۹ء تک

Telegram : t.me/asbanehaq1

gspot com

سے اس کی تر[illegible] ہوئی۔ بہت سے ملکوں سے اہلِ علم طلب کئے گئے اور دشاداد سخاوت سے ان کی بہت کچھ داد و دہش کی گئی۔ اہلِ [illegible] و شام وا[illegible] قدیم کی عمدہ عمدہ کتابیں عربی میں ترجمہ ہو کر شائع اور مشتہر ہوئیں خلیفہ مامون نے سلطان روم کو سالانہ بارہ من سونا دینا اور ہمیشہ کے لئے صلح اس شرط پر منظور کی کہ بوطیلیوس کو اجازت دی جاوے کہ کچھ عرصہ کے لئے وہ یہاں آکر مامون کو فلسفہ و حکمت سکھا جاوے فلسفہ حاصل کرنے کے لئے ا[illegible] زر خطیر صرف کرنے کی بہت کم مثال ملے گی اس مامون کے زمانہ میں بغداد، بصرہ، [illegible]را، اور کوفہ میں بڑے بڑے مدرسوں کی بنا پڑی اور اسکندریہ اور بغداد اور قاہرہ میں عظیم الشان کتب خانے بنائے گئے اسپین میں مدرسہ اعظم مقام قرطبہ کا بغداد کی علمی شہرت کی ہمسری کرتا تھا اور دسویں صدی میں جہاں دیکھو وہاں مسلمان ہی علوم کے حا[illegible] اور سکھانیوالے نظر آتے فرانس اور فرنگستان کے جوق جوق طالب علم اندلس کو آ[illegible]ر ریاضی اور طب عربوں سے سیکھنے لگے اندلس میں چودہ مدرسے اور بڑے بڑے کتب خانے جن میں سے حاکم کے کتب خانہ میں چھ لاکھ کتابیں یہ کیفیت تبلیغِ علم کی جبکہ اس زمانہ سے علمائی جاو[illegible] جو قبیل زمانہ اللہ علیہ وسلم کے گزرا تو ثابت ہے کہ جیسا کہ عرب فتوحات میں سبقت کرتے تھے ایسے ہی ترقی علم میں بھی یہ لوگ تیز رفتار تھے جغرافیہ، تاریخ فلسفہ، طب، طبعیات اور ریاضی میں مسلمانو[illegible] بڑا ہی کام کیا

Telegram : t.me/pasbanehaq1

toobaa

عر جو آج تک علوم مکیہ میں بولے جاتے ہیں اور بہت سے ستاروں کا نام وغیرہ اس بات کی دلیل ہیں کہ یورپ کے اکتساب علوم پر قدیم سے مسلمانوں کو بہت دخل و تصرف ہوا ہے مگر بعد کے زمانہ میں اس سے زیادہ "افیہ کا علم بہت کچھ یورپ کے حاصل ہوا ایشیا اور افریقہ میں جغرافیہ کی بہت اشاعت ہوئی اور "ذا جغرافیہ میں پرانی عر اور سفرو سیاحت کے رسالے تصنیفات ابو الفطا اور لیسی لیوا فریقا نوس ابن بطوط ابن فضلان بن خیر الیرونی البتم اور ان کی تحریریں اب تک مفید اور گرامی قدر ہیں۔ علم تاریخ بھی محنت سے حاصل کیا گیا اور قدیم عربی مؤرخ جس کا حال ہم کو ملتا ہے محمد الکلبی ہے جو ۱۹ھ میں گذرا مگر اسی زمانہ میں اور کئی ایک مؤرخ گزرے اور دوسو صدی کے شروع سے تو عرب نے علم تاریخ پر بہت توجہ کی اور جن لوگوں نے تمام جہاں کی تاریخ لکھنے کا ارادہ کیا اول مسعودی، طبری، حمزہ، اصفہانی اور بطریق سکندر ہیں (مسعودی کا نام مروج الذہب اور معدن الجواہر ہے) اس کے ا اور جارج المائی (ی) اور ابو الفدا وغیرہ ہیں۔ زیر " جزیرہ سسقلیہ کی تاریخ ایام سلطنت عرب لکھی۔ بہت سے ابواب عربی تاریخوں جن میں عیسائیوں کی جنگ مقدس کا بیان ہے۔ فرانسیسی زبان میں ترجمہ ہوئے ہیں اور اندلس میں مسلمانوں کی سلطنت کے حالات ابو القاسم قبر تینی وغیرہ کے متعدد کتابوں میں لکھے کسی کو ان کے حالات دریافت کرنے کا زیادہ شوق ہو تو ہمیر کی تصنیفات خصوصاً

Telegram : t.me/pasbanehaq1

blogspot.com

وان کیمیر کی کتابوں پر رجوع کرے۔ عرب کے فلسفہ کو جو یونانی الاصل تھا قرآن سے وہی نسبت ہے جو اوسط زمانہ کی مقدولت کو عیسائیوں کی کتب مقدسہ سے تھی۔ یعنی فلسفہ کو فریت کا خادم سمجھا جاتا تھا۔ عربوں نے ارسطالیس کی تصنیفات کو بہت پڑھا اور اس پر ان کی بہت شہرت ہوئی اور بالآخر تمام فرنگستان میں عربی زبان سے لاطینی زبان میں ترجمہ کے ذریعہ سے اس کی اشاعت ہوئی گو عرب کو خود ہی عہد عباسیہ میں ترجمہ کے وسیلہ سے حاصل ہوا تھا۔ منطق اور علم مابعد الطبیعہ پر زیادہ توجہ ہوئی اور مسلمانوں میں اہل فلسفہ یہ لوگ ہوئے۔

الکندی البصری جو نویں صدی عیسوی میں تھا۔ الفارابی جس نے ۹۵۰ء میں وفات پائی کتاب لکھی، ابن سینا جس نے منطق اور علم مابعد الطبیعہ اور طب کو جمع کیا اور علم کیمیا اور تشخیص امراض و شناخت ادویات بنانے میں بڑی ترقی کی، ابن یحییٰ جس کی تحقیق کی بڑی شہرت ہوئی الغزالی جس نے ۱۱۱۱ء میں تصنیف کی ابوبکر بن طفیل جس نے جی بن یقظان میں ۱۱۸۰ء میں آ کا مسلک بیان کیا اور ابن رشد جو ارسطاطالیس کے مفسر ہیں بڑا مشہور اور گرامی قدر تھا، ان لوگوں کا اور ان کے مسلک کا بیان شمول سدرس اور ٹر کی کتابوں میں مفصل ملیگا بہت سے ان عرب فیلسوفوں میں طبیب بھی تھے ان کے علم خواص ادویہ میں مہارت کامل نے کونیوست نے معلمات جغرافیہ سے منسوب کیا۔

علم طب اس حیثیت سے کہ وہ ایک علم ہے عرب ہی کی ریجاد ہے جن کو نہایت

Telegram : t.me/pasbanehaq1

قدیم امریکہ میں ہندی طبیب شروع ہی سے مل گئے تھے جنہوں نے
کی کیمیائی ترکیب عربوں ہی نے ایجاد کی اور دواؤں کے مرکب کرنے اور نسخہ
لکھنے کی ایجاد بھی انہیں سے ہوئی اور سارا سارا نوکے ذریعہ سے یہ علم
فرنگستان جنوبی میں پھیل گیا دوا سازی اور قرابادین کی رو سے علم نباتات اور
کیمیا کی حاجت پڑتی ہے سو برس تک کثرت سے ان علوم کی تحصیل ہوتی
رہی اور اصفہان، آباد، بلخ، کوفہ، بصرہ، اسکندریہ
قرطبہ وغیرہ میں فلسفہ اور طب کے مدرسے جاری ہوگئے اور طبابت کے
ہر صیغہ میں بجز علم تشریح کے بڑی ترقی ہوئی اس کے استثنا کی وجہ یہ
کہ قرآن میں اجسام کی تشریح منع کی گئی ہے۔

علم طب میں یہ لوگ بڑے نامی مشہور ہوئے۔ ابوعلی سینا
جس نے قانون لکھا اور عرصہ تک اس فن میں یہی ایک کتاب درس میں رہی۔
علی بن عباس، اسحاق بن سلیمان، ابوالقاسم اور رازی جس نے طب
کی تکمیل کی، اور علی ابن عیسیٰ وغیرہم ریاضی میں اہل عرب نے بڑی
الجبرا والمقابلہ کو بڑھایا۔ بغداد اور قرطبہ کے درسوں اور
میں علم ہیئت کمال شوق سے پڑھا جاتا تھا۔ الحسن نے علم مناظرہ پر تصنیف
کی، اور نصیرالدین توسی نے اصول اقلیدس کا ترجمہ کیا۔ جبیون عقلامنے
بطلیوس کے علم مثلث پر شرح لکھی، اور نظام بطلیموسی کی کتاب کا بیومیوس
نے عربی میں ترجمہ کیا اور دسویں صدی عیسوی میں البانی نے زمین دائرہ
عظیمہ کے ارتفاع پر نظر کی اور محمد بن الجبر الشانی رفتار شمس کی دریافت

Telegram : t.me/pasbanehaq1

کی، الیزبیوش نے قرابت بیان میں کتاب لکھی اور ابوالحسن علی نے آلات علم ہیئت میں تصنیف کی، انتہیٰ کلامہ۔

بہ حالت جو انسائیکلو پیڈیا کے ذریعہ سے درج کی گئی مسلمانوں کے علم و فضل کے متعلق تھی، ا چند قدیمی خصوصیات کو سن لینا چاہیئے۔ فرانس کا مشہور و مصنف محقق ڈاکٹر بیبان عربوں کی ملک گیری کی خصوصیات میں لکھتا ہے۔ "یہ خلفائے راشدین جس خوش تدبیری کو کام میں لائے وہ مافوق ان کی سپاہ گری اور فن حرب کے تھی جسے انہوں آسانی سے سیکھ لیا تھا"

شروع ہی سے انہیں ایسی اقوام سے کام پڑا جن پر سالہا سال سے مختلف صورتوں میں مختلف حکومتوں نے ظلم کر رکھا تھا اور اس مظلوم رعایا نے بخوشی ساتھ دے کر ملک گیروں کو قبول کر لیا جن کی حکومت میں ان بہت زیادہ صاف و صریح طور پر مقرر کر دیا گیا تھا۔ اور خلفاء اسلام نے ہرگز بزور شمشیر دین کو پھیلانے کی کوشش نہیں کی بلکہ بعض اس کے اپنے دین کی اشاعت کرتے جیسا کہ بارہا کہا جاتا وہ صاف طور پر کہہ دیتے تھے کہ اقوام مفتوحہ کے مذاہب اور رسوم و اوضاع کی پوری طرح سے حرمت کی جائے گی۔

اس آزادی کے معاوضہ وہ ان سے ایک ہیئت خفیف سا خراج لیتے تھے جو اس مطلوب کے مقابلہ جو ان اقوام کے پرانے حکام ان سے وصول کیا کرتے تھا بالکل ہی نہ تھا۔ کسی ملک پر کرنے سے پہلے عرب ہمیشہ ان پاس سفیروں کے ذریعہ سے شرائط بھیجا کرتے تھے

Telegram : t.me/pasbanehaq1

toobaa-e

اور یہ شرائط جن کا ذکر المکین نے . . . تمام اسی قسم کے ہوا کرتے تھے جیسا کہ عمرؓ نے شام میں باشندگان غوطہ سامنے جو اس وقت محصور تھا پیش کئے تھے اور یہ شرائط مصریوں اور ایرانیوں دونوں سے کی گئی تھیں وہ شرائط ذیل میں لکھی جاتی ہیں ۔

ہمارے حاکم نے ہمیں حکم دیا ہے کہ اگر تم قا . اسلام قبول نہ کرو تو ہم تمہارا ساتھ جنگ کریں پس تم بھی ہم سے مل جاؤ اور ہمارے حلیفی بن جاؤ اور ہمارے منافع اور ہمارے مضر چیزوں میں شریک ہو جاؤ اس کے بعد ہم تم سے کوئی برائی نہ کریں گے لیکن اگر تم یہ کرنا نہیں چاہتے تو تم ہمیں اپنی زمین کی ایک سالانہ خراج بالالتزام دیا کرو ۔ اس کے بعد ہمارے ہمارے ہم قائم ان لوگوں لڑیں گے جو تمہیں ستانا چاہیں یا کسی طرح دشمن ہوں اور ہم اپنے و پر مضبوط رہیں گے اگر تمہیں یہ بھی منظور نہیں ہے تو پھر ہم میں اور تم میں بجز تلوار کے کوئی چیز نہیں رہتی ۔ اور ہم تم سے اس وقت تک جنگ کرتے رہیں گے جب تک اللہ تعالیٰ کے حکم کو پورا نہ کر لیں ۔

بیت المقدس کی فتح کے وقت حضرت عمرؓ کا اخلاق ہم پر ثابت کرتا کہ ملک کیا ان اسلام مفتوح اقوام کے ساتھ کیا نہم سلوک کرتے تھے اور یہ سلوک اس عمارت کے مقابل جو صلیبیوں نے اس شہر کے باشندوں سے کئی صدی بعد کیا نایت حیرت انگیز معلوم ہوتا ہے ۔ حضرت عمرؓ اس شہر مقدس میں بہت تھوڑے اشخاص کے ساتھ داخل ہوئے ، اور آپ نے سفر انیس بطریق سے درخواست کی کہ مقامات مقدسہ کی زیارت میں آپ

Telegram : t.me/pasbanehaq1

ہمراہ چلے اسی وقت عمرؓ نے منادی کرادی کہ میں ذمہ دار ہوں کہ باشندگانِ شہر اور ان کی عبادت گاہوں کی حرمت کی جائے گی اور مسلمان عیسائیوں میں نماز پڑھنے کے مجاز نہ ہوں گے۔

سب سے پہلا سلوک عمرؓ رضی اللہ عنہ نے مصریوں کے ساتھ کیا وہ اس سے کم نہ تھا جو انہوں نے باشندگانِ مصر سے وعدہ کیا کہ انہیں پوری مذہب کی آزادی پورا انصاف بلا رد و رعایت اور جائیداد کی ملکیت کے پورے حقوق دیئے جائیں گے اور ظالمانہ اور غیر محدود مطالبوں کے عوض میں جو شاہنشاہ فرمانی ان سے وصول کرتے تھے صرف ایک سادہ جزیہ لگایا۔ جس کی مقدار فی کس تقریباً دس روپیہ تھی۔ رعایا نے صرف بات لے ان شرائط کو اس قدر فضیلت سمجھا کہ وہ دیہاں میں شریک ہوگئے اور جزیہ کی رقم انہوں نے پیشگی ادا کردی عمال اسلام اپنے عہد پر اس قدر مستحکم رہے اور انہوں نے ان رعایا کے ساتھ جو ہر روز شاہنشاہ قسطنطنیہ کے عاملوں کے ساتھ سے انواع و اقسام کے مظالم سہا کرتی تھی اس طرح کا برتاؤ کیا کہ سارے ملک میں بکشادہ پیشانی دین اسلام اور زبان عربی کو قبول کر لیا۔ میں بار بار کہوں گا کہ یہ نتیجہ ہے کہ ہرگز بزور شمشیر حاصل نہیں ہو سکتا اور عربوں سے پہلے جن اقوام نے مصر پر حکومت کی وہ یہ کامیابی حاصل نہ کر سکیں۔

عربوں کی کشورگیری میں ایک خاص بات ہے جو ان کے عہد کے ملک گیروں میں ہرگز نہیں پائی جاتی دیگر اقوام نے بھی مثل بربریوں (جنہوں نے روم کے ملک کو فتح کیا ہے) یا ترکوں وغیرہ نے ملک گیری کی ہے لیکن انہوں نے کبھی کوئی قدیم

Telegram : t.me/pasbanehaq1

نہیں قائم .. اور ان کی سدی ہمت اسی طرف کہ جہاں تک
ممکن ہو تو ام مفتوحہ کے مال سے فائدہ اُٹھائیں بر ۱۰ عربوں
نے قلیل زمانہ میں ایک جدید تمدن کی عمارت کھڑی کر دی اور اُنہوں نے ایک
گروہ اقوام کو اس جدید تمدن کے ساتھ اپنے مذہب اور اپنی زبان اختیار کرنے
پر آمادہ کیا۔ عربوں کی صحبت کے ساتھ ہی مصر اور ہندوستان کے سے قدیم اقوام
دین اُن کا لباس، اُن کا طرز معیشت بلکہ اُن کا طریقہ تعمیر تک
اختیار کر لیا۔ عر کے جد بہت سی اقوام نے انہیں خطوط پر حکومت کی
ہے لیکن پیغمبر اسلام کی تعلیم کا اثر اس وقت تک ان ملکوں میں باقی ہے کل
ممالک ایشیا و افریقہ میں مراکش سے لے کر ہندوستان تک جہاں کہیں عرب
پہنچے ہیں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان کا اثر ان ملکوں میں ہمیشہ کے لئے قائم ہو گیا
ہے بہت سے نئے ملک گیروں نے ان ممالک کو عربوں کے بعد فتح کیا ہے لیکن
عربوں کا مذہب عربوں کا مذہب عربوں کی زبان کو ہرگز نہ مٹا سکے۔"

"یہ شائستہ تمدن جس کا ذکر مختصر موصوف نے کیا چند روز
دریائے سندھ سے اندلس تک پہنچ گیا اور رفتہ رفتہ ہندوستان میں جو
ہزارہا مندروں کا گھر تھا، مسلمانوں کے باجبکت قدم آئے اور اُنہوں نے اس
ظلمت کدہ میں توحید کا چراغ روشن کیا اور گویا بت خانہ کے اندر مسجد بنا دی،
بنگالہ ۱۱۹۵ء کے زلزلہ سے جہاں اور بہت سی عمارات گر نا شروع ہوئیں یہ مسجد
بھی انہدام کے قریب آ گئی پر ایک طرف تو ان اسلام نے اس کی
بنیادیں مضبوط کر دیں اور دوسری طرف خود مسلمانوں نے اس کی

Telegram : t.me/pasbanehaq1

اینٹوں سے اپنے رہنے کے ت تعمیر کرنا چاہے اسی پُرخطر وقت میں ایک مرد کو خدائے تعالیٰ نے بھیجدیا جس نے اس مسجد کی عمارت کو زمانے کی دستبرد سے بچالیا اور پہلے سے بھی زیادہ رفیع الشان اور باعظمت بنالے کی کوشش میں کامیاب ہوا۔

یہ رفیع المنزلت عمارت مدرسہ عربی دیوبند ہے جس کا مفصل تذکرہ آپ میرے لکھے ہوئے مکتوبوں کی رپورٹوں میں پائیں گے۔ اور وہ مرد اسلام قدسی صفات حضرت مولانا محمد قاسم صاحب قد سرہٗ ہیں جنہوں نے اس رسہ کی بنیاد ڈالی اور جن کے اسم گرامی پر ہی ہم اپنے سر کو ختم کردینا چاہتے ہیں۔

زباں پہ بارِ خدایا کس کا نام آیا!
کہ میرے نطق نے بوسے مری زباں کیلئے

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝

بالخیر

خوارقِ عادات

اِسلام اَور مُعجزات

یعنی

مُعجزات و کرامات اور قانونِ فطرت کے باہمی تعلق پر عقلی و نقلی
حیثیت سے جدید انداز میں بہترین تبصرہ

از

شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانیؒ

اسلامیات ۱۹۰ انارکلی لاہور

Telegram : t.me/pasbanehaq1

فہرست مضامین

اِسلام اور مُعجزات

عنوانات	صفحہ	عنوانات	صفحہ
تقریظ مولانا انور شاہ کاشمیریؒ	۷۳	معجزات اور حق پرستی	۹۵
خوارقِ عادات اور قانونِ قدرت کا باہمی رشتہ	۷۴	سچائی سے گھبرانا نہیں چاہیئے	۹۶
مُعجزہ قانونِ قدرت کے مطابق ہے	۷۶	سائنس اور معجزات	۹۷
مُعجزہ ایک اعلیٰ قانونِ قدرت ہے	۷۸	قدرت اور عادت	۱۰۲
دو تاریخی شہادتیں	۸۰	مُعجزہ خدا کی عادت ہے	۱۰۵
عالمِ ارواح	۸۱	مُعجزہ کوئی فن	۱۰۸
رُوح کے متعلق چار نظریئے	۸۲	مُعجزہ میں شُبہ کی گنجائش نہیں	
ارواحِ مجردہ کا وجود	۸۲	مُعجزہ نبوت کی فعلی تصدیق ہے	۱۱۳
خوارق کا ثبوت متواتر ہے	۸۸	دورِ حاضر سے اس کی مثال	
سنتاللہ کے غیر متبدل ہونے کا مطلب	۹۰	مُعجزہ کرامت اور ارہاص میں فرق	۱۱۶
مُعجزات اور قرآنی طبیعیات	۹۲	کرامت اور استدراج کا فرق	۱۱۶

Telegram : t.me/pasbanehaq1

تقریظ حضرت العلامہ سید محمد انور شاہ صاحب قبلہ کشمیری

شیخ الحدیث جامعہ اسلامیہ ڈابھیل سملک ضلع سورت

الحمد للہ وکفی وسلام علی عبادہ الذین اصطفی ایک مدت گزرتی ہے کہ احقر نے حضرت علامۃ العصر مولانا مولوی شبیر احمد صاحب عثمانی کی خدمت عالی میں عرض کی تھی کہ تفسیر قرآن اس زمانہ کی ضرورت کو لحاظ کرکے جو بقاء دین محمدی کا واحد مدار اور دنیا کو اس کا انتظار ہے اس کا ایک مقدمہ مبسوط علی ہذہ لکھا جانا چاہیے جس میں چند مسائل اور عقائد وفقہ سلف صالح اور اہل سنت والجماعت کے طریقہ پر طے کئے جاویں مثلاً مسئلہ تقدیر افعال عباد اور مسئلہ معجزات جس میں آکثر لوگ جناب کے جنابت کے مقلد ہی تحریف سے کام لیتے ہیں والمنۃ کہ جناب مستطاب موصوف الصدر نے مسئلہ معجزات کو لکھ لیا اور انشاء اللہ الستان ایسا واقع ہوا کہ احقر کے دائرہ قدرت سے بہت اعلیٰ وارفع۔ اور عادی اور منضبط کہ ہر ایک حق پسند سے یہ امید قائم ہوگئی کہ دیکھتے ہی انشاء اللہ بدون کسی تردد کے مطمئن ہو جائیں گے اور ایک بڑے متقدمہ تفسیر کا فیصلہ ہو جائے گا۔ حق تعالیٰ موفق علم کو تبلہ اہل حق کی طرف التزیہ

Telegram : t.me/pasbanehaq1

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
حَامِدًا وَّ مُصَلِّیًا وَّ مُسَلِّمًا

خارقِ عادات اور قانونِ قدرت کا باہمی رشتہ

ہندوستان کی عام فضا اگرچہ خدا کے فضل سے ابھی تک ایسی مسموم نہیں ہوئی کہ خارقِ عادت کا لفظ سنتے ہی لوگوں کو وحشت ہونے لگے لیکن انگلش تعلیم و تربیت کے تیار "ہوتے زجرانوں کی جماعت ایسی موجود ہے جو ان چیزوں کا مذاق اڑاتی ہے، خواہ ملحدین یورپ کی کورانہ تقلید سے یا نئی تعلیم کے خاص اثرات اور ماحول سے یا محض "بیگ مین" کہلانے کے لئے خوارق سے تمسخر کرنا ان کا فیشن ٹھہر گیا ہے۔

اردو زبان کی زرّیں برق تصنیفات میں چونکہ بیشتر حصہ انہی صاحبوں کا اس لئے ان کے خیالات کے جراثیم پبلک میں بھی تیزی سے سرایت کرتے جاتے ہیں۔ حتیٰ کہ چند پڑھا راسخ الاعتقاد لکھا کر مستثنیٰ کر کے ہمارے علماء مدارس کے بہت سے نئے تعلیم یافتہ بھی "خوارق" کے ذکر سے کچھ کترانے لگتے ہیں، کہ مبادا ہم کو "متاخر الذکر جماعت کی طرف سے "احمق" اور "

کا

Telegram : t.me/pasbanehaq1

baa-

یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ کتاب سطر ایک ایسی جماعت سے تعلق رکھتا ہے۔
جو نہ صرف قدامت پسند ہے بلکہ اپنی قدامت پسندی پر ناز کرتی ہے

لہٰذا اس مضمون کے لکھتے وقت اس کا کوئی غم نہیں کہ کچھ لوگ اپنی جہل کے
نشہ میں مجھے "سادہ لوح" اور "وہم پرست" یا "پرانی لکیر کے فقیر" کہیں گے
یہ لوگ اپنے کو کتنا ہی عاقل سمجھیں لیکن میری درخواست صرف یہ ہے کہ مضمون
کو سمجھیں۔ جو کچھ اُن سے کہا جائے انہیں اختیار ہے رد کر دیں۔ مگر بغور سُننے کے بعد
رد کریں۔

اس مضمون میں جو کچھ میں کہنا چاہتا ہوں نئی نہیں کہ کوئی نئی تحقیق ہے۔
ہاں طرز ادا ترتیب بیان ضرور نئی ہے۔

میں نے اسی موضوع پر پہلے بھی کچھ لکھا ہے جو بعض رسائل کے ضمنی مباحثہ میں
شائع ہو چکا ہے لیکن اس وقت کلام کی ایک خاص نوعیت ہوگی جو پہلے مضامین میں
اس قدر اہتمام سے مرعی نہ تھی، اور وہ نوعیت یہ ہے کہ "خوارق عادات" (معجزات
) اور "قوانین فطرت" کے باہمی تعلق پر ایک صاف اور تیز روشنی ڈالی جائے
ر ین خوارق کے اختلافات کے اصلی نقطہ بحث کو پوری طرح
ں اور ہاکر دے۔

"لرق کا وجود" "قوانین فطرت" کا دشمن نہیں | موجودہ سائنس کی ساری عمارت کی
بنیاد یہ ہے کہ فطرت یکساں اور باقاعدہ کام کرتی ہے۔ اگر واقعات عالم ایسے طور
سے وقوع میں آئیں جیسے مرحق "س" یا " پریشان میں واقع ہوتے
ہیں تو لہ کرنا ل ہوگا۔ اگر خوارق و معجزات کے پائے جانے

Telegram : t.me/pasbanehaq1

ogspot.com

سے فطرت کی یکسانی اور باقاعدگی میں فرق آئے اور قوانین قدرت میں بے ترتیبی اور گڑبڑی پیدا ہو، تو جو لوگ خوارق کے امکان پر غور کرنے سے انکار کرتے ہیں اُن کو شاید معذور رکھا جائے لیکن واقع اس طرح نہیں ہے ہم معجزات و خوارق کو قوانین قدرت کے خلاف نہیں کہہ سکتے بلکہ ہمارے نزدیک وہ ایک ایسی ہی بات ہے جہاں سے قدرت کا چہرہ زیادہ صفائی اور قریب سے نظر آتا ہے خوارق کا ایجاد تو ایک ہی چیز ہے جس سے ہم اس منظم قوانین قدرت کے متعلق یہ یقینی حاصل کرتے ہیں کہ وہ قوانین قدرت ہیں، کسی غیر قاعدہ غیر مختار ہستی سے یوں ہی بلا ضرار نہیں بن گئے ہیں۔

معجزہ قوانین فطرت کی حمایت کرتا ہے اگر کوئی عاقل کائنات کی پُراسرار ہستی میں نہایت محکم اور مربوط قوانین فطرت کی موجودگی سے انکار کرے تو معجزہ بجائے اُس کی تائید کرنے کے اُس کو رد کرنے کی کوشش کرے گا، کیونکہ معجزہ اسی وقت معجزہ کہلایا جاسکتا ہے جبکہ دنیا میں تکوین کا کوئی ضابطہ اور قانون موجود ہو پھر وہ (معجزہ) اپنے کو اس ضابطہ اور ان سے اعلیٰ اور ارفع ثابت کرے۔

معجزات وغیرہ کے ماننے سے دنیا کا نظام متزلزل نہیں ہوتا اسی لئے معجزات و خوارق کی حمایت کرنے والے بھی دنیا کو منظم اور مربوط ماننے میں اپنے مخالفین کے ہمنوا ہیں اور اُن کے اعمال، تجاویز، توقعات اور سارے انتظامات بھی اسی مستقل، ہموار اور یکساں ہیں اُن کے، جو معجزات وغیرہ کو نہیں مانتے۔

معجزہ قانون قدرت کے مطابق ہے معجزات وغیرہ اگر گاہ بگاہ

Telegram : t.me/pasbanehaq1

انبیاء تو اسی خلاق عالم کا کام ہوں ت کے عمل کے
معمولی عجائبات دکھاتا رہتا ہے اور جب ایسا ہے تو یہ گاہ کہ خرد معجزات
قانونِ قدرت کے مخالف ہوں۔ ا ُ نون اُس قانون سے اعلیٰ ہوگا جس سے
طبعی سائنس آشنا ہے۔

معجزہ فطرت کے قوانین اصلیہ کا محافظ ہے

فطرت اور کانشنس دونوں کا یہ تقاضا ہے کہ ہم خدا کی نسبت یہ خیال کریں کہ وہ ابتری و اختلال کو نہ بلکہ امن و نظم اور ترتیب کو بالذات پسند کرتا ہے لیکن جب انسان خدا کے بخشے ہوئے اختیارات کے غلط اور بے موقع استعمال سے دُنیا کے امن و انتظام کو توڑتا ہے تو بسا اوقات ایسے خوارق ظہور پذیر ہوتے ہیں جو ہماری پیدا کی ہوئی ابتری کا علاج اور فطری امن و انتظام کے بحال کرنے کا سبب ہوں۔ اس صورت میں علم قوانین فطرت کی مخالفت کے خوارق کا ظاہر کرنا بجائے خود ایک قانونِ فطرت ہے۔

ہم یہ جانتے ہیں کہ انسانی ارادہ کے ذریعہ سے قوانین فطرت کو توڑے بغیر ہم فطرت کے بعض کاموں میں تبدیلی کر سکتے ہیں۔ مثلاً جب کوئی سول سرجن کالیبا سے مریض کے جسم کی چربی چھاڑ کرتا ہے یا کوئی طبیب ادویات کے ذریعہ سے کسی بیماری کی رفتار کو روکتا ہے۔ اگرچہ بظاہر وہ امر قوانین کے سلسلہ میں خلل ڈالتا ہے مگر اس کی مداخلت کی عدم موجودگی میں اپنا کام کرتے لیکن اس پر بھی ڈاکٹر اور طبیب کی یہ مداخلت قوانین فطرت کے مخالف نہیں سمجھی جاتی، بلکہ اصل اور حقیقی فطرت کی اعانت اور خدمت سمجھی جاتی ہے۔

Telegram : t.me/pasbanehaq1

معجزہ ایک اعلیٰ قانونِ قدرت ہے | خارجی فطرت میں ہمیں چار مختلف عالم نظر آتے ہیں جن میں سے ہر ایک اعلیٰ ادنیٰ پر مبنی اور اس سے ممیز ہے۔

۱۔ اوّل بظاہر بے ترتیب عالم جس میں کیمیائی عناصر اور ان کے مرکبات پائے جاتے ہیں یا جسے ہم مردہ مادہ کہتے ہیں۔ یہ عالم اپنے قوانین تثقیل اور جذب و اتصال وغیرہ کے ماتحت ہے۔

۲۔ اُس کے اوپر مرتب اور منتظم عالم (نباتات وغیرہ) ہے جس کی بناوٹ اُس پہلے بے ترتیب عالم سے ہوئی اور اس لحاظ سے یہ تو مادہ کے ماتحت ہے لیکن اس کے سوا اس میں فطرت کی ایسی پوشیدہ قوتیں اور شعبدہ بازیاں جاری ہیں جو بے ترتیب عالم کو معلوم ہی نہیں، چنانچہ یہ اور قسم کے قوانین کے تابع ہے جن کا ادنیٰ طبقہ سے کچھ تعلق نہیں یعنی منظم زندگی کے قوانین۔

۳۔ اِن سے اوپر حیوانی زندگی ہے جس کی خاص خاص وظائف نشوونما پرورش اور حرکت ارادیہ وغیرہ کے قوانین ہیں۔

۴۔ اور اس سے بالاتر انسان کی ذی عقل، مدرک، اخلاقی اور ترقی کن زندگی ہے جس کے قوانین پچھلے تینوں عالموں سے جداگانہ ہیں۔

عالموں کے اس سلسلہ کا ہر اعلیٰ طبقہ ادنیٰ طبقہ کے لحاظ سے فوق العادت نہیں ہے، قدرت کے جو قوانین عالم جمادیات میں دائر سائر ہیں وہ نباتات میں نہیں اور جو حیوانات میں ہیں اس سے کہیں بڑھ کر علم انسان پا

Telegram : t.me/pasbanehaq1

اگر فرض کرو:- یا یہ امانات میں ہماری باتیں سمجھنے کی قوت ہو اور ہم
اُن کی دنیا میں جا کر اپنے انسانی کارنامے اور بنی آدم کے عجیب و غریب اعمال
اور قوانین فطرت بیان کریں جو عالم انسان میں کارفرما ہیں تو وہ اسا
داستان کو خلاف قانونِ فطرت قرار دے کر ہمارا اسی طرح مذ
جیسا کہ معجزات نہ ماننے والے معجزات کا اڑا کیونکہ جو قوانین اُن
ذات کے دائرہ عمل میں عمل کر رہے ہیں، انسان کے متعلق قوانین فطرت سے
بہت زیادہ اور یہ واقع ہوئے ہیں جو کے اعمال کی ادنیٰ طبقہ کی مخلوق
سے توقع کرنا سماجت ہے۔

معجزہ انسان کو عالم بالا کا مذہب کی تعلیم یہ ہے کہ انسان، بے ترتیب،
کی چمک دکھاتا ہے، باترتیب، فنی اور ذی عقل چاروں عالموں کے اوپر
اور ان سے لطیف تر ایک اور عالم کا وجود تسلیم کرے یعنی خالص رُو
عالم جس کے چمکارے وقتاً فوقتاً ہم کو دکھائی دیتے رہتے ہیں۔

انسان چونکہ چوتھے عالم (ذی عقل) اور اس پانچویں عالم رُو
کی سرحد پر آباد ہے اس لئے اُس کا تعلق ایک طرف سے دونوں کے ساتھ ہے
اعلیٰ کی طرح اس کا ورثہ ہے جس طرح ادنیٰ۔ لیکن اعلیٰ کے ابھی صرف چمکارے
ہی اس کو حاصل ہیں۔

معجزات کا بڑا مقصد یہ اُس مزاج اور رُوح کے خلاف ہم کو آگاہ
جو ان چمکاروں کو بے اعتبار سمجھتی اور ان کا انکار کرتی، اور ادنیٰ طبقہ ہی میں
بسر کرنا پسند کرتی۔

Telegram : t.me/pasbanehaq1

تمام قوانین فطرت پر ہمارا احاطہ | ان پر [illegible]
نہیں، اور نہ ہو سکتا ہے، | فروگزاشت یہ ہے کہ انہوں نے سارے
نظام عالم کو چند قوانین طبیعہ میں منحصر سمجھ لیا ہے جو مادہ اور اس کی قوت
کے متعلق انہیں دیافت ہوئے ہیں۔

یہ سائنس کے بڑے بڑے اساتذہ یہ اعلان کر رہے ہیں کہ ہم کو ابھی
تک کل قوانین قدرت پر تو کہاں، اُس کے کسی معتد بہ حصہ پر بھی احاطہ حاصل نہیں
ہوا لیکن اس پر بھی جب کبھی کوئی چیز اُن کے محدود و [illegible] مدرکات سے باہر
نہایت بیباکی اور لاپرواہی سے اس کی تکذیب پر تیار ہو جاتے ہیں۔

خلقات طبیعیہ حالانکہ ہم اگر ہم قوانین طبیعیہ کے اسی نظام پر غور کریں جو مادیات
سے متعلق ہے تو "خلقات طبیعیہ" کا ایک مستقل باب ہے جس کی ہزارہا جزئیات
کا عام سنن طبیعیہ اور مقررہ قوانین فطرت سے علیحدہ ہونا ان قوانین کی یکسانیت
اور استحکام کو سخت صدمہ پہنچانے والا ہے۔

دو تاریخی مثالیں اس مسئلہ [illegible] طبیعیہ کی ایک دو تاریخی مثالیں ذکر
کرتا ہوں جو اس خشک فلسفیانہ مضمون [illegible] دوران میں نشاط اور دلچسپی پیدا
کرنے کا موجب ہوں گی۔

بنگری میں دو لڑکیاں پیدا ہوئیں۔ دونوں کے تمام اعضاء مستقل اور
الگ الگ تھے لیکن دونوں کے سرین (پچھاڑی) اس طرح ملی ہوئی تھی کہ
مخرج براز بالکل ایک تھا۔ اسی ایک راستہ سے ہر ایک قضاء حاجت کرتی
تھی۔ گاہ دوسرے اعضا کی طرف جدا جدا تھی، اسی لئے جب ایک

Telegram : t.me/pasbanehaq1

toobaa

کو پیشاب کی ضرورت لاحق ہوتی، تو دوسری منقبض ہوتی۔ دوسری طبیعیہ میں بھی کشمکش ہوتی جو باہمی تنافر کا سبب بن جاتی تھی، عمر کے چھٹے سال دو میں سے ایک کے اعضا کسی مرض کی وجہ سے شل ہو گئے تھے اسی حالت میں عمر بھر رہی لیکن دوسری کے اعضاء پر اس کا کوئی اثر نہ تھا۔ بلوغ کی علامات دونوں میں بیک وقت ظاہر ہوئیں جب بائیس سال کی عمر ہوئی تو ایک کو سخت بخار ہوا اور اسی میں انتقال ہو گیا۔ دوسری بھی اس کے تین گھنٹہ بعد مر گئی اور دونوں کو اکٹھا دفن کیا گیا۔

ایک چینی لڑکا جس کی عمر ۱۲ برس کی تھی وہ اپنے سینہ پر دو اٹھائے ہوئے تھا۔ اس بچہ کا سر اس کے سینہ کے اندر چھپا ہوا تھا۔ اس کے سینہ سے گھنٹوں تک لٹکا رہتا۔ اس بچہ میں کافی حس و شعور تھا، ذرا سا چھونے سے بھی متاثر ہوتا۔ یہ اٹھانے والا لڑکا بھی اس بچہ کے دکھ سے دکھ پاتا تھا۔

اس قسم کے سیکڑوں مشاہدات انسائیکلوپیڈیا میں جمع کئے گئے کو حکما کی اصطلاح میں "قوت طبیعیہ" کہتے ہیں، ان کو دیکھ کر ایک عاقل مبصر اس نتیجہ پر پہنچتا ہے کہ قوانین فطرت کا دائرہ اس قدر تنگ نہیں ہے کہ سائنس کے خام مدعی اسے تنگ کرنا چاہتے ہیں۔

عالم ارواح | یہ "روحیات اور جسمانیات کا حال تھا لیکن اگر مادہ کی سرحد سے ذرا قدم باہر نکالا جائے تو پھر ایک ایسا عالم سامنے آجاتا ہے جہاں ہماری دوربین اور خوردبین بھی کچھ کام نہیں دیتیں جن سے ہم "خلقت طبیعیہ" اور

Telegram : t.me/pasbanehaq1

"قوانین فطرت" کی تطبیق میں کام لیتے تھے۔

یہ عالم عالم ابداع ہے جس کی طاقتوں اور "امیس" کا حال یورپ کے ملحدوں کو ابھی تھوڑے عرصہ سے کھلا ہے۔ یورپ و امریکہ کے بڑے بڑے فلاسفر جو مادہ اور اس کی قوت کے سوا کسی دوسری قوت کا نام لینے کو وہم پرست اور پاگل کہتے تھے، خدا کی شان کہ آج وہ ہی مشاہدات اور تجربیات متواترہ سے عاجز و مبہوت ہو کر رُوح اور اس کی عجیب و غریب طاقتوں کے ثابت کرنے میں پیش پیش ہیں۔

عالمان سمریزم "تھیوسافیکل سوسائٹی" اور "سوسائٹی فار سائیکیکل ریسرچ" وغیرہ بہت سے گروہ پیدا ہو گئے ہیں جنہوں نے رُوح کی ان طاقتوں پر تھوڑی بہت روشنی ڈالی ہے۔ اور اگرچہ یہ کام ابھی تک تکمیل کو نہیں پہنچا لیکن اس میں اب شک و شبہ کی کوئی گنجائش نہیں رہی کہ نوامیس طبیعیہ مادیہ سے نرالی اور عظیم تر اور بھی نوامیس ہیں جن کے سامنے مادہ اور اس کی قوتیں کچھ بھی وزن نہیں رکھتیں۔

رُوح کے متعلق چار نظریے | فرانس کے مشہور آفاق اہل مکاشفات و طبیعیات کامل فلامریون نے "المجہول للمسائل الروحیہ" کے نام سے ایک کتاب لکھی جس کے کئی ایڈیشن چند روز میں ہاتھوں ہاتھ نکل گئے۔

فلسفہ حسیہ کا یہ فاضل بہت سے مشاہدات اور قوانین و نوامیس پر فکر کرنے کے بعد اس چار نظریات پر پہنچا۔

۱۔ رُوح موجود ہے اور جسم سے علیحدہ مستقل وجود رکھتی ہے۔

Telegram : t.me/pasbanehaq1

toobaa

روح ایسی خصوصیات اور قوتیں اپنے اندر رکھتی ہے جن کی گہرائیوں تک علم ابھی تک رسائی نہیں پا

۳۔ یہ ممکن ہے کہ روح بلکہ مساعدت حواس کے بہت دور کی چیزوں پر اثر ڈال سکے یا اُن کے اثر کو قبول کر سکے۔

۴۔ آئندہ آنے والے واقعات و حوادث وقوع سے پہلے معتقد ہیں، اور ایسے اسباب کے ساتھ اُن کی تمہید ہوگی ہے جو مستقبل میں اُن کو موجود کریں گے، روح بسا اوقات ان واقعات و حوادث پر اُن کے وقوع سے پہلے مطلع ہو جاتی ہے۔

ان چاروں نظریات کے ثابت کرنے میں فاضل موصوف نے بہت خوب براہین حسیہ سے کام لیا ہے جس کو سننے کے بعد ایک متعنت مادہ پرست کو بھی مجال انکار نہیں رہ سکتی۔

روحانی مناظر کا انکار جہل ہے | اسی قسم کے دلائل و شواہد سے متاثر ہو کر مسٹر ہڈسن کو کہنا پڑا کہ میں اپنے یا اوروں کے تجربوں ایسے واقعات کا پیش آنا ثابت کرنے کی کوشش میں اپنا وقت ضائع نہ کروں گا اس کام کا وقت گزر چکا، مہذب دنیا کو یہ واقعات ایسے معلوم ہیں کہ ثبوت کی ضرورت نہیں۔ اب جو شخص روحانی مناظر کا انکار کرے وہ منکر نہیں محض جاہل ہے اور ایسے شخص کو روشن خیال بنانے کی کوشش کے بارآور ہونے کی کوئی اُمید نہیں۔"

اگرچہ عالم ارواح کے نواسیں عقدہ ابھی تک راز سربستہ ہیں

Telegram : t.me/pasbanehaq1

qspot com

اور اس کا نظام ہمارے مادیات کے نظام طبعی سے کہیں زیادہ وسیع اور لطیف ہے۔ تاہم روحانی مناظر کا جو ذخیرہ یورپ کی سوسائٹیوں نے اپنی مستند رپورٹ کر دیا ہے وہ بھی بڑے بڑے ماہران طبیعیات اور دہقان ہر حالی حیرت زدہ اور ذہول کرنے کے لئے کافی ہے۔ اور جس قدر "فلت طبیعیہ" وجود عام قوانین طبیعیہ اور قوانین مادیہ کے سلسلہ میں عجیب چیز ہے۔ اس سے کہیں بڑھ کر نظام روحانی کا غیر المعقول انکشاف پرستاران نر طبیعیہ کے ایوانوں میں زلزلہ ڈالنے والا ہے۔

ارواح مجردہ یا ایک لطیف نورانی عالم کا وجود

روحانی قوتوں کی تحقیق کا جو سلسلہ جاری ہے وہ ابھی ختم نہیں ہوا۔ حال کے بڑے بڑے فلاسفر اس جانب ترقی کرتے ہوئے نظر آتے ہیں کہ "نی نظام صرف ان ہی انسانی ارواح کے مجموعہ [illegible] ہیں ہے جو انسانوں کے جسم کی تدبیر کر [illegible] اس سے جدا [illegible] ہیں بلکہ بہت ممکن ہے کہ ارواح [illegible] یا کوئی لطیف نورا [illegible] ق ایسی پائی جاتی ہو جن کا ارواح انسانی سے زیادہ قریب کا رشتہ ہو۔

مسٹر مارس اپنی معلومات کی بنا پر ارواح مجردہ کا صرف امکان تسلیم کرتے ہیں مگر فرنچ فیلسوف موسیو لوئی لکھتے ایک لطیف استدلال سے ان کا وجود ثابت کرنے پر زور دیتے چنانچہ لکھتا ہے کہ "ہمارے اردگرد کی زندہ مخلوق نباتات سے لے کر انسان تک وا [illegible] اوپر کو جانے والا سلسلہ ہے جو بتدریج کمال حاصل کرتا ہے۔ کائی اور دیگر بحری ضدیوں

Telegram : t.me/pasbanehaq1

کو جو نظام نباتی کی ابت[illegible] رمعاملی ٹھہرا کر ہم نباتی دنیا کے کمال حاصل کرنے والے سلسلہ میں گزر[illegible] لور ابتدائی حیوانات یعنی گھونگے اور وگیر نہات نما حیوانات تک پہنچ جا[illegible] اور وہاں سے اعلیٰ ترحیوانات کے بے انتہا درجوں کو طے کرتے ہوئے انسا[illegible] قالب میں آجاتے ہیں۔ اس سیڑھی کا ہر ایک پایہ غایتاً غیر محسوس ہے اور ان تغیرات و درجات کی ترتیب ایسی عمدہ ہے کہ اس نے درمیانی ہستیوں کے ایک غیر محدود سلسلے کو گھیرا ہوا ہے جس کا ایک کنارہ کا[illegible] اور دوسرا کنارہ ہماری نوع انسانی اور بلاشبہ اس کے ہم ممکن سمجھتے ہیں کہ آئندہ ہم میں اور خدا میں درمیانی مخلوق کا کوئی واسطہ حائل نہ ہو اور اس تدریجی ترقی کے سلسلہ میں انسان اور خدا کے مابین ایک بڑا خلا رہ گیا ہو۔ ہم ممکن سمجھتے ہیں کہ تمام نیچر میں چھوٹی سے چھوٹی نبا[illegible] لے کر نوع انسانی تک تد[illegible] اور بیشمار درجات کی ترتیب ہو مگر انسان اور خدا کے درمیان صرف ایک نا[illegible] کنار جنگل ہو اپنے شبہ یہ ناممکن ہے اور اگر کبھی مذہب یا فلسفہ نے ایسی[illegible] کی حمایت کی ہے تو اس کی وجہ صرف مظاہر فطرت کی ناواقفی ہے اس میں شک کرنا ناممکن ہے کہ جس طرح نبات اور حیوان اور انسان کے مابین دیکھا جاتا ہے اسی طرح انسان اور خدا کے مابین ضرور درمیانی[illegible] ق کی بڑی تعداد ہے جس کی وساطت سے انسان اُس خدا تک پہنچتا ہے جو اپنی غیر محدود طاقت اور جلال سے حکومت کر رہا ہے۔

یہ توہم کو یقین ہے کہ ایسی درمیانی مخلوقات (یعنی جو انسان سے آگے منازل طے کرتی ہوئی خدا تک پہنچتی ہے) موجود ہے۔ گو یہ ضرور[illegible] کہ وہ

Telegram : t.me/pasbanehaq1

gspot.com

ہم کر نہیں آتی لیکن اگر ہم ہر ایسی چیز کے وجود سے ا کریں جس کو ہم دیکھ سکیں، تو نہایت آسانی سے ہماری تکذیب ہو سکتی ہے۔ فرض کرو کہ کوئی علم مادیات کا عالم کسی تالاب سے ایک قطرہ پانی نکالے اور ایک جاہل کو دکھا کر کہے کہ یہ قطرہ جس میں تم کچھ نہیں دیکھتے ہو ٹے چھوٹے حیوانات اور نباتات سے بھرا ہوا ہے جو بینہ خوردبین حیوانات اور نباتات کی طرح زندہ رہتے ہیں پیدا ہوتے ہیں اور مرتے ہیں تو وہ جاہل ضرور سر پھیر دے گا اور کہنے والے کو دیوانہ سمجھے گا۔ لیکن اگر اس کی آنکھوں پر خوردبین رکھ دی جائے اور وہ قطرہ کی تشخیص کرے تو اس کو اقرار کرنا پڑے گا کہ کہنے والا سچ کہتا تھا۔ کیونکہ اب اسی قطرہ میں جس کو وہ صاف سمجھتا تھا اس کی آنکھ سائنس کی مدد پاکر چھوٹے پیمانہ پر دنیا کو موجود پائے گی۔

غرض جہاں ہم کچھ نہیں دیکھتے وہاں زندہ مخلوق کی بڑ ا موجود ہوتی ہے اور یہ محض سائنس ہی کا امکان میں ہے کہ اس بارہ میں عوائم الناس کی آنکھوں کو روشن کرے۔

ہم چاہتے ہیں کہ ہم بھی اس حکیم کی حیثیت ا ر کریں بیشک انسان اور خدا کے درمیان جہلاء کو اور ادنیٰ فلسفہ کو کچھ نہیں سوجھتا۔ لیکن اگر ہم نی آنکھوں کی بجائے رُو آنکھ سے کام لیں یعنی عقل، قیاس مساوات اور تعلیم کو استعمال کریں تو پُر ق روشنی میں آجائے گی۔

اب اگر ایک ایسی مخلوق کا وجود تسلیم کر لیا جائے جو انسان اور خدا کے درمیان واسطہ کا کام دے خواہ وہ ملائکہ اللہ ہوں یا ارواح مجردہ تو نظام عالم میں مادیات

Telegram : t.me/pasbanehaq1

toobaa-elibrary.blogspot.com

ت طبیعیہ اور عالم ارواح انسانی کے نوامیس سے اوپر ہیبت سے دوسرے نامعلوم نوامیس قدرت کا اقرار کرنا پڑے گا جن کی ابھی تک ہم کو ہوا بھی نہیں لگی۔

پھر کس قدر شوخ چشمی اور دھٹائی ہوگی کہ جو چیز ہمارے مادی علت معلول کے سلسلہ سے ذرا باہر ہو جائے ہم یہ کہہ کر اس کی تکذیب کر دیں کہ وہ قانون قدرت امیس نظریہ کے خلاف ہے۔

تمام نظام عالم قدرتِ الٰہیہ کے پنجہ میں ہے

اب ہمارے سامنے اتنے سلسلے ہیں:۔

(ا) نظام طبیعی مادی (ب) نفسانیات طبیعیہ،

(ج) نظام روحانی (د) نظام ملکوتی۔

ان سب کے اوپر خود قدرتِ الٰہیہ کا وہ زبردست پنجہ ہے جس کی گرفت سے ان میں سے ایک چیز بھی ایک سیکنڈ کے لئے باہر نہیں ہو سکتی ؎

اوست سلطان ہر چہ خواہد آں کند

عالمے را در دمے ویراں کند

مذکورہ بالا میں سے کسی کی طاقت ہے کہ وہ خدا کے دستِ قدرت کو کسی حکیمانہ تصرف سے روک دے۔

ہم ابھی تک باوجود اس قدر ادعائے علم و تحقیق کے الف (نظام طبیعی مادی) کے قوانین و نوامیس پر بھی پوری دسترس نہیں پا سکے جیسا کہ خود ماہرین طبیعیات کے اعتراف سے ثابت ہے۔ پھر ہم کو کیا حق حاصل ہے کہ جو چیز ہمارے زعم میں ان چند نوامیس طبیعیہ کے دائرہ سے اوپر ہو جاہلانہ تکبر ساتھ ٹھکرا دیں۔

Telegram : t.me/pasbanehaq1

sp t com

میں تو یہ کہتا ہوں کہ اگر فرض کیجئے کہ ہمارا علم نظام طبیعی، نظام رو
اور نظام خلقی کے تمام نوامیس پر بھی محیط ہو جاتا (اگرچہ ایسا نہیں ہے)
بھی آگے بڑھ کر خاطر جمعی کی لامحدود قدرت کو ہم مقید نہیں کر سکتے تھے۔
جب تک کہ صرف طبیعیات کے دس بیس قوانین پر مطلع ہو کر یہ اعلان کر دیں
کہ جو واقعہ ہمارے حلقۂ علم سے خارج ہوگا وہ واقع نہیں ہے۔

خوارق کے انکار کا سبب علمی کم مائیگی ہے

خوارقِ عادات یا کرامات
انکار فی الحقیقت ہماری اسی

علمی کم مائیگی کا نتیجہ ہے ؎

إِذَا لَمْ تَرَ الْهِلَالَ فَسَلِّمْ لِلنَّاسِ رَوْهُ بِالْأَبْصَارِ

خوارق کا ثبوت متواتر ہے ہماری استدعا یہ کہ "خوارق" کو جھٹلانے
والے تھوڑی دیر کے لئے ہٹ دھرمی سے اپنے علم و تحقیق کی حدود اور قدرت
انسانی قدرت کی پہنائیوں پر غور کریں پھر یہ بھی دیکھیں کہ ان خوارق کا
ثبوت ہر زمانہ میں ہر جگہ ہر قوم ہر ملک اور ہر عقیدہ اور مذہب کے پیروؤں
نزدیک کس قدر تواتر اور استفاضہ سے ثابت ہے تو ان شاء اللہ
تعالیٰ ان کو ثابت نہ ہوگا کہ وہ یک قلم خوارق
امکان ہی رکر بیٹھیں۔

ڈریپر نے ٹھیک کہا ہے "دنیا کے تمام مذاہب میں خواہ کسی

؎ جبتم نے خود پہانہ نہیں دی قوم کو ان کی
ں نے اپنی آنکھوں سے نہ دیکھا ہے

Telegram : t.me/pasbanehaq1

... وسیلہ اصول پر ہو یا الہامی تعلیم پر، معجزات اس کثرت سے اور اس اختلاف انواع سے مروی ہیں کہ سب کے لئے خاص امور قوانین کی تلاش انسان کے لئے کم از کم اس وقت تک ناممکن ہے اور یہ ضرور کہ اکثر بلکہ تمام مذاہب میں ماننے والوں کی خوش اعتقادی یا دور سے بہت سے غلط واقعات بھی معجزات میں شامل ہو گئے ہو

واقعات جو معمولی قوانین جسمانی کے مطابق ظہور پذیر ہوئے ہوں معجزہ کی شکل میں بیان کر دیئے گئے ہوں گے۔ مگر عقل یہ دعوی کبھی نہیں کر سکتی کہ تمام قوانین قدرت معلوم ہو چکے ہیں تاکہ جو واقعہ قوانین مسلمہ کے مطابق حل نہ ہو سکے اس کو کہہ دیں اور دوسری جانب مذہب یہ دعوی نہیں کرتا کہ تمام رطب و یابس اور تمام صحیح و غلط روایات کو سر آنکھوں پر رکھ لیا جائے بلکہ ایسے موقع پر عقل جو کام کیا کرتی ہے مذہب اس سے زیادہ کچھ نہیں کرتا کہ

مذہب قوانین فطرت کا وسیع النظر معلم ہے

مذہب کو عقل سے ٹکرانے کی ضرورت نہیں اگر عقل قوانین قدرت کے احترام پر قدرتی ہے تو مذہب عقل کے اس جذبہ کی قدر کرتا ہے۔

سچا اور مکمل مذہب فی الحقیقت قوانین فطرت اور سنن الٰہیہ کا وسیع النظر معلم ہے جو بار بار بتلاتا کہ "سنۃ اللہ" کو کوئی طاقت تبدیل نہیں کر سکتی مگر ساتھ ہی متنبہ کرتا کہ انسان کو سنن الٰہیہ اور نوامیس فطرت کا جو علم دیا گیا ہے۔ بہت تھوڑا ہے وہ بسا اوقات ان کے سمجھنے میں ٹھوکر کھاتا

Telegram : t.me/pasbanehaq1

ogspot.com

لوبیت و قوانین قدرت کے کسی اعلیٰ اور ارفع مظہر کو اپنی حد پر دار کے
فون قدرت بھیجتا ہے اور روز مرہ کے معمول کے خلاف
ہر اُسے یہ کہہ کر رد کر کہ یہ سنۃ اللہ کے خلاف ہے
وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيلًا ۝

سُنّتہ اللہ غیر قبدل ہونے کا غلط مطلب نہ لو	لیکن اگر سُنّتہ اللہ تبدیل ہو مطلب ہو تو دنیا کی تمام ترقیات کا دروازہ ہو جائے دیکھو انسان نے ترقی کر کے حیوانی نظام کی جگہ اس سے کہیں زیادہ

رجحانی سسٹم قائم کر دیا۔

ہزاروں سال کے بعد گھوڑوں، بیلوں، اونٹوں، ہاتھیوں کی جگہ بھاپ اور بجلی نے لی۔ اس کا یہ مطلب ہوگا کہ ظاہر علم نے دُنیا کی عُمر کا بہت ہی طویل حصّہ گزر جانے کے بعد دماغی اور عقلی قوتوں کا ایسا جدید نظام پیدا کیا، جو چشم فلک نے پہلے کبھی نہ دیکھا تھا۔ اور اختراع و ایجاد کے ان دیکھے اصول کی رہبری کی اور اس کے اسباب فراہم کر دئے جن کے نتائج کو اگر اب دو چار صدی کوئی ذی تا قو خالص مجنون یا دہریہ پرست سمجھا جاتا تو کیا ایسے قدرتی عوامل اور موجب قوی کو جو اس ایجاد اور دہریہ اور دماغی ترقیوں کے اسباب قریبہ یا ہیں بے شمار قدر ار کر رجانے پر اور اکٹھا کر دینا سنۃ اللہ کی تبدیل و تحویل اور قانون قدرت کا نقض و ابطال ہے۔

معجزات و خوارق کے انکار کا اصلی راز	معجزات یا کا انکار کرنے والے

Telegram : t.me/pasbanehaq1

toobaa

نہ ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ وہ بے علم و بے شعور مشین کی
منے و وہ کے سامنے کسی ہستی کو عالم کی تخلیق و نظم میں دخل
دے ارانہیں کرتے جو مواقع و محال اور از منہ و امکنہ کے اختلاف و تفاوت
کی قادرانہ و نہ رعایت کر سکے اور جب کبھی وہ کائنات کے اس باقاعدہ
عظیم الشان محکم اور منظم سلسلہ کو ایک علیم و حکیم، محیط کل اور قادر مطلق ہستی کی
طرف منسوب کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں اور ناچار ان کو ایسی بڑی مغبور مشین
کے چلانے والے کا اقرار ہے ان کی تمام تر کوشش یہ ہوتی کہ
کسی طرح اس کو آزاد وہ اپنی اصلی قابلیت اور ماہرانہ موقع شناسی
کو شین کے گھمانے اور پرزوں رقہ و جبک میں ان کی خواہش اور رائے کے
خلاف استعمال کر سکے اور اس طرح پر وہ ہمارے علم کو محدود اور ہمارے فہم کو ناقص
یا نامکمل ثابت کر دے۔

خوارق کا قانون وخوارق لیکن انسان کی یہ مجبوری شیخی، تنگ نظری
کے منکروں نے بنوایا اور غیر محدود قوا قدرت کی مسدودانہ
تکذیب ہی وہ چیز ہے، جو قدرت کے اس عمل کو حق بجانب ثابت کرتی ہے کہ
وہ گاہ بگاہ ایک ایسے نظام کونین سے بھی دنیا کو روشناس کرے جو
سمجھے ہوئے قانین اور محدود و منضبط کئے ہوئے امیس طبیعیہ سے با
ہر کہ ان رعونت پسند گستاخوں کو بھی (جو معاذ اللہ قدرت ناقابلیہ کر
اس کے پیدا کئے ہوئے چند اسباب ظاہرہ کی زنجیروں میں جکڑ دینے کا
دعوی کرتے ہیں) طوعاً و کرہاً ماننا پڑے کہ ان سے ماوراء ان

Telegram : t.me/pasbanehaq1

pasbanehaq1.com

ئی اور خا ۔ وقا ہر ہستی بھی ہے جس نے تمام [illegible]
اور کامل اختیار سے وضع کئے ہیں اور وہ ہی ہر و[illegible] ان پر پوری طرح قابو یافتہ ہے
پس یہ حقیقہ ثابتہ کے منکر کو اس حقیقت کا سزا دینا جس کے انکار
میں خسران عظیم ہے اور عاجز و کم مایہ مخلوق کو متنبہ کرنا کہ وہ [illegible] حد سے گزر کر
خالق کی قدرت کاملہ اور علم محیط کا انکار نہ کر بیٹھے کیا یہ خود [illegible] رت
ہے ؟

چیزوں کو خوارق عادات کہتے ہیں۔ اُن کا قانون خرق خوارق
کے منکروں نے ۔ ہے جب یہ لوگ علم قوانین فطرت کی انجو یہ کاری کو خود
مقصی کی حکمت با[illegible] رکامل اور شان خَلْقٍ لِمَا يَشَاءُ وَ فَعَّالٌ
لِمَا يُرِيدُ کی طرف منسوب کرنے میں بھی تردد کرنے لگے تو ضروری ہُوا کہ
کو "قوانین قدرت" ثابت کرنے کے لئے قدرت ہی کوئی سامان کرے۔
ابتدائے آفرینش سے آج تک قدرۃ بے شمار خوارق
ہیں جنہیں دیکھ کر خواہی نخواہی اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ جو فعل جن وسا
کے ذریعہ سے عموماً [illegible] رہتا ہے اُسے بلاواسطہ کرنے میں بھی قدر
کچھ تعجب نہیں ہوتا۔

خوارق کے ماننے سے قوانین طبیعیہ کا اعتبار زائل نہیں ہوتا

اس طرح کے خوارق جو بظاہر تمام قوانین طبیعیہ کو توڑنے والے ہیں
ہمارے دل سے ان علم قوانین کی عظمت اور ا[illegible] رکو اسی طرح زائل نہیں
ہونے دیتے جیسا کہ کرشمے [illegible] نوں کے دلوں سے یہ علم کہ بہت سا فعہ

Telegram : t.me/pasbanehaq1

م ... یا پٹری اکھڑ جاتی ہے، یا پل ٹوٹ
ہیں ... ثرین کا ... رنا نہیں کہتا کہ وہ اس میں سفر کرنا ...

پس خوارق کی موجودگی میں بھی ہم علم قوانین طبیعیہ سے اسی طرح مستفید ہو سکتے ہیں جس طرح ہم ریل کے سفر سے باوجود مذکورہ بالا احتمالات کے برابر متمتع ہو ... ہیں۔

خوارق کا وجود دماغی ترقیات کے راستہ کا سبب ہے

خوارق کا ... ہمارے علمی اور دماغی ترقیات کے راستہ میں کوئی رکاوٹ نہیں بلکہ ٹھیک ٹھیک کہا جائے تو شدید زنگ کے لئے مہمیز کا کام دیتا اور اگر یہ بھی فرض کر لیا جائے کہ وہ آپ کی ... کوششوں کے راستہ میں حائل ہے تو افسوس یہ ہے کہ اس کا راستہ سے ہٹا دینا بھی آپ کے قبضہ میں نہیں۔

خوارق کی انبیاء کی طرف نسبت ملحدین کو زیادہ تکلیف دہ ہے

تماشہ یہ ہے کہ عام قوانین فطرت کی فضا میں جب بعض غیر معمولی واقعات حسب اتفاق پیش آجاتے ہیں تو ہم ان کے ماننے والوں سے جنگ نہیں کرتے لیکن اسی کے مشابہ کوئی چیز جو زمرہ کے عام معمول سے ذرا مستبعد ہو اگر کسی بڑے سے بڑے جلیل القدر پیغمبر کی طرف ہو جائے تو شکوک و شبہات کی لہر ہمارے دلوں میں دوڑنے لگتی ہے اور اس کی نفی کرنے کی ہر ممکن صورت پر ہم غور کرنے لگتے ہیں۔

فرانس کے مشہور معروف فیلسوف کامل فلامرین نے اپنی کتاب والمسائل الروحیہ میں ایسی عو کا ذکر کیا ہے جس کا ایک

Telegram : t.me/pasbanehaq1

OGSPOT.COM
پستان بائیں ماں میں تھا۔ اور وہ بچہ کر اسی سے دودھ پالی تھی۔ یہ عورت ۱۸۲۷ء میں "پیرس" کی جنیتہ فسلطا کے روبرو پیش ہوئی۔

پھر ایسے مشاہدات بیان کئے ہیں کہ ایک مرد کے پیٹ سے تشریح کے بعد لڑکا نکلا جوا مر توام تھا۔ اسی کے جسم میں مدۃ العمر مجوس رہا، ڈاڑھی نکلی اور بوڑ ہوا۔

اب غور کیجئے کہ اسی طرح کے خلقات طبیعیہ کو اگر کوئی شخص یہ کہدے کہ فلاں پیغمبر کے اعجاز فلاں ولی کی کرامت سے فلاں زمانہ میں ایسا ہوا تھا تو منکرین اعجاز کسی نہ کسی عنوان سے اس کی تردید پر فوراً کمر بستہ ہوجائینگے۔

جاپان میں قیامت خیز زلزلہ آیا، کسی ہی بستیاں تباہ ہوئیں اور کتنی ہی مستحکم عمارتیں منہدم ہوگئیں۔

چند سال ہوئے ضلع ہردوئی میں بگول کے مقام میں سے ایک جھیل کا پانی بالکل اُڑ گیا سری جگہ جھیل بن گئی۔ اسی طرح کے اوقات جو خوارق میں سے نہیں۔ صرف الوقوع ہیں۔ ہم سنتے ہیں اور ایک منٹ کے لئے بھی ان کو غلط نہیں سمجھتے۔

لیکن کیا قیامت ہے کہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت وقت کے وقت اگر معتبر سے معتبر راوی بھی یہ خبر دے کہ ایوان کسریٰ میں زلزلہ آیا، اس کے چودہ کنگرے گر پڑے یا دریائے ساوہ خشک ہوگیا یا فارس کی ہزار سالہ آگ بجھ گئی تو متشککین کو اس کے ماننے میں پس و پیش ہونے لگتا ہے!

Telegram : t.me/pasbanehaq1

Toobaa-elibrary.blogspot.com

سیاں بجے رکھنا آنا کسی بڑی بڑی عمارت کا شکستہ ہونا،
دیا کا خشک ہو راگ کا بجھنا ان میں سے کونسی چیز محال ہے۔ یہ
چیزیں قوانی صدذاتہ خوارق میں سے بھی نہیں۔ پھر اگر یہ ہی چیزوں سب سے
جلیل القدر، اور اولوالعزم پیغمبر کی تعریف و وجاہت ظاہر کرنے یا اس کے
عظمت آب مستقبل کی طرف اشارہ کرنے کے لئے حق تعالیٰ ظاہر فرماتا
تم کو کیوں تردد ہونے لگتا ہے۔

روح کے متعلق یہ ... ہو چکا ہے کہ اس شیرو تاثر میں بعد سکانی
زمانی خلل افتاد نہیں ہوتا اور ا جوہر لطیف و کو اپنے عمل میں مسافت
نی کی کچھ پرواہ نہیں۔

پس اگر روح محمدی صلعم کی نورانیت عظیم نے حضرت آمنہ کے لئے
مکہ سے بصریٰ تک روشن کر دیا تو اس میں کیا اشکال

کیا آپ یہ چاہتے ہیں کہ خداوند قادر و توانا، نظام تکوین اور قوانین طبیعیہ
استعمال میں کوئی تصرف آپ کی اطلاع اور مشورہ کے بدون نہ کیا کرے
خدا نہ

اس کی ا ... اُس مسکین ابتہ سے بھی نہ رکھیں تو ہر
قسم کے علم و شعور، ... محروم ہے۔

خوارق کا مانناوہم پرستی نہیں | آپ خوارق و معجزات کے ماننے والوں کو
"سادہ لوح"، ا ر "وہم پرست" کہا کریں لیکن تاریخی اوراق آپ کو بتلا دینگے
کہ اسی قسم کے "وہ لوگوں" اور "وہم پرستوں" نے دنیا کو حکیمانہ

Telegram : t.me/pasbanehaq1

Spot.com

دہم پرستیوں سے نفور کیا ہے۔ ان ہی کے پرخلوص جذبات
عالی ہمت اور اولوالعزم انسان اُٹھے ہیں جنہوں نے بنی نوع انسا
پلٹ کر رکھ دی اور اوہام و تخیلات کا سارا تار و پود بکھیر کر رکھ دیا۔

صداقت کے اِن سے گھبرانا نہیں چاہیئے

بلاشبہ آج دُنیا کی فضا بہت کچھ بدل چکی ہے اور "خوارق" کا نام زبان پر لانا بہادری کا کام ہے۔ لیکن ایک صداقت کے ماننے اور اعلان کرنے میں آدمی کو گھبرانا نہیں چاہیئے۔ وہ وقت آ" والا ہے کہ "خوارق و معجزات" کا مذاق اُڑانے والے اُ چیزوں کے ثابت کرنے کے درپے ہوں گے جن کو آج رد کر رہے ہیں

صداقت ، ممکن ہے کہ اپنا صاف چہرہ دکھلانے میں کچھ تاخیر کرے لیکن وُہ ایک دن ا طرح متجلی ہوگی کہ دیکھنے والے اُس سے آنکھیں نہ چرا سکیں گے۔

انجام ہمیشہ صداقت کے ہاتھ ہے

دیکھو! دُنیا کے سب سے بڑے مرّ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب نعرۂ توحید بلند کیا تو ساری زمین پر کوئی بھ کرنے والا نہ تھا لیکن فضائے کعبہ سے توحید کا جو "صور" پھونکا گیا، آ ہم مندروں اور کلیساؤں تک میں اس کی گونج محسوس کر رہے ہیں۔

آج جو اقوام و ملل دولت توحید سے تہیدست ہیں وُہ بھی اندر ہی اندر اپنی محرومی اور تہیدستی کا ماتم کرتی ہیں اور موحدین کے رُوبرُو شرم سے اُ کو سر اُٹھانا مشکل ہے۔

ہم کو یقین ہے کہ ان پیغمبروں کے اعجاز راویاں کی

Telegram : t.me/pasbanehaq1

toobaa-el

کرامات کا انکار کرنے والے بھی اپنے اس جمود اور ضیق نظر پر پشیمان ہوئے جس کا نام انہوں نے علم رکھ چھوڑا ہے اور جسے وہ سائنس کی بڑی بھاری عقیدت مندی سمجھتے ہیں۔ وَسَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَيَّ مُنْقَلَبٍ يَنْقَلِبُونَ

سائنس خوارق کی تسلیم کیلئے راستہ صاف کر رہی ہے

ہم نے احادیث صحیحہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد پڑھا "انی واللہ ابصر من ورائی کما ابصر من بین یدی" یعنی میرا دیکھنا صرف آگے ہی نہیں بلکہ پیٹھ پیچھے کی چیزیں بھی مجھے ایسے ہی نظر آتی ہیں جیسے کہ سامنے کی۔

بہت سے متفلسفین اس کو قانون فطرت کے خلاف سمجھ کر دور کی تاویل ہو گئے تھے لیکن حافظ ابن حجر وغیرہ محققین نے حدیث کو ظاہر پر عمل کر کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص اور ذات

آج ہم دیکھتے ہیں کہ ایک انگریز ماہر علم بصارت نے انسان کی جلد قوت باصرہ کے راز پر روشنی ڈالی ہے، وہ لکھتے ہیں کہ انسان کے بدن کی جلد کے نیچے چھوٹے چھوٹے ذرات پائے جاتے ہیں جو سارے جسم میں پھیلے ہوئے ہیں۔ یہ ذرے ننھی ننھی آنکھیں ہیں، ان میں اسی طرح تصویر اترتی آتی ہے جس طرح آنکھ کی پتلی میں اترتی ہے کہ انسان کی کھال بھی اسی طرح دیکھتی ہے جس طرح آنکھیں۔ کوئی نابینا ہے، آپ جب کسی نابینا شخص کو بازار میں بھیڑ سے بچا کر گزرتے دیکھتے ہیں تو تعجب کرتے ہیں کہ یہ اندھا راستہ کس طرح سوجھتا ہے۔ انسان کی بینائی کی جلد کے متعلق یہ کہ اس میں تو [illegible] کو اسی طرح پیغام پہنچاتی ہے

Telegram : t.me/pasbanehaq1

logspot com

ڈاکٹر ڈگرل کا بیان کہ آج سے ہزاروں سال پیشتر آنکھوں کے
[illegible] کا ہنر اپنے کمال کو پہنچا ہوا تھا اور عام طور پر رائج تھا۔ لیکن جب
انسان کو یہ معلوم ہوا کہ وہ آنکھوں سے بھی وہی کام لے سکتا ہے جو جلد کی
جلد سے لیتا ہے تو اس نے جلد سے دیکھنے کا طریق ترک کر دیا اور بالآخر جلد
سے دیکھنے کی قابلیت اس میں سے مفقود ہو گئی۔ اگر اس حس کو دوبارہ ترقی
دی جائے تو تعجب نہیں ہے کہ اس کے ذریعہ سے اندھے بھی دیکھنے لگیں۔

بہر سائنس کی ترقی خوارق کی تفہیم میں بہت کچھ مدد دے رہی ہے اور
اسی لئے ہم یہ اُمید رکھنے میں حق بجانب ہیں کہ کچھ عرصہ کے بعد انشاء اللہ
سائنس کے پجاری خوارق کی تسلیم کے لئے گمان مجھکا دیں گے۔

ابھی چند روز پہلے جب یہ سُنتے تھے کہ رسُول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے
درخت جھک گئے یا اُنہوں نے حضور کو سلام کیا یا حضور کے ایماء
اپنی جگہ سے سرک گئے تو ملحدین ان کی "اساطیر الاولین"
کہہ کر ہنسی اُڑاتے تھے۔ اور ان بیانات کو پرانے مسلمانوں کی خوش اعتقادی
یا وہم پرستی پر محمول کرتے تھے۔ لیکن آج ماہرین علم نباتات [illegible] باقی زندگی کے
جو حیرت انگیز حالات ظاہر کئے ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ درخت اور
پودے فی الواقع زندگی کے وہ تمام حسیات و تاثرات [illegible] رکھتے ہیں
جو ابھی تک ذی روح مخلوق کی خصوصیت سمجھے جاتے تھے۔ ہر شخص جو
سے کچھ بھی واقفیت رکھتا ہے جانتا کہ پودے اور پھول بھی اپنی غذا
۔ ان میں بھی جنسوں کا وصل وجفت ہوتا

Telegram : t.me/pasbanehaq1

toobaa-el

ان کی بھی نسل چلتی ہے اور ان میں بھی بڑھاپا آتا
موت کے چنگل میں پھنستے ہیں۔

لیکن بہت کم لوگ یہ یقین کرنے کے لئے تیار ہوں گے کہ پودے دیکھنے اور سننے کی بھی قدرت رکھتے ہیں۔ آپس میں بات چیت بھی کرتے ہیں۔ ان پر عشق و محبت کا وار چلتا ہے۔ رنج و غم ان کو بھی ستاتا ہے اور وہ بھی ہماری طرح جذبات و حسیات سے تاثر پذیر ہوتے ہیں۔

آپ نے دیکھا ہوگا کہ بعض پودے اور پھول محض ہاتھ لگا دینے سے مرجھا جاتے ہیں اور ذرا سے اشارے سے بند ہو جاتے ہیں۔ اس کی چھوئی موئی پر گیا ہے۔

یہ تو وہ حالات ہیں کہ ہر ان اپنی چشم عریاں سے دیکھ سکتا ہے لیکن آپ ہی کے ایک ہموطن ماہر سائنس یعنی سر جگدیش چندر بوس نے اپنی مدت العمر کے تجربات سے پودوں اور درختوں کے جو حالات اپنے ایجاد کردہ عجیب و غریب آلات کے ذریعہ معلوم کئے ہیں۔ ان سے علم نباتات میں ت انگیز انقلاب پیدا ہو گیا ہے۔

آپ تو پھول میں سوائے رنگ و بو کے اور کوئی را نہیں پا لیکن آپ سر جگدیش چندر بوس کی جدید تصنیف کا اگر مطالعہ کر پلانٹس آٹو گرافس اینڈ دیر ریولیشن کے نام سے حال ہی میں شائع ہوئی ہے تو آپ کو معلوم ہو کہ اس ماہر فن نے پودوں پر کس کس قسم کے تجربات کئے کیسے کیسے حیرت انگیز انکشافات کئے ہیں اور ان سے فطرت کے کیسے کیسے

Telegram : t.me/pasbanehaq1

ogspot.com

راز ہا سربستہ معلوم ہوتے ہیں، ان حالات کے دیکھنے اور معلوم کرنے سے بے اختیار زبان پر یہ شعر جاری ہو جاتا ہے ؎

برگ درختانِ سبز در نظرِ ہوشیار
ہر ورقے دفتریست معرفتِ کردگار

مختلف قسم کی ادویہ کا پودوں پر بعینہٖ وہی اثر مترتب ہوتا ہے جو انسان یا جانور پر، تاہم یہ کلوروفارم پودے کو بھی اسی طرح بیہوش کر سکتا ہے جس طرح ہمیں آپ کو،

ایک ایسا آلہ "سپروس" نے بنایا ہے جس سے پودے کی حالت بھی سب کا آپ بخوبی اندازہ کر سکتے ہیں۔

سب سے زیادہ فکا کس پودہ " کہ ایک ذرا سی بھی چھا جانے " اونگھنے لگتا ہے اور شعاع آفتاب پڑ " فی الفور ق دیر بند ہو " حالتِ خواب و بیداری کے تجربے اس پودے " جاتے ہیں۔

اس ف " جھنگا پھول" کا پودہ دریائے گنگا کے کنارے " ل" زیادہ ہوتا ہے۔ یہ دن کے وقت خواب استراحت میں رہتا ہے اور شب میں اپ پوری بہار دکھاتا ہے، افریقہ میں ناریل کے ایسے درخت ہیں جو ساحل سمندر کی سخت اور تیز ہوا کی وجہ سے ایک طرف کو بالکل جھکے ہوئے ہوتے ہیں لیکن صبح کے وقت جب یہ ہوا نہیں چلتی یہ درخت بالکل سیدھے کھڑے ہو جاتے ہیں اور اس وقت ان کے پ ڑنا بڑا دشوار

Telegram : t.me/pasbanehaq1

toobaa-e

کام ہے لیکن وقت مقررہ پر یہ سب پھر جھک جا
کو پا طرح سیدھے کھڑے ہو جاتے ہیں۔

ل" کے اُس "تاڑ" کے درخت کا حال تو اکثر لوگوں کو معلوم
جو کہ طلوع آفتاب کیساتھ بیدار ہوتا ا ر ر زمین سے اُٹھ کر سیدھا
تا تھا لیکن جُوں جُوں سُورج ڈ یہ درخت بھی جھکنے لگتا تھا
اور غروب آفتاب کے سا یہ بھی سجدہ ہو۔

کیا نباتات کے متعلق یہ جدید انکشافات اور سر بوس کی تصانیف پڑھ
کر کسی انصاف پسند طالب حق کو یہ جرات ہو سکتی ہے کہ سیرۃ النبی صلے اللہ
علیہ وسلم کے اُن مستند و معتبر حقائق کی تکذیب کرے جو نباتات میں حس و
شعور، ارادہ، نطق، اور بات محبت وغیرہ کی موجودگی پر دلالت کرتے ہیں
ہم اسلامی تاریخوں "یا سارية الجبل" کا مشہور ا ا
تھے لیکن "وائرلیس" کی ایجاد سے پہلے ہمارے لئے یہ سمجھنا کس قدر مشکل تھا
کہ شاید ایک روحانی "وائرلیس ٹیلیفون" کے ذریعہ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ
کی آواز سلیہ رضی اللہ عنہ تک پہنچ گئی ہو۔

عالمگیر جنگ کے زمانہ میں ایک لاسلکی پیام پیرو پیڈ سے لندن کو چلا
راستہ میں بعض جرمن اُسے جذب کرنے لگے۔ اوپر سے ایک فرانسیسی طیارہ
نے ان جذب کرنے والوں پر بم پھینکا اور جرمن اپنی سعی میں ناکام رہے۔

دیکھئے یہ مادی واقعہ اس روحانی واقعہ سے کس قدر مشابہت رکھتا ہے
جو لاسلکی پیام سرزمین عجاز کو رہا شیاطین اُس کو اُچکنا چاہتے

Telegram : t.me/pasbanehaq1

.com

ہیں لیکن اوپر سے شہاب ثاقب کا گولہ ان کا کام تمام کر دیتا
ناکامیاب، و نامراد دھکیل دیئے جاتے ہیں۔

اس قسم کے بیشمار سائنٹفک شواہد و نظائر "خواب" اور دیگر مشکل اور غامض مسائل کی تفہیم کے متعلق ہمارے کام کو بہت آسان بنا دیتے ہیں۔ قدرت کی نسبت اپنی سنجیدہ نظری اور کم مائگی کی بنا پر جو غلطیاں ہم کر رہے ہیں ان میں سے بہت سی اغلاط کی اصلاح کر دی ہے

اب قانون کا لفظ استعمال کرتے وقت ہم کو بڑی احتیاط کرنی پڑتی ہے اور کسی چیز کو روزمرہ کے معمول کے خلاف دیکھ کر جھٹ پٹ یہ دعوے نہیں کر سکتے کہ وہ قانون قدرت کے خلاف ہے۔

سچ تو یہ ہے کہ "قانون قدرت" کے اس لفظ سے بھی ہم کو بہت کچھ دھوکا دیا گیا ہے۔ یہ لفظ عرب کرنے والا تو بہت ہے مگر ہم جس مفہوم کو اس لفظ سے ادا کرنا چاہتے ہیں اس کی یہ صحیح تعبیر نہیں، فی الحقیقت جس چیز کا نام ہم نے "قانون قدرت" رکھا ہے وہ "عادت" ہے۔

قدرت اور عادت | یہ دو لفظ ہیں جن کا فرق اُن کے سادہ مدلول ہی سے ہویدا ہے۔ ایک کام کی قدرت (یعنی کر سکنا) اور عادت (یعنی کرتے رہنا) دونوں الگ الگ چیزیں ہیں۔

ہر انسان اپنے تئیں محسوس کرتا ہے کہ خورد و نوش، لباس، سواری شہرت کے متعلق جو امور اُس کی عادت میں داخل ہیں وہ اُن کے خلاف ہے، مگر اُن کے خلاف عمل کرنا اس کی عادت میں داخل نہیں، اسی طرح

Telegram : t.me/pasbanehaq1

toobaa

. لو خدا کی ہستی اور اُس کی قدرت کے قا ۔ اُن کو لامحالہ یہ تسلیم کرنا پڑا ۔ کہ خدا کی قدرت ، ارادہ ، عادت ، یہ تینوں ایک دوسرے سے بالکل متمیز ۔ ضروری نہیں کہ جو کچھ خدا کر سکتا ہے وہ سب کرڈالا ، اور جو کرڈالے اُسی کو بار بار اور ہمیشہ کرتا رہے ۔ خدا کی قدرت اور عادت کو مترادف ثابت کرنے کی کوئی دلیل ہمارے پاس نہیں ہے بلکہ ایسے دلائل موجود ہیں اور عادت کے تفاوت کو بخوبی ظاہر کرتے ہیں ۔

دیکھو ! ہم اُس قادرِ مطلق کی یہ عادت برابر دیکھتے چلے آتے ہیں کہ وہ بچہ کو رحم مادر سے نکالتا ہے اور پھر بتدریج پرورش کرتا ہے ۔ چنانچہ ہم میں سے کسی نے نہیں دیکھا کہ کوئی جوان انسان یوں ہی آسمان سے گرا دیا گیا ہو یا زمین سے اُگ آیا ہو ۔ مگر اس کے باوجود ہم یقین رکھتے ہیں کہ اس کی عادت مستمرہ کے خلاف رحم اور نطفہ کے توسط کے بدون انسان کو پیدا کرنا بھی خدا کی قدرت میں داخل ہے ۔ آ ابتداء آفرینش میں جب انسان پیدا ... تو یقیناً اس کی کیفیت اس متعارف طریقہ پیدائش بالکل علیحدہ تھی اور تمام اقوام و ملل کو تسلیم کرنا پڑا ہے کہ اس وقت ایک یا متعدد انسان بغیر الدہ کے کسی سبب اور موجودہ قانون تناسل کے جہان وجود میں محض خدا کی قدرت سے پیدا ہو گئے ۔

مذہب یہ تسلیم کرتا ہے ، وہ اس کے مطلق کو ظاہری سلسلۂ اسباب میں ایسا جکڑ بند کر دے ۔ زیادہ کیونکر ہی حکمت اور مصلحت کا اقتضاء ہو مگر وہ ایک منٹ کے لئے ان اسباب سے

Telegram : t.me/pasbanehaq1

spot com

علیحدہ ہو کر کو ناکام کرنے سے بھی مجبور اور عاجز ٹھہرے؟

سبب و مسبب اور علت و ل کے تمام سلاسل کو کسی ایسی حد پر ختم کرنا ضروری ہے جہاں خالق کل کا دست قدرت اسباب و وسائط کو چھوڑ کر براہ راست کسی چیز کو موجود کرتا ہے، پھر کیسے دعویٰ کیا جا سکتا ہے کہ ہزار یا ں سال گذر جانے کے بعد حق سبحانہ وتعالیٰ میں جو لم یزل ولا یزال ہے بعلاہ اللہ آج روز قدرت باقی رہا جو اسباب سے الگ ہو کر کسی چھوٹی یا بڑی چیز کو ایجاد کر سکے

بلاشبہ اُس کے کمالات لازوال اور ہر قسم کے نقص و قصور سے بالکل منزہ ہیں اور اس کی قدرت میں یقیناً یہ داخل ہے کہ جب چاہے سبب کو بدون مسبب کے اور مسبب کو بدون سبب کے پیدا کر دے مثلاً آگ موجود ہو نہ جلانے یا کوئی چیز جل جائے مگر آگ موجود نہ ہو۔

بے شک آگ سے جلانا اس کی عام عادت ہے لیکن اگر کبھی کسی مصلحت سے اس عادت کے خلاف ظاہر ہو تو وہ بھی حکمت القدسۃ ہے۔

خرق عادت یعنی کبھی کبھی سلسلۂ اسباب سے علیحدہ ہو کر محض قدرت اسم کے اظہار کے طور پر کو کرنا قدرت کے خلاف نہیں ہو سکتا۔ ہاں عام عادت اور معمول کے خلاف ہو کو قانون ت کے خلاف کہنا صحیح ہو تو ہو مگر قانون قدرت کے خلاف قرار دینا کا غلط استعمال اور آمیز تعبیر ہے۔

تو ر ا ت دو الگ الگ چیزیں ہیں۔ اسباب سے مسبب کا

Telegram : t.me/pasbanehaq1

toobaa-

کرنا، خدائی قدرت ہے اور بلاسبب کے مسبب بنا دینا قدرت کا کام ہے اسباب کا سارا سلسلہ قدرت کا بنایا ہوا ہے ویسے کہ قدرت اسباب کی بنا پر نہیں اسی لئے قدرت تو اسباب پر حکم ہوگی، لیکن اسباب معاذ قدرت کے پاؤں میں زنجیر نہیں ڈال سکتے۔

دتِ عامہ و خاصہ

معجزہ خدا کی خاص عادت ہے | قدرت اور عادت کی اس تفریق کے وقت ایک اور بات بھی یاد رکھنی چاہیئے یعنی جیسا کہ ہم مشاہدہ کرتے ہیں عادت کی بھی دو قسمیں ہیں:-

(۱) عادت مستمرہ عامہ — دت موقتہ خاصہ

دت عامہ مستمرہ سے میری مراد وہ دت ہے جس کا استعمال بکرات و مرات، جلد جلد اکثر اور بیشتر اوقات۔ اس کے "بل" عادت خاصہ موقتہ "وہ ہوگی جس کا تجربہ ہوا کرے۔

"ایک شخص کو ہم دیکھتے ہیں کہ بڑا نرم خو، حلیم الطبع اور بردبار ہے لیکن اس کو اشتعال دلانے پر اسے غصہ نہیں آتا لیکن اس کے ساتھ پیغمبر علیہ السلام کی ادنیٰ سی توہین کی جائے تو بیتاب

Telegram : t.me/pasbanehaq1

gspot.com

ہو کر آپے سے باہر ہو جاتا کے وقت اس کی یہ سخت گیری اور
درشتی اگرچہ اس کی عام حالت (بادی، عفو و درگزر) کے خلاف ہے
[illegible] اس کی ایک خاص اور مستقل عادت ہے جس کے تحت
موقع گناہ [illegible] اس کے اسباب مہیا ہو [illegible]

یاد رکھو! جس چیز کا نام ہم معجزہ رکھتے ہیں وہ بھی اللہ کا ایک فعل
جو اس کی عام عادت کے کو خلاف ہو مگر عادت خاصہ کے خلاف نہیں ہوتا
بلکہ اُس کے موافق ہوتا ہے، کیونکہ خاص اوقات میں مخصوص مصالح کی بنا
عام عادت کو چھوڑ کر خوارق و معجزات کا ظاہر کرنا یہ بھی حق تعالیٰ کی خاص عادت
سلسلۂ اسباب و مسببات کا قائم [illegible] اگرچہ اس کی عام عادت ہے
لیکن بار بار یہ بھی تجربہ ہو چکا ہے کہ جب اپنے سفراء اور مقربین کی تصدیق
کرنا ہوتی ہے تو ان کے ہاتھوں پر غیر معمولی علامات ظاہر کرتا ہے جس سے
دنیا سمجھ لے کہ بیشک یہ اس کے سفیر اور مقرب و معتمد ہیں جن کے دعوے
کی تصدیق و تنویر کے لئے وہ [illegible] ل چیزیں پیش کر کے ساری مخلوق
کو انس کی مثل لانے سے عاجز کر [illegible] اور یہی معنی بھی پائے عقل اور فطرت
کا فیصلہ بھی یہی ہے کہ خدا اپنے خاص و وفادار بندوں کے ساتھ وہ معاملہ کرے
جو دوسروں سے نہ کرے، کیا ایک گاؤں کے مکھیا یا نمبردار کے کہنے سے
داستر انے وہ کام کر سکتا ہے جو ایک صوبہ کے گورنر کے کہنے سے کرتا؟
ماں، باپ، بیوی، اور احباب، اقارب، حکام، رعایا، غرض
ساتھ انسان کا معاملہ اور اس کی عادت جداگانہ

Telegram : t.me/pasbanehaq1

کہ یہ حاکم ہے یہ محکوم ہے، یہ باپ ، یہ ڈاکٹر بیٹا ہے، ایسا اوقات جو بے تکلفی یا خلاف طبع امور کا تحمل آدمی اپنے مخلصوں اور دوستوں کی رعایت سے کرے ۔ وہ ہرگز ساری دنیا کے دباؤ سے نہیں کر سکتا ایک استاد کا خاص خاص شاگردوں کے ساتھ جو معاملہ ہوتا ہے وہ تمام طلبہ سے مستثنیٰ ہوتا ہے۔ ان سب صورتوں میں عام عادت سے علیحدہ معاملہ کرنا ہی قرین قیاس اور عقل و فطرت کے موافق ہے تاکہ تفاوت مراتب اور اختلاف مدارج کے سمجھنے میں کوئی مغالطہ اور اشکال نہ رہے۔

اس امر کو ملحوظ رکھ کر میں یہ کہتا ہوں کہ معجزہ فطرت کا مقتضا ہے اس کے مخالف کیونکر ہو سکتا ہے۔ بلکہ اگر معجزات ظاہر نہ ہوں تو یہ حکمت کے خلاف ہوگا، سفاہت ہوگی۔

جو لوگ خدا کی وجہ سے اپنی جان، اپنی آبرو ہتھیلی پر رکھ کر خدا کے لئے کھڑے ہو جاتے ہیں اور ابھی ان سے یہ دعویٰ کرتا ہے کہ "آؤ تمہاری سب کی نجات میرے اتباع میں منحصر ہے" ضروری ہے کہ ان کی وجہ سے عام عادت سے بالا تر کار قدرت کے ظاہر ہوں جو کہ تمام دنیا کو اپنی نظیر پیش کرنے اور تمام مخلوق کو عاجز کر دیں، یہ ہی ہیں معجزہ کے۔

یاد رکھیئے کہ "معجزہ" خدا کا فعل ہوتا ہے۔ اس کو نبی کا سمجھنا سخت غلطی ہے۔

خدائی فضل انسانی افعال سے بدایۃً ممتاز ہوتا ہے | بلاشبہ خدائی

Telegram : t.me/pasbanehaqT

blog p t om

بندوں کے افعال میں نمایاں امتیاز ہوتا ہے۔ خدائی کام کی نقل بندہ اُتار سکتا ہے لیکن عاقل مبصر کو اصل اور نقل میں کبھی التباس بھی نہیں ہو سکتا۔

گلاب خدا کا بنایا ہوا ہے۔ اب تم بھی کاغذ وغیرہ کے پھول بنانے ہو تمہارے پھول پر پانی کا ایک چھینٹا پڑ جائے تو تمہاری صنعت کا سارا پول کھل جاتا ہے لیکن قدرت کے پھول میں تو اس میں اور زیادہ صفائی اور تازگی محسوس ہوتی ہے۔

انسان جانداروں، درختوں، پھولوں کی تصویر کھینچ لیتا ہے مگر مچھلی کی آنکھ، مکھی کا پر، مچھر کی ٹانگ، بلکہ ایک جَو کا دانہ تمام عالم مل کر بھی نہیں بنا سکتا۔ لاکھوں مجسمے، کروڑوں بیل بوٹے دنیا کے صناع بناتے ہیں، مگر مچھر کا ایک پر بنانے سے بالکل عاجز ہیں۔ لَنْ يَخْلُقُوا ذُبَابًا وَلَوِ اجْتَمَعُوا لَهُ۔

اسی کا نام خدائی فعل ہے اور جب ایسا فعل بدون توسط اسباب کے جو اس کی تکوین کے لئے متعارف ہیں، کسی مدعی نبوت کے ہاتھ پر ظاہر ہو اس کا نام معجزہ ہو جاتا ہے۔

معجزہ کوئی فن نہیں پس جب یہ ثابت ہوا کہ معجزہ اللہ تعالیٰ کا فعل ہے جو بدون تعالی اسباب کے ظہور پذیر ہو تو دوسرے خدائی کاموں کی طرح اس میں بھی کسی صناع کی صنعت کو دخل نہیں ہو سکے گا، بنابریں تنجیم، کیمیا، سمریزم، سحر، شعبدہ بازی کی طرح معجزہ کوئی فن نہیں جو تعلیم و درس سے حاصل ہوتا ہو۔ یہ فنون سیکھنے سے حاصل ہو سکتے ہیں۔ لیکن معجزہ میں نہ تعلیم و تعلم ہے۔ نہ انبیاء کا کچھ اختیار اس میں چلتا ہے نہ معجزہ صادر کرنے کا کوئی خاص

Telegram : t.me/pasbanehaq1

toobaa

ضابطہ اور قاعدہ ان کو سکھلایا۔ کہ جب چاہیں ویسا کرکے ویسا
ہی معجزہ دکھلا دیا کریں بلکہ جس طرح ہم قلم لے کر لکھتے ہیں اور
ہر ایک معلوم ہوتا ہے کہ قلم لکھتا ہے اور فی الحقیقت اس کو لکھنے میں کوئی اختیار نہیں ہوتا
یہی صورت معجزہ کی بھی ہے ایسا نہیں کہ انبیاء جس وقت چاہیں مثلاً
سے پانی کے چشمے جاری کر دیں بلکہ جس وقت اللہ تعالیٰ کی حکمت بالغہ
ہوتی ہے جاری ہو سکتے ہیں، برخلاف فنون سحر وغیرہ کے جو تعلیم و تعلم
حاصل کئے جاتے ہیں ان پر جس وقت چاہیں قواعد مقررہ اور خاص خاص
کی پابندی سے یکساں نتائج اور ایک ہی طرح کے آثار و کیفیات دکھلا
جا سکتے ہیں مگر آج تک مدعیان نبوت و اعجاز کی طرف سے کوئی درسگاہ
معجزہ سیکھنے سکھانے کی نہ بنی، نہ کوئی قاعدہ اور ضابطہ مدون ہوا، نہ
کوئی کتاب تفہیم مسمریزم سحر کی طرح معجزات سکھلانے والی تصنیف کی گئی بلکہ
خدا کا فعل ہوتا ہے جو تمام دنیا کو تھکا دیتا ہے۔ اگر افعال میں سے ہے
تو اس جیسے فعل سے دنیا عاجز ہے اور اگر اقوال میں سے ہے تو اس جیسے
کلام سے تمام دنیا کے بڑے مجبور اور درماندہ ہیں، رسول کے اختیار
یا قدرت کو کچھ دخل نہیں، اسی واسطے انبیاء سے جب معجزات طلب
کئے گئے تو اللہ پر حمل کیا، فرماتے ہیں۔

وَقَالُوا لَنْ نُؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى تَفْجُرَ لَنَا مِنَ الْاَرْضِ يَنْۢبُوْعًا
اَوْ تَكُوْنَ لَكَ جَنَّةٌ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّعِنَبٍ فَتُفَجِّرَ الْاَنْهٰرَ
خِلٰلَهَا تَفْجِيْرًا ۝ اَوْ تُسْقِطَ السَّمَآءَ كَمَا زَعَمْتَ عَلَيْنَا كِسَفًا

Telegram : t.me/pasbanehaq1

أَوْ تَرْقَىٰ فِي السَّمَاءِ وَلَنْ نُؤْمِنَ لِرُقِيِّكَ حَتَّىٰ تُنَزِّلَ عَلَيْنَا كِتَابًا نَقْرَؤُهُ ۗ قُلْ سُبْحَانَ رَبِّي هَلْ كُنْتُ إِلَّا بَشَرًا رَسُولًا ۝

(اور وہ تم سے کہتے ہیں کہ ہم تو اس وقت تک تم پر ایمان نہیں لائیں گے کہ یا تو تمہارے لئے زمین سے کوئی چشمہ بہا نکالو یا کھجوروں انگوروں کا تمہارا کوئی باغ ہو اور اس کے بیچ میں تم بہت سی نہریں جاری کر دکھاؤ یا جیسا کہ تمہارا خیال ہے آسمان کے ٹکڑے ہم پر لا کر گراؤ۔ یا خدا اور فرشتوں کو ہمارے سامنے لا کھڑا کرو یا رہنے کے لئے تمہارا کوئی طلائی گھر ہو یا آسمان پر چڑھ جاؤ اور جب تک تم وہاں سے ایک کتاب اتار کر نہ لاؤ کہ ہم آپ اس کو پڑھ لیں ہم تمہارے چڑھ جانے کو بھی باور کرنے والے نہیں۔ کہدو (اے محمد صلعم) کہ میں رسول تو ہوں مگر بشر رسول ہوں خدا نہیں ہوں یعنی معجزہ تو بشر کا فعل نہیں ہے خدا کا فعل ہے۔ میرے قبضہ میں یہ نہیں کہ جو چاہوں تمہیں دیدوں بلکہ جس قدر خدا میری تصدیق کی علامات طور پر کافی اور مناسب جانتا ہے ظاہر کرتا ہے۔)

معجزہ کچھ ایسے حالات کے ساتھ آتا ہے کہ اس میں شبہ کی گنجائش نہ رہے

جب موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کو دعوت دی اور عصا کا معجزہ دکھایا اس کا جواب دینے کے لئے فرعون نے بڑے بڑے ساحروں کو جمع کیا

Telegram : t.me/pasbanehaq1

اور وہ بھی موسیٰ علیہ السلام کے مقابلہ میں اپنی لاٹھیاں اور رسیاں لے کر پہنچ گئے۔ وہ سمجھے ہوئے تھے کہ موسیٰ ۔ رے ہم پیشہ ساحر ہیں اسی لئے کہا:

إِمَّا أَنْ تُلْقِيَ وَإِمَّا أَنْ نَحْنُ الْمُلْقِينَ ۝

(پہلے تم ڈالو یا ہم)

موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ "تم پھینکو" جب انہوں نے اپنی رسیاں اور لاٹھیاں پھینکیں اور وہ چلتے ہوئے سانپ نظر آنے لگے (فَأَوْجَسَ فِي نَفْسِهِ خِيفَةً مُوسَىٰ) موسیٰ علیہ السلام اپنے دل میں ڈر حالانکہ اگر وہ پیشہ ور ساحر ہوتے تو ڈر کی کوئی وجہ نہ تھی۔

شیخ اکبرؒ فرماتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر یہ خوف کیوں طاری ہوا اور کیوں طاری کیا گیا؟ یعنی خوف کا منشا کیا تھا اور اس کے طاری ہونے میں کیا حکمت تھی؟ اگر کہا جائے کہ سانپوں کی صورت دیکھ کر ڈر گئے تو موسیٰ علیہ السلام جیسے پیغمبر کو ان لاٹھیوں اور رسیوں سے کوئی خوف ہونا چاہیے تھا۔ خصوصاً جب کہ اسی نوعیت کے امر کا تجربہ وہ دو مرتبہ کر چکے تھے۔ پہلا واقعہ القاء عصا کا ہوا اُس پر لاتخف سن کر کیونکہ وہاں بھی خائف ہوئے وَلَمْ يُعَقِّبْ جس کے جواب میں کہا گیا:

لَا تَخَفْ إِنِّي لَا يَخَافُ لَدَيَّ الْمُرْسَلُونَ

(اے موسیٰ مت ڈر میرے ۔۔۔ ڈرا کرتے)

Telegram : t.me/pasbanehaq1

پھر دوسری مرتبہ فرعون کے سامنے لاٹھی ڈال کر بھی دیکھ چکے تھے۔ شیخ فرما کہ پہلی دفعہ پہاڑ پر بشری خوف تھا جو کہ وہیں ختم چکا تھا۔ اب دوسری "جو خوف ساحرین کے مقابلہ میں طاری ہوا۔ اس وجہ سے کہ موسیٰ علیہ السلام جانتے تھے کہ میرے ساتھ میں کوئی طاقت اور قدرت نہیں، کہیں ساحرین کی اس شعبدہ بازی کے سامنے حق کا کلمہ پست نہ ہو اور بے وقوف لوگ ان جھوٹے کرشموں کو دیکھ کر فتنہ نہ پڑ جائیں

لَا تَخَفْ اِنَّكَ اَنْتَ الْاَعْلٰى

(تو مت ڈر تم ہی سربلند ہو کر رہو گے)

خوف کا منشا تھا آگے اس کی حکمت بیان فرماتے ہیں کہ جب بڑے بڑے اور بڑے بڑے آدمی پر خوف و گھبراہٹ کے آثار ہویدا ہوتے ہیں اُن کو محسوس کر کے ساحرین سمجھے کہ ہمارے پیشہ کا آدمی ہرگز نہیں۔ یا کم از کم اس کو کوئی ساحرانہ عمل ایسا معلوم نہیں جس سے ہمارے مقابلہ میں قلب کو مطمئن رکھ سکے۔

اس کے بعد موسیٰ علیہ السلام نے اپنا ذن اللہ تمام جادو کے سانپوں کو نگل گیا تو ساحرین نے یقین کر لیا کہ یہ ترکوئی اور حقیقت ہے۔ وہ سب بے اختیار سجدے میں گر پڑے اور چلا اُٹھے کہ ہم بھی موسیٰ اور ہارون کے پروردگار پر ایمان لاتے ہیں۔ فرعون نے بہت کچھ دھمکیاں دیں اور فرد وہ کرنا چاہا مگر اُن کا جواب

Telegram : t.me/pasbanehaq1

فَاقْضِ مَا أَنْتَ قَاضٍ ۖ إِنَّمَا تَقْضِي هَٰذِهِ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا
إِنَّا آمَنَّا بِرَبِّنَا لِيَغْفِرَ لَنَا خَطَايَانَا وَمَا أَكْرَهْتَنَا عَلَيْهِ
مِنَ السِّحْرِ ۗ وَاللَّهُ خَيْرٌ وَأَبْقَىٰ

(جو کچھ تجھے فیصلہ کرنا ہے کر گذر تو اس سے زیادہ نہیں کہ صرف
اس دُنیا کی (چند روزہ) زندگی کا فیصلہ کر سکتا ہے۔ ہم تو اپنے
ولا یر ۔) پروردگار پر ایمان لا چکے ہیں تاکہ وہ ہماری
اور اُن سا حوانہ حرکتوں کو معاف فرما جو تو نے ہم سے
اور اللہ سب سے بہتر اور ہمیشہ باقی رہنے والا ہے)

آیۃ ۔ بینات دیکھ کر ۔ پر: آنے اُن کا حال بتلا
وَجَحَدُوا ۔ وَاسْتَيْقَنَتْهَا أَنْفُسُهُمْ ظُلْمًا وَعُلُوًّا ۚ

(اُنہوں نے ہماری آیات کا انکار کیا۔ ظلم سے اور زیادتی سے
حالانکہ اُن کے دلوں کو سچائی کا (پورا پورا یقین حاصل تھا۔)

(فرعون کو خطاب کر کے حضرت موسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں ۔
لَقَدْ عَلِمْتَ مَا أَنْزَلَ ۚ لَاءِ إِلَّا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ
بَصَائِرَ وَإِنِّي لَأَظُنُّكَ يَا فِرْعَوْنُ مَثْبُورًا ۚ

(تو خوب جانتا ہے کہ یہ آیات آسمان و زمین کے پروردگار کے سوا
کسی نے نہیں اُتاریں اور فرعون بیشک میں تجھے سمجھتا ہوں کہ تو
(اس علم کے باوجود) ہلاکت میں ہے)

معجزہ خدا کی طرف سے نبوت کی فعلی تصدیق ہے | یہیں سے ہم اس نتیجہ پر

Telegram : t.me/pasbanehaq1

dot com

پہنچے ہیں کہ معجزہ فی الحقیقت حق تعالیٰ کی طرف نبوت کی عملی تصدیق ہے۔
جو شخص دعویٰ کرتا ہے کہ میں نبی ہوں یعنی حق تعالیٰ نے مجھ کو اپنے منصب
رت پر سرفراز فر اور تمام مخلوق میں سے مجھ کو اپنے فرامین و ہدایات
پہنچانے کے لئے چھانٹ لیا ہے۔ نجات ابدی سے بہرہ ور ہونا
یہی اتباع میں منحصر ہے۔ میرے اتباع سے الگ ہو کر
کی کوئی سبیل نہیں۔

یہ سب دعاوی خدا تعالیٰ کے سامنے، اُس کی در ۔ اُس کے آستان
کے نیچے ہاتھ بلند بار بار کرتا اور یہ بھی کہتا ہے کہ اللہ جل شانہٗ میرے
ہاتھوں اور زبان سے وہ چیزیں ظاہر فرمائے جو اس کی عام عادت کے خلاف
ہوں گی اور دنیا اُن کی مثال لانے سے عاجز ٹھہرے گی۔ پھر اسی کے موافق
مشاہدہ بھی کیا جا رہا ہو تو یہ خدا کی جانب سے اُس کے دعوے کی عملی
تصدیق ہے اور خدا تعالیٰ چونکہ جھوٹی تصدیق نہیں کرتا نبی کا دعوے
معجزہ کے ظہور کے بعد سچا ثابت ہوتا ہے۔

ا یہ یقین رکھتے ہیں کہ حق جو تمام سچائی
کا سرچشمہ اور ہے، کسی انسان کو یہ دسترس نہ دے گا کہ وہ
نبوت کا جھوٹا دعویٰ کر برابر ایسے خلق عادت دیتا رہے کہ وہ
مقابلہ سے عاجز ہو جائے، ضرور کہ خدا ایسے حالات پر رد
کر اس کی طرف سے مجرے کی عملی تصدیق نہ ہونے پا

عملی تصدیق کی مثال آپ مجلسوں میں دیکھتے ہیں اور کونسلوں اور پارلیمنٹوں

Telegram : t.me/pasbanehaq1

toobaa

کا حال سنتے ہیں کہ جب کسی مسئلہ ، تجویز ۔ انتخاب پر بحث چھڑ جاتی ہے
تو فریقین کی پوری زور آزمائی اور ردّ و کد کے بعد فیصلہ کا مدار اس پر
ہوتا ۔ کہ رائے دہندگان جمع کر جائیں جس کے لئے شر ۔ اجلاس سے ہاتھ اٹھوائے
جائیں یا ووٹ لئے جائیں ۔ اس ریزولیوشن کی تصدیق
سنہ ہاں ہونے کی قطعاً ضرورت
نہیں ہوتی ۔

ایک شخص کی نسبت پبلک جلسہ میں رائے لی جاتی ۔ آیا جمہور کو
اس پر اعتماد ہے ؟ اس پر ہاتھ اٹھا دیئے جاتے ہیں ۔ یہی اس بات کی علامت
ہوتی ہے کہ اُن سب کی رائے اس شخص کے حق میں ہے ۔ ہم دن رات سینکڑوں
دفعہ ہاتھ کو اوپر اٹھاتے ہیں اس کو کسی چیز کے ثابت کرنے یا رد کرنے میں
کوئی دخل نہیں ۔ لیکن یہی ہاتھوں کی وضع طبعی اور ہیئت اصلی کے خلاف
اوپر کو رائے دینا جب کسی ریزولیوشن کی تسلیم و انکار یا کسی دعوے کی صحت و
بطلان کی آزمائش کے موقع پر ہو تو غیر سے غیر انسان کو بھی شک و شبہ
کی گنجائش نہیں رہتی ۔ اس وقت کھڑے ہوئے ہاتھوں ہی کے شمار سے
رایوں کا شمار کر لیا جاتا ۔ اور پھر بڑے نازک اور عظیم الشان مسائل کے فیصلے
ہاتھ کی اس غیر طبعی حرکت پر بے چون و چرا ہو جاتے ہیں پس جس طرح
ہاتھوں کا نیچے لٹکائے رکھنا آدمی کی عادت اور وضع طبعی کے موافق ہے اور
اوپر کو اٹھانا کبھی کبھی خاص ضرورت اور مصلحت سے ہوتا ۔ اور یہی غیر طبعی
وضع جب کسی ریزولیوشن پر ووٹ لینے کے اختیار کی جاتی ریزولیوشن

Telegram : t.me/pasbanehaq1

یا دعوے کی بے شک و شبہ تصدیق و تائید بھی جاتی ہے۔

ٹھیک اسی طرح جو تعلق شانہ کا جو فعل علم سنن طبیعہ کے سلسلہ میں ظہور پذیر ہو اس کی عام سنت اور عادت کہلاتی ہے اور جو اب سے علیحدہ ہو کسی خاص مصلحت اور حکمت کے اقتضاء سے ظاہر ہو خرقِ عادت ہے۔

اور یہی خرقِ عادت جب کسی شخص کے دعوی نبوت اور تحدی کے ساتھ اس سے یا اُس کے کہنے کے موافق صادر ہو یہ معجزہ۔ کہ جو من جانب اللہ اس کے دعوی کی فعلی تصدیق ہے۔

معجزہ، کرامت، ارہاص | لیکن اسی کے مشابہ کوئی خرقِ عادت اگر کسی نبی کے متعلق اس کے دعوی نبوت یعنی بعثت اور تحدی سے پہلے ظاہر ہو اُس کو ارہاص کہتے ہیں، اور اگر کسی غیر نبی کے ہاتھ پر اتباع نبی کی برکت سے اس قسم کے خارق عادت نشانات دکھلائے جائیں تو اس کا نام کرامت ہے

کرامت اور استدراج کا فرق | ہاں ایک چیز ان تینوں کے سوا اور ہے جس کو متکلمین کی زبان میں استدراج کہتے ہیں یعنی وہ خارق عادت جو گاہ بگاہ کسی بدکار، گمراہ، فاسق یا کافر مشرک اور کذاب انبیاء کے ہاتھ سے ظاہر ہوتے ہیں اگرچہ یہ خوارق بھی صورۃً اُن خوارق سے مشابہ ہو سکتے ہیں جن کا نام ہم نے کرامات رکھا ہے لیکن سمجھنے والوں کے نزدیک ان دونوں میں ایسا ہی فرق ہے جیسا کہ ایک نجیب الطرفین مولود اور ایک ولد الزنا میں۔ کہ ہر دو نوں بچے یکساں شکل و صورت رکھتے ہیں اور بظاہر دونوں ایک ہی طرح کی حرکت و عمل کا نتیجہ ہیں۔ مگر محض اس کہ ان میں سے ایک بچہ

Telegram : t.me/pasbanehaq1

حرام کا نتیجہ اور دوسرا عمل مشروع اور طیب کا ثمرہ ہے، ہم پہلے کے تو ذکر مذموم و قابلِ نفرت اور دوسرے کی ولادت کو محمود اور موجب مسرت و ابتہاج سمجھتے ہیں۔

ٹھیک اسی طرح جو "خوارق عادات" انبیاء رسول اور خدائے واحد کی پرستش کا نتیجہ ہوں وہ کرامات اولیاء کہلاتی ہیں جن کے مبارکہ محمود ہونے میں کوئی شک نہیں۔ اس کے برخلاف جو "خوارق" اتباع شیطان، عبادت غیر اللہ، فسق و فجور، اختلاف فی الارض کے ثمرات ہوں۔ اُن کا نام استدراج اور "ف شیطانی" ہے۔ اور اسی جگہ سے ہمارا یہ خیال ہے کہ ہم صرف کرامات سے ولی کو نہیں پہچان سکتے بلکہ ولی سے کرامات کو پہچانتے ہیں اور یہ بڑے شکر کا مقام ہے کہ اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل سے ہم کو اس قسم کے فروق تلقین فرما کر حق کو باطل سے محفوظ رکھا ہے۔ واللہ ولی التوفیق۔

اَللّٰھُمَّ اَرِنَا الْحَقَّ حَقًّا وَّارْزُقْنَا اتِّبَاعَہٗ
وَاَرِنَا الْبَاطِلَ بَاطِلًا وَّارْزُقْنَا اجْتِنَابَہٗ
بِحُرْمَۃِ نَبِیِّکَ وَحَبِیْبِکَ سَیِّدِنَا
مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ
وَاٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ
وَسَلَّمَ

Telegram : t.me/pasbanehaq1

Telegram : t.me/pasbanehaq1

الٓرٰ كِتٰبٌ اُحْكِمَتْ اٰيٰتُهٗ ثُمَّ فُصِّلَتْ

آ۔ یہ ایک ایسی کتاب ہے کہ جس کی آیتیں محکم کی گئی ہیں پھر صاف صاف بیان کی گئی ہیں

اعجاز القرآن

بالمناقہ رسالہ

۱: اَلرّوح فی القرآن

۲: اَلمعراج فی القرآن

از تالیفات

شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانیؒ

ناشر

ادارۂ اسلامیات ۱۹۰ انارکلی۔ لاہور

Telegram : t.me/pasbanehaq1

Telegram : t.me/pasbanehaq1

عرضِ ناشر

شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانیؒ (۱۸۸۵ — ۱۹۴۹ء) برصغیر کی ان چند نامور ہستیوں میں سے ایک ہیں جن کی نمایاں ملی، سیاسی اور عظیم دینی خدمات، روشنی کے مینار کی حیثیت رکھتی ہیں۔ آپ شیخ الہند مولانا محمود الحسنؒ کے خصوصی شاگردوں میں سے تھے، دار العلوم دیوبند سے فارغ ہوئے اور وہیں ایک مدت تک تفسیر و حدیث کی درس و تدریس میں مشغول رہے۔ قیامِ پاکستان کی تحریک میں نمایاں خدمات انجام دیں، اور پاکستان بننے کے بعد اسلامی دستور اور اسلامی قوانین کے نفاذ کے لئے آخر العمر تک مقدور بھر کوشش کرتے رہے۔ حضرت علامہ دینی علوم پر گہری دسترس رکھتے تھے اور قرآن و حدیث کے ساتھ ساتھ عقلی علوم پر بھی گہری نظر رکھتے تھے، تفسیر عثمانی، فتح الملہم اور العقل و نقل اور مولانا کی دیگر تصانیف سے ان کے تدبر، خود فکر اور علم کی گہرائی کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ زیرِ نظر رسالہ "اعجاز القرآن" اپنے موضوع پر حضرت علامہؒ کی بہترین تصنیف ہے آپ کی خدمت میں پیش ہے۔ مزید افادہ کے لئے رسالہ کے آخر میں حضرت علامہؒ کے دو اور رسالوں "الوحی" "آن" اور "المعارج فی القرآن" کا بھی اضافہ کر دیا گیا ہے۔ امید ہے کہ قدر دان حضرات اس پیش کش کو پسند فرمائیں گے۔

والسلام

ابنا، محمد زکیؒ

Telegram : t.me/pasbanehaq1

فہرست مضامین اعجاز القرآن

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۶	تمہید	۲۲	وحی کی تعریف اور اسکی ضرورت
	"کیوں" کا سوال کہیں دکھیں ختم کرنا ضروری ہے	۲۵	وحی سے انکار کرنیوالوں کی مثال
۸	"کیوں" کے بند کرنے میں ملحد فرق	۲۵	وحی کی طرف انسانی احتیاج
۱۱	"قدرت" اور "عادت" میں فرق	۲۶	نزول وحی میں تدریج
۱۲	"خرق عادت" کی حقیقت	۲۹	وحی کا تمسک بھی وغیر تمدیکی ہونا
۱۲	ریہ کا مذہب	۳۳	وحی میں فروعی تفاوت کی گنجائش
۱۵	عادت عامہ وخاصہ	۳۳	نبوت خاصہ، اور نبوت عامہ
۱۷	"معجزہ" خدا کا اور اس کی خدا عادت ہے	۳۵	قرآن اور اس کی جامعیت
۲۰	ہم نے خدا کو اسکے کارخانہ سے پہچانا ہے	۳۶	نبی اُمّی اور اس کا اعجاز قرآنی
۲۱	معجزہ کوئی فن نہیں	۳۹	رسول اکرمؐ کا اُمّی ہونا
۲۳	معجزہ کے حالات	۵۲	قرآن نے کس طرح لوگوں کو عاجز کیا:
۲۶	معجزہ میں دعوی نبوت کی شرط	۵۳	خدائی کلام کے پرکھنے کی کسوٹی
۳۰	معجزہ کا نبوت کی فعل تصدیقی ہونا	۵۳	کیا قرآن اس کسوٹی پر پورا اترتا ہے
۳۱	فعل تصدیق کی مثال	۵۶	فیضی کی بے نقط تفسیر اور رسالہ کی حقیقت
۳۲		۶۰	قرآن کی طرف سے مقابلہ کا چیلنج
		۶۳	قرآن کسی شخص کا کلام نہیں ہوسکتا
		۶۷	خدائی کلام سے خدائی شان کا ظہور

Telegram : t.me/tasbeehaq1

قرآن کی فصاحت اور اہل عجم	۶۸
قرآن کا اصلی اعجاز	۶۹
کلام خداوندی سے رسالت کا ثبوت	۷۲
نزول قرآن کیوقت نبی کی کیفیت	۷۵
تلاوت کیوقت رسول اکرم کی کیفیت	۷۶
قرآن کا اثر سامعین پر	۷۷
جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اخلاقی وعقلی قوت	۸۲
قرآن کریم کی حفاظت	۸۵
قرآن کریم کی تعلیم	۸۸
قرآن میں صفت خداوندی کا ذکر	۸۹
قرآن کریم کی بےنظیر سلاست اور روانی	۹۲
قرآن میں ایک مضمون دوسرے مضمون سے مغلوب نہیں ہوتا	۹۳
قرآن میں نبی خبریں	۹۴
خاتمہ کلام	۹۷
الروح فی القرآن	۱۰۱
روح سے متعلق قرآن حکیم کی آیات	۱۰۲
روح سے متعلق سوال	۱۰۴
روح قرآنی کے متعلق چند نظریات	۱۰۶
لفظ "امر" کی تشریح اور امر وخلق کا فرق	۱۰۸
"خلق" کیا	۱۱۰
"امر" کیا ہے؟	۱۱۰
روح کا مبدء صفت کلام ہے	۱۱۱
روح کا جسم لطیف ہونا	۱۱۲
خواب کی مثال	۱۱۳
روح حادث ہے اور اسکا مبدء قدیم	۱۱۳
ظاہر اور مظہر کے احکام کا فرق	۱۱۴
روح جوہر ہے یا جسم لطیف	۱۱۴
روح کا بدن سے جدا ہونا	۱۱۵
روح کا ہر چیز میں ہونا	۱۱۶
المعراج فی القرآن	۱۱۹
اسراء اور معراج کا فرق	۱۱۹
جمہور امت کا عقیدہ	۱۲۰
معراج پر شبہ اور اسکا حل	۱۲۳
بیت المقدس لیجانے کی حکمت	۱۲۵

Telegram : t.me/tasbeehqari

اعجاز القرآن

تمہید

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی

اما بعد

زمانہ کے حالات اسوقت مقتضی ہوئے کہ دیوبند علمائے
یہ کا ایک سلسلہ شروع کیا جائے۔ جنہیں اسلام کے عام اصول و قواعد کی
تحقیق اور قرآن کریم کی حکیمانہ تعلیم اور اس کی عظمت شان ہر کر نمودا
زیادہ سے زیادہ واضح، معقول، اور دلنشین پیرایہ میں بیان کی جا
کی ایک جماعت کو اس قابل بنایا جائے کہ وہ یہاں سے جاکر اپنے ناواقف یا
کم علم۔ بیوں کے ایمان کی حفاظت اور منکرین یا مشککین پر خدا کی حجت تمام
کر سکیں، اسی نیت سے اس ناچیز نے چند روز ہوئے کہ ایک سلسلہ بیانات
شروع کیا اور چونکہ کچھ عرصہ سے آریوں کے شور و غوغا نے ملکی سطح میں تو علم
اور اسلامی حلقوں۔ حمایت حق کا ہیجان پیدا کر رکھا ہے۔ اس لئے ان بیانات
میں خصوصیت سے آریہ سماج کے اصول و خیالات مدنظر رہے ہیں۔ تہم مباحث
سے پہلے میں نے مناسب خیال کیا کہ قرآن کریم کے اعجاز اور کلام الٰہی ہونے

Telegram : t.me/pasbanehaq1

متعلق ایک مبسوط اور مفصل تقریر کر دی جائے۔ جس کے بعد ایک انصاف پسند اور طالب حق کے لئے یہ گنجائش باقی نہ رہ کہ وہ قرآن کریم کی حقانیت و جلالت سے انکار کر سکے یا اس کی روشنی کے قبول کرنے سے روگردانی کرے۔ اس بحث کے ضمن میں اور بھی کئی مفید اور اہم بحثیں آگئی ہیں اور ایسا ہونا ناگزیر تھا۔ اعجاز قرآن کی تحقیق اسی وقت حد تکمیل کو پہنچ سکتی تھی کہ اول اعجاز کی بحث ہو یعنی یہ کہ وہ کیا چیز ہے اس کی فروعیت کیا ہے۔ اس کا وجود قطرۃ (یا نیچر) کے خلاف تو نہیں، وہ دلیل نبوۃ کس طرح ہوتا ہے۔ اور معجزہ جیسے فعلی ہوتا ہے قولی بھی ہوتا ہے؟ پھر یہ بتلانا ہوگا کہ وحی کیا چیز ہے اس کی ضرورت بندوں کو کیا ہے، اس میں تدریج ہو سکتی ہے یا نہیں، قرآن جسے ہم سب سے آخری وحی الٰہی اور کلام ربانی مانتے ہیں۔ اس کو ہم کیوں معجز کہتے ہیں۔ اور طرح کلام الٰہی اور وحی ربانی ماننے پر مجبور ہوئے ہیں؟ غرض یہ مضمون اپنے نزدیک مکمل ہو گیا اور بقدر کفایت اس کے سب اطراف و جوانب پر بحث میں آگئے تو۔ ان احباب کی فرمائش کی ہوئی یادداشتوں کو خاکسار نے ایک رسالہ کی صورت میں مرتب کر دیا تاکہ غائبین کے حق میں بھی اس کا نفع عام اور مضمون چھپ کر ضیاع سے محفوظ ہو جائے۔ آئندہ بھی اگر فرصت ہوئی تو یہی صورت اختیار کی جائے گی۔ جن لوگوں کو ان رسائل کے مطالعہ کا اتفاق ہو، اُن سے میری تدرخواست ہے کہ وہ رسالہ کو ایک تقریر کی صورت میں دیکھیں اور مہربانی فرما کر اوّل سے آخر تک پڑھ جائیں۔ کیونکہ مضمون کا پورا لطف اور فائدہ اس کے بغیر حاصل نہ ہوگا۔ بعض مضامین جو بہت ہی نازک حساس ہیں،

Telegram : t.me/pasbanehaq1

ہوتے ہیں خواہ ان کو کتنا ہی سہل عبارت میں ادا کیا جائے لیکن عام لوگوں کو ان کے پڑھنے میں پوری دلچسپی نہیں ہو سکتی۔ ایسے معرکۃ الآرا مسائل کی تحقیق میں ناظرین کو اس طرح کے بعض مضامین سے اکتا نہیں جانا چاہیئے۔ بلکہ مؤلف کو ان کے ترک نہ کرنے میں معذور خیال کیجئے اور ہمت کر کو پڑھ جائیے آخر کھٹنے والے کی محنت سے تو پڑھنے والے کی محنت زیادہ نہ ہو گی۔ یہ ہی مضمون (اعجاز القرآن) جو آپ کے سامنے ہے اہل علم اندازہ کر سکتے ہیں کہ اس کا ابتدائی حصہ کس قدر ضروری ہے جو کسی طرح حذف نہیں کیا جا سکتا تھا اور یہ کہ اس میں کتنے مشکل مسائل کو حل کیا گیا ہے۔ چونکہ اس کا موضوع بحث اعجاز القرآن ہے اس لئے اولاً مجھے چند ایسے اصول مبادی کے طور پر بیان کرنا ضروری ہیں جو قرآن کی عظمت اور اعجاز کے سمجھنے میں مدد دینے والے ہوں۔ لہٰذا وہ اگرچہ آپ کے نزدیک فی الحال اصل بحث سے بے تعلق ہو ان ہی سے اپنی تقریر کا آغاز کرتا ہوں۔ وباللہ التوفیق۔

اصل اوّل

"کیوں" کا سوال کہیں نہ کہیں ختم کرنا ضروری ہے

کونات (سب جگت) میں جو جو واقعات وحوادث پیش آتے ہیں۔ ہر چیز پر یہ سوال کر سکتے ہیں کہ یہ کیوں ہوا مگر ہر شخص کو بار بار ایک جگہ پہنچ کر یہ سوال ختم کرنا پڑے گا۔

تشریح:۔ مثلاً لکڑی آگ میں ڈال دی اور آگ نے اس کو جلا دیا۔ تو سوال

Telegram : t.me/pasbanehaq1

ہو۔ کہ آگ نے اس کو کیوں ۔ ۔ ۔ ؟ پانی آگ پر بہایا" سوال ہو
کہ پانی نے آگ کو کیوں بجھا دیا؟ کسی نے ۔
ہو کہ زہر نے اس کو کیوں مارا۔ آم کے درخت پر
لگتا ہے؟ یہ سوالات وہاں بھی پیدا ہو سکتے ہیں۔ جہا ۔ ۔ را را
اور اختیار کے توسط سے ۔ ۔ ۔ آگ کا جلانا ۔ ۔ ۔ آم کے در
پر صرف آم ہی کا لگنا، آگ اور آم کے درخت اور ۔ ۔ اختیار سے باہر
ہے، لیکن اگر کہیں توسط ارادہ و اختیار بھی ہو، وہاں یہ سوال اور بھی زیادہ
واضح ہو۔ جیسے کوئی کافر اسلام لے آ ۔ ۔ مسلمان مرتد ہو جائے۔
والعیاذ باللہ منہ۔ تو سوال کر سکتے ہیں کہ اس نے ایسا کیوں کیا۔ غرض کہ ہر
"کیوں" سوال کے تحت میں آ سکتی ہے۔ مگر دیکھنا یہ ہے کہ کیا کہیں
ں کا سلسلہ بند بھی ہوتا ہے یا نہیں؟ اگر اس کی تفتیش ہم کسی ملحد یا دہ
ہر ست کو سامنے رکھ کر کریں۔ مثلاً ایک شخص طاعون کی بیماری سے فوت
ہوا تو ہم دریافت کرتے ہیں کہ طاعون کیوں ہوا؟ جواب یہی ملے گا کہ زہریلے
جراثیم کے پھیلنے سے پھر ہم دریافت کریں گے کہ جراثیم کیوں پھیلے کہا جائے گا
کہ آ ۔ ۔ ہوا کی خرابی سے؟ بس ابھی یا ایک دو کیوں کا۔ ب دیکر کیوں
کا سلسلہ بند ہو جائے گا اور ۔ ۔ آگ کیوں جلاتی ہے، اس کہ اس میں
حرارت مفرط ہے۔ حرارت مفرط آگ میں کیوں ہے، آگے کیوں کا سلسلہ بند
ہو گیا اور اگر ساری دنیا کے فلاسفہ اور حکماء بھی جمع ہو جائیں گے۔ تو اس
سے آگے کیوں کا جواب نہیں دے سکتے جو لوگ فاعل مختار کو چھوڑ کر صرف

Telegram : t.me/pasbanehaq1

logspot com

مادہ کے قائل ہوگئے ہیں ان سے اور بھی ایک دو دریافت کر دیجئے اجزائے مادہ سے آفتاب بن گیا ان سے چاند کیوں نہیں بنا جن ذرات سے چاند سنکر بن ہوا ان سے بجائے چاند کے سو کانکون کیوں نہیں ہوا۔ جن مواد تاروں کی گردی اشکال ہستیاں موجود ہوئیں ان مواد سے سنگر بزے کیوں نہیں گئے۔ جن اجزاء سے پاؤں کے تلوے بنائے گئے ان سے سر کی کھوپڑی کیوں نہ؟ ہاتھی کی روح میں جو طاقت ہے کہ وہ بڑی بڑی قوی چیزوں کو مسل ڈالتا ہے وہ چیونٹی روح میں کیوں نہ آئی، اور چیونٹی کی روح جو ذرا سے اشارے سے صفحہ ہستی سے رخصت ہو جاتی ہے۔ استقدر کمزور کیوں واقع ہوئی، شیر کی روح نے استقدر قوت کیوں پائی وہ بڑے بڑے عظیم الجثہ حیوانات کو چیر پھاڑ کر ان کے پرخچے اڑا دیتا ہے مقناطیس صرف لوہے کو کیوں کھینچتا ہے۔ گھاس کے تنکوں کو کیوں نہیں کھینچتا۔ لوہا استقدر بھاری اور روئی اتنی ہلکی کیوں ہے۔ وقس علی ہذا۔ غرض کہ ارواح کی قوتوں اور مادہ کی استعدادوں اور خواص میں استقدر تفاوت کیوں۔ ان ہی چند مثالوں سے واضح ہو گیا کہ ہر چیز کی علت اور سبب کی تلاش اور کیوں کا جواب کا سلسلہ کوئی ہستی خواہ وہ خدا ہو پرست ہو یا مادہ پرست ملحد ہو یا موحد زیادہ دور تک جاری نہیں رکھ سکتی بلکہ کسی نہ کسی جگہ پر یہ سلسلہ طوعاً و کرہاً خواہ مخواہ بند کرنا پڑے گا اور کرنے میں ملحد اور موحد دونوں برابر۔ البتہ فرق اگر ہے تو بند کرنے کے طریقہ میں ہے مادہ پرست سوالات مذکورہ کے جواب میں کہے گا کہ مادہ میں جیسی استعداد تھی ویسی صورت قبول کر لی جب یہ سوال کرو گے کہ مادہ میں استعداد کیوں مختلف تھی جواب یہ دیں گے کہ آگے سوال نہیں ہو سکتا آم کے درخت پر آم کے متعلق یہ مفو

Telegram : t.me/pasbanehaq1

گے کہ اس کی صورت نوعیہ کا اقتضاء یہ ہے اسی طرح سنکھیا کا مہلک ہونا بھی اس کی صورت نوعیہ پر معمول ہے دیکھو بڑے بڑے ہر یہ جب وہ ہیولی کی استعداد اور مادہ کی قابلیت اور صورت نوعیہ کے اقتضاء پر پہنچے تو آگے بڑھنے سے ان کی بلند پروازی رک گئی سیدھا موحد کا حال ہے کہ وہ بھی ایک خاص حد پر پہنچ کر اپنی پرواز کو ختم کر دیتا ہے۔

کیوں کے بند کرنے میں ملحد اور موحد کا فرق

تفاوت ہے کہ ملحد سے جب سوالات کرو گے تو مادہ اور صورت نوعیہ مادوح خو پر سوالات کو ختم کرے گا اور موحد کہیگا کہ جو چیزیں جن خواص و آثار کیساتھ موجود ہیں اللہ جل جلالہ کے علم ازلی محیط میں ان کا اسی طرح ہونا مناسب تھا مگر مادہ پرست کہے کہ اللہ کے علم محیط میں یہ ہی کیوں مناسب اس کا جواب یہ ہے کہ جب تم نے مادہ کی استعداد کے سامنے سر جھکا دیا تھا اس میں کیا عیب ہے کہ ہم خدا تعالے کے علم کے سامنے سر جھکائیں؟۔ اگر تم صورت نوعیہ اور روح و مادہ کے سامنے سجدہ کر کے اور عاجز ہو کر سوالات کے سلسلہ کو بند کرنے کا حق رکھتے ہو تو ایک موحد کو کون روک سکتا ہے کہ وہ اپنے پیمانہ عقل کو تنگ اور ادراک کو علم الٰہی کے مقابلہ میں حقیر و ناچیز سمجھ کر اس خدائے قدوس و مہیمن کے سامنے سجدہ کرے جس کو زمین و آسمان کی ہر چیز سجدہ کرتی ہے۔ جہاں تم نے سوال کا سلسلہ ختم کر دیا روح کی قوت اور مادہ کی استعداد پر وہاں میں کہوں گا کہ اس کو منتہی کرو اللہ جل۔ لئے علم محیط

Telegram : t.me/pasbanehaq1

ogspot com

ازلی پر جس طرح علم اور روح کے خواص کو تم ازلی کہتے ہو جس میں ارادہ اور اختیار کو کوئی دخل نہیں، اسی طرح خیال کرلو کہ اللہ تعالےٰ کا علم محیط بھی ہمارے نزدیک بلکہ تمام اہل ملل کے نزدیک ازلی ہے، خدا کو یہ اختیار نہیں کہ وہ علم کو ایک منٹ کے لئے اپنے سے جدا کرکے جاہل رہ جا (معاذ اللہ) خواہ یہ اختیار نہیں رکھتا کہ وہ اپنے کو خدا نہ رہنے دے۔

اور ہر چیز کی آ تیرے سب کی طرف سے	اور ہر چیز کی اس کے کہنے کی نسبت سو
	یا کہ۔
	بنا ہی بندر
اور تم کو وہ بات خدا سا ہو یا ہے	
تو جسے پر وہ کلام جس کو تو نے	
کے ساتھ کہ نہیں ہا تھ لیک	
تو ہی ہے، جاننے والا اور لکھنے والا ہے	
اب خدا تک سوال کا سلسلہ پہنچ جانا چاہیے	
کہ کوئی یہ نہ کہہ سکے کہ اللہ کی پناہ وہ خدا	

اصل دوم

۔۔۔ ۃ اور عادۃ میں فرق، عادۃ کے مراتب، خرقِ عادت کی حقیقت

جو لوگ خدا کی ہستی اور اس کے وجود کے قائل ہیں ناچار ان کو تسلیم کرنا پڑا ہے کہ اللہ کی ایک قدرت ہے اور ایک ارادہ اور ایک اس کی عادت

Telegram : t.me/tasbeehaq1

یہ تینوں ایک دوسرے سے الگ الگ ہیں۔ قدرت اور عادت میں
وقات التباس ہو جاتا ہے۔ مثلاً عام طور پر ایسے امور کے متعلق جو سلسلہ
د اسباب کے خلاف واقع ہوں کہہ دیا جاتا ہے کہ یہ امر قانون قدرت
ف ہے اور اہل الرائے بھی بہانے سے بہت سے صحیح مسائل کو مانے سے
دیتے ہیں حالانکہ حقیقت یہ کہ یہ کہنا ہی غلط ہے کہ یہ امر قانون
خلاف ہے یہ لوگ اس لفظ کا غلط استعمال کرتے ہیں۔ اسوقت
یہ ارادے سخن دہریوں کیطرف نہیں آریوں کی طرف ہے اور آریہ بھی قانون
قدرت کا لفظ بہت استعمال کیا کرتے ہیں لیکن خود بھی پرمیشور کو سرو شکتیمان
(قادر مطلق) مانتے ہیں جیسا کہ ہم خدا کو قادر مطلق مانتے ہیں پس اگر وہ واقعی
سرو شکتیمان اور قادر مطلق ہے تو اس کی قدرت میں یقیناً یہ داخل ہے کہ سبب
کو بدون مسبب کے اور مسبب کو بدون سبب کے پیدا کر دے۔ مثلاً آگ
موجود ہو مگر نہ جلادے یا کوئی چیز جل جادے مگر آگ موجود نہ ہو یا مثلاً ہم
قادر مطلق کی عادت یہ دیکھتے ہیں کہ بچہ عورت کے رحم سے اور
پھر تدریج نشوونما پاتا ہے چنانچہ کسی نے نہیں دیکھا ہوگا کہ کوئی جوان انسان
آسمان سے اترا ہو یا زمین سے اگ آیا ہو مگر اس عادت مستمرہ کے خلاف ماں
کے رحم اور نطفہ کے توسط کے بدون انسان کو پیدا کرنا بھی اس سرو شکتیمان
کی قدرت میں داخل ہے کیونکہ ان کا مذہب یہ ہے کہ دلیل ونہار کی طرح یہ
عالم بھی لمنا ہو کر پیدا ہوتا رہتا ہے اور جیسے رات کے بعد دن اور دن کے بعد
رات آتی ہے اسیطرح عالم کا سلسلہ فنا و بقا کے بعد دیگرے جاری ہے

Telegram : t.me/pasbanehaq1

اور عالم کے فنا کے زمانے کو وہ پرلے کا زمانہ کہتے ہیں اور اس وقت میں ان کے خیال کے موافق سارا عالم فنا ہو جاتا ہے اور سب کچھ مٹ مٹا کر خدا کی ذات میں سما جاتا ہے اور جیسا کہ رگوید میں تصریح ہے صرف پرم کی سامتر (خدا کی قدرت باقی رہ جاتی ہے باقی سب کچھ بیست و نابود ہو جاتا ہے اور ایک مدت دراز تک اسیطرح عالم فنا میں پڑا رہتا ہے۔ اس بعد نئے سرے سے پھر یہ ہو جاتا ہے۔ اب دنیا کا جو دور چل رہا ہے اس کا حساب سوامی دیانند سرسوتی نہ معلوم کس بہی کھاتہ سے لگا کر یہ کہا ہے۔ کہ ایک ارب چھیانوے کروڑ کچھ لاکھ ہزار برس یہ دنیا موجود ہے اس سے پہلے غیر متناہی مرتبہ دنیا فنا ہوئی اور یہ ہوتی چلی آئی ہے اور موجودہ دور بھی اپنے وقت پر جب خدا چاہے گا فنا ہو جائے گا۔ اس عقیدہ کا رد اسوقت بہت نہیں۔ بلکہ میں یہ کہتا ہوں کہ جب دنیا پرلے کے بعد نئے سرے سے پیدا ہوتی ہے تو مختلف مخلوقات خصوصاً انسان کہاں سے آتے ہیں۔ سوامی دیانند لکھتے ہیں کہ پرلے کے بعد جو انسان پیدا ہوتے ہیں ان کی پیدائش کی کیفیت متعارف طریقہ سے بالکل علیحدہ ہے ہزاروں انسان بغیر ماں باپ کے جوان محض خدا کی قدرت اور اس کے اذن سے بدون متعارف سلسلہ اسباب طبیعہ کے ہو جاتے ہیں۔ اب جو مذہب یہ کہتا ہے وہ مذہب قطعاً یہ حق نہیں رکھتا کہ وہ اس کے بعد سلسلہ اسباب کو اس ہری سلسلہ اسباب میں ایسا جکڑ بند کر دے کہ خواہ کیسی ہی حکمت اور مصلحت کا اقتضاء ہو مگر وہ ایک منٹ کے لئے ان اسباب کے سلسلہ سے الگ ہو کر کوئی چھوٹے سے چھوٹا کام کرنے سے بھی مجبور اور عاجز ٹھہرے۔

Telegram : t.me/pasbanehaq1

جب ان کے اعتراف کے مطابق پرلے کے بعد اس عادت مستمرہ کے برخلاف تیز ہوا ہی ہو چکا ہے اور ہوتا رہے گا تو میری سمجھ میں نہیں آتا کہ جو خدا لاکھ سے ایک ارب سال پہلے دھرتی کے بعد قائم تھا کہ بدون ماں، باپ کے انسان کو پیدا اور بدون اسباب کے مسببات کو موجود کر دے اب اس کی قدرت کو کس چیز نے سلب کر دیا کہ ایک یا دو ارب سال کے بعد ایسا نہ کر سکے۔ معلوم ہو کہ خرق عادت یعنی کبھی کبھی سلسلہ اسباب سے علیحدہ ہو کر محض وسیع قدرت کے اظہار کے طور پر کوئی کام ایسا کرنا اس کی قدرت کے خلاف نہیں۔ ہاں عادت اور معمول کے خلاف ہوگا، لہٰذا اس کو قانون عادت کے خلاف کہنا ہو تو ہو مگر قانون قدرت کے خلاف قرار دینا اس لفظ کا غلط استعمال اور مغالطہ دینے والی تعبیر ہے۔ اہل اسلام کے عقیدہ کے موافق ابراہیم خلیل اللہ کو آگ میں ڈالا گیا اور وہ نہ جلے تو خدا کی اس عام عادت کے تو خلاف ہوا جو آگ کے متعلق ہے کہ وہ جلانے کا سبب ہے لیکن قدرت کے خلاف نہ ہوگا جس نے اس میں یہ خاصہ احراق ودیعت کیا ہے۔

آریوں کے چار رشیوں کے علاوہ کسی اور سے خدا کا ہمکلام ہونا قدرت کے خلاف نہیں البتہ عادت کے خلاف ہے

آریہ کہتے ہیں کہ ہر پرلے کے بعد چار ویدوں کا الہام ۴ معین اشخاص کو ہوتا ہے جن کے نام بھی لکھے ہیں۔ وایو، اگنی، انگرا، ا۔ یہ کہا ہے کہ یہ چار رشی بس کو تاریخ ایسے ممتاز اشخاص کا کوئی پتہ نہیں د۔ رنہ ان کی کوئی

Telegram : t.me/pasbanehaq1

سوامی دیانند کی کوشش
سوامی جی تبلا سکتی ہے بلکہ ان کو چار انسان بنانا بھی
کا نتیجہ ہے جو ان ہی کے دائرہ اثر تک محدود ۔ دوسرے بڑے بڑے فرقے
ہندو کے اس تشریح دوسری طرح پر کرتے ہیں تاہم مجھے اس وقت اس سے
بحث نہیں مجھے تو یہ کہنا ہے کہ گو یہ سماج کے نزدیک ہر پرلے کے بعد ان ہی چار
رشیوں پر ۔ ویدوں کا الہام جگ کی ابتدا میں ہوتا ہے بعد میں کوئی کتاب کسی
پر نہیں اترتی اور ہر پرلے کے بعد وہی چار وید اترتے ہیں کہ جو پہلے اتر چکے ہیں
ان ۔ تغیر اور تبدل نہیں ہو سکتا میں کہتا ہوں کہ حق تعالیٰ ان ہی چار رشیوں
سے ابتدائے آفرینش میں کلام کرتا ہے اور کسی سے نہیں کرتا۔ گویا خدا کا بندوں
سے ہمکلام ہونا اس کی عام عادت نہیں بلکہ خاص عادت ہے جو خاص زمانہ
میں مخصوص بندوں کی نسبت ظاہر ہوتی ہے حالانکہ خدا اس سے مجبور اور عاجز
نہیں کہ اگر وہ چاہے تو اسی اور سے بھی کسی وقت کلام کرلے تو مجھے اسوقت
یہ کہنا ہے کہ خود آریو سول کے موافق بھی دو چیزیں الگ الگ ہوئیں
ایک قدرت ۔ اور ایک عادت ۔ اور یہ کہ عادت کے خلاف کوئی کام کرنا بھی
قدرت سے خارج نہیں ہے پس اسباب سے مسبب کا پیدا کرنا خدا کی
عادت ہے اور بلا سبب کے مسبب بنا دینا قدرت کا کام ۔ اسباب کا
سارا سلسلہ قدرت کا بنایا ہوا ہے نہ یہ کہ قدرت اسباب کی بنائی ہوئی ہے
اس لئے قدرت تو ۔ پر حاکم ہوگی لیکن اسباب معاذ اللہ قدرت کے
پاؤں میں کوئی زنجیر نہیں ڈال سکتے قرآن کریم نے بھی قدرت اور عادت
میں فرق کیا ہے ۔

Telegram : t.me/pasbanehaq1

وَلَوْ شَاءَ اللّٰهُ مَا تَخَلَّوْا وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يُرِيْدُ ۔

یہ تو اللہ کی قدرت اور ارادہ کا ت ہوا۔ بیان سنئے۔ فرماتے ہیں۔

فِطْرَةَ اللّٰهِ الَّتِيْ فَطَرَ	یہی فطرت اللہ ہے جس پر اس نے لوگوں
عَلَيْهَا لَا تَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ ۔	کو پیدا کیا خدا کے (قانون) پیدائش
	کو بدل نہیں سکتا۔
وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا ۔	خدا کی عادت میں تم ہرگز کوئی تبدیل و
وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَحْوِيْلًا ۔	تغیر نہ پاؤ گے۔
سُنَّتَ اللّٰهِ الَّتِيْ قَدْ خَلَتْ	یہ خدا کی عادت ہے جو اپنے بندوں کے
فِيْ عِبَادِهٖ ۔	حق میں پہلے سے چلی آتی ہے۔

یہ جو مبدل سنۃ اللہ عادۃ اللہ ہے بس معلوم ہوا کہ عادت اور قدرت میں فرق ہے۔ اس کی مثال یہ ہے کہ کوئی شخص ہمیشہ عمامہ باندھنے کا عادی ہے یا کوئی ہمیشہ چاول کھاتا ہے۔ یہ تو اس کی عادت ہوگی مگر باوجود اس کے بھی وہ ٹوپی اوڑھنے یا روٹی کھانے پر قادر ہے اسی کا نام قدرت ہے ہر انسان اپنے اندر اس بات کو پاتا ہے۔ مثلاً لڑکا اپنے ناتواں باپ کو مار سکتا ہے (یہ اس کی قدرت ہے) مگر نہیں مارتا یہ اس کی عادت ہے۔

عادت عامہ و خاصہ

ہاں عادت میں بھی تفصیل ہے ایک عادت عام غیر موقت اور مستمر

Telegram : t.me/pasbanehaq1

ہوتی ہے ایسی عادت سے ہر خاص و عام واقف ہوتا ہے اسی کو نقل کیا جاتا ہے۔ مثلاً ایک طالب علم مدرسہ میں داخل ہوا اور اساتذہ کی عام عادت دیکھی تو وہ یہاں سے جاکر اسی عادت کو نقل کرے گا جو مدت قیام میں روزمرہ مشاہدہ کرتا رہا ہے دوسری عادت موقت یعنی خاص وقت کے ساتھ مخصوص ہوتی ہے اس کو عادت خاصہ کہنا چاہیئے مثلاً کوئی ہمیشہ روٹی کھاتا ہے مگر عید کے روز ہمیشہ چاول کھایا کرتا ہے پس جس شخص نے اس کو عید کے روز چاول کھاتے نہ دیکھا ہو وہ کہیگا کہ چاول کھانا اس کی عادت نہیں مگر جس نے دس بیس مرتبہ عید کی عادت بھی دیکھی ہے وہ کہیگا کہ روٹی کیطرح چاول کھانا بھی اس کی عادت میں داخل ہے ایک، عام مستمر عادت ہے دوسری خاص موقت۔ دونوں اپنے اپنے خیال اور تجربہ کے موافق درست کہتے ہیں۔ مگر دوسرے کا کہنا مطابق واقعہ ہے اس لئے کہ اس کو اس شخص کے تمام زمانے پر نظر ہے وہ جیسا عادت عامہ سے واقف ہے ویسا ہی عادت خاصہ سے بھی آگاہ ہے: یاد رکھو جس کا نام ہم معجزہ رکھتے ہیں وہ بھی ایک فعل اللہ تعالیٰ کا ہے جو اس کی عام عادت کے گو خلاف ہو مگر عادت خاصہ کے خلاف نہیں ہوتا بلکہ اس کے مطابق اور موافق ہوتا ہے کیونکہ خاص خاص اوقات اور خاص خاص مصلحتوں کے وقت عام عادت کے توسط کو چھوڑ کر محض قدرت سے خوارق اور معجزات کا ظاہر کرنا یہ بھی اللہ تعالیٰ کی خاص عادت ہے مثلاً ایک آدمی کو ہم نہایت متحمل مزاج۔ حلیم الطبع سمجھتے ہیں کہ ہزار گالیاں سننے پر بھی غصہ نہیں آتا۔ مگر اس کی طبیعت میں یہ بھی ہے کہ مذہب پر اگر کوئی حملہ کردے تو باوجود اسقدر بردباری کے

Telegram : t.me/pasbanehaq1

خلاف سے بیتاب ہوکر آپے سے باہر ہو جاتا ہے کیا اس کی عادت نہیں سمجھی جائیگی اللہ تعالیٰ کی عام عادت ہے کہ اسباب سے مسببات کو پیدا کرتا ہے لیکن یہ بھی اس کی عادت ہے کہ جب اپنے مقربین (انبیاء کرام) کی تصدیق کرانا ہوتی ہے تو ان کے ہاتھوں پر وہ علامات ظاہر کرتا ہے جس سے لوگ سمجھیں کہ بیشک یہ اس کے مقربین اور معتمد خاص ہیں جن کے دعوے کی تصدیق کے لئے وہ خلاف معمول چیزیں پیش کرکے ساری کائنات کو اس کی مثل لانے سے عاجز کر دیتا ہے اور یہی ہونا چاہیئے عقل اور فطرۃ کا اقتضاء بھی یہی ہے کہ خدا اپنے خاص بندوں کے ساتھ وہ معاملہ کرے جو دوسروں سے نہ کرے کیا ایک گاؤں کے مکھیا یا نمبردار کے کہنے سے وائسرے وہ کام کر سکتا ہے جو کہ ایک صوبہ کے گورنر کے کہنے سے کرتا ہے؟ ماں، باپ، بیوی، احباب، اقارب، حکام، رعایا غرض ہر ایک کے ساتھ انسان کا معاملہ اور اس کی عادت ایک نہ ہوتی ہے جو شاہت کرتی ہے کہ یہ حاکم ہے یہ محکوم ہے، اور یہ باپ ہے، اور یہ لڑکا بیٹا ہے ایسا ہوتا جو بے تکلفی یا خلاف طبع امور کا تحمل آقا اپنے مخلصوں اور دوستوں کی رعایت سے کر لیتا ہے وہ ہرگز ساری دنیا کے دباؤ سے نہیں کر سکتا۔ ایک استاد کا خاص خاص شاگردوں کے ساتھ جو معاملہ ہوتا ہے وہ تمام طلبہ سے مستثنیٰ ہوتا ہے ان سب چیزوں میں عام عادت سے علیحدہ معاملہ کرنا ہی قرین قیاس اور عقل و فطرۃ کے موافق ہے تکہ قریب کا قریب اور بعید کا بعید ہونا لوگوں پر واضح ہو جائے اس امر کو ملحوظ رکھ کر میں یہ کہتا ہوں کہ معجزہ فطرۃ کا مقتضا ہے اسکے خلاف کیونکر ہو سکتا ہے بلکہ اگر معجزات ظاہر نہ ہوں تو یہ حکمت کے خلاف ہوگا۔

Telegram : t.me/pasbanehaq1

سفاہت ہوگی ؎

گر فرق مراتب نہ کنی زندیقی

جو لوگ خدا کے یہاں وجیہ ہیں، اپنی جان، اپنی آبرو، ہتھیلی پر رکھ کر خدا کے لئے کھڑے ہو جاتے ہیں، ورخدا ان سے یہ دعویٰ کراتا ہے کہ آج تمہاری سب کی نجات میرے اتباع میں منحصر ہے ضرورت ہے کہ ان کی وجہ سے عام عادت سے بالاتر کارنامے خدا کی قدرت کے ظاہر ہوں جو کہ تمام دنیا کو اپنی نظیر پیش کرنے سے تھکا دیں اور تمام مخلوق کو عاجز کر دیں یہی معنی ہیں معجزہ کے یاد رکھئے کہ معجزہ خدا کا فعل ہوتا ہے۔ اس کو نبی کا فعل سمجھنا سخت غلطی ہے۔

معجزہ خدا کا فعل اور اس کی خاص عادت ہے

معجزہ قانون عادت عامہ کے خلاف اور عادت خاصہ کے موافق اللہ کا ایک فعل ہے جو کہ تمام خلق کو تھکا دینے اور عاجز کر دینے والا ہوتا ہے تاکہ تاکہ اللہ تعالیٰ سچے مدعی نبوت کا وہ رتبہ تمام جہان پر واضح کر دے جو کہ اس کے یہاں اس کو حاصل ہے اور یہی حکمت کا اقتضاء بھی ہے کیا میں اپنے بیٹے کے ساتھ جو عادت برتوں گا وہی ایک عامی آدمی کے ساتھ بھی کروں گا؟

جیسے تعلقات ہوتے ہیں ویسا ہی معاملہ ہوتا ہے پس ضروری ہے کہ اللہ کے ساتھ بھی جن کا جیسا تعلق ہو ویسا ہی ادھر سے معاملہ اور برتاؤ۔

یہی معجزہ کی حقیقت ہے جس سے آجکل کے مادہ پرستوں کو استدر گھبرانے اور جھنجھلانے کی ضرورت نہیں۔

Telegram : t.me/pasbanehaq1

ہم نے خدا کو اس کے کاموں سے پہنچانا ہے

اس کے بعد ہمیں سوچنا چاہئے کہ وہ کیا چیز ہے جس نے ہم کو خدا کے مانئے پر مجبور کیا؟۔

(جواب) سو یہ بات ظاہر ہے کہ جب ہم کو کونات میں مختلف افعال و آثار دیکھتے ہیں تو بعض ان میں سے ایسے ہیں جن کو ہم کسی سبب کی طرف منسوب کرتے ہیں چھت گری اور اس کے نیچے کوئی دب کر مر گیا۔ بجلی گری اور کوئی شخص جل گیا اور بعض ایسے ہیں جن کو کسی سبب کی طرف منسوب نہیں کر سکتے جیسے کسی پر بجلی گری، مگر نہیں معلوم کہ چھت گری مگر وہ زندہ نکلا اس قسم کے واقعات کو کسی چیز پر محمول نہیں کرتے بلکہ کہتے ہیں کہ محض خدا کی قدرت سے ایسا ہوا کیونکہ یہاں بظاہر اسباب کا سلسلہ اسی واقعہ کے مخالف تھا۔ چاند سورج کو گہن لگتا ہے اس کا سبب بیان کیا جاتا ہے بارش برستی ہے اس کا سبب بیان کرتے ہیں لیکن اسباب کا سلسلہ ضرور کہیں نہ کہیں مجبوراً بند کیا جاتا ہے اور وہاں پہنچ کر اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ یہ چیزیں قدرتی ہیں غرض قدرتی چیزیں وہ کہلاتی ہیں جن کا بنانا تمام مخلوق کی قدرت سے باہر ہو اور جس دیکھ کر لامحالہ ایک قادر مطلق کا اقرار کرنا پڑتا ہے اس لئے حق تعالیٰ نے ایسی اشیاء کے وجود اپنے وجود پر استدلال فرمایا ہے قرآن عزیز میں

اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ بلاشبہ آسمانوں کے اور زمین کے پیدا کرنے

Telegram : t.me/asbanehaq1

logspot.com

اَلْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ
الَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَالْفُلْكِ
الَّتِيْ تَجْرِيْ فِي الْبَحْرِ بِمَا
يَنْفَعُ النَّاسَ وَمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ
السَّمَآءِ مِنْ مَّآءٍ فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ
مَوْتِهَا وَبَثَّ فِيْهَا مِنْ كُلِّ
دَآبَّةٍ وَّتَصْرِيْفِ الرِّيٰحِ
وَالسَّحَابِ الْمُسَخَّرِ بَيْنَ
السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ لَاٰيٰتٍ
لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ۝

میں اور اونٹوں کے اس جلوس میں اور ہوا
میں جو لوگوں کے فائدہ کی چیزیں لیکر چلتے ہیں اور سمندروں میں لیکر چلتے ہیں اور جو
مینہ آسمان سے برساتا ہے پھر اسکی وجہ سے
زمین کو اسکے مرے پیچھے دوبارہ زندہ کرتا ہے
اور ہر قسم کے جانوروں میں جو تو اسنے روئے
زمین پر پھیلے رکھے ہیں اور ہواؤں کے
ادھر سے اُدھر اور اُدھر سے ادھر
اور بادلوں میں جو خدا کے حکم سے آسمان و
زمین کے درمیان گھرے رہتے ہیں غرض ان
سب چیزوں میں، اہل لوگوں کیلئے جو عقل
رکھتے ہیں بہت بڑی نشانیاں ہیں۔

آسمان اور جو سیارات اس میں ہیں جیسے چاند سورج وغیرہ ان سب کا وجود تو دلیل ہے ان کی پیدائش کو کسی مخلوق کا فعل نہیں کہہ سکتے کیونکہ دنیا کی کوئی طاقت اس کے مثل بنانیکا حوصلہ نہیں کرسکتی زمین ہے کہ جس سے ہر قسم کی غذائیں اور رنگ برنگ کے پھول پھل نکلتے ہیں کسی کی طاقت نہیں کہ ایک ٹکڑہ اس جیسی زمین کا بنادے۔ سورج ایک معین اور مضبوط نظام کے ماتحت ہمیشہ دن کو نکلتا ہے شام کو غروب ہوجاتا ہے کس کی کیا طاقت ہے کہ اس کو ایک منٹ یا ایک سکنڈ کیلئے روک لے۔ ہوا ہے کہ اس پر کسی کا قابو نہیں انسان

Telegram : t.me/pasbanehaq1

چاہتا ہے کہ پچھو اپنے گھر پر واپس چلتی ہے۔ سارا جہاں مل کر پانچ منٹ کے لئے بھی پچھو انہیں چلا سکتا۔ پانی کے بھرے ہوئے بادل کڑکتے اور گرجتے ہوئے نکل جاتے ہیں مگر کسی کو اختیار نہیں کہ بارش حاصل کر سکے زمین و آسمان درمیان بادل لٹکا ہوا ہے کسی کی طاقت نہیں کہ دو قطرے لے سکے اور برستا ہے تو کسی کی قدرت نہیں کہ روک سکے۔ جب ان امور کو انسان دیکھتا ہے اور عاجز ہوجاتا ہے تو قدرت کو ماننا پڑتا ہے۔ طوفان خیز سمندر جہازوں کا پہنچنا کا اول بدل یہ سب چیزیں کسی کے قبضہ میں نہیں۔

اَلشَّمْسُ تَجْرِیْ لِمُسْتَقَرٍّ	سورج ہے چلا جارہا اپنے ٹھکانے
ذٰلِكَ تَقْدِیْرُ الْعَزِیْزِ	کیا زور ہے خدا کا زبردست حکیم کا
الْعَلِیْمِ ۝ وَالْقَمَرَ قَدَّرْنٰهُ	پہنچا دیا ہے کہ مقرر کردیا ہیں ہم نے
مَنَازِلَ حَتّٰى عَادَ كَالْعُرْجُوْنِ	اس کی منزلیں یہاں تک کہ پہنچ کر وہ
الْقَدِیْمِ ۝ لَا الشَّمْسُ یَنْۢبَغِیْ	جاتا ہے کھجور کی پرانی ٹہنی کی طرح ہو کر
لَهَاۤ اَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ	سورج کو روا نہیں ہے کہ جا پکڑے چاند
وَلَا الَّیْلُ سَابِقُ النَّهَارِ	کہ رات دن کی نہیں ہے کہ آگے
وَكُلٌّ فِیْ فَلَكٍ یَّسْبَحُوْنَ ۝	ہو تم ہونے، سے پہلے اور ہر سیارہ پڑا
	اپنے مدار میں گردش کر رہا ہے۔

یہ سب اس لئے ذکر کیا گیا کہ آپ سمجھ لیں کہ خدائی کام اور انسانی کاموں میں کس طرح تمیز ہوتی ہے خدائی کام وہ کہلاتا ہے کہ اس جیسا کرنے سے سب مخلوق عاجز ہو اول و آخر کے انسانوں کو جمع کیا لیکن کوئی نہ کر سکے۔ یہی استدلال

Telegram : t.me/asbahehaq1

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بھی کیا تھا۔ پہلے حیات اور ممات کے متعلق سوال کیا جب اس میں مخاطب (نمرود) کی عبادت دیکھی تو فرمایا۔ اِنَّ اللّٰہَ یَاْتِیْ بِالشَّمْسِ مِنَ الْمَشْرِقِ فَاْتِ بِھَا مِنَ الْمَغْرِبِ فَبُھِتَ الَّذِیْ کَفَرَ۔

میرا رب ایک قاعدہ سے ایک ضابطہ سے شمس کو چلاتا ہے خدائی کام وہ کہلاتا ہے کہ دنیا میں کوئی طاقت اس کا مقابلہ نہ کر سکے۔

خدائی کام کی طرح خدائی کلام کو بھی سمجھنا چاہیئے

ٹھیک اسی طرح خدائی کلام وہ ہے کہ ساری دنیا اس جیسا کلام بنانے سے عاجز اور درماندہ ہو۔ ساری دنیا کو للکارا جائے، خیز کمر بدلائی جائیں مقابلہ کے لئے کھڑا کیا جائے اور لوگ چاہیں کہ کسی طرح یہ روشنی بجھ جائے مگر پھر بھی ویسا کلام بنا کر دکھا سکیں تو ہم سمجھیں گے کہ یہ خدا کا کلام ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ جس طرح خدائی کاموں کو بندوں کے کاموں سے الگ کر کے پہچان سکتے ہیں۔ کیونکہ ان دونوں میں تباین اور واضح فرق ہوتا ہے۔ گلاب خدا کا بنایا ہوا ہے۔ اب تم کاغذ کے پھول بناتے ہو مگر تمہارے پھول پر پانی کا ایک چھینٹا پڑ جاتا ہے تو آپ کی صنعت کا سارا پول کھل جاتا ہے۔ لیکن قدرتی پھول پر پانی گرتا ہے تو اس میں اور زیادہ صفائی اور تازگی محسوس ہوتی ہے۔

معجزہ کوئی فن نہیں

بلاشبہ خدائی کام اور بندوں کے کام میں نمایاں امتیاز ہوتا ہے، خدائی کام کی

Telegram : t.me/tasbeehaq1

نقل بندہ اتارتا ہے لیکن ناقل کو کبھی التباس بھی نہیں ہو سکتا۔ انسان جانداروں درختوں، پھولوں کی تصویر کھینچ لیتا ہے مگر ایک مچھلی کی آنکھ ایک مکھی کا پر، ایک مچھر کی ٹانگ بلکہ ایک جوکھواہ تمام عالم مل کر بھی نہیں بنا سکتا لاکھوں مجسمے، کروڑوں بیل بوٹے دنیا کے صناع بناتے ہیں مگر مچھر کا ایک پر بنانے سے بالکل عاجز ہیں۔

لَنْ يَخْلُقُوْا	کبھی نہیں ہو سکتا کہ وہ پیدا کریں ایک مکھی
الْمُجْتَمِعُوْا لَهٗ	کو اگر یہ وہ سب کام کیلئے اکٹھے ہو جائیں۔
وَاِنْ يَّسْلُبْهُمُ	اور نہیں محجوب ہو سکتا اس سے کہ بنا سکے وہ
الذُّبَابُ شَيْئًا	مثل مچھر کا اور اس سے بھی زیادہ مکتر اور حقیر
لَّا يَسْتَنْقِذُوْهُ	چیز کو۔

اسی کا نام خدائی فعل ہے اور جب ایسا فعل بدوں ان اسباب کے جو کہ اس کے تکون کے لئے متعارف ہیں کسی مدعی نبوت کے ہاتھوں پر ظاہر ہو تو اسی کا نام معجزہ ہو جاتا ہے خواہ وہ جنس افعال سے ہو یا جنس اقوال سے اور جب کہ یہ ثابت ہوا کہ معجزہ اللہ تعالیٰ کا فعل ہے جو بدون تعالی اسباب کے ظہور پذیر ہوتا ہے۔ تو دوسرے خدائی کاموں کی طرح اس میں بھی کسی صانع کی صنعت کو دخل نہ ہو سکے گا۔ پس تنجیم، کہانت مسمریزم، سحر، شعبدہ کی طرح معجزہ کوئی فن نہیں ہے جو کہ تعلیم و تعلم سے حاصل ہوتا ہو۔ یہ فن سیکھنے سکھانے سے حاصل ہو سکتے ہیں لیکن معجزہ میں نہ تعلیم و تعلم ہے علماء کا کچھ اختیار اس میں چلتا ہے نہ معجزہ صادر کرنے کا کوئی خاص ضابطہ اور قاعدہ ان کو معلوم ہے کہ

Telegram : t.me/pasbanehaq1

جب چاہیں یہ ویسا ہی عمل کر کے ویسا ہی معجزہ دکھلا دیا کریں۔ بلکہ جس طرح ہم قلم لے کر لکھتے ہیں اور بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ قلم لکھتا ہے اور فی الحقیقت اس کو لکھنے میں کوئی اختیار نہیں ہوتا۔ یہی صورت معجزہ کی بھی ہے۔ ایسا نہیں کہ انبیاء جسوقت چاہیں انگلیوں سے پانی کے چشمے جاری کر سکیں۔ بلکہ جسوقت اللہ کی حکمت بالغہ مقتضی ہوتی ہے تو جاری ہو سکتی ہیں۔ برخلاف ان فنون کے جو تعلیم و تعلم سے حاصل کئے جاتے ہیں ان میں جسوقت چاہیں قواعد مقررہ اور خاص خاص اعمال کی پابندی سے یکساں نتائج اور ایک ہی طرح کے آثار و کیفیات دکھلائے جا سکتے ہیں مگر کہاں تک وجدان نبوت و اعجاز کی طرف سے کوئی درسگاہ معجزہ سیکھنے سکھانے کی نہ بنی نہ کوئی قاعدہ اور ضابطہ متعین ہوا۔ نہ کوئی کتاب تنجیم۔ سمریزم کی طرح معجزات سکھلانیوالی تصنیف کی گئی بلکہ وہ خدا کا فعل ہے جو تمام دنیا کو تھکا دیتا ہے اگر وہ فعل ہے تو اس جیسے فعل سے دنیا عاجز ہے اور اگر القوال میں سے ہے تو اس جیسے کلام سے تمام دنیا کے بولنے والے مجبور اور درماندہ ہیں۔ رسول کے اختیار یا قدرت کو بھی اس میں کوئی دخل نہیں اسی واسطے انبیاء سے جب معجزات طلب کئے گئے تو انہوں نے اللہ پر محول کیا فرماتے ہیں۔

اور وہ تم	ہیں کہ ہم تو اسوقت تک
تم پر	نہ لائے ہیں کہ تا تو ہمارے
تمہارے لئے کوئی چشمہ جاری کر دے	
اور انگور کا تمہارا کوئی باغ ہو جاوے	

Telegram : t.me/asbanehaq1

خلها تجيرا ه او تسقط
السماء ز عمت علينا
كسفا ه او تاتي بالله
والملئكة قبيلا ه او
يكون لك بيت من
زخرف او ترقى في
السماء ولن نؤمن لرقيك حتى تنزل
علينا كتابا نقرؤه
قل سبحان ربي هل
كنت إلا بشرا
رسولا ه

بیچ میں تم بہت سی نہریں جاری کر دو
یا جیسا تمہارا خیال ہے آسمان کے ٹکڑے
ہم پر گرا دو اور خدا اور فرشتوں کو سامنے
لا کر کھڑا کر دو یا تمہارے لئے کوئی گھر ہو
یا آسمان پر چڑھ جاؤ اور جب تک ہم وہاں سے
ایک کتاب نہ لکھ کر لے آئیں جس کو پڑھ بھی
لیں ہم تمہارے چڑھنے کو بھی ہرگز نہیں
کہہ دو اے محمد صلعم کہ میں تو ایک آدمی ہوں
رسول ہوں خدا نہیں ہوں اپنی مرضی سے
فعل نہیں ہے خدا کا فعل ہے میرے بتانے
سے نہیں کہ جو آپ چاہیں ویسا ہو بلکہ جس
قدر خدا ہی تصدیق کی حجت کے طور پر کافی
ہونا سب جانتا ہے کرتا ہے۔

معجزہ کچھ ایسے حالات کیساتھ آتا ہے کہ اس میں شبہ کی گنجائش نہیں ہے

جب موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کو دعوت دی اور معجزہ دکھانے کے لئے عصا ڈالا اور وہ اژدہا بن گیا اس کا جواب دینے کے لئے فرعون نے بڑے بڑے ساحروں کو جمع کیا اور وہ بھی موسیٰ علیہ السلام کے مقابلہ میں اپنی لاٹھیاں اور رسیاں لے کر پہنچ گئے وہ سمجھے ہوئے تھے کہ موسیٰ بھی ہمارے ہم پیشہ ساحر ہیں اس لئے

Telegram : t.me/pasbanehaq1

کہا۔ اِمَّآ اَنْ تُلْقِیَ وَاِمَّآ اَنْ نَّکُوْنَ نَحْنُ الْمُلْقِیْنَ تم پہلے ڈالو گے یا ہم۔ گھبرائی علیہ السلام نے فرمایا کہ تم پھینکو۔ جب انہوں نے اپنی لاٹھیاں اور رسیاں پھینکیں اور وہ چلتے ہوئے سانپ نظر آنے لگے تو فَاَوْجَسَ فِیْ نَفْسِہٖ خِیْفَۃً مُّوْسٰی موسیٰ اپنے دل میں ڈرے حالانکہ اگر وہ بھی پیشہ ور ساحر ہوتے تو ڈر کی کوئی وجہ نہ تھی شیخ اکبر فرماتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر یہ خوف کیوں طاری ہوا اور کیوں طاری کیا گیا یعنی خوف کا منشا کیا تھا اور اس کے طاری کئے جانے میں کیا حکمت تھی؟ اگر یہ کہا جائے کہ سانپوں کی صورت دیکھ کر ڈر گئے موسیٰ جیسے پیغمبر کو ان لاٹھیوں سے کوئی خوف نہیں ہو سکتا تھا۔ خصوصاً جب کہ اس نوعیت کے اعمال خوارق کا تجربہ بھی دو مرتبہ کر چکے تھے۔ پہاڑ پر جو واقعہ تھا کے عصا کا ہوا تھا اس پر لَا تَخَفْ سن چکے تھے کیونکہ وہاں بھی خائف ہوئے۔ وَلِّیْ مُدْبِرًا وَّلَمْ یُعَقِّبْ اور اللہ نے وہیں ڈر اور خوف نکال دیا تھا۔

لَا تَخَفْ!	اے موسیٰ ڈرو مت یہاں نبیاً ڈرا
اَلْمُرْسَلُوْنَ ۝	کرتے۔

پھر دوسری مرتبہ فرعون کے سامنے بھی لاٹھی ڈال کر دیکھ چکے تھے۔ شیخ فرماتے ہیں کہ پہلی دفعہ پہاڑ پر بشری خوف تھا جو کہ وہیں نکل چکا تھا اب جو دوسری دفعہ ہوا یہ اسو جہ سے کہ موسیٰ علیہ السلام جانتے تھے کہ میرے میں کوئی طاقت نہیں کوئی قدرت نہیں کہیں ساحرین کی اس شعبدہ بازی کے سامنے حق کا کلمہ پست نہ ہو اور بیوقوف لوگ فتنہ میں نہ پڑ جائیں

Telegram : t.me/pasbanehaq1

پھر جواب میں ارشاد ہوا۔

لَا تَخَفْ اِنَّكَ اَنْتَ الْاَعْلٰى — مت ڈر تو ہی سب سے اونچا رہے گا

یہ تو خوف کا وہ شائبہ تھا جو اس کی حکمت فرماتے ہیں کہ جب ڈر گئے اور ڈرے ہوئے آدمی پر خوف اور گھبراہٹ کے جو آثار ہویدا ہوتے ہیں ان کو دیکھ کر کے ساحرین سمجھے کہ یہ ہمارے پیشہ کا آدمی ہرگز نہیں یا کم از کم اس کو کوئی ایسا ساحرانہ عمل معلوم نہیں جس سے یہ ہمارے بارے میں اپنے قلب کو مطمئن رکھ سکے اب جو موسیٰ نے عصا ڈالا ۔ فَاِذَا هِيَ تَلْقَفُ مَا يَاْفِكُوْنَ تو ان تمام جادو کے سانپوں کو نگل گیا تو ساحرین نے یقین کر لیا کہ یہ سحر ۔ تر کوئی امر حقیقت ہے وہ سب بے اختیار سجدہ میں گر پڑے اور پکار اٹھے کہ ہم بھی موسیٰ اور ہارون کے پروردگار پر ایمان لاتے ہیں۔ فرعون نے بہت کچھ دھمکیاں دیں اور خوفزدہ کرنا چاہا مگر ان کا جواب صرف یہ تھا کہ۔

قَالُوْٓا لَنْ نُّؤْثِرَكَ عَلٰى مَا جَآءَنَا مِنَ الْبَيِّنٰتِ وَالَّذِيْ فَطَرَنَا فَاقْضِ مَآ اَنْتَ قَاضٍ ۭ اِنَّمَا تَقْضِيْ هٰذِهِ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ۭ اِنَّآ اٰمَنَّا بِرَبِّنَا لِيَغْفِرَ لَنَا خَطٰيٰنَا وَمَآ اَكْرَهْتَنَا عَلَيْهِ مِنَ السِّحْرِ ۭ وَاللّٰهُ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى

تو کر لے جو تجھ کو کرنا ہے تو ہم تو ہرگز تجھ کو ترجیح نہیں دیں گے اس حق کو جو ہمارے پاس آ چکا ہے اور اس ذات کو جس نے ہم کو پیدا کیا ہے تو جو حکم دینا چاہے دے تو صرف اسی دنیا کی زندگی کا حکم دے سکتا ہے ہم تو اپنے رب پر ایمان لا چکے ہیں تاکہ وہ ہمارے گناہ معاف کر دے اور جادو کی جو زبردستی تو نے ہم سے کرائی ہے اس کو بھی معاف کر دے اللہ ہی بہتر ہے اور ہمیشہ رہنے والا ہے۔

اور جو لوگ ایسی آیات بینات کو دیکھ کر بھی راہ حق پر نہ آئے ان کا بھی

Telegram : t.me/pasbanehaq1

حال یہ تھا۔

وَجَحَدُوْا بِهَا وَاسْتَيْقَنَتْهَآ اَنْفُسُهُمْ ظُلْمًا وَّعُلُوًّا	نے ہماری آیات کا انکار کیا حالانکہ ان کے دلوں کو یقین حاصل تھا۔

خود فرعون کو خطاب کر کے حضرت موسیٰ فرماتے ہیں۔

لَقَدْ عَلِمْتَ مَآ اَنْزَلَ هٰٓؤُلَآءِ اِلَّا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ بَصَآئِرَ وَاِنِّيْ لَاَظُنُّكَ يٰفِرْعَوْنُ	تو خوب جانتا ہے کہ یہ آیات آسمان و زمین کے پروردگار کے سوا کسی نے نہیں اتاری ہیں۔ بیشک میں تجھے سمجھتا ہوں کہ تو اس علم کے باوجود ہلاکت میں گر چکا ہے

معجزہ میں دعویٰ نبوت کی شرط کیوں لگائی گئی

معجزہ میں یہ دعویٰ کی شرط بھی کی گئی ہے یعنی نبوت کا دعویٰ بھی کرے اس کی وجہ یہ ہے کہ سب فرقے مانتے ہیں کہ خلاسب سے زیادہ سچا ہے۔ وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ۔۔۔ اور جھوٹ کے نقص سے اس کی ذات پاک ہے تو میں کہتا ہوں کہ جھوٹ کبھی تو اس طرح ہوتا ہے کہ ایک شخص خود خلاف واقع بات کہے اور کبھی اس طرح کہ جھوٹی بات جو دوسرے نے کہی ہے اس کی تصدیق کرے پھر تصدیق بھی دو طرح سے ہوتی ہے کبھی زبان سے کبھی عمل سے اور یہ عملی تصدیق بسا اوقات قولی تصدیق سے بڑھ کر مؤثر ہوتی ہے جیسے ایک شخص بادشاہ کی مجلس میں یہ کہتا ہے کہ بادشاہ کو میرے ساتھ خاص الفت و عنایت ہے میں اس کا

Telegram : t.me/pasbanehaq1

معتمد خاص ہوں جو میں کہوں گا بادشاہ ضرور تسلیم کرے گا اور یہ اس کے معاندین بادشاہ مجلس میں خود موجود ہوں اس کے بعد وہ شخص اپنے دعوے کو ثابت کرنے کے لئے بادشاہ سے کہتا ہے کہ فلاں شخص کو خط لکھ دیجئے فلاں حاکم کو معزول کر دیجیے، فلاں امیدوار کو عہدہ دیدیجئے۔ پھر کہتا ہے کہ آپ خدا کھڑے ہو جایئے، پھر کہتا ہے کہ آپ بیٹھ جایئے اور بادشاہ بھی بادشاہ مہربانی ا عام ضابطہ اور عادت کے خلاف اس کے کہنے کے موافق کرتا چلا جاتا ہے اس صورت میں ظاہر ہے کہ بادشاہ نے اسکی قول کی عملی تصدیق کر دی جو کہ قولی تصدیق سے بہت بڑھ چڑھ کر ہے، اگر بادشاہ قول سے تصدیق کرتا تو آ موثر نہ ہوتا۔ اتنی بات اس مثال میں ضرور ہے کہ بادشاہ ایک انسان ہے۔ وہ جھوٹی تصدیق بھی کر سکتا ہے۔ مگر اللہ جل شانہٗ کے یہاں جھوٹ اور کذب کی قطعاً گنجائش نہیں ہے۔

معجزہ نبوت کی فعلی تصدیق ہے

دعویٰ کرتا ہے کہ میں نبی ہوں، اگر میری بات سنو گے مانو تو ت ورنہ عذاب محمد میں گرفتار ہو جاؤ گے۔ نہایت کا راستہ منحصر میری متابعت میں۔ اور یہ دعویٰ اللہ کے سامنے کرتا ہے۔ اللہ کی زمین ا را آسمان کے نیچے بآواز بلند کہتا ہے کہ میری متابعت کے بغیر نہیں ہے۔ اور اس کی یہ دلیل پیش کرتا ہے کہ اللہ جل شانہٗ میرے ہاتھوں اور زبان سے وہ چیزیں ظاہر فرمائے گا جو اسکی عام عادت کے خلاف ہوں گی اور دنیا ان کی مثال لانے سے عاجز ہو گی پھر

Telegram : t.me/pasbanehaq1

اس کے موافق مشاہدہ بھی کیا جا رہا ہو تو یہ خدا کی جانب سے عملاً اسکے دعویٰ کی تصدیق ہے درحقیقت معجزہ نبی کے۔ دعویٰ کی عملی تصدیق ہوتی ہے۔ اور اسا چونکہ جھوٹی تصدیق نہیں کر سکتا۔ لہٰذا کا دعویٰ معجزہ کے ظہور کے ثابت ہو جاتا ہے۔ اسی لئے ہم بلا خوف تردید یہ یقین رکھتے ہیں کہ خداوند قدوس جو کہ تمام چیزوں کا سرچشمہ ہے کسی انسان کو یہ دسترس نہ دے گا کہ وہ نبوت کا ٹا دعویٰ کر کے ایسے خارق عادات دکھلائے کہ دنیا اس کے مقابلہ سے عاجز ٹھہرے جس کا جی چاہے اب بھی اس ضابطہ کا امتحان کر دیکھے۔ ضرور ہے کہ خدا ایسے حالات برپا کر دائے گا کہ اس کی طرف سے جھوٹے کی عملی تصدیق نہ ہونے پائے۔

فعلی تصدیق کی مثال

آپ مجلسوں میں دیکھتے ہیں اور کونسلوں اور پارلیمنٹوں کا حال سنتے ہیں کہ جب کسی مسئلہ پر کسی تجویز پر کسی انتخاب پر بحث ہو جاتی ہے تو ایک طرف سے محرک اپنی تحریک پاس کرانے کیلئے حضار کے سامنے بسط سے دلائل بیان کرتا ہے اور دوسری طرف تردید کرنے والا اس کے تردیدی دلائل مفصلاً سامنے رکھتا ہے اس رد و کد کے بعد فیصلہ کی صورت یہ ہوتی ہے کہ رائے لیجائے جس کی صورت یہ ہے کہ ہاتھ اٹھ جاتے ہیں اور یہی ہاتھ اٹھا دینا یا اٹھاتا اس ریزولیوشن کی تصدیق و تائید یا تکذیب و تردید کیلئے کافی سمجھا جاتا ہے زبان ہلانے کی قطعاً ضرورت نہیں ہوتی ایک شخص کی

Telegram : t.me/pasbanehaq1

نسبت پبلک جلسہ میں طے کیا جاتا ہے کہ آیا اس پر جمہور کو اعتماد ہے یا اس پر "اٹھا دیئے جاتے ہیں یہ ہی علامت ہوتی ہے اس بات کی کہ ان سب کی رائے اس شخص کے حق میں ہے ہم دن رات میں سینکڑوں دفعہ اپنے ہاتھ اوپر کو اٹھاتے ہیں اس کو کسی چیز کے ثابت کرنے یا نہ کرنے میں کوئی دخل نہیں۔ لیکن یہی ہمارا ہاتھوں کی وضع طبعی اور ہیئت اصلی کے خلاف اوپر کو اٹھا دینا۔ جب کسی ریزولیوشن کی تسلیم و انکار یا کسی دعوی کی صحت و بطلان کی آزمایش کے موقع پر ہو تو کسی بھی سے بھی انسان کو بھی شک و شبہ کی گنجائش نہیں رہتی اس وقت ان کھڑے ہوئے ہاتھوں ہی کے شمار سے رائیوں کا شمار کر لیا جاتا ہے اور پھر بڑے نازک اور اہم الشان مسائل کے فیصلے ہاتھ کی اس غیر طبعی حرکت پر ہو جاتے ہیں پس جس طرح ہاتھوں کا نیچے لٹکائے رکھنا آدمی کی عام عادت اور وضع طبعی کے موافق ہے اور اوپر کو اٹھانا کبھی کبھی خاص ضرورت اور مصلحت سے ہوتا ہے اور یہی غیر طبعی وضع جب کسی ریزولیوشن پر ووٹ لینے کے وقت اختیار کی جائے تو اس ریزولیوشن یا دعوے کی بیشک و شبہ تصدیق و تائید کہی جاتی ہے ٹھیک اسی طرح حق تعالیٰ شانہ کا جو فعل سنن طبعیہ کے سلسلہ میں ظہور پذیر ہو وہ اس کی عام سنۃ اور عادت کہلاتی ہے اور جو اسباب سے علیحدہ ہو کر کسی خاص مصلحت اور حکمت کے اقتضاء سے ظاہر ہو وہ خرق عادت ہے اور یہی خرق عادت جب کسی شخص کے دعوی نبوۃ اور تحدی کے بعد اس سے یا اس کے کہنے کے موافق صادر ہو یہ معجزہ ہے جو کہ من اللہ اس کے دعوی کی فعلی تصدیق ہے اور میں کہہ چکا ہوں کہ حق تعالیٰ کسی

Telegram : t.me/pasbanehaq1

جھوٹے کی قولاً یا فعلاً تصدیق نہیں کر سکتا لہٰذا ہم کو ایسے مدعی کے دعوے میں شک کرنے کا کوئی حق نہیں۔

وحی کی تعریف اور ضرورت

اللہ تعالیٰ کا خطاب کسی ایسے شخص سے جس کے دعوے نبوت کی تکذیب کے لئے کوئی معجزہ علامت نہ بتائی جاتی ہو اس کا نام وحی ہے، وحی اصولی طور پر قریب قریب یکساں ہے یعنی نفس فعل میں کوئی اختلاف نہیں، البتہ کل مشکک کے طور پر وحی کے مراتب اور درجات ہیں جب سے دنیا پیدا کی گئی اس وقت سے بندوں کو ہدایت کی ضرورت ہے یعنی انسان میں یہ معلوم کرنے کی ایک طبعی اور فطری خواہش ہے کہ کن خیالات اور اعمال سے اس کو اللہ کا قرب حاصل ہو سکتا ہے جیسے کہ انسان کو بھوک لگتی ہے غذا کی خواہش میں مضطر اور بیتاب ہو کر انتڑیاں سکڑنے لگتی ہیں۔ پیاس لگتی ہے۔ پانی کی ضرورت محسوس ہوتی ہے زبان سوکھ جاتی ہے جس طرح حق تعالیٰ نے فطری طور پر بندہ کو بھوک یا پیاس لگائی اسی طرح ایک اور بھوک اور پیاس روحانی بھی لگا دی ہے جو وصول الی اللہ اور معرفت کی ہے اور یہ پیاس اور بھوک بھی فطری ہے مذاہب اور امکنہ وازمنہ کا اختلاف اس فطرۃ پر کوئی اثر نہیں ڈال سکا مسلمان آریہ ہندو، عیسائی، یہود، مجوس ایک چیز کی تلاش میں ہیں البتہ بعضوں کا راستہ غلط ہے مگر مقصد ایک ہے یوں معلوم ہوتا ہے کہ ہدایت کی خواہش، سچائی کی تلاش، وصول الی اللہ، معرفت ربانی اور اللہ سے نزدیک

Telegram : t.me/pasbanehaq1

ہونے کی تمنا ایک چیز ہے جو کہ انسان کے لئے فطری اور طبعی امور میں سے ہے۔

وحی کی ضرورت سے انکار کرنیوالوں کی مثال

ہاں جب کبھی جیسا کہ آدمی بیمار ہو جاتا ہے تو بھوک پیاس جیسے فطری اور طبعی امور بھی اس سے کنارہ کر لیتے ہیں ٹھیک اسی طرح وُہ طائفہ جو کہ دنیا کی زندگی اور لذات میں محو ہو چکے ہیں شاید اُن کو معرفت الٰہی کی بھوک اور روحانی پیاس نہیں رہتی ہے اور اسی لئے ایسے روحانی بیماروں کا وجود کسی خاص زمانہ یا مکان میں ایسی وبا کی کثرت ہماری فطری ہو چکے وحی کو نہیں کر سکتی

وحی کیطرف انسان کی احتیاج ضروری ہے

پس جس طرح حق تعالیٰ نے ہما مور فطریہ کا انتظام کیا ہے۔ ہماری بھوک کیلئے غلہ زمین سے اُگاتا ہے۔ پانی آسمان سے اُتارتا ہے ناممکن ہے کہ ہماری روحانی بھوک کیلئے کوئی انتظام نہ کرے بلکہ اُس کی رحمت کاملہ سے یقین ہے کہ جس طرح مادی حوائج و ضروریات کے لئے مادی سامان مہیا فرماتا اُس سے زائد روحانی ضروریات کیلئے روحانی سامان ضرور مہیا کریگا ظاہری پیاس کے بجھانے کیلئے جس طرح اُس نے پانی کے چشمے پیدا کئے ہیں۔ اسی طرح روحانی پیاس کے لئے روحانی چشمے ہونے چاہئیں اور وہ چشمے وحی الٰہی کے صاف اور شیریں چشمے ہیں اور اس بات کو آریہ سماج بھی مانتے ہیں اتنا فرق ہے کہ وُہ کہتے ہیں کہ جو کچھ سامان کرنا تھا وہ ابتدائے آفرینش ہی میں کیا جا

Telegram : t.me/pasbanehaq1

چکا ہے پھر بار بار اس میں تغیر و تبدیل یا تجدید اور تدریج کی ضرورت نہیں۔

نزولِ وحی میں تدریج

ہم کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی عادت تکوینیات میں یہ ہے کہ وہ اگرچہ تمام اشیاء کو دفعۃً پیدا کرنے پر قادر ہے بتدریج ہی پیدا کرتا ہے۔

اِنَّا کُلَّ شَیْءٍ خَلَقْنٰهُ بِقَدَرٍ ۝ اور کوئی چیز کیوں نہ ہو اُس کے خزانے ہمارے پاس ہیں اور ہم اس کو اتارتے ہیں۔ ایک معین اندازہ کی مقدار میں۔

ہر چیز پیدا کرنا خدا کے لئے کچھ مشکل نہ تھا مگر ایسا نہیں کرتا۔ بلکہ درخت کا بیج ڈالو تو بتدریج ایک عرصہ کے بعد درخت بن جائیگا۔ زمین کا قران ہوتا ہے مہینے گنتے ہیں، مختلف اطوار اور ادوار ہیں۔ بہت سے چکر ہیں تب پھر بنتا ہے گو بیکدم بنانے پر قادر تھا جس طرح تمام حیوانات کو پیدا کے بعد بیکدم بناتا ہے اور اس کو اسمیں تکان بھی نہ ہوتا لیکن عادت یہ ہے اب اگر کہو گے کہ یہ عادت کیوں ہے؛ تو ہم کہیں گے کہ مادہ میں استعداد ہی ایسی ہے پھر اگر کہو گے کہ ایسی استعداد کیوں ہے اس کا جواب گذر چکا ہے کہ ہر جگہ "کیوں" نہیں پوچھا جا سکتا بلکہ آخر میں ایک موحد یہی کہے گا کہ اللہ کے علم محیط میں یہی قرین مصلحت تھا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ کی عادت یہ معلوم ہوتی ہے کہ بہت سی اشیاء کو بتدریج بناتا اور جن اشیاء کی نسبت ہم یہ خیال کرتے ہیں کہ وہ شاید دفعۃً پیدا ہو گئی ہوں جیسے چاند، سورج،

Toobaa-elibrary.blogspot.com

سانسے وغیرہ ان میں بھی باعتبار فیض رسانی اور دوسری باشیاء سے تعلق رکھنے کے تدریج اور تغیر و تبدیل مشاہدہ ہے پس ہمارا خیال یہ ہے کہ جس طرح وقتاً فوقتاً ضرورت پیش آنے پر اللہ تعالیٰ بارش نازل کرتا رہتا ہے یہ نہیں کہ ایک ہی بارش ہمیشہ کی ضروریات کے لئے کافی ہو جائے پھر ضروری نہیں کہ ہر ایک بارش ایک زمانہ تک کفایت کر سکے کبھی دو چار دس دن کے لئے ہر تمام ہو جاتی ہے کبھی اتنی بارش ہوتی ہے کہ کئی ماہ تک ضرورت نہیں رہتی ٹھیک اسی طرح اقوام عالم کی ارواح و قلوب کی کھیتوں کو ابھارنے اور سرسبز کرنے کیلئے بھی اللہ تعالیٰ وحی والہام کی بارش حسب ضروریات زمانہ حسب استعداد قلوب مختلف زمانوں میں کرتا رہا ہے کبھی تو وحی الٰہی کی بارش ایسے زور و شور کی ہوئی کہ قرنوں تک اس کی تری زمین سے نہ گئی اور کبھی تھوڑے سا ترشح کافی گیا فَاٰتَتْ اُكُلَهَا ضِعْفَيْنِ فَطَلٌّ۔ اسی طرح لگاتار چھوٹی بڑی بارشیں مختلف اقوام و ممالک پر ہوتی رہیں اور ہر ایک نے چھوٹی یا بڑی میعاد تک زمین والوں کی روحانی کھیتوں کو سیراب آخر ایک وقت آیا کہ خدا کی ساری زمین خشک اور پیاسی ہو گئی، ہدایت کے چشمے سوکھ چاروں طرف آگ برسنے لگی، بداعتقادیوں اور بداعمالیوں کی آندھیوں اور لوؤں نے تمام روحانی کھیتوں کو جھلس ڈالا۔ اُس وقت بطحا کے پہاڑوں سے ایک گھٹا اٹھی جو آخر کار ساری دنیا پر چھا گئی اور وحی الٰہی کی وہ موسلا دھار اور عالمگیر بارش ہوئی جس نے ایک مدید تک دوسری بارش کی کوئی ضرورت باقی نہ چھوڑی جبتک اس بارش کا کافی اثر باقی رہے گا۔ دوسری بارش نہ آئے گی۔ اسی

Telegram : t.me/pasbanehaq1

بارش کے پانی سے جو بڑے بڑے تالابوں اور نہروں میں جمع ہو گیا۔ وقتاً فوقتاً دھنیوں کی آبپاشی ہوتی رہے گی۔ اور جب یہ پانی تمام ہو جائے گا۔ تو مخبر صادق کی خبر کے موافق یہ دنیا بھی ایک آخری سنبھالا لیکر داعی اجل کو لبیک کہے گی۔

اَوْ كَصَيِّبٍ مِّنَ السَّمَآءِ فِيْهِ ظُلُمٰتٌ وَّرَعْدٌ وَّبَرْقٌ يَجْعَلُوْنَ اَصَابِعَهُمْ فِيْٓ اٰذَانِهِمْ مِّنَ الصَّوَاعِقِ حَذَرَ الْمَوْتِ وَاللّٰهُ مُحِيْطٌۢ بِالْكٰفِرِيْنَ ۝ وفی الحدیث قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم مثل ما بعثنی اللّٰہ بہ من الھدی والعلم کمثل الغیث الکثیر اصاب ارضا فکان منھا طائفۃ طیبۃ قبلت الماء فانبتت الکلاء والعشب الکثیر وکانت منھا اجادب امسکت الماء فنفع اللّٰہ بھا الناس فشربوا وسقوا ورعوا واصاب منھا طائفۃ اخری انما ھی قیعان لا تمسک ماء ولا تنبت کلأ	یا ان سا فقوں کا ایسا حال ہے، جیسے آسمان سے کہ اس میں اکثی طرح کے اندھیرے ہیں اور گرج اور بجلی سخت کے کڑکے سے کڑک کے اپنی انگلیاں اپنے کانوں میں ٹھونس لیتے ہیں، اور اللہ کافروں کو گھیرے ہوئے ہے (کہ اس کی پکڑ سے کہیں نہیں نکل سکتے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جو ہدایت اور علم کر مجھ کو خدا نے بھیجا ہے وہ ایک موسلا دھار کی طرح ہے (جو خدا کی) زمین پر برسی بعض کا ایک حصہ (سیر حاصل) قطعہ تھا۔ کہ وہ قبول کر کے گھاس اور سبزہ پیدا اور دوسرا قطعہ تھا (جہاں پیداوار کچھ کم نہیں ہوئی لیکن) اس نے پانی اذر (کے لگانے) میں سے لوگ منتفع ہوئے اور انہوں نے خود پیا اور جانوروں کو پلایا اور کھیتوں کو

Telegram : t.me/pasbanehaq1

فذلك مثل من فقه فی دین اللہ ونفعه ما بعثنی اللہ به فعلم وعلم ومثل من لم یرفع بذلك رأسا ولم یقبل هدی اللہ الذی ارسلت به (متفق علیہ)

سیراب کیا (ان دونوں کے سوا) زمین کا ایک اور حصہ جو کہ نہ تو پانی روکتا ہے اور نہ گھاس اور سبزہ اگاتا ہے تو یہ پہلی مثال ہے اس کی جس نے دین کی سمجھ حاصل کی اور دوسری اس کی جس نے خود بھی وہ علم حاصل کیا اور دوسروں کو بھی سکھایا اور آخری مثال ہے اس کی جس نے اس ہدایت کو قبول کیا جسے دے کر میں بھیجا گیا تھا۔

جو چیز خدا نے مجھ کو دی تھی اس نے اس کو نہ تو اس کی طرف گردن اٹھا کر دیکھا اور نہ اس ہدایت کو قبول کیا جسے دے کر میں بھیجا گیا تھا۔

وحی کا تدریجی اور غیر تدریجی ہونا امکان میں داخل ہیں لیکن تدریجی ہونا عادت الٰہی کے موافق ہے

پہلے گذر چکا ہے کہ وحی اور الہام کی دو صورتیں ممکن ہیں یا بتدریج ہو، یا دفعۃً پس ہمارے اصول کے موافق جب عدم محض سے دنیا کو پیدا کیا گیا اور آدمیوں کے نزدیک جب پرلے کے بعد دنیا موجود ہوئی اسیوقت سے آدمیوں کو الہام الٰہی کی ضرورت ہونی چاہیئے اس لئے کہ ان کو زندگی بسر کرنی ہے اور معاش اور معاد کی درستی کے اسباب ہم پہنچانے میں جو بجز ایک ملہمانہ تعلیم کے متصور نہیں معرفت الٰہی کی روحانی پیاس جو ایک فطری لہر ہے اور اپنے رب اور مالک حقیقی کو خوش رکھنے کی تمنا جس کا بیج بھی آدم کے قلوب میں ازل سے بکھیر دیا گیا ہے شروع ہی سے ایک ایسے صاف شیریں اور روح پرور چشمہ کی تلاش میں ہے

Telegram : t.me/pasbanehaq1

جو تشنگان رضا موتی کو سیراب اور ان کی روحانی کھیتیوں کو سرسبز شاداب کر سکے چنانچہ حق جل و علا کی حکیمانہ رافت و رحمت ملاحظہ ہو کہ زمین کے آباد کرنے والے نے ابھی تک زمین پر قدم بھی نہیں رکھا تھا کہ پروردگار حقیقی نے اسے تمام ضروری چیزوں سے نام بنام واقف کر دیا۔

وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا اور آدم کو سب (چیزوں کے) نام بتا دیئے۔

بلاشبہ اگر ایسا نہ ہوتا تو بڑے تعجب کی بات تھی۔ جس خدائے رحمٰن نے ہماری پیدائش سے پیشتر ہماری مادی حو ؑ کا کافی انتظام کر دیا، زمین پیدا کی جس پر ہم کو بسنا اور کاروبار کرنا تھا اور اس کو ہر طرح کی غذاؤں اور اسباب زندگی کا ایک گودام بنا دیا چشمے اور دریا جاری کر دیئے، کنوؤں میں پانی کا ذخیرہ محفوظ کر دیا زندہ رہنے اور سانس لینے کے لئے تمام فضا میں ہوا پھیلا دی۔ آسمان کی مضبوط چھت میں کیسے درخشاں اور آنکھوں کی ذخیرہ کرنے والی قندیلیں روشن کر دیں غرض علویات اور سفلیات کا ایسا نظام قائم کیا کہ اس خاک کے پتلے کو اپنی ضروریات میں اس سے نفع اٹھانا آسان ہو پھر کوئی وجہ نہ تھی ایسا مہربان خدا ہماری روحی اور باطنی ضروریات کی طرف توجہ نہ فرماتا۔ اس نے اپنے آفرینش سے ہدایت کے چشمے جاری کئے، وحی اور الہام کی بارشیں وقتاً فوقتاً برسائیں اور جس جس وقت جس جس طرح اس کے علم ازلی میں مناسب تھا روحانی زندگی کے سامان مہیا فرمائے پس اگر مختلف زمانوں میں مادی غذا کی تیاری کے لئے مختلف طرح کی بارشوں اور بادلوں کے اول جدل پر ہم کوئی اعتراض نہیں کر سکتے تو ہم کو اس کا بھی کچھ حق نہیں پہنچتا کہ ہم بہت سے انبیاء

Telegram : t.me/pasbanehaq1

مرسلین اور اُن کی شرائع کے ارسال و انزال پر کسی طرح کی حرف گیری کر سکیں۔ متعدد شرائع کے نزول میں جو تدریج و تغیر مرعی ہوتی ہے وہ محض اکبر عالم اکے حق میں اس سے زاید نہیں کہ ایک طبیب کسی بیمار کو کئی دن تک منضج پلانے کے بعد مسہل دینے لگے یا تنقیہ خاص کے بعد تنقیہ عام کا مشورہ دے کوئی عقلمند بھی اس وقت یہ نہ کہے گا کہ طبیب کے منضج پلانے میں کچھ غلطی ملبوس چوک ہوگئی تھی جس کی تلافی اس نے مسہل کے نسخہ سے کی ہے حقیقت یہ ہے کہ طبیب دانا مریض کی ہر ایک حالت کے مناسب دوا تجویز کرتا ہے۔ ٹھیک اسی طرح سمجھ لو کہ وہ حکیم و علیم خدا بھی عالم کے مزاج اور تغیر احوال و عوارض کی رعایت سے کبھی جلد جلد اور کبھی بدیر اُس کے حالات کے مناسب نسخہ بدلتا رہتا ہے اور بعض اوقات کسی نسخہ کا استعمال بہت دیر تک قائم رکھتا ہے کیونکہ مریض کے حالت کا تغیر اس نسخہ کے اجزاء پر کوئی اثر نہیں ڈالتا یہ یاد رکھنا چاہئے کہ یہاں سوال امکان اور قدرت کا نہیں، بلکہ عادت الٰہی کا ہے اور یہ پہلے گذارش کیا جا چکا ہے کہ عادت سے اسکے خلاف قدرت کا کہنے کی نفی نہیں ہوتی وحی کے مراتب کی تدریج اور تفاوت کو آپ ایک اور مثال سے بھی سمجھ سکتی ہیں۔ پہلے یہ سمجھ لیجئے کہ جس طرح انسان کی ظاہری آنکھ مبصرات کے دائرہ میں اس وقت اپنا فعل کر سکتی ہے جب کہ اس کے اندر نور بصارت موجود ہو اور مبصر (یعنی جس چیز کو دیکھنا ہے) وہ بھی کسی قسم کی خارجی روشنی کے احاطہ میں ہو اگر اندرونی اور بیرونی روشنیوں سے کوئی ایک بھی مفقود ہو جائے تو آنکھ کے لئے دیکھنا ناممکن ہے ٹھیک اسی طرح

Telegram : t.me/tasbeehaq1

غیبیات اور امور معاد کا سمجھنا بھی دو روشنیوں پر موقوف ہے ایک اندرونی جو عقل کی روشنی ہے دوسری بیرونی جس کو وحی کی روشنی سے تعبیر کیا جاتا ہے گویا عقل انسانی مذکورہ بالا کار ہی ہے اور وحی سے مستفنی ہو سکتی ہے اس کے بعد لیل و نہار کے نظام پر غور کیجئے کہ سب میں جوں جوں تاریکی بڑھتی چلی جاتی تو ستاروں کی چمک میں بھی تیزی آتی جاتی ہے تاریک گھروں میں لالٹین چراغ وغیرہ سے روشنی کا سامان کیا جاتا ہے جن کو قدرت کے فیض نے تاریک اوقات میں دنیا کے کاروبار جاری رہنے کے لئے میسر کر دیا ہے ستاروں سے جہازوں کے چلانے میں مدد ملتی ہے اور خشکی اور تری میں لوگ ان کے ذریعہ سے وقت اور سمت کی تعیین کرتے ہیں۔

وَبِالنَّجْمِ هُمْ يَهْتَدُونَ ۝ اور لوگ ستاروں سے بھی راہ کرتے ہیں

گیس کے ہنڈوں اور بجلی کے قمقموں سے لوگوں کا کاروبار چلتا ہے جب صبح ہوتی ہے اور سورج نکلتا ہے تو تمام مختلف روشنی کے سامان نابود ہو کر ہزار درجہ کی روشنی کے بجائے تنہا ایک روشنی سورج کی کام دیتی ہے قدرت یہ بھی کر سکتی تھی کہ سورج کو ہمارے سر پر ہمیشہ کھڑا رکھتی مگر ایسا نہ کیا جس کی مصالح اور حکمتوں کا احصار خدا ہی کر سکتا ہے بہرحال اس قدر ضرور معلوم ہوا کہ ظاہری نور (روشنی) متدرج اور متفاوت ہو سکتی ہے اور اس تدریج اور تفاوت کے باوجود ایک ایسا مرتبہ بھی آ جو تمام مدارج کو ختم کر کے صرف ایک ہی درجہ کو باقی رکھے جو کہ اپنے مستفیدین کو سب ستاروں اور چراغوں کی روشنی سے مستغنی کر دے اور سب چھوٹی بڑی روشنیاں اسی ایک روشنی میں محو اور

Telegram : t.me/asbahenaqt

مدغم ہو۔ پس اگر یہ سماعی نور یعنی وحی اور الہام خداوندی میں بھی تدریج ہو اور آخر اُس کا ایک درجہ ایسا بھی آجائے جس کے بعد کوئی دوسرا درجہ باقی نہ رہے تو اس میں کیا تعجب ہے حضورؐ نے فرمایا کہ مجھے پانچ چیزیں دی گئی ہیں جنہیں سے ایک یہ ہے کہ ہر ایک نبی صرف اپنی قوم کی طرف بھیجا جاتا تھا۔ لیکن میں تمام آدمیوں کی طرف مبعوث ہوا ہوں۔

وحی میں باوجود اصولی اتفاق کے فروعی تفاوت

یہ بات فراموش نہ کیجائے کہ تمام انبیاء کے پاس اصول کے اعتبار سے ایک ہی چیز ہوتی ہے۔

شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا وَصّٰى بِهٖ	(لوگو) اس نے تمہارے دین کا وہی رستہ
نُوْحًا وَّالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ	ٹھہرایا ہے جس پر چلنے کا اس نے نوح
وَصَّيْنَا بِهٖٓ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسٰٓى	کو حکم دیا تھا اور (اے پیغمبر) تمہاری طرف
اَنْ اَقِيْمُوا الدِّيْنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوْا	(بھی) ہم نے (یہ) رستہ کی وحی کی اور
فِيْهِ۔	جس کا ہم نے ابراہیم
حکم دیا تھا کہ تم دین کو قائم رکھنا اور اس	میں تفرقہ نہ ڈالنا۔

البتہ مختلف انبیاء اور ان کی شرائع اصول کو بحالہا قائم رکھتے ہوئے زمنہ اور امکنہ اور امم کے اختلاف سے زوائد کا خفیف تغیر و تبدل ہو جاتا ہے اس کو یوں سمجھو کہ انسانوں کی عام غذا ہمیشہ ایک قسم کی ہے مثلاً روٹی یا پھل اور پانی لیکن زوائد اور فروع میں باعتبار اوقات و مواسم تغیر و تبدل کرتے رہتے

Telegram : t.me/pasbanehaq1

ہیں مثلاً جاڑے میں سوہن حلوہ، گاجر اور انڈوں کا حلوا، اور گرمی میں فیرنی فالودہ وغیرہ کا استعمال کیا جاتا ہے۔

اسی اصول کے اتفاق اور زائد کے اختلاف کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا گیا ابوھم واحد و امھاتھم شتی یعنی انبیاء کرام کی مثال ان بھائیو طرح ہے جن کا باپ ایک والدہ مختلف ہوں۔

خاص خطاب کے بعد وحی کا عالمگیر خطاب

یعنی

نبوت خاصہ کے بعد نبوت عامہ

قرآن کریم کا دعویٰ ہے کہ مختلف اقوام کی طرف مختلف نبی اور ہدایت کے لئے آئے۔

وَ اِنْ مِّنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِیْهَا نَذِیْرٌ ۔ اور کوئی امت ایسی نہیں کہ کوئی ڈرانے والا نہ گذرا ہو۔

جو مختلف زمانوں میں اپنے منصب کے موافق رہنمائی کا فرض ادا کر کے چلے گئے ان سب کے بعد ایک ہادی اعظم اور منذر عام آیا جو کہ تمام مخلوق کے لئے ہادی ہے۔

قُلْ یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْكُمْ جَمِیْعًا ۔ کہدو کہ تمام انسان لوگو میں تم سب کی طرف خدا کا بھیجا ہوا رسول ہوں۔

پس ضروری تھا کہ ایسے منذر عام کے پاس ایسی کتاب ہو جو کہ تمام لوگوں

Telegram : t.me/pasbanehaq1

کی ہدایت اور عام اقوام کی رہبری کے لئے ابدی طور پر ضامن اور متکفل ہو جائے۔ اس سے پہلے مفصلاً گذر چکا ہے کہ خدائی کلام کو کہ ہم خدائی کلام کیطرح پہچان سکتے تھے۔

قرآن اور اس کی جامعیت

آؤ! اس منذر عام کی اس کتاب کو دیکھیں جو قرآن کے نام سے معروف ہے کہ آیا وہ خدا کا کلام ہو سکتا ہے یا نہیں؟ جب تم اس کی تفتیش کرو گے تو تم کو اس کی کتاب میں تہذیب اخلاق، طرز تمدن و معاشرت، اصول حکومت و سیاست، ترقی روحانیت، تحصیل معرفت، تزکیہ، نفوس، تنویر قلوب عزمنیکہ وصول الی اللہ اور تعلیم و رفاہیت خلائق کے وہ تمام قوانین موجود نظر آئیں گے جن سے کہ افرینش عالم کی غرض پوری ہوتی ہے اور جن کی ترتیب و تدوین کی ایک امی قوم کے امی فرد سے کبھی امید نہیں ہو سکتی۔ پھر ان تمام علوم و حکم کا تکفل کرنے کے ساتھ جن کے بغیر مخلوق اور خالق کا تعلق صحیح طور پر قائم نہیں ہو سکتا اور نہ کوئی دوسری حقوق کو پہچان سکتی ہے۔ اس کتاب کی غلطفلہ انداز فصاحت و بلاغت، جامع و موثر اور دلربا طرز بیان، دریا کا سا تموج اور روانی، سہل ممتنع سلاست اسالیب کلام کا تفنن اور اس کی لذت وقت اور شہد شہانہ شان و شکوہ یہ سب چیزیں ایسی ہیں جنہوں نے بڑی بلند آہنگی سے سارے جہان کو مقابلہ کا چیلنج دیدیا ہے جس و قرآن کے جمال جہاں آرائی غیب کی نقاب الٹی اور آدم کی اولاد کو اپنے سے روشناس اس کا برابر یہی دعوے رہا کہ میں

Telegram : t.me/pasbanehaq1

خدائے قدوس کا کلام ہوں اور جسطرح خدا کی زمین جیسی زمین اور خدا کے سورج جیسا سورج اور خدا کے آسمان جیسا آسمان پیدا کرنے سے دنیا عاجز ہے اسی طرح خدا کے قرآن جیسا قرآن بنانے سے بھی دنیا عاجز رہے گی۔ قرآن کے مٹانے کی لوگ سازشیں کریں گے، مگر گاتھیں گے، مقابلہ کے جوشش میں کٹ مریں گے، اپنی مدد کے لیے دنیا کی بڑی بڑی طاقتوں کو دعوت دیں گے، کوئی حیلہ، کوئی تدبیر، کوئی داؤ پیچ اُٹھا نہ رکھیں گے، اپنے آپ کو اور دوسروں کو مصیبت میں ڈالیں گے۔ سارے مقابلات اور معارضے دعا ہی کا عمل اُن کے لئے ممکن ہوگا مگر قرآن کی ایک چھوٹی سی سورۃ کا مثل بنانا ناممکن ہوگا۔

نبی اُمی اور اسکا اعجاز قرآنی

پھر طرفہ یہ ہے کہ جو ہادی اس کتاب کو لایا اس نے نہ کسی درس گاہ میں تعلیم پائی نہ کسی لائبریری کا مطالعہ کیا، نہ کسی استاذ اور معلم کے سامنے زانوئے ادب تہ کیا اور نہ اس کے گرد و پیش ایسے بیش بہا تعلیمات کا کوئی مواد موجود تھا بلکہ اس کی اور اس کی قوم کی وہ حالت تھی جس کو قرآن نے ان الفاظ میں ادا کیا۔

هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ	وہ (اللہ) تو ہے جس نے (عرب) جاہلوں میں
رَسُوْلًا مِّنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ	ان میں سے (ہی) کو پیغمبر بنا کر بھیجا (کہ وہ) ان کو
وَیُزَكِّیْهِمْ وَیُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَ	خدا کی آیتیں پڑھ پڑھ کر سنائے اور (کفر و
الْحِكْمَةَ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ	شرک کی گندگی سے) پاک صاف کرے اور ان کو

Telegram : t.me/pasbanehaq1

لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ۝ — کتاب (الٰہی) اور عقل (کی باتیں) سکھاتے ہیں ورنہ (اس سے پہلے تو یہ لوگ سریحاً گمراہی میں مبتلا تھے۔

نہ صرف یہ کہ قرآن نے اس کے اُمی ہونے کا اشارہ کیا بلکہ اُمی کا وصف اس کے لئے بمنزلہ ایک ممتاز لقب کے استعمال فرمایا، جس جگہ یہ فرمایا۔

اَلَّذِیْنَ یَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِیَّ الْاُمِّیَّ الَّذِیْ یَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ۔ — (ان سے بھاری عہد اس زمانہ کے وہ اہل کتاب تھے) جو پیروی کرتے ہیں اس رسول نبی امی (محمد) کی جو لکھی ہوئی پاتے ہیں جن کی بشارت، کو اپنے ہاں توراۃ اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں۔

اور ایک موقع پر آپ کی نوشت و خواند کے متعلق ان لوگوں کے مجمع میں جن سے آپ کی چہل سالہ طویل زندگی کا کوئی ممتد حلقہ خصوصاً کہ وہ جس میں ضبط غلطیوں کی ہو مستور نہ رہ سکتا تھا، صاف صاف اعلان کر دیا گیا۔

وَمَا كُنْتَ تَتْلُوْا مِنْ قَبْلِهٖ مِنْ كِتٰبٍ وَّلَا تَخُطُّهٗ بِیَمِیْنِكَ اِذًا لَّارْتَابَ الْمُبْطِلُوْنَ ۝ — نہ تو تم قرآن سے پہلے کوئی کتاب پڑھ اور نہ اپنے داہنے ہاتھ سے لکھ سکتے تھے اگر ایسا ہوتا تو بیشک اہل باطل پرستوں کو کچھ شک و شبہ کی گنجائش ہوتی۔

یہی نہیں کہ آپ پر نوشت و خواند بالکل اٹک تھٹک رہے، بلکہ جو چیز بڑے سے بڑے متعصب و معاند کو بھی محو حیرت بنا دینے والی ہے وہ یہ کہ آپ باوجود عرب ہونے کے نہایت اجنب التعلیم معزز و ممتاز خاندان سے ہونے کے اس فن شاعری سے بھی ناآشنا رہے جس میں اس سرزمین کے بچے

www.Taemeernews.com/forum/showthread.php

blogspot.com

اور پھر کہاں بھی طبعی سلیقہ کے موافق یدِ طولیٰ رکھتی تھیں کیا یہ عجیب بات نہیں کہ ایسے ملک کا جہاں کی زمین نباتات کی طرح شاعروں کو اگاتی تھی ایسا مایۂ فرزند شعر گوئی سے کوئی علاقہ نہ رکھے؛ ایک شعر بھی اس کا عرب کے دیوان موجود نہ ہو، کسی مشاعرہ میں ایک قصیدہ بھی اس نے نہ پڑھا ہو جو یہی گمان جائے کہ شاعری سے ترقی کرتے کرتے شاید وحی و الہام کا دعویٰ کر دیا

وَعَلَّمْنَاهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْبَغِي لَهُ

"ان (پیغمبر) کو شاعری" شاعری ان (کی شان کے) لائق بھی نہیں۔

پھر لائے تو پورے چالیس کے بعد ایک ایسا کلام لائے جو نہ قصیدہ ہے نہ غزل ہے نہ مرثیہ ہے نہ اس رنگ و ڈھنگ کا کوئی کلام اُن کے یہاں موجود ہے نہ اس طرح کی کوئی تصنیف وہاں پائی جاتی ہے۔ بلکہ وہ آفتاب کی طرح مکانوں کو نہیں دلوں کو روشن کرنے والا کلام ہے وہ حکمت ہے، علم ہے، شفا ہے، برہان ہے، نور ہے، قانونِ ہدایت ہے خلاصہ یہ کہ خدا کے علم سے روشن کی ہوئی مشعل ہے جسے نہ کوئی ہوا کا جھونکا گل کر سکتا ہے نہ کوئی آندھی بجھا سکتی دنیا کے فصحا و بلغا نے اس اُمی کی لائی ہوئی کتاب کے سامنے سپر ڈال دی۔ بڑے بڑے شاعر ایسے بہک گئے کہ جس آدمی نے مدۃ العمر ایک شعر نہیں کہا تھا محض کلام سنکر اسے شاعر بتلانے لگے اس کا خارق عادت دیکھ کر سحر سے تعبیر کیا اور یہی چیز ان کے زعم میں تمام فوق العادۃ کارناموں کی حد تھی۔ اور بعض ان میں سے قرآن کی فصاحت کو سجدہ کرنے لگے قرآن کے علوم و قوانین نے سارے

Telegram : t.me/pasbanehaq1

دنیا کے قانون ردی کر دیئے۔ اعلیٰ سے اعلیٰ حکمتوں اور تمدنوں کو پامال کر کے ان کی جگہ لے لی۔ اور آخر اُمیوں کی جماعت کو دنیا کے مدعیان حکمت و تہذیب کا معلم بنا دیا۔

آپ کا اُمی ہونا تاریخ کی اجلی بدیہات میں سے ہے

کیا آج سے تیرہ سو برس کے بعد کوئی شخص جرأت بلکہ حماقت کر سکتا کہ آنحضرت صلعم کے اُمی ہونے کو یہ کہہ کر جھٹلانے لگے کہ شاید آپ نے بھی دنیا کے دوسرے مصنفوں کی طرح مختلف علوم و فنون کی کتابیں پڑھی ہوں گی کسی عیسائی کے پاس بیٹھے ہوں گے کوئی کتب خانہ آپ کے مکان میں چھپا ہوگا۔

میں کہتا ہوں کہ آیات جن میں آپ کا اُمی ہونا بیان کیا گیا ہے ایسی قوم کو سالہا سال تک شب و روز سنائی جاتی رہیں جن کی گودوں میں آپ بچپن سے پلے تھے اور آپ کی عمر کا کوئی معتد بہ عرصہ ان کی نگاہوں سے اوجھل نہ تھا۔ لیکن ایسی شدید عداوت اور غیض و غضب اور آپ کی تکذیب و تردید پر اسقدر حریص ہونے کے باوجود کسی ایک آدمی نے بھی یہ شہادت نہ دی کہ آپ نے فلاں مدرسہ میں تعلیم پائی ہے یا فلاں استاد کی خدمت اور ملازمت میں آپ اپنی مدت تک رہے ہیں۔ اگر کوئی آواز بھی ایسی اٹھی ہوتی تو ضرور آج تاریخ میں اس کا کچھ نشان ملتا۔ تاریخ کے صفحات جس طرح اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کھلے ہوئے تھے اس سے زائد آپ کے دشمنوں اور بدخواہ کرنے والوں کیلئے کشادہ تھے بلکہ آغاز اسلام میں جب کہ چند مظلوم اشخاص کے سوا کوئی بھی حضرت محمد صلعم کا کلمہ پڑھنے والا نہ تھا اور کفر و باطل کی ساری شیطانی طاقتیں آپ کے

Telegram : t.me/pasbanehaq1

نام ونشان کو صفحۂ ہستی سے معاذ اللہ مٹا دینے میں مشغول تھیں ان کے لئے ایسا پروپیگنڈا پھیلانے کا بڑا وسیع میدان موجود تھا اور وہ بخوبی اس کی اشاعت اطراف واکناف میں کر سکتے تھے کہ محمد (صلعم) معاذ اللہ اپنے امی ثابت کرنیکے دعوی میں جھوٹے ہیں انہوں نے فلاں کالج میں یا فلاں پروفیسر سے "ز نہ تک" کی تعلیم پائی ہے۔ پس جب کہ چودہ سو برس کی تاریخ کوئی ایسا بیان کرنے سے خاموش ہے تو تاریخ کی عزت پر یہ ایک بڑا ہی ناپاک اور کینہ حملہ ہوگا کہ تعصب کے جوش میں محض اپنے توہمات کی بنا پر تاریخ کو جھوٹا ثابت کیا جائے اگر اسکندر رومی کی فاتحانہ ملک گیری۔ انوشیرواں کی عدل گستری، رستم کی شہرۂ آفاق طاقت وشجاعت، حاتم طائی کی سخاوت اور فیاضی کی تردید کر دی جائے تو غالباً تاریخ وروایت کا فن اعتبار رہے اور نہ ہوگا جتنا کہ عربی صلعم کے امی ہونے کی نفی سے ناقابل اعتبار ٹھہرتا ہے۔ کیونکہ یہ واقعہ ہے جس کا تواتر قرآن کے تواتر کی برابر ہے اس کا انکار صرف اس صورت میں ممکن ہوگا کہ ایک آدمی یہ بھی دعوے کر بیٹھے کہ محمد صلعم نامی کوئی انسان عرب میں پیدا ہی نہیں ہوئے۔ نہ انہوں نے یہ قرآن پڑھ کر لوگوں کو سنایا نہ دعوی پیغمبری کیا تو کیا آپ یہ پسند کریں گے کہ محض قرآن یا حامل قرآن کی ملامت کے جوش میں گذشتہ تمام مشہور ومتواتر واقعات کو بھی جھٹلانے لگیں جس کا خمیازہ نہ صرف مذہب اسلام کو بلکہ دنیا کے تمام مذہبوں اور قوموں خصوصاً اس مذہب کو اٹھانا پڑے گا جس کا وجود تاریخی زمانہ سے بھی بہت پہلے کا بتلایا جاتا ہے۔ میں نہیں سمجھتا کہ کوئی شخص قرآن کی ضد میں اس درجہ جہالت پر اتر آئے گا کہ وہ رسول قرآن

Telegram : t.me/pasbanehaq1

پہلے نبی اُمی کا تعلیم یافتہ ہونا ثابت کرے حالانکہ وہ مشہور ضدی اور متمرد انسان تھے جنہوں نے کوئی امکانی صورت تکذیب قرآن کی اُٹھا نہ رکھی تھی۔ تنگ اور کھسیانے ہو کر اس سے زائد نہ کہہ سکے کہ انما یعلمہ بشر (کوئی آدمی ان کو سکھلا جاتا ہے) ایسا کوئی بھی نہ دے سکے جس سے چالیس سال کی عمر تک ایکدن کیلئے بھی آپ کا کسی سے تعلیم پانا ثابت ہوتا بلکہ خود ان کا قول اس کی دلیل ہے کہ رسول خدا صلعم کے امی ہونیکو وہ ایسی ناقابل انکار ہدایت سمجھتے تھے کہ قرآن کے علوم و معارف کو آپ کے گذشتہ مشہور و معروف امیت سے تطبیق دینا ان کیلئے ممکن نہ تھا اس لئے وہ آپ کی جگہ کسی غیر معلوم بشر کو جو تعلیمیافتہ ہو اس قرآن کا اصل مصنف قرار دیتے تھے اس وقت شاید ان کو یہ خیال نہ رہا کہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن سکھانیوالا بھی کوئی بشری ہے تو کسی بشر کا مقابلہ کرنے اور اس کے کلام کا مثل لانے سے سارے جہانکی بشری اور غیر بشری طاقت عاجز نہیں رہ سکتی۔ بے شک قرآن حضرت محمد صلعم کا کلام نہیں ہے اور نہ آپ کے پاس ایسی کتاب تیار کر لینے کا کوئی طبعی سامان موجود تھا اور یہ بھی درست ہے کہ یہ قرآن ظاہر آپ کو کسی اور نے پڑھایا ہے لیکن وہ پڑھانیوالا بشر نہیں تھا بلکہ وہ رب کریم تھا جو لایعقل نطفہ اور منجمد خون کو صاحب عقل و شعور انسان بنا دیتا ہے۔

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ ۚ	پڑھو اے محمد صلعم، اپنے رب کے نام سے جس
خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ۔	نے پیدا کیا انسان کو جمے ہوئے خون سے۔

وہ جس طرح اپنی ذات اور صفات میں اور اپنے کام میں بے مثیل اور یکتا ہے اسی

Telegram : t.me/pasbanehaq1

طرح اپنے کلام میں بھی بے نظیر و بے ہمتا ہے۔ مخلوق میں طرح اس کے کام کا معارضہ کرنے سے عجز ہے۔ قرآن کے لانیوالے نے پورے زور سے تھدی کی، ہر طرح دنیا کو اس کلام کا مثل لانے کیلئے ابھارا، غیرتیں دلائیں، مقابلہ کیلئے میدان کیا، جھوٹ جھوٹ کر اُٹھایا، اور ایک ذرا سی بات پر جو ان کے زعم میں بہت ہی آسان اور سہل الحصول ہونا چاہیئے تھی، اپنے کل دعاوی کے جھوٹ اور سچ ہونیکا فیصلہ چھوڑ دیا، لیکن مقابلہ کرنیوالوں نے لڑائیاں لڑیں، عالمین قرآن کے مٹانے اور تباہ کرنے کی سازشیں کیں۔ ان کے ذلیل اور رسوا کرنے میں کوئی دقیقہ باقی نہ چھوڑا، تاہم یہ حوصلہ کسی کو نہ ہو سکا کہ قرآن کی کسی چھوٹی سی سورۃ کے جواب میں چند جملے بنا کر قرآن کے عظیم الشان دعویٰ کو غلط یا پست کر دیتا (العیاذ با

قرآن نے کس طرح لوگوں کو عاجز کیا

جیسے ہم خدائی کاموں کو مصنوعات عالم میں غور کرکے بآسانی پہچان لیتے ہیں اسی طرح خدا کے کلام کے مقابلہ میں بہت سے شعراء کے کلاموں اور دنیا کے بڑے بڑے بولنے والوں کے نتائج افکار کو، ان کے شستہ و مہذب بیانوں کو، فلسفہ انداز خطبوں کو، معرکۃ الآرا لکچروں کو، عرق ریزی سے لکھی ہوئی تالیفات کو، ادبی اور علمی مصنفات کو سامنے رکھ کر ہم آسانی سے اس نتیجہ پر پہنچ سکتے ہیں کہ یہ خدائی کلام ہے آدمیوں کا کلام نہیں پس جس کلام کے متعلق یہ دعویٰ ہمارے سامنے آتا ہے کہ خدائی کلام ہے اس میں ہم کو امور ذیل پر غور کرنا پڑے گا۔

Telegram : t.me/pasbanehaq1

خدائی کلام کے پرکھنے کی کسوٹی کیا ہے

(۱) مدعی نبوت جس کی زبان سے یہ ہم تک پہنچا اس کی کیسی حالت ہے؟ (۲) اس کی تعلیم کیسی ہے؟ (۳) کیا اس جیسا آدمی ایسا کلام بول سکتا ہے؟ (۴) کیا اس کے پاس ایسا ن موجود ہے جس سے وہ ایسے مضامین ادا کر سکے؟ (۵) کیا حجاز میں کوئی علمی سامان موجود تھا؟

کیا قرآن اس کسوٹی پر پورا اترتا ہے

پہلے سوال کے متعلق قرآن کے لانیوالے کی حالت جب ہم دیکھتے ہیں تو وہ ایک دیہاتی شریف النسب مگر ایک یتیم بچہ ہے۔ جس کے سر پر نہ باپ نے سایہ کیا نہ زیادہ دنوں تک آغوش مادری کی راحت اٹھائی، نہ اس کے پاس کوئی ثروت ہے نہ دولت، نہ اس کا گھرانہ کوئی علمی یا صنعتی گھرانہ ہے نہ اس کے پاس لڑکپن کے زمانہ یا جوانی بلکہ نبوت کے بعد بھی کوئی ظاہری علمی سامان ہے نہ اس کے وطن میں کوئی مدرسہ ہے نہ کوئی مکتب، نہ اس کے وطن میں علوم وفنون کا کسی قسم کا چرچا ہے بلکہ وہاں کسی کے کان علوم وفنون کے چرچے سے آشنا بھی نہیں۔ ہاں ان کے پاس اگر ہے تو صرف زبان ہے اس قدر طاقت لسانی اور قادر الکلامی ہے کہ وہ تمام جہان کو اپنے سامنے گونگا سمجھتے ہیں چنانچہ عرب کے ماسوا کا جو نام عجم رکھا تھا اس کی بھی وجہ یہی تھی کہ عجم کو قادر الکلام نہیں سمجھتے تھے اور اپنے مقابلہ میں سب کے ہیچ جانتے تھے بڑے بڑے بادشاہوں کے درباروں میں نہایت شان وشوکت کے

Telegram : t.me/pasbanehaq1

ساتھ بیدھڑک بولتے تھے معمولی اونٹ اور بکریاں چرا لیا لا ایسا برجستہ کلام کہتے تھے کہ دوسروں کو بہت فکر و تامل کے بعد بھی ویسا کہنا مشکل تھا چند جملوں میں جذبات کو برانگیختہ کر دیتے، جب بولتے تو رعد کی طرح گرجتے۔ بجلی کی طرح کڑکتے بارش کی طرح برستے تھے اور تھوڑی سی دیر میں گہے بگہے باتوں کا سماں کھینچ دیتے تھے۔ غرض کہ لے دیکر ان کے پاس اگر کوئی چیز تھی تو صرف زبان تھی ویسے کوئی طریقہ یا قاعدہ و تصنیف نہ تھا، درسگاہیں نہ تھیں، کتب خانہ یہاں نہ تھیں۔

اب سوچو کہ اگر ایسے ملک میں کوئی ذہین اور صاحب ثروت بھی ہو تو کیا مختلف علوم و فنون کا سیکھنا اس کے لئے عادۃً محال نہ ہوگا پھر جب اس کے ساتھ دوسرے قدرتی اسباب بھی ایسے جمع ہوں جن کے ہوتے ہوئے سیدھی سادی زندگی بسر کرنا اور معمولی کتاب بھی مہیا کرنا مشکل ہو جاوے جیسا کہ ولادت سے پہلے والد کا انتقال اور بحالت رضاعت والدہ کی وفات۔ پھر چچا کی پرورش میں پلے جانا اور طرح چالیس برس کی عمر کو بے سروسامانی میں بسر کرنا۔ کبھی قلم کو ہاتھ نہ لگانا کسی استاد کے سامنے کتاب کھولنا ان سب علامتوں کو دیکھ کر عادۃ اللہ (جس کو آج کل کے لوگ قانون قدرت بھی کہتے ہیں) یہی بتلاتی ہے کہ ایسا شخص ابواب تہذیب و تمدن اور معارف الٰہیہ اور حقائق توحید ذاتی و صفاتی و افعالی اور علوم ہدایت امم و اقوام میں کوئی سچی بات بھی نہ کہہ سکے۔ چہ جائیکہ وہ ایسی کتاب لاجواب اور ایسی آیات بینات لوگوں کے سامنے پیش کرے جس کو دیکھ کر ارباب فنون اور علمائے متبحرین حیران رہ

Telegram : t.me/pasbanehaq1

جائیں۔ بلکہ دنیا کے بڑے بڑے عقلاء اور حکماء اس کی چوکھٹ پر سر جھکائے رکھیں اور جن و انس اس کا مثل پیش کرنے سے سراسر عاجز و درماندہ ہو جائیں۔ جب ایسے حالات میں ایسا کلام ہم دیکھیں گے تو فوراً اس کو خدائی کلام کہنے پر ازروئے عقل و انصاف مجبور ہو جائیں گے دوسرا سوال بھی مذکورہ بالا بیان سے حل ہو گیا کہ جب مکی اور قریشی حالات ایسے ہوں جن کے ہوتے ہوئے ایک غار شعلبان اور خوشحال آدمی بھی اکتساب علوم اور تحصیل فنون سے عاجز ہو تو ایک بیمرو سامان کے لئے ایسی عالی تعلیم کہاں سے میسر ہو سکتی تھی آپ کی سوانح سب کو معلوم ہے کہ طفولیت ہی میں یتیم ہوئے اور ہوش سنبھالنے کے بعد بعض ابواب معیشت اور دیگر افکار میں مبتلا ہو گئے ہاں پیدائشی طور پر جو بہت ہی ذہین اور قوی حافظہ طبع حق اور معرفت الٰہیہ کا آپ کے قلب مبارک میں موجزن اور جو حدت نفرت اور بغض آپ کو فطری طور پر رسوم شرکیہ اور فشار و منکرات سے تھا وہ آپ کو تمثل (انقطاع خلائق) اور یکسوئی اور عزلت گزینی کی طرف کرتا تھا چنانچہ آپ کبھی کبھی کئی کئی دن تک تمام انسانوں کے جوار سے علیحدہ ہو کر غاروں اور پہاڑوں میں خلوت وحدہ لاشریک لہ کو یاد کرتے اور اوراد کانشنس کے موافق اس کی عبادت کیا کرتے تھے جہاں انسان کا گذر تو کیا کوئی پرند بھی پر نہ مارتا تھا۔ تاریخ کی نہایت ہی معتبر اور مصدقہ روایتیں جن سے بڑھ کر کوئی وثوق کی چیز تاریخ کے خزانہ میں نہیں مل سکتی۔ بتلاتی ہے کہ آپ حرا کی چوٹی پر (جسے جبل النور کہتے ہیں) کئی کئی دن تنہا رہ کر اس وحدہ لاشریک کی معرفت کی طرف قدم اٹھاتے تھے کوئی شخص ان چند ایام خلوت میں بھی یہ ثابت نہ کر سکا کہ آپ

Telegram : t.me/pasbanehaq1

logspot.com

کے پاس خفیہ طور پر کوئی معلم جاتا تھا اور وہ آپ کو کتاب پڑھاتا تھا۔ ایسے حالت میں نزول قرآن سے پہلے آپ کے تعلیم یافتہ ہونے کا دعوا کس قدر بے دلیل ہوسکتا ہے قرآن نے صاف صاف اعلان کر دیا۔

وَمَا كُنْتَ تَتْلُوْا مِنْ قَبْلِهٖ مِنْ كِتٰبٍ وَّلَا تَخُطُّهٗ بِيَمِيْنِكَ اِذًا لَّارْتَابَ الْمُبْطِلُوْنَ ۝	قرآن شریف سے پہلے تو کوئی کتاب بھی تم اپنے داہنے ہاتھ سے لکھتے نہ تھے اگر ایسا ہوتا تو البتہ اہل باطل شبہ میں پڑتے۔

نبوت سے پہلے ایک دفعہ بچپن میں اپنے چچا ابوطالب کے ہمراہ اور ایک مرتبہ جوانی میں دوسرے رفقاء کے ساتھ آپ کو شام کی طرف بغرض تجارت چند لوگوں کے لئے سفر کا اتفاق ہوا۔ بحیرا راہب نے اسی سفر میں آپ کو دیکھا اور آثار شرف و صلاح اور علامات نبوت دیکھ کر حضورؐ کے تابناک مستقبل کے متعلق کچھ پیشین گوئی بھی کی لیکن جیسا کہ حافظ ابن تیمیہ نے لکھا ہے پڑھنا پڑھانا تو درکنار کوئی شخص تاریخ سے ایک شہادت بھی اس بات کی پیش نہیں کر سکتا کہ اس چند ساعت کی صحبت میں آپ نے ایک کلمہ اور ایک حرف بھی بحیرا یا کسی اور راہب یا قسیس سے سیکھا ہو اور اگر بالفرض ایسا ہوتا تو سب سے پہلے حافظہ کو اور بحیرا کے تبعین کو اس کی خبر ہوتی اور وہ بڑے زور شور سے اپنی تالیفوں میں صاف کرتے کہ محمد معاذ اللہ فلاں راہب کے شاگرد ہیں۔ حالانکہ صفحات میں اس کا کوئی نشان موجود نہیں۔ تیسرے سوال کے متعلق یہ کہنا ہے کہ اگر مدعی الہام ایسا ہو کہ اس نے باقاعدہ علوم و فنون کو حاصل کیا ہو اور اپنی سابق زندگی میں اس کی فصاحت اور علمی قابلیت بھی مشہور ہو چکی ہو اور اس کے پاس

Telegram : t.me/pasbanehaq1

ایسا سامان موجود ہو جس کی وجہ سے وہ تصنیف و تالیف پر قادر ہو جائے۔ بعد وہ ایک نفیس کتاب کو لکھ کر اس کے الہامی ہونے کا دعویٰ کرے تو شبہ کی گنجائش ہو سکتی ہے۔

کیا فیضی کی تفسیر اور سعدی کی گلستان کو معجزہ کہہ سکتے ہیں

آپ نے سنا ہوگا کہ قرآن کے مقابلہ میں بعض عرش فہم فیضی کی بے نقط تفسیر اور سعدی کی گلستان کو پیش کر کے یہ کہا کرتے ہیں کہ جس طرح ان دونوں کا جواب آج تک کوئی نہ دے سکا۔ اسی طرح اگر قرآن کا جواب بھی کسی نے نہ دیا تو وہ معجزہ کیونکر ہو سکیگا اور اگر وہ معجزہ ہے تو فیضی کی بے نقط تفسیر اور سعدی کی گلستان بھی معجزہ ہوگی۔

اس کا جواب

حالانکہ دنیا جانتی ہے کہ سعدی اور فیضی دونوں کے پاس سامان تعلیم و تالیف کس قدر موجود تھا۔ کتنے عرصہ تک انہوں نے تعلیم حاصل کی، برسوں مدرسوں میں پڑے رہے، راتوں کو جاگے، مدتوں محنتیں کیں، سالہا سال کی محنتوں اور دماغ سوزیوں کے بعد اگر بالفرض، فیضی یا حریری یا متنبی یا کوئی اور عربی میں، سعدی فارسی میں، ملٹن انگریزی میں، یا ہومر یونانی میں، یا کالیداس سنسکرت میں ایسے ہوئے کہ ان کا کلام دوسروں کے کلام سے فائق ہو گیا تو کوئی تعجب کی جگہ نہیں۔

خدا کے کلام معجزہ کی تعریف میں میں پہلے کہہ چکا ہوں کہ وہ اسباب متعارفہ کے توسط کے بغیر صادر ہونا چاہئے۔ کیا ان لوگوں کی باقاعدہ تحصیل علوم۔

Telegram : t.me/pasbanehaq1

استادوں کے ساتھ طویل ملازمت، ہم نشینی، وسیع مطالعہ، مدتوں کی مشاقی اور جدوجہد کے جانکاہ طریقوں سے منفی ہے؟ اور کیا فائق کلام بولنے یا لکھنے کیلئے یہ ظاہری اسباب نہیں ہیں، اگر ہیں اور ضرور، تو ان کے کلام کا فائق ہونا بلا سبب متعارف کے ظاہر نہ ہوا بلکہ اتنی خاک چھاننے اور مصیبت جھیلنے کے بعد اگر ان کا کلام ایسا نہ ہوتا تو خلاف عادت ہونے کی وجہ سے موجب تعجب ہو سکتا تھا لہٰذا فیضی کی تفسیر کا ایک خاص صنعت پر منحصر ہونے میں تفوق محل تعجب نہیں تعجب یہ ہے کہ جس نے کتاب اور کاغذ قلم، دوات کو چھوا نہیں برس تک ہاتھ نہ لگایا یا نہ کسی درسگاہ میں قدم رکھا، اس نے وہ کتاب دنیا کے سامنے پیش کی کہ ہزاروں سعدی اور لاکھوں فیضی اس کے اوپر قربان ہو جانا اپنا فخر سمجھے اور سمجھتے رہیں اور رہے گے بلکہ وہ اور ان سے زیادہ باکمال ہستیاں اپنی ہستی اور کمالات کا سرچشمہ بھی اسی نور مجسم اور اسی کتاب مقدس کو کہتے ہیں۔ دیکھو خود حضرت سعدی بوستان کے دیباچہ میں قرآن لانیوالے پیغمبر کی فضیلت کیا فرماتے ہیں سے اشعار

خلاف پیغمبر کسے رہ گزید ۱۱ — کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید
مپو ار سعدی کہ راہ صفا — نہ جز بر پئے مصطفےٰ
کلیمے کہ خورشید فلک طور اوست — تو نور اوست
قلمے کہ ناکردہ قرآن درست — کتب خانہ چند ملت بشست
بلند آسمان پیش قدرت خجل ! — تو مخلوق و آدم ہنوز آب و گل
تو اصل وجود آمدی از نخست — دگر ہر چہ موجود شد فرع تست

Telegram : t.me/pasbanehaq1

مدائم کدا میں سخن گوئمت | کہ والا تری زانچہ من گوئمت
ترا عز لولاک تمکیں بس است | ثنائے تو ظہ و یٰسین بس است
چہ وصفت کند سعدی ناتمام | علیک الصلوٰۃ اے نبی والسلام

اور فیضی جس کو قرآن کے مخالف بطور ایک غیر مجروح گواہ کے پیش کرتے ہیں اپنی تفسیر کی ابتدا میں اس نبی امی کی کتاب کو خدائی کلام مانتے ہوئے اور اس کے سامنے تمام علوم و کتب کو (خواہ فیضی کی ہوں یا سعدی کی) ہیچ بلکہ محض دروسر قرار دیتے ہوئے کہتا ہے۔

العلوم کلها صداع الاعلم | کی معلومات کے علاوہ " علوم درد
ام اللہ وکلام اللہ لاحد | ۔ اور اللہ کے کلام کی کوئی حد او
حدہ ولاحد لکلامہ | ۔ اس کی مناقب کی کوئی انتہا ہے اس
ولاحصر لوسومہ ولا احصاء | کی صفات کے نشان غیر اور اس کے علوم
لعلومہ وما علم کلام | پر شمار ہیں جو علوم کلام اللہ میں موجود ہیں ان
اللہ کلها احد الا اللہ ورسولہ | ۔ پر سوائے خدا اور اس کے رسول کے کسی کا
واولو العلم ما علموا | اطلاع ۔ تمام اہل علم کو جو کچھ " یا وہ ایک
الاحد لا - | محدود حصہ ہے۔

پس جب فیضی اور سعدی بھی خود اپنے اقرار کے موافق اس نبی امی صلعم کے دبستان علم و حکمت میں ایسے ہیں جیسا کہ ایک شیر خوار بچہ سمندر کے کنارہ پر ۔ ہوا ہاتھ پاؤں مار رہا ہو جس کے ہا " ں کو کبھی کبھی ایک آدھ بوند پانی کی لگ جاتی ہو تو اب سعدی کی گلستان یا فیضی کے کلام کو کلام اللہ

Telegram : t.me/tehqiqat

logspot.com

کے مقابل لانا، صرف فیضی اور سعدی کا استہزاء اور شاہد کی تصویر کے خلاف شہادت دلانا ہے، بلکہ صدر جرگہ کی بے جائی سے مدعی سست اور گواہ چست کے طور پر اپنے آپ کو ذلیل اور رسوا کرنا۔ علاوہ اس کے ایک بات اور بھی ہے وہ یہ کہ کیا فیضی اور سعدی نے یہ آواز بھی لگائی تھی کہ تمام دنیا مل کر میری کتاب کی مثل یا جزء مثال پیش کرے اور کیا پھر یہ دعویٰ بھی کیا کہ وہ ہرگز پیش نہ کر سکے گی کیا انہوں نے کسی ایک آدمی کو بھی اپنے مقابلہ کے لئے ابھارا، مار دلائی، مجبور کیا کہ وہ تاوپار سامنے آئیں اور اپنے سامان مہیا کئے کہ ان کی خواہی نخواہی کشاں کشاں سامنے آنا پڑتا اور وہ مجبور ہوتے کہ فیضی اور سعدی کے کلاموں کا مقابلہ کریں اور فرض کرو کہ سعدی وغیرہ تحدی اور مبارزہ بھی کرتے مس پر بھی کوئی، میدان میں نہ آتا تو یہ بھی عجز کی دلیل نہیں ہو سکتی تھی۔ کیونکہ ممکن تھا کہ دنیا ان کا مقابلہ کرنے میں کوئی عظیم نفع یا دکھنے میں کوئی عظیم نقصان نہ سمجھتی اور اس لئے اس دعوی سے بے التفاتی اور استغنا برتتی مگر برخلاف اس کے قرآن نے شروع ہی سے دعوی کیا کہ میرا مقابلہ کوئی نہیں کر سکتا۔ غیرت دلائی جھنجوڑ جھنجوڑ کر اٹھایا۔ جا بجا مار مار کر معارضہ کے لئے کھڑا کیا۔

قرآن کی طرف سے مقابلہ کا پُرزور چیلنج

اور کہا کہ میرے جیسی ایک چھوٹی سی سورت سب مل کر بنا لاؤ پر فیصلہ ہے اگر نہ لا سکو اور ہماری دعویٰ یہ بھی ہے کہ کبھی نہ لا سکو گے تو پھر مجھے خدا کا کلام تسلیم کرو ورنہ اس ابدی عذاب سے ڈرو جو منکرین کے لئے

Telegram : t.me/pasbanehaq1

تیار ہے، اب دیکھئے کہ ٹیلنج کس زور کا تھا اور کتنے بھاری نفع یا نقصان کا سودا تھا کیا ایسی حالت کوئی کہہ سکتا ہے کہ لوگوں نے توجہ نہ کی ہوگی یا پوری ہمت اور قوت سے مقابلہ کے لئے نہ نکلے ہوں گے، حالانکہ تاریخ شاہد ہے کہ پوری توجہ اور پورا اہتمار کیا گیا کیسے کہا جائے کہ توجہ نہ کی گئی ہوگی، جب کہ آپ کے پیچھے پیچھے آدمی دوڑتا تھا کہ اے لوگو یہ مجنون ہے اس کی بات نہ سنو تاکہ آپ کا اثر کہیں جمنے نہ پائے آپ کی ہلاکت کی کوشش کی گئی آپ پر ہر قسم کے حملے کئے گئے، آپ کے قتال کے لئے بڑے بڑے انعاموں کا اعلان ہوا، اور جب آپ کا اثر برق رفتاری بڑھتا گیا اور آپ کی صداقت و حقانیت اور صبر و استقامت کو دیکھ کر ہزارہا آپ کے گرویدہ ہوگئے اور آپ کے حریفوں کے خاص خاص لوگ بھی اُن سے ٹوٹ کر آپ کے حلقہ بگوش غلام بن گئے خاندان کے خاندان داخل اسلام ہونے لگے۔ بعض بڑے بڑے متمول اور معزز لوگ عیش و عشرت چھوڑ کر آپ کے پاس پہنچے۔ بچے بچے، بچوں اور عورتوں کو بادکہ کر فقیرانہ حالت میں نہایت بے سروسامانی کے ساتھ آپ کے قدموں اور سخت کٹھن اور خطرناک مذہبی ہجرت کرنے پر مجبور ہوئے کہ بشر سے اس کا تحمل سخت دشوار تو آپ کے مخالفوں نے غیظ و غضب سے بیتاب ہو کر جنگ و جدال اور معرکہ آرائی شروع کر دی، تلواریں اٹھائی گئیں۔ صفائیاں ہوئیں۔ خون کی ندیاں بہائیں۔ جانیں گنوا دیں۔ عزیزوں اور عزیزوں کے سر کٹوائے۔ مال و متاع لوٹ لیا۔ تاکہ کسی نہ کسی طرح محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مغلوب کر لیں۔ اُدھر سے بہت سہل آسان طریقہ مغلوب بلکہ اثر کے کلیتہً معدوم

کر دیا یہ بتایا گیا کہ صرف تین آیت کی برابر ایک چھوٹی سی سورت اسی شان کی لے آؤ جس شان سے قرآن تمہارے سامنے ہے تو ہم خود بخود تمام تحریک کو ختم کر کے اپنی جماعت بلکہ اپنے آپ کو بھی تمہارے حوالے کر دیں گے۔ پھر مقابلہ کی اس آسان اور سہل ترین تدبیر کے ساتھ اور بھی رنگا رنگ سہولتیں بلکہ ہر ممکن آسانی بھی اُن کے لئے بہم پہنچا دی۔ چنانچہ جب یہ کہا گیا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلے میں ان جیسے ایک اُمی کو منتخب کرو بلکہ سب کے سب مل کر جتنے فصیح و بلیغ تعلیم یافتہ قبائل ہیں سب جمع ہو جاؤ۔ اتنے پر بھی بس نہیں، تمام دنیا کے انسانوں کو بھی جمع کر لو۔ بلکہ ان سب کے ساتھ دوسری مخلوق کو بھی شامل کر کے ایک سورۃ بنا لاؤ تو نہ تلوار اٹھانے کی ضرورت ہو گی، نہ خون بہانے کی حاجت باقی رہے گی، نہ سلطنتیں اور سرداریاں تباہ ہوں گی، نہ سازشیں کرنا پڑیں گی اور ساری تدابیر اسی ایک سہل تدبیر میں ختم ہو جائیں گی، پچھلے گذر چکا ہے کہ وہ اس قدر بولنے والے تھے کہ بولنے میں اور زبان کی فصاحت میں اپنے سوا تمام دنیا کو گونگا سمجھتے تھے جو صاف دلیل ہے کہ ان کے پاس مقابلہ کے لئے اس سے بڑھ کر اور کوئی چیز آسان اور سہل نہ تھی مگر ان کی زبانیں گنگ ہو گئیں، دماغ مفلوج ہو گئے، جوارح معطل ہو گئے، لیکن اس سہل ترین اور فیصلہ کن مقابلہ کی تاب نہ لا سکے۔

لقلنا مثل هذا کا جواب

کبھی کبھی زبان سے یہ بھی کہتے تھے:

لَوْ نَشَاءُ لَقُلْنَا مِثْلَ هٰذَا — اگر ہم چاہتے تو اس جیسا کلام کہہ دیتے

Telegram : t.me/tehqiqat

یعنی نہ ہم نے چاہا نہ کہا۔ مگر کیوں نہ چاہا، اس لئے کہ اپنی سورت اور آیت اور قرآن کے سامنے اپنے عجز اور کمزوری کی پردہ پوشی صرف اسی صورت میں ہو سکتی اگر وہ جھوٹ موٹ کہہ دیتے کہ یہ ہمارا کلام قرآن ... تو کہنے والے کی زبانی دانی اور فصاحت اور تصدیق کہ میوالوں کی سخن شناسی اور سخن فہمی پر ایسا سخت بدنما داغ لگتا کہ وہ کسی بزم سخن اور محفل لوب میں منہ دکھانے کے قابل نہ رہتے اور دنیا ان کا تمسخر اڑاتی اس وجہ سے یہ ہمت کسی نے نہیں کی بلکہ جب مضطر ہوئے تو یوں ٹالدیا کہ اگر ہم چاہتے تو کہہ دیتے مگر کہنے چاہا ہی نہیں لیکن اس کا فیصلہ ہر عاقل خود بخود سا " واقعات کو ملحوظ رکھ کر کر سکتا ہے، کہ کیا انہوں نے چاہا یا نہیں چاہا۔

بھائیو! کیا یہ ممکن ہے کہ خود تمام مصیبتیں برداشت کریں اور ان کو بھی ہر ایک مصیبت میں ڈالیں، قرآن پڑھنے والوں کے خلاف بادشاہوں کے پاس جا کر مدد مانگیں۔ ہر قسم کی سازشیں کریں لوگوں کو قرآن سننے سے روکیں اور خود اقرار کریں کہ اس آواز سے ہماری عورتیں اور بچے مفتون ہوئے جاتے ہیں قرآن ان کے مذہبوں پر ایسی کاری ضرب لگائے، ان کی سرداریوں کو خاک میں ملادے، ان کے کبر و نخوت کے طلسم کو توڑ دے ان کی معبودوں کی حکومت میں زلزلہ ڈالدے۔ ان کے جتھے توڑ ڈالے، انکی قومیں پراگندہ کر ڈالے، بھائی کو ئی سے، باپ کو بیٹے سے، میاں کو بیوی سے، دوست دوست سے، غرض آدمی کو کل محبوب ں سے چھڑا کر صرف اپنا ہی والہ و شیدا بنالے، مگر وہ برق زبانی اور شیوا بیانیوں کے مدعی زبانیں سی کر اور

Telegram : t.me/pasbanehaq1

لبوں کو بند کر کے چپ بیٹھے رہیں۔ اور باوجود ایسے مذہب البیان اور قادر الکلام ہونے کے دو چار جملے بنانے کی خواہش بھی نہ کریں۔

قرآن کسی ایک آدمی یا کمیٹی کا بنایا ہوا کلام نہیں

جب کوئی بات ذہن پر پڑتی تھی اور قرآن کے علوم کو محمد اُمّی صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات سے تطبیق نہ دے سکتے تو کہتے انما یعلمہ بشر۔ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو قرآن کوئی دوسرا آدمی تعلیم دیتا ہے اور یہ اشارا ایک شام کے نصرانی کی طرف تھا اس کا جواب بھی قرآن نے ایسا دیا کہ دنیا پر واضح ہو گیا کہ یہ "ابھی نہایت بے بسی کی حالت میں ان سے صادر ہوا تھا۔

لِسَانُ الَّذِیْ یُلْحِدُوْنَ	یعنی یہ لوگ کجروی سے جس شخص کی طرف قرآن
اِلَیْهِ اَعْجَمِیٌّ وَّهٰذَا لِسَانٌ	نسبت کرتے ہیں اس کی زبان بھی ہے اور یہاں ا
عَرَبِیٌّ مُّبِیْنٌ ۝	اور فصیح زبان عرب کے مقابلہ کا جملہ دیا ہوا

جس سے بڑے بڑے قریشی عرب حیران چرتے ہیں وہ بھی غلام اسے کیا جا" کبھی کبھی بالکل ہی بدحواس ہو کر کہہ اٹھتے تھے۔

اِنَّمَا یُعَلِّمُهٗ بَشَرٌ ؕ	یہ قرآن اس کے سوا کچھ نہیں کہ (معاذ اللہ
	کی اختراع (گھڑنت ہے) جس کی تصنیف میں دوسر
	عناصر نے اس کی مدد کی ہو۔

دیکھو کس قدر مذبوحی ت ، ساختہ زبانوں سے نکل جاتا کہ ایک انسان سے ایسا کلام ممکن نہیں کہ بن پڑے۔ ہو نہ ہو یہ کمیٹی کا کام ہو گا آ

Telegram : t.me/pasbanehaq1

اس کا جواب بھی مسکت اور زبان شکن دیتے ہوئے فرمایا۔

فَقَدْ جَاءَ فَا ... وَظُلْمًا ... اسمعایا ظلم اور زور کیا ایسا سفید جھوٹ۔

اگر بالفرض ہمارے پاس کمیٹی ہے تو تم اس سے زیادہ آدمیوں کی کمیٹی بنا سکتے ہو تم کو تو تمام جن و انس کی کمیٹی بنانے کی اجازت دی ہے۔ پھر جب تمام انسانوں کے جمع کرنے کی تم کو اجازت دی گئی تو تم ہم سے دعویٰ کیسا تھ اس کمیٹی کے تمام افراد بھی اگر تمہیں معلوم ہوں مانگ لو جو تمہارے کہنے کے موافق ہمارے پاس ہے اسلئے کہ وہ ... نوں میں داخل ہیں جن کے جمع کرنے کی تمکو مہلت دی گئی ہے باوجود اس قدر وسعت اور آسانی بہم پہنچانے کے بھی اگر مقابلہ کلام الٰہی کا نہ کر سکے اور نہ کر سکو گے اور یہ بھی مطالبہ نہ کیا کہ تم فلاں فلاں آدمی کو بھا ساتھ دیدو جن پر تمکو خیال ہے کہ وہ کمیٹی کے ارکان ہیں تو سمجھ لو کہ یہ محض شرارت اور ظلم اور دروغ ہے فروغ ہو گا کہ قرآن کی تصنیف کسی مجہول الحال کمیٹی سے منسوب کرتے رہو۔

قرآن کسی ایک شخص یا کمیٹی کا کلام نہیں ہو سکتا

پھر کیا کسی کمیٹی کا پنچائتی کلام ایسا ہو سکتا ہے؟ آ نے بڑے بڑے فصیح البیان اور عمدہ بولنے والے بھی دیکھے ہونگے کیا کوئی ایسا لکچرار آپ کی نظر میں ہے جو ہر ایک مضمون کے بیان پر یکساں بولنے کی قدرت کر سکتا ہو کوئی آدمی ہر مضمون کے بیا پر یکساں قدرت نہیں رکھ سکتا۔ بلکہ بڑے قصیدوں میں وہ ہی چار اشعار منتخب ہوتے ہیں اس لئے کہ کسی متکلم کو ہر مضمون

Telegram : t.me/tehqiqat

پر پوری قدرت نہیں ہو چنانچہ عمائے لوب کا اعراف کہ لمراؤ تیس گھوڑوں کی تعر۔ کرتا ۔ نابغہ خوف وخشیہ میں عشی شراب کی طلب اور تعریف میں ز ہیر رغبت در جار میں اچھا لکھتا ہے۔ جیسے نظامی و فردوسی رزم و بزم میں سعدی و عظ و پند میں تفوق رکھتا ہے۔ لیکن دوسرے فن میں ہ ن کی ساری جولانیاں ختم ہو جاتی ہیں۔ بوستان میں ایک جگہ جنگ کی کہانی آگئی وہیں سعدی کی زبان سست پڑ گئی بوستان کے پانچویں باب میں اس حکایت کو دیکھ لو کہ نظامی اور فردوسی کے مقابلہ میں سعدی کا کلام کس قدر پھیکا ہے کیونکہ رزمیہ کلام لکھنا سعدی کا فن نہیں تھا کسی مشہور سے مشہور شاعر کا دیوان، یا کسی مسلم سے مسلم عالم اور حکیم کی کتاب کیف ما اتفق اٹھا کر پڑھ جاؤ اول سے آخر تک یکساں زور قائم نہیں رہ سکتا۔

قرآن کو اول سے آخر تک دیکھ لو کس قدر مضامین مختلفہ کی رو ہے، جو کہ نہایت ربانی، سلاست آ ٹاب اور شان و شوکت سے بہ رہی ہے اور ہر مضمون کو کس قدر اور جزالت و فصاحت کے ساتھ بیان کیا جاتا ہے کہیں معاش کا بیان ہے۔ نکاح و طلاق کے قواعد کی تعلیم ہے۔ کہیں فرائض میت تقسیم کی جاتی ہے کبھی نماز و روزہ کا وعظ ہے کبھی جہاد کا بیان ہے لڑائی کے نقشے کھینچے جاتے ہیں کہیں سابقین مافیہ کے تاریخی واقعات ہیں، کبھی دلوں کو رلانیوالی پند و تصائح بیان کی جاتی ہے کبھی بہشت کا تخم سامنے ہے، کبھی دوزخ کا مرقع یہ سب کچھ ہے مگر طرز بیان میں کوئی سستی نہیں کمزوری نہیں انحطاط نہیں ہر موقع پر اقرار کرنا پڑتا ہے کہ اس کے مقابلہ سے تمام جن و بشر عاجز ہیں اور ہر جگہ زبان

Telegram : t.me/pasbanehaq1

پر آتا ہے کہ ع کرشمہ دامن دل می کشد کہ جا ایں جاست

اوّل سے آخر تک ایک ہی اسلوب اور ایک ہی طرح کا زور اور ایک ہی رنگ ڈھنگ اور سارے کلام کی یہ یکسانیت ہی پتہ دے رہی ہے کہ یہ کسی مخلوق یا مخلوق کا کلام نہیں بلکہ یہ اس کا کلام ہے جس کی صفات سب کی سب کا بغیر تبدل، بلا زوال اور بغیر نقص و فتور سے منزہ ہیں۔

"اللہ لوجدوا اور اگر قرآن خدا کے سوا کسی
فیہ اختلافا کثیرا۔ دوسرے کا ہوتا تو اس میں بہت سا"

خدائی کلام سے خدائی شان ٹپکتی ہے

پھر دیکھو اوّل آخر تک تمام مضامین نہایت شوکت اور کبریائی و عظمت بھرے الفاظ اور زور دار لہجہ میں ادا کئے گئے، اگر یہ کلام اس بشر کا ہوتا جس کی زبان سے ہم تک پہنچا تو اس کی مظلومیت اور دشمنوں کی اس پر مختلف چڑھائیاں تو سب کو معلوم ہیں، ناممکن تھا کہ اس کلام کے اندر کہیں نہ کہیں ظالموں کے سامنے تملق، خوشامد، مداہنت، بیچارگی اور مرعوب ہونے کے آثار موجود ہوتے جن کا نام و نشان بھی قرآن میں اوّل سے آخر تک موجود نہیں۔ بلکہ جس زور و شور اور خدائی شوکت سے شروع ہوا اسی تزک و احتشام اور زور کے ساتھ ختم ہوا۔

اگر کسی نے قرآن کا معارضہ کیا ہوتا تو اس کا ضائع ہونا محال ہے

ممکن ہے کوئی کہہ بیٹھے کہ شاید قرآن کی نظیر پیش کی گئی ہو مگر وہ باقی

Telegram : t.me/tobaa-e-qadeem

نہ رہی ہو تو میں کہتا ہوں کہ ایک مظلوم اور بے یار و مددگار کا کلام تو اب تک برابر موجود ہے مگر عرب کے بڑے بڑے [illegible] بلکہ دنیا کے تمام باطل مذاہب و ملل کی دلی تمنا جس کلام سے پوری [illegible] باقی نہ رہے۔ کیا اسے عقل سلیم باور کر سکتی ہے؟ پھر جب کہ موافقوں سے تعداد کہیں زیادہ ہو گئے زمین پر دشمن پھیلے پڑے ہوں جو ہر آن ایسی چیز کے تجسس میں آغاز اسلام سے آج تک ہے جو قرآن کی اس دعوی کو ٹھنڈا کر دے۔ مسیلمہ کذاب نے قرآن کے سامنے منہ چڑایا تھا وہ تار [illegible] میں موجود ہے۔ باوجودیکہ وہ بہت زیادہ گندا اور بدبودار اور رکیک لور [illegible] ف تہذیب کلام ہے مگر وہ بھی اب تک باقی ہے۔ یعنی

الم تران اللہ خلق الفاء افراجا فنو لجرفن ابلاجا۔

خون نے لفظ لفظ کو محفوظ رکھا۔ جب ایسے رکیک اور ناشائستہ کلام کو ضائع نہ ہونے دیا تو کسی اچھے کلام کو اور وہ بھی ایسا اچھا جو لفظی معانی قرآن سے بھی اعلیٰ اور برتر ہو کس طرح ضائع کیا جا [illegible] تھا اگر قرآن سے بہتر فصیح اور بلیغ کلام ادبی لٹریچر سے گم ہو گیا تو قرآن کا یہ دوسرا اعجاز ہو گا کہ وہ اپنے سے غالب اور قوی کو بھی اس طرح فنا کر ڈالتا ہو کہ آج صفحہ ہستی پر کوئی اس کو زبان پر لانے والا بھی نہیں۔

عربی نہ جاننے والے کسطرح قرآن کی فصاحت کو پہچان سکتے ہیں

شاید کہو گے کہ ہم تو عربی نہیں جانتے ہماری سمجھ میں کس طرح قرآن کا اعجاز آئے، تو یاد رکھو کہ ہر فن میں اس کے ماہرین کے فیصلہ کے آگے سر جھکانا پڑتا ہے پھر عربی زبان آج بھی زندہ زبان ہے سنسکرت کی

Telegram : t.me/pasbanehaq1

طرح مردہ نہیں، بیروت، مصر، قاہرہ وغیرہ میں اس وقت بھی بہت سے ایسے نصاریٰ یہود موجود ہیں جن کے مقابلہ میں بڑے بڑے ادیب قلم نہیں اٹھا سکتے۔ انہوں نے عربی زبان میں عجیب عجیب کتابیں لکھی ہیں اگر تم نہیں جانتے تو وان ہی سے کہو کہ ایک سورۃ قرآن کے جواب میں بنا کر دیدیں وہ بھی اسلام کے دوست نہیں۔ بلکہ تم سے بڑھ چڑھ کر اس کے دشمن ہیں ہر ممکن سعی سے وہ اسلام کو مٹانا چاہتے ہیں مگر یہ حوصلہ آج تک نہ کسی فرد کو ہوا نہ کسی انجمن کو کہ قرآن کے چہاردہ صد سالہ چیلنج کو منظور کرتا وہ اسی میں اپنی لیاقت اور عزت سمجھتے ہیں کہ اس طرف کا قصد نہ کریں تم بھی لاکھوں روپیہ شدھی سبھاؤں پر صرف کر رہے ہو جس طرح عیسائی اپنے مشنوں پر کروڑوں روپیہ لگاتے ہیں بغداد کی آریہ سماج کو لکھو کہ وہ وہاں کے مشنوں کو یہ مشورہ دے کہ سب مل کر قرآن کے جواب میں چند سطر لکھ کر شائع کر دیں مگر ہاں بعد میں ان کی فضیحت اور رسوائی کا ذمہ دار تم کو ہونا پڑے گا اس سے بڑھ یہ ہے کہ کوئی مضمون قرآن ہی سے لیلو اور اسی قدر مزایا اور لطائف کی رعایت کے ساتھ اپنی عبارت میں اس کو ادا کر دو جس قدر مزایا اور لطائف قرآن کی عبارت میں مرعی ہیں۔ قرآن کے پیرو تمکو بتلا دیں گے کہ چراغ مردہ کو نور آفتاب سے کیا نسبت ہے۔

قرآن کا اصلی اعجاز اسکے انتہائی درجہ کی بلیغانظم و اسلوب میں ہے

نزول قرآن کے وقت بعض لوگوں نے یہ بھی کہا تھا کہ یہ سب مختر عات ہیں۔

Telegram : t.me/pasbanehaq1

وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ تَرَى الَّذِيْنَ كَذَبُوْا عَلَى اللّٰهِ وُجُوْهُهُمْ مُّسْوَدَّةٌ

جو یہ ہے کہ (قُلْ فَاْتُوْا بِعَشْرِ سُوَرٍ مِّثْلِهٖ مُفْتَرَيٰتٍ) اچھا اگر ہدایت کی باتیں نہ سہی تو تم بھی ایسی ہی افترا پردازی میں گھڑی ہوئی باتیں ایسے طرز بیان میں لے آؤ۔ محض ایک شاعرانہ مضمون کے لوازمات میں بھی بہت بڑا فرق ہوتا ہے ایک ہی خیال ہے جسکو شاعر ایک رنگ سے ادا کرتا ہے دوسرا اسی میں ایسی لطافت پیدا کرتا ہے کہ پہلے شاعر کا کلام اس کے سامنے ہیچ معلوم ہونے لگتا ہے۔

ذوق الملک الشعراء ہے ایک غزل میں لکھتا ہے کہ

آنکھ سے آنکھ ہے لڑتی مجھ سے ہوئے تم گئے کہیں یہ ہمارے نہ اس چشم و ابرو میں مارا

اس خیال کو دوسرا شاعر کمند رام جس کا نام بھی شاید کسی کو معلوم ہو ایسی لطافت کے ساتھ ادا کرتا ہے کہ حسن شناسوں کو ناچار اسی کے حق میں فیصلہ دینا پڑتا۔ کہتا ہے کہ

دل کی نہیں تقصیر کمند آنکھیں ہیں ظالم ہو جائے نہ دیوانہ وہ گرفتار نہ ہو

دیکھو ذوق کا کلام کمند رام کے مقابلہ میں کیسا پھیکا پڑ گیا ہے اسی طرح فردوسی نے کہا تھا۔

جہاں را بلندی و پستی تو ئی ندانم چہ آنچہ ہستی توئی

نظامی نے اس کے مقابلہ میں فرمایا:۔

پناہ بلندی و پستی توئی ہمہ نیستند آنچہ ہستی توئی

پہلے مصرع میں پناہ اور دوسرے میں نیستند نے نظامی کے شعر کو فردوسی

Telegram : t.me/pasbanehaq1

کے شعر سے بلیغ اور بہت صاف کر دیا۔ فرد وسی نے لکھا تھا۔

بارگاہ زا فراسیاب زمشرق بمغرب کشیدہ طناب

تم ہیں۔

ز بارہ کہ چوں آفتاب زمشرق بمغرب کشیدہ طناب

دیکھو چوں آفتاب نے شعر کو کیسا مبہر اور لاجواب بنا دیا ہے لور زا فر اسیاب کی زکی ضرورت۔ اُردو میں قمر کا شعر ہے۔

مرض ہجر مرا خاک ہوا چھا تم سے خود سیما ہوا جی لور ہیں بیمار انکھیں

جو تہر نے اس مضمون کو کس قدر خوبی سے ادا کیا ہے۔

آپ سے اپنا مداوا بھی نہیں ہو سکتا کیسے اچھی ہو کر جب دیکھو ہیں بیمار انکھیں

آنکھوں کے ساتھ لفظ دیکھو دیکھنے کے قابل ہے ناسخ کہتا ہے۔

شکل نظر آیا نہیں پیام بھی عمر ہوئی کہ ایک سی حالت چشم و گوش ہے

غالب اس کو کس قدر چست اور لطیف بنا دیا۔ کہتے ہیں۔

نے مژدہ وصال نہ نظارۂ جمال وہ ہوئی کہ آ چشم و گوش ہے

ذوق نے کہا تھا۔

ہزار لطف جو ہیں ہر ستم میں جان کیلئے ستم شریک ہوا لون آسمان کے لئے

کسی استاد نے اسی مضمون کو اس طرح لکھا ہے۔

چرخ کو کب یہ سلیقہ ہے ستمگاری میں کوئی معشوق ہے اس پردہ زنگاری میں

سخن شناس سمجھتا ہے کہ دوسرا شعر اول سے باعتبار الفاظ و حسن ادا و خوبی ترکیب بالا تر ہے اور الفاظ معشوق و پردۂ زنگاری نے اس کے لطف کو

Telegram : t.me/pasbanehaq1

gspot.com

دو بالا کر دیا۔ مومن خاں کہتے ہیں۔

تم ہمارے کسی طرح نہ ہوئے کس لئے کر فرشتے ہمیں پیارے ہوئے

اس کے مقابلہ میں ذوق کا کلام ملاحظہ ہو۔

ہاں ماہی بریاں کہ دبیران قضا داغ دیتے ہیں اسے جبکہ رم دیتے ہیں

ظاہر ہے کہ شعر اول میں داغ رم دینا اور خونبہا مانگنا محض اوصاف ہیں اور دوسرے شعر میں داغ دینا اور صاحب رم ہونا ثابت ہے، دیکھو یہاں داغ اور رم کا مضمون لیکر جیسی طرح ادا کیا کہ پہلے کی نسبت شعر نہایت بلیغ ہو گیا۔ یہ چند نمونے ہم نے اس لئے پیش کئے ہیں کہ یہ ثابت ہو سکے کہ بعض شاعرانہ تخیلات اور مفروض و مخترع مضامین کے لوازمات بھی ترکیب کی بندش اور الفاظ کی چستی اور روانی اور دیگر لطائف و مزایا کی رعایت سے کس قدر فرق اور تفاوت ہو جاتا ہے، پس ہم اجازت دیتے ہیں کہ آج بھی سارے فصیح و بلیغ مل کر ایک دو قصے کہانیاں ہی ایسی عبارت میں پیش کر دیں جو قرآن کی کسی چھوٹی سے چھوٹی سورۃ کے مقابلہ میں لطیف تر اور فصیح تر ہو گیا اس قدر سہولتیں لگا کر نے کے بعد بھی اگر مقابلہ سے عاجز رہے تو یہ اس کی دلیل نہ ہوگی کہ یہ کلام دنیا کے خالق اور مالک کا ہے۔

خدائی کام سے توحید اور خدائی کلام سے رسالت کا ثبوت

میں نے کہا تھا کہ خدائی کام بندوں کے کام سے اس طرح ممتاز ہوتا ہے کہ بندوں کو اس جیسے کام پر کوئی دسترس نہیں ہوتی اسی طرح اللہ کا کلام بھی بندوں کے کلام سے الگ پہچانا جاتا ہے کہ ویسا کلام بنانا بندوں کے اختیار اور قبضہ

Telegram : t.me/tasbeehaq1

میں نہیں ہوتا قرآن کریم نے دونوں مضامین پر ایک ہی آیت میں تنبیہ فرمایا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ۔

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ	تم کو اور تمہارے اسلاف کو اور تمہارے لئے
وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ۝ الَّذِيْ	زمین کا فرش، آسمان کی چھت اور
جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ فِرَاشًا وَّالسَّمَآءَ بِنَآءً وَّاَنْزَلَ	بادلوں کی وہ تہوں جس پر پانی کا
مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجَ بِهٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزْقًا	ذخیرہ ہے اسی کی عبادت کرو اور اس کے
لَّكُمْ فَلَا تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا وَّاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ	مثل مت قرار دو۔

یعنی جب خدا کاموں کا کوئی مثل نہیں لا سکتا تو خدا کو بھی بے مثل ماننا ضروری ہے اسی طرح خدائی کلام کا مثل لانے سے جب سب عاجز ہوں تو اس کو خدا ہی کا کلام یقین کرنا ضروری ہو اور اسی لئے جو بندہ اس کلام کو لایا ہے اس کی تصدیق بھی ہو نہ فرماتے ہیں۔

وَاِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا	اور وہ جو ہے اپنے بندہ
فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ ۠	ہے اگر تمکو اس میں شک ہو اور یہ
وَادْعُوْا شُهَدَآءَكُمْ مِّنْ دُوْنِ	خدا کی نہیں بلکہ آدمی کی بنائی ہوئی ہے تو
اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝	دعوے میں سچے ہو تو اسی جیسی ایک سورۃ تم
	اور اللہ کے سوا اپنے حمایتیوں کو بھی بلا لو۔

ممکن ہے کہ کسی کو یہ خیال ہو کہ خدائی کاموں کو ہم بظاہر کسی فاعل مختار سے صادر ہوتے نہیں دیکھتے بخلاف اس کے خدائی کلام کو ہم ایک ذی شعور اور با اختیار متکلم انسان کی زبان سے سنتے ہیں اسی لئے جہاں کے لئے یہ ممکن ہوتا ہے کہ وہ

Telegram : t.me/tasbeehaq1

کلام خواہ کتنا ہی اعلیٰ و ارفع ہو ہم اسے متکلم کی طرف منسوب کردیں جس کی زبان سے پہلے کانوں تک پہنچ رہا ہے۔ لیکن اس کا یہ شبہ محض عقلی ہے۔ غور کیجئے کہ اگر ایک چھ سات سال کا دیہاتی بچہ آپ کے سامنے آئے جس کو کسی نے گلستان یا بوستان کا ایک یا عربی یا قاآنی کا ایک قصیدہ یا حافظ شیرازی کی ایک غزل یا کسی بڑے عالم یا حکیم یا شاعر یا خطیب کا کوئی منتخب کلام یاد کرادیا ہو وہ آپ کے روبرو نہایت صاف و صحیح لب و لہجہ میں اسے زبانی ادا کردے اور فرض کرو کہ آپ کو یہ تعیین نہ ہو کہ اصل کلام کس کا ہے تو کیا واقعی اس صورت میں آپ محض اتنا دیکھ کر کہ یہ کلام اسی بچہ کے کام و دہن سے نکل رہا ہے یہ یقین کرلیں گے کہ بے شک یہ کلام اسی بچہ کا تصنیف کیا ہوا ہے اور اسی کے ذہن و دماغ کا نتیجہ ہوں کہ ایسا کلام بناسکوں اور اسکے ساری بستی والے بھی موافق اور مخالف گواہ ہوں کہ ان بچہ نے کبھی قبل ازیں ایسی اعلیٰ تعلیم اور صحبت نہیں پائی، جو ایسا کلام تصنیف کرنے پر قادر ہو سکے۔ کیا آپ ان سب حالات کی موجودگی میں بھی برابر یہی کہتے چلے جائیں گے کہ نہیں یہ سب اسی کی تصنیف ہے، کیونکہ بچہ ذی شعور با اختیار بولنے والا انسان ہے اور اسی کے حلقوم سے ہم یہ آواز سن رہے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ پہلے درجہ کا بلید، احمق، جاہل اور متعصب بھی اس کی جرأت نہ کرے گا۔ تو ثابت ہوا محض اس قدر دیکھ لینے سے کہ ایک کلام ایک شخص کے کام و دہن سے نکل رہا ہے یہ یقین نہیں کیا جاسکتا کہ وہ کلام اسی کا ہے خصوصاً جب کہ وہ اپنے سے لغی بھی کر رہا ہو اور اس کا ایک جھوٹ بھی عمر بھر ثابت نہ ہوا ہو اور اس کے حالات زندگی بھی لغی کی تائید

Telegram : t.me/pasbanehaq1

کرتے ہوں اور خود اس شخص کے کلام کا بڑا بھاری ذخیرہ (احادیث) بھی محفوظ اور مدوّن ہو اور اس میں کا کوئی حصہ باوجود غایت درجہ کی فصاحت و بلاغت کے اس کلام کے کسی حصہ کی ہمسری نہ کر سکتا ہو اور ساری دنیا ویسا کلام پیش کرنے سے تھک چکی ہو اندریں حالات آپ ہی فیصلہ کریں کہ ایک ایسا نادر طالب حق کو کیا یہ کہنے کا حق نہیں ہے کہ :-

گفتۂ او گفتۂ اللہ بود گرچہ از حلقوم عبد لود

لاریب اس کی یہی شان

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۝ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُّوحٰى ۝ (النجم)

جو پڑھ کر سناتے ہیں وحی (آسمانی) جو ان پر نازل ہوتی ہے۔

اور بلاشبہ قرآن کا لانیوالا وہی نبی ہے جس کی نسبت سینکڑوں برس پہلے خبر دی گئی تھی کہ خدا اس کے منہ میں اپنا کلام ڈالے گا۔

نزولِ قرآن کیوقت نبی کی کیفیت

قرآن جس وقت اترتا تھا یا بالفاظ دیگر جب خدا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی زبان سے بولتا تھا اس وقت آپ کے حالات بھی عام تکلم اور خطاب کے حالات سے بالکل ممتاز اور جداگانہ ہوتے تھے کیونکہ بشری کا لبد کو خدائی صفت کا مظہر بننا پڑتا تھا اور تمام روحانی قوتیں اور ملکوتی طاقتیں جو وحی الٰہیہ میں فطرۃً ودیعت کی جاتی ہے اس مادی عالم سے یکسو ہو کر ملأ اعلیٰ اور عالم الغیب کی طرف سمٹ جاتی تھیں تو بشری خصائص اور ملکوتی قوی کے تجاذب اور

Telegram : t.me/tasbeehaq1

تصادم سے قدرتی طور پر ایسے وقت میں وہ آثار نبی موسیٰ علیہ کے جسم پر طاری ہونے چاہئیں جو عام حالات و اوقات سے مبائن ہوں چنانچہ سیرت نبوی اور احادیث کا مطالعہ کرنیوالوں سے یہ چیزیں پوشیدہ نہیں ہیں باقی تمام اوقات میں جو حالات و مخاطبات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہوتے تھے ان میں ایسے آثار و علائم کا نام و نشان نہ تھا کیونکہ اس وقت ایک بشر کا کلام تھا جو اسی کی زبان سے ادا ہو رہا تھا۔ گو جن علوم و مطالب پر وہ کلام مشتمل ہوتا۔ وہ کچھ ہی صادق اور یقینی بلکہ الہامی ہوں۔

قرآن کی تلاوت کا اثر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر

جس وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم قرآن کی تلاوت فرماتے تھے یا کسی دوسرے سے سنتے تھے تو آپ خود بھی اس قدر متاثر نہ ہوتے کہ خود اپنے کلام کو پڑھ کر اتنا متاثر ہونا عادۃً متصور نہیں آپکا چہرہ خوف سے متغیر ہو جاتا، آنکھیں بہنے لگتیں۔ گریہ طاری ہو جاتا راتوں کو جب کہ حق بستر استراحت پر آرام کرتی تھی، آپ خدا کے سامنے کھڑے ہو کر قرآن پڑھتے کہ پاؤں سوج جاتے اور قدموں کا ورم دیکھ کر لوگ رحم کھاتے کہ فرماتے افلا اکون عبدا شکورا ایک ہی آیت کو کئی کئی بار پڑھتے اور رو رو۔ غرض قرآن کا جو اثر آپ کی زبان سے سننے والے صحابہ قبول کرتے تھے ان سے زائد آپ پر ہوتا تھا۔ ایک صاحب بصیرت جو خوف خدا کی ذرا سی بھی شمع دل میں رکھتا ہو یہ بات سے قرآن کی نسبت ایمان لا سکتا ہے کہ وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تصنیف نہیں

Telegram : t.me/pasbanehaq1

ہے اور نہ وہ کسی ایسے بشر یا کمپنی کی تصنیف ہے جن کا نام اور حال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ساری عمر مخفی رکھا ہو۔

قرآن کا اثر سامعین پر کیا ہوا

قرآن نے اس قوم پر کیا اثر ڈالا جس نے اسے نو بنو اور تازہ بتازہ پیغمبر صلعم کی زبان مبارک سے سنا تھا اس سوال کا جواب تاریخ کے ان درخشاں واقعات میں سے ہے جن کا اعتراف دوست اور دشمن ہر ایک کو کرنا پڑتا ہے دنیا نے جب سے جنم لیا، آسمان نے جب سے سایہ ڈالا، زمین نے جب سے اپنی پشت پر اولاد آدم کو اٹھایا، کبھی ایسا عظیم ایسا سریع، ایسا محیر العقول انقلاب چشم فلک نے نہیں دیکھا ہوگا۔ جیسا بے مثال انقلاب عرب کی حالت میں بالواسطہ اور سارے ربع مسکون کی روحانی حالت میں بالواسطہ اس بیمثال خلق کے آنے ہوئے بیمثال قرآن کی بیمثال تعلیم سے نمودار ہوا۔

صاحب آیا بیانات لکھتا ہے کہ قرآن حکیم ایک ایسے زمانہ میں اترا جبکہ دنیا ایک عجیب روحانی سکتے کی حالت میں تھی اور آپ ایسے ملک میں مبعوث ہوئے جس اخلاقی تعلیم کا کچھ سامان نہ تھا اور ایسی قوم کی اصلاح آپ کے ذمہ کی گئی جو سراسر اوہام اور فاسد عقیدوں اور باطل خیالات اور رائیوں اور وحشیانہ اعمال اور اخلاق رذیلہ کی جکڑبندی کے کسی قسم کی اخلاقی خوبی نہ رکھتے تھے مگر آپ کے الہامی بیان اور خدائی قوت نے ان پر ایسی عجیب و غریب تاثیر کی کہ اس سے ان کی تمام ظاہری و باطنی حالتیں بدل گئیں، برسوں کے بھٹکے ہوئے خدا کی

Telegram : t.me/pasbanehaq1

راہ پر چل نکلے اور مدتوں کے سوئے ہوئے غفلت کی نیند سے چونک پڑے جو مشرک تھے وہ موحد ہو گئے، جو کافر تھے وہ ایمان لائے جو بت پرست تھے وہ بت شکن بن گئے جو گمراہ تھے وہ خدا کی راہ دکھانے والے بن گئے۔ جاہلیت، عصبیت کا ان میں نام نہ رہا، خاندانی جھگڑے اور پشتینی عداوتیں مٹا دی گئیں۔ داغ نخوت و غرور سے خالی ہو گئے اور ان کے دل صبر و توکل علم و ریاضی، زہد و پرہیزگاری اور جمیع اخلاقی صفات سے بھر گئے۔ آپ کی تعلیم و ہدایت نے ایک ایسا گروہ خدا پرست پاک طینت، راست باز، نیک دل لوگوں کا قائم کر دیا جن کی کوششوں سے شرک و بت پرستی کی آواز جو تمام جزیرہ نمائے عرب میں گونج رہی تھی بند ہو گئی اور اس کے بدلے ایک بیچون و بیچگوں بے شبہ و بے مثل خدا کی منادی پھر گئی۔ بتوں نے عدم کا راستہ لیا۔ بت خانوں کا نشان مٹ گیا، آتش کدے ٹھنڈے پڑ گئے، تثلیث کا طلسم ٹوٹ گیا، اوہام پرستی کا باطل خیال بالکل ہو گیا۔

جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ — حق ظاہر ہو گیا اور باطل مغلوب اور
اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا — نابود ہو کر رہ گیا ہے۔

کیا اس سے اس امر کا مشاہدہ اور دیدہ نبوت نہیں ملتا کہ آپ حقیقت میں پہلے رسول اور خدا ہی کی طرف سے موید تھے ورنہ انسان کا کام نہ تھا کہ وہ ایسا انقلب عظیم عرب کی روحانی اور اخلاقی عادت میں پیدا کر دیتا اور ایسے جنگجو ستم پیشہ لوگوں کو جو بات بات پر لڑتے اور جھگڑتے تھے، اخوت کے ایک رشتہ میں باندھ دیتا اور ان کی پشتینی عداوتوں اور کینوں سے اُن کے دلوں

Telegram : t.me/pasbanehaq1

کو ایسا صاف کر دیتا کہ اس کا کچھ اثر باقی نہ رہتا، بلکہ دنیا میں ان کو اخلاق انسانیت کا نمونہ بنا دیتا۔ سرورِ کائنات صلعم کی ہدایت کی ایسی عجیب و غریب تاثیر اور ایسے حیرت انگیز نتائج کو دیکھ کر منکرین بھی اس بات کے معترف ہیں کہ درحقیقت یہ بات بشری قدرت سے خارج تھی نہ اس کی وجہ تھا کبھی کسی نے نہیں پائی، کوئی لکھتا ہے کہ قرآن ہی کی تعلیم کا یہ اثر ہے کہ عرب کے رہنے والے ایسے بدل گئے۔ جیسے کسی نے سحر کر دیا ہو متعصب سے متعصب عیسائیوں کا یہ اقرار ہے کہ دینِ مسیحی کی ابتدا سے آنحضرت صلعم کے وقت تک کبھی جرأۃ و جانفشانی ایسی برانگیختہ نہیں ہوئی تھی جیسی کہ اسلام کی تعلیم سے ہوئی۔

خدا نے جس سے کلام کیا یعنی اس پر اتارا اس کی فہم و اخلاق کا کیا حال تھا؟

اب قرآن کے کلام الٰہی ہو سکنے پر ایک اور طرف سے بھی غور کرو، وہ یہ ہے کہ اوندا کبر نے جس کی زبان سے کلام کیا اس کی فطرۃ کیسی تھی، پیدائشی طور پر اس نے دل و دماغ کیسا پایا تھا، فہم کے ساتھ، اخلاق کیسے تھے کس قسم کے ہیں وحوا تدبیر و انسانی ملکات باطنی خصائل ظاہری شمائل پر وہ سلوک و خوق ہوا تھا، دنیا کے چھوٹے چھوٹے راجہ اور سلاطین بھی باوجود یکہ وہ ہم ہی جیسی انسان ہیں۔ تھوڑی سے فانی عزت اور ناپائدار خودداری کے تخیل میں ہر کس و ناکس کو منہ نہیں لگاتے۔ وہ ہر ایک کو اپنی مسند قرب و ہمنشینی پر جگہ دیتے ہیں وہ ہر ایک کو ہم کلامی کا شرف بخشتے ہیں نہ ہر ایک کی زبان سے بولتے اور

Telegram : t.me/pasbanehaq1

ogspot com

"پر کرتے ہیں۔ مخصوص اشخاص ہوتے ہیں جن کو مبالغت اور مکالمت اور ترجمانی کا "دیا جانا" یا بطور معتمد خاص یا قائم مقام خاص کے نامزد کرتے ہیں، ہر انگریز وائسرائے نہیں بنا دیا جاتا، ہر ترک پاشا نہیں ہوتا، ہر سویلین کا یہ درجہ نہیں کہ وائسرائے سے بلاواسطہ گفتگو کر سکے ٹھیک اسی طرح سمجھ لو کہ ہر ایک انسان خدا کا مکلم یا رسول اللہ یا نبی یا اس حکم الحاکمین کا نائب السلطنت بنائے جانے کے قابل نہیں۔

اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ۔	خدا جس جگہ اپنی پیغمبری کی امانت رکھے، وہ اس جگہ کی عظمت اور قابل اطمینان ہونے کو خوب جانتا ہے۔

اس بات کا تفصیلاً ذکر کرنا کہ کس قسم کے نفوس حق تعالیٰ شانہٗ کی ہمکلامی سے مشرف ہو سکتے ہیں میرے لئے مشکل ہے اور وقت بھی اجازت نہیں دیتا کہ میں ایسی لمبی بحث کو چھیڑوں اور اپنی بضاعت اور کفایت کے قدر اس کے متعلق کتاب المثل والمثل میں عرض بھی کر چکا ہوں لیکن اجمالاً اسقدر گذارش کر دینا مناسب ہے کہ جو شخص منصب نبوت پر فائز ہو جائے۔ ضروری ہے کہ فطری طور پر اس کی دماغی قویٰ اور قلبی ملکات اور عام اخلاقی حالات تمام اقران سے اعلیٰ و ارفع ہوں، فہم و دانش عزم و استقلال، صبر و ثبات خلوص نیت، ہمدردی خلائق، ہمت، جفاکشی اور خدا کی اطاعت اور وفاداری کے جذبہ سے اس کا ظاہر و باطن رنگا ہوا ہو۔ کوئی شخص یہ خیال نہیں کر سکتا کہ ان ملکات اور قویٰ کے فقدان کی صورت میں خدا کے

ف یہ کتابچہ ۱۹۴۶ء پاکستان میں زیر طبع ہے۔ ملنے کا پتہ ۱۰۱ دارالاسلامیات ۱۰۰ انارکلی لاہور

Telegram : t.me/pasbanehaq1

تھا توانا جس کا علم ازلی تمام ماکان وما یکون کو محیط ہے اپنی بھاری ذمہ داری اور نیابۃ الٰہیہ اور لمانت عظیمہ کو کیف ما اتفق کسی معمولی انسان کے سپرد کر دیتا قرآن کے لانے والے کی سیرت و لائف کو جب ہم اس معیار پر کستے ہیں تو ہمکو ناگزیر اقرار کرنا پڑتا ہے کہ آج تک جتنے آدمیوں کی نسبت علیم اور معلم ہونے کا دعویٰ کیا گیا ہے ان سب میں زیادہ اتم واحق اور اس منصب جلیل کا باعتبار اپنے فوق العادۃ قوائے عقلیہ وعلمیہ کے دنیا کا وہ سب سے بڑا انسان ہی ہو سکتا ہے جس کو ہم نبی امی اور پیغمبر عربی کے مشہور اور معروف لقب سے یاد کرتے ہیں فداہ وامی اللھم صل علی سیدنا ومولانا محمد وآلہ واصحابہ وبارک وسلم۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرۃ اور حالات زندگی اور حضور کی بعثت کا ایک ایک لمحہ ان ضخیم اور مستند کتابوں میں محفوظ ہے جن سے بڑھ کر روایت کے ہاتھ میں کوئی قابل اعتبار اور باوثوق ذخیرہ نہیں ہے آپ کے پیروؤں نے آپ کی سوانح زندگی اور تمامی اقوال و افعال اور حرکات و سکنات کو اس قدر اہتمام و استیعاب و دیانت، تیقظ اور شغف سے محفوظ رکھا کہ وہ ایک مستقل فن بن گیا بلکہ اس فن سے پھر کئی فن نکل آئے۔ غالباً کسی امت نے اپنی آسمانی کتاب کی بھی حفاظت اتنی نہ کی ہوگی۔ جس قدر اُمت محمدیہ نے اپنے پیغمبر کے حالات کی کی اور بیشک ایسے نبی کے حالات کی جو اب دی مذہب اور منسوخ ہونے والا کلام لے کر آیا ایسی ہی حفاظت ہونا چاہیئے تھی تا مرور دھور کے بعد بھی کوئی شخص اس ہدایت کے قبول کرنے سے مُنہ نہ پھیر سکے جسے لیکر آپ تشریف لائے تھے اور یہ حیلہ نہ بنا سکے کہ ہم کو علیم کے حالات ہی جب معلوم نہیں تو ہم کس طرح پورا پورا

Telegram : t.me/pasbanehaq1

اطمینان کر سکتے ہیں کہ خدا کا کلام لانے والا ویسی ہی عظمت و شان کا انسان تھا جو اس عہدہ جلیلہ کے لئے ضروری ہے۔ حدیث اور سیر کی بیشمار کتابوں کی تنقیص میں اس جگہ نہیں کر سکتا البتہ آنحضرت صلعم کے اعلیٰ فہم اور اعلیٰ اخلاق کے متعلق ایک دو چیزیں اپنے رسالہ الاسلام سے نقل کرتا ہوں جو اس موقع پر انشاء اللہ کفایت کریں گی

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قوۃ اخلاقی و عقلی

عرب کی جہالت اور شرک مرہبی کو کون نہیں جانتا جس قوم میں ایسی جہالت ہو کہ کوئی کتاب اُن کے پاس آسمانی ہو نہ زمینی اور اُن کے اخلاق کا یہ حال کہ قتل و غارت وغیرہ ایک معمولی حرکت ہو۔ عقل و فہم کی یہ کیفیت کہ پتھروں کو اٹھا لائے اور پوجنے لگے اور گردن کشی کی یہ صورت کہ کبھی کسی بادشاہ کی اطاعت قبول نہ کریں جنگ کشی کی یہ نوبت کہ ایسے ملک میں شاد و خرم زندگی گذار دیں، ایسے جاہلوں اور خود سروں کو راہ پر لانا ہی دشوار تھا چہ جائیکہ علم الہیات، علم عبادات، علم اخلاق، علم سیاست مدن میں معلم نادر بنا دیا۔ یہاں تک کہ دنیا نے ان کی اور اُن کے شاگردوں کی شاگردی کی ڈاکٹر گستاو لیبان کہتا ہے "اس پیغمبر اسلام اُمی نبی اُمی کی یہی ایک حیرت انگیز سرگذشت ہے جس کی آواز نے ایک قوم نا ہنجار کو جو اس وقت تک کسی ملک گیر کے زیر حکومت نہیں آئی تھی رام کیا اور اس درجہ تک پہنچا یا کہ اس نے عالم کی بڑی بڑی سلطنتوں کو زیر و زبر کر ڈالا اور اس وقت تک بھی وہی نبی اُمی اپنی قبر کے اندر سے لوگوں بندگان خدا کو کلمہ اسلام پر قائم رکھے ہوئے ہے اگر انصاف کرو تو آپ کے حسن اخلاق کا اندازہ کرنے کے لئے یہی کافی ہے کہ

Telegram : t.me/pasbanehaq1

آپ نہ کہیں گئے بادشاہ تھے نہ بادشاہ کے گھرانہ میں پیدا ہوئے تھے نہ کچھ مال و دولت آپ نے جمع کر کھا تھا، نہ باپ دادا نے کوئی اندوختہ میراث میں چھوڑا تھا، نہ آپ کے پاس تنخواہ دار فوج تھی، نہ اہل وطن آپ کے ہمراہ تھے، نہ قبیلہ والوں کو آپ کے مذہب سے ہمدردی تھی ایسی بیکسی اور بے بسی کی حالت میں آپ نے ان تند خو گنواروں کو ایک ایسی صدائے نامانوس سے مخاطب کیا کہ جس سے بڑھ کر اسوقت ساری دنیا میں کوئی مکروہ آواز نہ سمجھی جاتی تھی اور نہ ایسی ا ی وا زیادہ ان کے نزدیک کوئی ان کا دشمن اور بدخواہ سمجھا جا سکتا تھا یہ وہی لا الٰہ الا اللہ کی آواز تھی کہ جس نے دفعۃً تمام عرب میں تہلکہ ڈال دیا جس سے باطل معبودوں کی حکومت میں بھونچال آنا شروع ہو گیا اور جس کی چمک سے اس کفر و جہالت کی تاریکیوں میں بجلی سی کوند گئی گویا وہ ایک زور دار ہوا تھی جس کے چلتے ہی شرک و بت پرستی کے بادل چھٹ گئے اور آفتاب توحید اس کے پردہ سے باہر نکل آیا یا ابابیل رحمت تھی جس کی چونچ نے مخلوق پرستی کے سیاہ ہاتھیوں کے پرخچے اڑا دیئے اور خدا کے گھر کو ان کی زد سے بچا لیا غرض کہ ایک ایسے بے یار و مددگار نے ایسی سخت قوم کو ایسی ظلمت کے زمانہ میں ایسے اجنبی مضمون کی طرف اچانک اور تھوڑے عرصہ میں ان سب کو ایسا سرشار اور گرویدہ بنا لیا کہ جہاں آپ کا پسینہ گرے وہاں اپنا خون گرانے کے لئے تیار ہو گئے گھر باہر کو ترک کر دیا، اور فرزند سے لگا کر مال و دولت کو سنگریزوں سے حقیر سمجھا، اپنے بیگانوں سے آمادہ جنگ پیکار ہوئے کسی کو آپ نے مارا، کسی کے ہاتھ سے آپ مارے گئے، پھر دو چار برس کا ولولہ نہ تھا، بلکہ آپ کے بعد اسی

Telegram : t.me/pasbanehaq1

logspot.com

حالت پر استقلال کے ساتھ جمے رہے، بیانتک کہ قیصر و کسریٰ کے تخت الٹ دیئے فارس و روم کو تہ و بالا کر دیا اور اس پر معاملات میں وہ شائستگی رہی کہ کسی لشکری نے سوائے مقابلہ جہاد کسی کی دیدار سانی یا ہتک ناموس کو گوارا نہ کیا یہ تسخیر اخلاق بتلوئیے اس سے پہلے یا اس کے بعد کسی سے ظاہر ہوئی ہے، یہ تو آپ کے اخلاق کی حالت تھی باقی آپ کی عقل و فہم کا نشان سب سے بڑا یہی ہے کہ آپ بذات خود ایسی سرزمین جس ملک میں پیدا ہوئے، جہاں ہوش سنبھالا بلکہ ساری عمر جس علوم سے یکسر خالی رہے ہاں علوم دینی کا پتہ نہ دنیاوی کا نشان، پھر اس پر ایسا دین ایسا آئین ایسی کتاب لاجواب اور آیات بینات لائے کہ آج تک بڑے بڑے حکماء اس کا جواب نہیں لا سکے بلکہ بڑے بڑے مدعیان عقل و تہذیب نے اس کی دلدوی اور قرآن ... زندہ اور علمی معجزہ کس پیغمبر کو دیا گیا جس کا مقابلہ کیا باعتبار فصاحت و بلاغت کے اور کیا باعتبار علوم و مضامین کے اور کیا باعتبار تحریف و تبدیل سے محفوظ رہنے کے دنیا کی کوئی کتاب نہیں کر سکتی اور ان شاء اللہ تعالیٰ کر سکے گی۔

قرآن کے حق میں ہم اس سے زیادہ اور کیا کہہ سکتے ہیں کہ خود قرآن تیرہ سو برس سے پکار پکار کر کہہ رہا ہے۔ یعنی یہ جس میں ہمت ہو وہ میرا جواب لکھدے مگر آج تک کسی کا حوصلہ نہ ہوا اور نہ ہو کہ اس کی ایک چھوٹی سی سورۃ کی مثال بھی پیش کر سکے اب اس کے سوا کیا کہوں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جیسا کہ اپنی حالت امی میں تمام انبیاء علیہم السلام سے فائق تھے ہی علوم کے بھی سارے مراتب آپ پر تمام کر دیئے گئے تھے۔ کیونکہ انبیاء سابقین میں نہ ایسا

Telegram : t.me/pasbanehaq1

اعجاز علمی کو دیا گیا نہ ان کے اتباع میں کسی نے ان علوم کے دریا بہائے ہیں جو اہل اسلام نے بہائے ہیں اور جب کہ صفت علم تمام ان صفات کی خاتم ہے جو مربی عالم میں ہیں تو جس کا اعجاز علمی ہوگا گویا اس پر تمام کمالات الٰہی کا خاتمہ کر دیا جائے گا اور اسی کو ہمارے نزدیک خاتم الانبیاء کہنا مناسب ہوگا اور چونکہ اس کا دین قیامت تک رہیگا اسلئے اسکی کتاب کا بھی تا قیامت باقی رہنا ضروری ٹھہرے گا۔

قرآن کریم کی حفاظت

پس جس طرح قرآن کی ہر ایک ادا نرالی اور ہر ایک شان نرالی ہے ضروری ہوا کہ اس کی حفاظت بھی بالکل نرالے طریقہ اور نئے رنگ ڈھنگ سے ہو اور چونکہ وہ محض خدا کی کتاب ہی نہیں بلکہ اس کا کلام معجز ہے اس لئے نہ صرف اس کے مطالب اور علوم بلکہ اس کی عبارت اور الفاظ بھی تغیر و تبدیل سے مصئون و مامون رہے بظاہر یہ ایک ایسا مشکل اور اہم اور پر صعوبت مقصد تھا کہ اگر اس کا التزام صرف ناتواں بندوں کی مرضی، ہمت، تدبیر اور انتظام کے حوالہ کر دیا جاتا اور ایک خاص قسم کی توفیق ربانی ان کی مدد نہ کرتی تو کسی طرح اسکا سرانجام آسان نہ تھا لیکن اس سے پہلے کہ بندے اس کی حفاظت کے سامان مکمل کرتے خود قرآن اتارنے والے نے بڑے موکد اور قطعی عنوان سے اس کا تکفل فرمالیا چنانچہ اسی وقت جب کہ کسی انسان کو یہ یقین کر لینے کیلئے بظاہر کچھ اسباب موجود نہ تھے کہ قرآن بھی معاذاللہ کچھ زمانے کے بعد ویسے ہی غلط اور محرف ترجموں کی صورت میں باقی نہ رہ جائے گا جس میں کہ توراۃ و انجیل موجود

Telegram : t.me/pasbanehaq1

صاف صاف اعلان فرمادیا گیا کہ:۔

إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ ۝

بیشک ہم ہی نے قرآن اتارا ہے اور بیشک ہم اس کے نگہبان رہیں گے۔

آہ کیسی صفائی اور حیرت انگیز ذرائع سے پورا ہو کر رہا جسے دیکھ کر بڑے بڑے متعصب اور مغرور مخالفوں کے سر بھی نیچے ہو گئے جس طرح قرآن کی بے نظیر فصاحت و بلاغت کے آفتاب نے اپنے چوڑے سدھوئے کرنوں کی آنکھیں خیرہ کر دیں اسی طرح اس کی بے مثیل حفاظت و خدمت نے بھی ایک مرتبہ اور تاریخ کو اپنی مثال پیش کرنے سے عاجز کر دیا۔ ہر زمانے میں ایک جم غفیر علماء کا جن کی تعداد اللہ ہی کو معلوم ہے ایسا رہا کہ جس نے قرآن کے علوم و مطالب اور حیرت افزا عجائب کی حفاظت کی کاتبوں نے رسم الخط کی، قاریوں نے طرز ادا کی، حافظوں نے اسکے الفاظ اور عبارت کی وہ حفاظت کی کہ نزول قرآن کے وقت سے آج تک ایک زبر یا زیر تبدیل نہ ہو سکا کسی نے قرآن کے رکوع گن لئے کسی نے آیتیں شمار کیں۔ کسی نے حروف کی تعداد بتلائی حتیٰ کہ بعض نے ایک ایک اعراب اور ایک ایک نقطہ کو شمار کر ڈالا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک سے آج تک کوئی لمحہ اور کوئی ساعت ایسی نہیں بتلائی جاسکتی جس میں ہزاروں بلکہ لاکھوں کی تعداد حفاظ قرآن کی موجود نہ ہو جنہوں نے قرآن کاغذ کے اوراق میں نہیں جو مرنے جانے اور جل جانے کا امکان رکھتے ہیں سیاہی کے نقوش میں نہیں جن کے محو اور مشکوک ہو سکنے کا احتمال ہے لکڑی اور لوہے کے بے جان ٹکڑوں میں نہیں جن کے کھوئے جانے یا ٹوٹے جانے کا خدشہ

Telegram : t.me/pasbanehaq1

ہے بلکہ اپنے دلوں کے اوراق میں اور سینوں کے صندوقوں میں بڑی احتیاط اور خبرداری سے محفوظ رکھا۔

"اٰیٰتٌ بَیِّنٰتٌ فِیْ صُدُوْرِ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ۔" مگر یہ لوگوں کو حکم دی گئی ہے اور کتنے ہیں تو یہ قرآن کتنا کامل، کتنا بے عیب ہے کہ کوئی معجزہ مزاحم نہیں ہو سکتا۔

خیال کرو کہ آٹھ سو سال کا ہندوستانی بچہ جسے اپنی مادری زبان میں دو جزو کا رسالہ یاد کرانا دشوار ہے وہ ایک غیر ملکی زبان کی اتنی ضخیم کتاب کو جو متشابہات سے پر ہے کس طرح فر فر سنا دیتا ہے۔ رمضان المبارک میں اسلامی مساجد کا وہ بین دیکھنے کے قابل ہے جب چھوٹے چھوٹے بچے اپنی ننھی آواز اور معصومانہ لہجہ میں قرآن شریف سنا کر سامعین کے دلوں کو وجد میں لے آتے ہیں پھر کسی مجلس میں ایک حافظ سے کوئی حروف چھوٹے جائے یا اعراب کی فروگذاشت ہو جائے تو چاروں طرف سے تصحیح کرنیوالے للکارتے ہیں یہ ممکن ہی نہیں کہ پڑھنے والے کو غلطی پر قائم رہنے دیں۔ ان حالات کو سامنے رکھ کر تاریخ سے دریافت کرو کہ کیا قرآن کے سوا کبھی دنیا میں کسی اور کتاب کی بھی اس قدر حفاظت اور خدمت ہوئی ہے۔ میں یقین کرتا ہوں کہ کتنا ہی بڑا نکتہ چینی کرنیوالا کیوں نہ ہو اس قدر انصاف کشی نہ کرے گا کہ وہ قرآن کی اس بے مثال حفاظت میں بھی شبہ اور کرنے لگے باقی ایسے سوفسطائیوں سے میرا خطاب نہیں جو محسوسات اور مشاہدات میں بھی لاادری کہنے سے دریغ نہ کریں۔

Telegram : t.me/pasbanehaq1

قرآن کریم کی تعلیم

قرآن کریم نے تمام ابواب ہدایت کے متعلق جو کچھ تعلیم دی ہے اس کی پوری تفصیل کسی انسانی بیان میں کہاں سما سکتی ہے قرآنی علوم کا حصائے ناپیدا کنار کس کی مٹھی میں آسکتا ہے اور کس کی طاقت ہے کہ وہ اس رب العزت کے سمندر کو ایک کوزہ میں بند کر سکے لیکن قرآن کے اعجازوں میں سے شاید یہ بھی ایک اعجاز ہے کہ وہ جس قدر مشکل ہے اسی قدر آسان بھی ہے جتنا طویل و عریض ہے اتنا ہی مختصر بھی ہے یعنی جس طرح وہ ایک بڑے سے بڑے روشن دماغ علیم کا پیٹ حکمتوں سے بھر دیتا ہے اسی طرح ایک وحشی سے وحشی انسان کی پیاس بھی اپنے چشمۂ ہدایت سے بجھا سکتا ہے، میں اس وقت قرآن کے علوم و معارف کا تھوڑا سا اندازہ کرنے کے لئے بڑے بڑے کتب خانوں اور درسگاہوں کا حوالہ نہیں دیتا بلکہ ایک بہت ہی سہل طریقہ بتلاتا ہوں کہ مضامین و عنایت اور ابواب ہدایت میں سے جو مضمون اور باب چاہو لو اور جتنی کتابیں آسمانی ہونے کی مدعی ہیں ان میں صرف ایک باب سے متعلق جو تعلیمات ہیں ہر ایک مذہب والا انتخاب کر کے پیش کرے انسانی کتابوں اور آرا سے کوئی اضافہ نہ کیا جائے جو کچھ ہو آسمانی کتاب کے حوالے سے مع اصل عبارت کے ہو اور عبارت کا صحیح ترجمہ ملکی زبان میں کر دیا جائے اس کے بعد وہ سب تحریریں کسی ایک متفق علیہ حکم کے سامنے پیش کر دی جائیں اور عوام پبلک کے روبرو پیش کر دی جائیں بیک نگاہ سچے سامنے آنے سے دنیا خود فیصلہ کر

Telegram : t.me/pasbanehaq1

ہے گی کہ کس کتاب کی تعلیم اس باب میں زیادہ جامع، زیادہ موثر، زیادہ مبرہن زیادہ قابلِ قبول ہے۔ میں خیال کرتا ہوں کہ اس سے بڑھ کر آسان اور بے تکلف سہولت تعلیمی سوانح کی اور کوئی نہ ہوگی۔ ع

بس ایک نگاہ پہ ٹھہرا ہے فیصلہ دل کا

قرآنِ کریم میں اللہ جل شانہٗ کے کمالات و صفات کا بیان اور ذکر اللہ کی کثرت

مولانا مودودی فیروز الدین صاحب ڈسکوی اپنے رسالہ میں لکھتے ہیں۔

"پھر ایک بڑی بھاری دلیل قرآن شریف کے کلام الٰہی ہونے کی یہ ہے کہ اس میں اللہ تعالیٰ کی صفات کاملہ کو نہایت اعلیٰ طور پر بیان کیا گیا ہے۔ کلام الٰہی کا خاصہ ہے کہ اس میں خالق کائنات کی تمام صفاتِ کاملہ بڑی شان و شوکت کے ساتھ جلوہ گر ہوتی ہیں اور اللہ تعالیٰ کی عظمت و شان اور اس کی صفات کاملہ طور پر مذکور ہوتی ہیں کہ دنیا کی کوئی کتاب اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ کی صفاتِ کاملہ ڈھنگ سے بیان ہوئی ہیں کہ اس خصوصیت میں دنیا کی کوئی کتاب اس کا مقابلہ ہرگز نہیں کر سکتی بات بات میں اللہ تعالیٰ عظمت و شان چمکتی ہے اور اس کی الوہیت، ربوبیت، خالقیت، رحمانیت اور قدوسیت اعلیٰ سے اعلیٰ طور پر جلوہ گر ہوتی ہے۔ سارا کلام الٰہی اسماء حسنیٰ اور صفات کاملہ رب العالمین سے بھرا پڑا ہے۔ چنانچہ قرآن شریف میں خدا تعالیٰ کا ذکر اور اس کا نام اس کثرت سے آیا ہے کہ دنیا کی کوئی کتاب

Telegram : t.me/pasbanehaq1

اس کے ساتھ مقابلہ نہیں کر سکتی۔ گویا قرآن شریف جا بجا خدا کا نام یاد کرنے کے لئے ایک بہانہ اور موقع ڈھونڈتا ہے۔ قرآ شر ۰ کا کوئی صفحہ الٹاؤ، اس کا کوئی حصہ پڑھو اس اللہ کا نام یا اس کی کسی اور صفت کا ذکر پاؤ گے، قرآن شریف میں صرف دعائیں اور خدا کی صفات ہی نہیں بلکہ اس میں تمام معاملات دینی و دنیوی اور قوانین قومی و ملکی بھی بیان کئے گئے ہیں۔ ایں ہمہ اس میں اللہ تعالیٰ کا نام اور اس کے اسماء حسنیٰ جا بجا پائے جاتے ہیں ایسی جگہوں پر اور ایسے معاملات میں بھی جہاں انسان سے سخت دشوار ہے کہ اللہ کا نام لے سکے۔ قرآن میں اللہ تا ۶۶۶۶ دفعہ آیا ۔ اور اس کے باقی اسماء حسنیٰ کا کچھ شمار نہیں اور جو ضمائر اللہ تعالیٰ کی طرف پھرتی ہیں ان کی گنتی بجز خدا کے کسی کو معلوم نہیں۔ تسبیحات اور تہلیلات اور دعاؤں وغیرہ کے موقعہ پر تو اللہ تعالیٰ کا نام آ ہی جاتا ہے لیکن معاملات اور تعزیرات کے موقعہ پر جس طرح قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ کا نام آیا ہے وہ صرف قرآن شریف ہی سے خصوصیت رکھتا ہے دنیا کی کوئی کتاب اس خصوصیت میں قرآن شر ۰ سے مقابلہ نہیں کر سکتی توریت، انجیل وغیرہ کے صفحوں کے صفحے خدا کے ذکر اور اس کے نام سے خالی ہیں لیکن قرآن شریف کا کوئی صفحہ کوئی حصہ یا الٰہی اور نام الٰہی سے خالی نہیں خدا تعالیٰ نے اس وا اس معاملہ کا طرز بیان اور اسلوب ہی اس ڈھنگ پر ڈالا ہے کہ خواہ مخواہ اللہ تعالیٰ کا نام اور اس کا ذکر کہیں نہ کہیں میں ضرور آجاوے کوئی معاملہ، کوئی واقعہ، کوئی قصہ، ایسا نہیں جس میں بار بار اللہ تعالیٰ کا ذکر نہ آئے۔ قرآن شریف کے پڑھنے سے نہ صرف دینی احکام اور الٰہی شریعت سے

Telegram : t.me/pasbanehaq1

آگاہی ہوتی بلکہ کلام ربانی سارے کا سارا یاد الٰہی سے پر ہے۔ صفحے
ا " ؤ اور خدا تعالیٰ کا نام بار بار پڑھتے جاؤ اور خدا تعالیٰ کا نام بار بار
جاؤ ، وجہ ہے کہ قرآن شریف کی تلاوت میں بھی کمال ثواب ہے کیونکہ
وہ اسماء حسنیٰ سے پر اور درود ا ہ وظیفے کی بھی ایک مقدس کتاب ہے مثال
کے طور پر ایک سورۃ طلاق کو لو سورۂ طلاق کے نام سے تو مفہوم ہوتا ہے کہ
اس میں صرف عورتوں کے طلاق دینے کی بابت احکام و ہدایات ہونگی لیکن نہیں
اس میں عبرت ، وعظ ، تذکیر اور خدا تعالیٰ کے مقدس ناموں کا وظیفہ بھی ہے
چنانچہ اس چھوٹی سی سورۃ میں پہیں جگہ اللہ کا " آیا ہے اور بہت سی
" رخدا کی طرف پھرتی ہیں باوجود اس سورت میں معاملہ طلاق کا ذکر ہے
جس کو اگر کوئی اور شخص بیان کرتا تو شاید ایک دو جگہ بھی اللہ کا نام نہ لاتا
اچھا ایسی کتاب کا جو آسانی کہی جاتی ہو۔ کیٹ اتفق ایک ایک صفحہ ہاتھ میں
اٹھا لو اور شمار کرو کہ اس صفحہ " کا نام کتنی جگہ اور کیسی عظمت و شان
سے آیا ہے یہ کوئی سی بات ہے پتہ دینے لگی کہ کون سی کتاب آسانی ہے جو
کسی معاملہ راسی دیکھنے لیے ا " پڑھنے والے کو خدا کی یاد سے غافل نہیں
رہنے دیتی اور جو اس کا امکان بھی نہیں چھوڑتی کہ ہزار ہا سال تک کروڑوں
انسان اگنی و ۔ ظ جو بقول سوامی دیا " پرمیشور کے نام تھے آگ
اور دوسرے عناصر و کر خدا کی جگہ ان ہی چیزوں کی عبادت،
(پوجا) کریں۔

Telegram : t.me/pasbanehaq1

قرآن کریم کی بے نظیر سلاست اور روانی

مَوْقِنَا فَيْهِ خَالِدِيْنَ حَرْمَلَةَ هِيْنَ ۔ پھر ایک دلیل قرآن شریف کے کلام ربانی ہونے کی اس کی وہ لاثانی بندش اور بے نظیر روانی ہے جس پر آج تک ایک دنیا شیدا ہے کوئی عربی عبارت پڑھو اس کی بندش اور روانی معمولی قسم کی ہوتی لیکن قرآن شریف کی روانی اور سلاست اس قسم کی ہے کہ جو لوگ معنی نہیں جانتے جو لوگ عربی سے کچھ مس نہیں رکھتے وہ بھی اس کی روانی اور سلاست کو دیکھ کر شیفتہ اور حیران ہیں۔ خوش آواز قاری جب قرآن شریف کو ایک لحن مرغوب اور اسلوب خوش سے پڑھتا ہے تو دلوں میں زلزلہ اور روحوں میں ولولہ ڈالدیتا ہے عام قاری و حافظ جب قرآن شریف کو ایک جوش کے ساتھ پڑھتے ہیں تو کس قدر اثر قلب پر ہوتا ہے دنیا کے سرتاج حضرت رسول کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) جب اس کلام پاک کو پڑھتے ہوں گے تو "دلوں کے دلوں پر کیا کچھ اثر پہنچتا ہوگا کلام الٰہی کے الفاظ واقعات کی زندہ" یہ معلوم ہوتی ہوں گی جو "والے کے پیش نظر ہیں کسی شخص کی طاقت ہے کہ قرآ شریف کی سلاست اور روانی کی بابت کچھ بیان کرسکے وہ ایک و ا ر وجدانیات کی لذت کو بجز چکھنے کے کس کو یارا کہ معرض تحریر یا تقریر لاسکے۔ قرآن شریف کی عبارت پر جیسے پڑھے ہوئے مفتون ہیں ویسے ھ عاشق ہیں، یہی عبارت کی روانی اور دلو پر عجیب اثر ڈالنے وا . دو بیان کفار عرب کو اس بات کے کہنے پر مجبور کرتی تھی کہ۔

Telegram : t.me/pasbanehaq1

إِنْ هٰذَآ إِلَّا سِحْرٌ يُّؤْثَرُ ۝ قَوْلُ
الْبَشَرِ ۝ سَأُصْلِيهِ سَقَرَ ۝

، تو بس (ایک قسم کا) جادو ہے، جو
، تو کہا تم بیان
دوسرے لوگوں کی باتیں سننے کو آتے ہو)

تمام آسمانی مدعی اسی طرح معاذ کریں کہ ہر کتاب کی تھوڑی سی عبارت جس طرح پڑھی جاتی ہے کس اچھے صحیح اور صاف پڑھنے والے سے مجلس میں پڑھوا کر دیکھیں خود معلوم ہو جائے گا کہ قلوب کس سے زیادہ لذت اور اثر حاصل کرتے ہیں قرآن کریم عام اشعار کی طرح کلام منظوم نہیں لیکن اس نے نظم کی روح نکال کر نثر میں ڈالدی ہے، ایک بالکل ہی اچھوتا اسلوب عام نثر اور نظم کے ورسیا اختیار کیا ہے کہ شاعر اور خطیب دونوں کی روحیں سو جان سے اس کی لطافت اور شوکت پر قربان ہوتی، قرآن کی ان حسن خوبیوں کو دیکھ کر بے ساختہ زبان پر آتا کہ:

بہار عالم حسنش دل و جا تازہ می دارد
برنگ اصحاب صورت را، باب معنی را

قرآن میں ایک مضمون دوسرے سے مغلوب نہیں ہوتا

انسان چونکہ مخلوق ہے اور کمزور مخلوق ہے اسلئے جب اس پر کوئی حالت طاری ہوتی ہے تو اس کے مقابل والی حالت مضمحل اور مغلوب ہو جاتی ہے بڑے سے بڑا قادر الکلام لیکچرار جب غصہ میں بھرا ہوا مضمون بیان کرتا ہے تو بین اسی وقت ملائمت اور مہربانی کی تقریر دیے رو سے نہیں کر سکتا اسی

Telegram : t.me/pasbanehaq1

طرح شفقت و رحمت کے ساتھ اگر غضب و سخط کی بھی ضرورت ہو تو دونوں کا مساویانہ توازن قائم رکھنا ناممکن ہو جاتا ہے یہ صرف خداوند اکبری کی ذات کا خاصہ ہے جسکی ایک صفت دوسری صفت کیلئے مزاحم نہیں ہوتی اور جس کو ایک شان دوسری شان سے مشغول نہیں کر سکتی کہ وہ ہر وقت و ہر آن ہی مقابل صفات کے ساتھ متصف ہے اسی لئے جب اس کے کلام کو ہم پڑھتے ہیں تو رحمت کے ساتھ غضب، وعدہ کے ساتھ وعید، تبشیر کے ساتھ انذار اور خوف کے ساتھ جب ترازو کے دو پلوں کی طرح ہمیں برابر نظر آتے ہیں۔ جن میں سے کوئی بھی دوسرے سے جھکا نہ ہو۔ عین غضب کے وقت پیار اور پیار کے ساتھ غصہ اس طرح کہ ایک کا بیان دوسرے سے دزدان میں گھٹنے نہ پائے یہ صرف اسی رب الخلق کے کلام میں دیکھا گیا ہے۔

قرآن میں غیبی خبریں

قرآن کے مضامین کے متعلق ایک اور ضروری چیز بیان کرنے سے رہ گئی اور وہ امم ماضیہ اور سنین گذشتہ کی ایسی مفصل اور درست خبریں اور واقعات مسند قبل کے متعلق اس کی متعدد پیشن گوئیاں ہیں جو حرف بحرف صحیح ثابت ہو چکیں یہ نہیں کہ کاہنوں اور منجموں کے اٹکل پچو بیانات کی طرح سو میں ایک دو دفعہ تیر نشانہ پر جا لگا بلکہ قرآن نے جن واقعات کی خبر دی وہ صادق کی روشنی کی طرح نور افزائے دیدہ بصیرت ہوئے۔ مثال کے طور پر آپ اس آیت کو لے لیجئے۔

Telegram : t.me/pasbanehaq1

الٓمّٓ غُلِبَتِ الرُّوْمُ	قریب کے ملک (یعنی فارس میں رومی (جو نصاریٰ
وَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَيَغْلِبُوْنَ	ہیں اہل فارس سے جو آتش پر ہوگئے ہیں لیکن یہ لوگ
فِيْ بِضْعِ سِنِيْنَ۔	عنقریب چند سال

مغلوب ہیں، مغلوب ہونے کے پیچھے غالب آجائیں گے۔

علم پر روم کے غلبہ کے متعلق جو خبر بتصریح زمانہ کی ساتھ مقید کر کے اس آیت میں دی گئی تھی وہ بالکل کامل و کامیاب پوری ہوئی اگر آپ قرآن کی پیشین گوئیوں کے متعلق مفصل دیکھنا چاہتے ہیں تو علمائے اس باب میں مستقل رسالے لکھے ہیں ان کا مطالعہ کیجئے میں نے تو صرف ایک نمونہ دکھلا دیا ہے۔ اخبار مانیہ میں بعض کو چشم پوشی کہہ دیتے ہیں کہ شاید آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی سے پوچھ کر درج کر دیئے ہونگے حالانکہ وہ خوب جانتے ہیں کہ آپ خود امی تھے آپ کی قوم امی تھی مادری زبان عربی کے سوا کوئی دوسری زبان آپ نے سیکھی نہیں تھی کسی عالم کی ملازمت و صحبت کا آپ کو موقعہ نہیں ملا جو اس قدر مفصل اور مستند واقعات اخذ کر سکتے اگر ایسا ہوتا تو وہ لوگ جن کے پیش نظر آپ کی زندگی کے تمام اطوار و ادوار تھے اور پھر ہر وقت ایسی باتوں کا کھوج لگانے میں سرگرم تھے جو آپ کی تکذیب کا ذریعہ بنیں تیئیس سال کی طویل مدت میں سب سے پہلی ایسی شہادتیں بہم پہنچا کر شائع کر دیتے، شاید اسی لئے قرآن پاک نے ایسے خبر نامنی عن الدلیل احتمالات کا ذکر کرنا بھی ضروری نہ سمجھا، صرف اس قدر تنبیہ کر دی کہ نبی امی صلعم

Telegram : t.me/pasbanehaq1

پچھلے واقعات ہیں دیکھئے بیان کر رہے ہیں وہ اس کے سوا نہیں، کہ وحی الٰہی نے ان کو معلوم کرائے ہیں چنانچہ فرماتے ہیں۔

ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ	(اے پیغمبر!)
نُوْحِيْهَآ اِلَيْكَ مَا كُنْتَ	کو وحی کے ذر
تَعْلَمُهَآ اَنْتَ وَلَا	اس (قرآن کے نازل
قَوْمُكَ مِنْ قَبْلِ هٰذَا	تو تم ہی ان کو جا
	تم کے لوگ۔

اور فرماتے ہیں۔

وَمَا كُنْتَ بِجَانِبِ الْغَرْبِيِّ	اور (اے پیغمبر!) جس وقت ہم نے موسیٰ کو
اِذْ قَضَيْنَآ اِلٰى مُوْسَى الْاَمْرَ	(رسالت کے) اختیارات دیئے تو تم طور کی
وَمَا كُنْتَ مِنَ الشّٰهِدِيْنَ	سمت والی جانب (موسیٰ کو رسالت کی
وَلٰكِنَّآ اَنْشَاْنَا قُرُوْنًا	موجود) نہ تھے۔ (مگر بات یہ ہے کہ) ہم نے
فَتَطَاوَلَ عَلَيْهِمُ	بہت سی امتیں نکال کھڑی کیں اور ان پر
الْعُمُرُ وَمَا كُنْتَ ثَاوِيًا	بہت عرصہ گذر گئے اور تم مدین کے
فِيْٓ اَهْلِ مَدْيَنَ تَتْلُوْا	لوگوں میں رہے کہ تم ان کو ہماری آیتیں
عَلَيْهِمْ اٰيٰتِنَا وَلٰكِنَّا	پڑھ کر سناتے تھے (نہ) تم کو اس
كُنَّا مُرْسِلِيْنَ ۝ وَ	(بات) سے اطلاع (معلوم کرنے کا موقعہ ملا ہو)
مَا كُنْتَ بِجَانِبِ الطُّوْرِ	بلکہ ہم کو (تم سے خبر) بھیجنا (منظور)
اِذْ نَادَيْنَا وَلٰكِنْ رَّحْمَةً	تھا اور نہ اس وقت کہ ہم نے (موسیٰ کو)

Telegram : t.me/pasbanehaq1

مِنْ تِلْكَ لِتُنْذِرَ ، بلایا تم خود کسی طرف موجود (کہ تم
مَّا مَا أَتَاهُم مِّن نَّذِيرٍ واقعات پر بچشم خود ، ، اس
مِّن قَبْلِكَ لَعَلَّهُمْ يَهْتَدُونَ تمہیں سے پہلے کوئی (ایک) ڈرانے والا کی ہے تاکہ
لوگوں کو راہ پر لائیں تم سے پہلے کوئی ڈرانے والا نہیں آیا۔ تب تمہیں
تمہارے ڈرانے سے یہ لوگ نصیحت پکڑیں۔

اور فرمایا

وَالْغَيْبِ واسے پیغمبر یہ چند غیب کی باتیں ہیں کہ
نُوحِيهِ إِلَيْكَ وَمَا كُنتَ ہم وحی کے ذریعہ سے تم کو بتلاتے
لَدَيْهِمْ إِذْ أَجْمَعُوا (اور یہ تمہاری صداقت کی دلیل ہے) اور
أَمْرَهُمْ وَهُمْ يَمْكُرُونَ یوسف کے بھائیوں نے جب مصمم ارادہ
کر لیا تھا کہ یوسف کو کنوئیں میں ڈالدیں) اور وہ ان کے ہلاکت کی تدبیر کر
تم تو ان کے پاس موجود نہ تھے (کہ یہ واقعات تم کو بطور خود معلوم ہو جاتے)

اچھا واقعات گزشتہ میں آپ کے یہ احتمالات سہی لیکن مستقبل کے متعلق جو بکثرت خبریں دی گئیں اور ایک کی بھی کوئی تکذیب نہ کر سکا۔ ان میں بجز اس کے کہ اس عالم الغیب والشہادت کی طرف نسبت کیا جائے اور کیا کہا جا سکتا ہے۔

خاتمۂ کلام

میں اپنی تقریر اب ختم کرتا ہوں اور قرآن کریم کی تین بہت ہی چھوٹی

Telegram : t.me/tobaa-elquran

blogspot com

چھوٹی سورتیں (العصر ، الکوثر ، الاخلاص) پیش کرکے جو اخیر پارہ میں ہیں تمام مذاہب کو چیلنج دیتا ہوں کہ ان سورتوں میں سے کسی ایک کے بدلہ میں کوئی پرانا یا نیا کلام سب مل کر لے آئیں جس میں ایسے مختصر اور جامع الفاظ میں اس طرح کے مضمون کو اسی قدر خوبیوں اور لطائف و ایا کی رعایت کے ساتھ ادا کیا گیا ہو۔ کہ ہم اہل اسلام بحول اللہ و قوتہ مقابلہ ہر دو کلام قرآن کریم کی اس سورت کی عبارت اور اسلوب بلا سکتے ہیں اور اس کام کے لئے جتنی مدت اور مہلت معارضہ کرنے والے چاہیں وہ دی جاسکتی ہے اور ہر ایک معقول شرط منظور کی جاسکتی ہے لیجئے ساری بحثیں اور سارے مناظرے صرف ایک ذرا سی بات پر تمام ہوتے ہیں۔

فَإِن لَّمْ تَفْعَلُوا وَلَن تَفْعَلُوا	اگر تم نہ کر تم کو ڈرنا چا۔
النَّارَ الَّتِي وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ أُعِدَّتْ لِلْكَافِرِينَ	کا ایندھن آدمی ہیں اور وہ ہے منکروں کے لئے۔

خاتمہ مضمون پر میں یہ کہہ دینا چاہتا ہوں کہ میں نے اس تقریر میں صرف یہ کوشش کی ہے کہ ایک صاف اور سلیس اور معقول طریقہ سے قرآن کریم کا کلام الٰہی ہونا واضح کر دیا جائے مضمون کے دوسرے حصص جو شاید اس کے بعد شائع ہوسکیں، ان میں تفصیلی بتلا دیا جائے گا کہ قرآن کریم کے متعلق حواضین اسلام نے کیا کیا شکوک و شبہات پیش کئے ہیں اور ان کا

Telegram : t.me/pasbanehaq1

ازالہ کس طرح ہو سکتا ہے اُمید ہے کہ یہ سلسلہ مبلغین اور مناظرین اسلام اور طالبین حق وصدق کے لئے نافع ہوگا۔

۱۰ ان ید الا الاصلاح ما استطعت وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب

الراقم

شبیر احمد عثمانی عفا اللہ عنہ

دارالعلوم دیوبند ۔ ۲۴ جمادی الاولیٰ ۱۳۴۲ھ

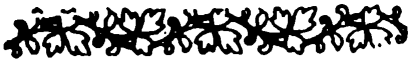

Telegram : t.me/asbanehaq1

Telegram : t.me/pasbanehaq1

وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ ۱۷ - آن

ترجمہ: اور لوگ آپ سے روح کے ا

اَلرُّوحُ فِی القرآن

روح کیا ہے؟ اور قرآن کا
موقف اس سلسلہ میں کیا ہے؟

شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانیؒ

ناشر

ادارۂ اسلامیات ۱۹۰ انارکلی لاہور

Telegram : t.me/pasbanehaq1

الروح فی القرآن

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وَيَسْـَٔلُونَكَ عَنِ الرُّوحِ ۖ قُلِ الرُّوحُ مِنْ أَمْرِ

اور یہ لوگ آپ سے روح کو پوچھتے ہیں۔ آپ فرما دیجئے کہ روح میرے رب کے حکم

رَبِّي وَمَا أُوتِيتُم مِّنَ الْعِلْمِ إِلَّا قَلِيلًا ۝ وَلَئِن

بنی ہے۔ اور تم کو بہت تھوڑا علم دیا گیا ہے۔ اور اگر ہم چاہیں تو

شِئْنَا لَنَذْهَبَنَّ بِالَّذِي أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ ثُمَّ لَا تَجِدُ

قسم آپ پر وحی بھیجی ہے۔ سب سلب کر لیں۔ پھر اس کے لئے آپ

لَكَ بِهِ عَلَيْنَا وَكِيلًا ۝ إِلَّا رَحْمَةً مِّن رَّبِّكَ ۚ

کو مقابلہ کوئی حمایتی بھی نہ ہو۔ مگر آپ کے رب کی رحمت ہے

إِنَّ فَضْلَهُ كَانَ عَلَيْكَ كَبِيرًا ۝ قُل لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ

بیشک آپ پر اس کا بڑا فضل ہے۔ آپ فرما دیجئے اگر تمام انسان

الْإِنسُ وَالْجِنُّ عَلَىٰ أَن يَأْتُوا بِمِثْلِ هَٰذَا الْقُرْآنِ

اور جنات سب اس بات کے لئے جمع ہو جاویں کہ ایسا قرآن بنا لاویں تب

Telegram : t.me/tehqiqat

لَا يَأْتُونَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا ۝

ایسا نہ لا سکیں گے۔ اگرچہ ایک دوسرے کا مددگار بھی بن جائے

وَلَقَدْ صَرَّفْنَا لِلنَّاسِ فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ

اور ہم نے لوگوں کے لئے اس قرآن میں ہر قسم کا عمدہ مضمون طرح طرح

فَاَبٰۤى اَكْثَرُ النَّاسِ اِلَّا كُفُوْرًا ۝ وَقَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ

بیان کیا ہے پھر بھی اکثر لوگ بے انکار کئے ہوئے ہے۔ اور یہ لوگ کہتے ہیں کہ

حَتّٰى تَفْجُرَ لَنَا مِنَ الْاَرْضِ يَنْۢبُوْعًا ۝ اَوْ تَكُوْنَ

ہم آپ پر ہرگز ایمان نہ لائیں گے یہاں تک کہ آپ ہمارے لئے زمین سے کوئی

لَكَ جَنَّةٌ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّعِنَبٍ فَتُفَجِّرَ الْاَنْهٰرَ خِلٰلَهَا

چشمہ جاری کر دیں یا خاص آپ کے لئے کھجور اور انگوروں کا کوئی باغ ہو پھر اس باغ کے بیچ بیچ

تَفْجِيْرًا ۝ اَوْ تُسْقِطَ السَّمَآءَ كَمَا زَعَمْتَ عَلَيْنَا كِسَفًا

میں بکثرت بہت سی نہریں آپ جاری کر دیں۔ یا جیسا کہ آپ کہا کرتے ہیں آپ آسمان کے ٹکڑے

اَوْ تَاْتِيَ بِاللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ قَبِيْلًا ۝ اَوْ يَكُوْنَ لَكَ بَيْتٌ

ہم پر گرا دیں۔ آپ اللہ کو اور فرشتوں کو سامنے لا کھڑا کر دیں۔ یا آپ کے پاس کوئی سونے کا بنا

مِّنْ زُخْرُفٍ اَوْ تَرْقٰى فِي السَّمَآءِ ؕ وَلَنْ نُّؤْمِنَ لِرُقِيِّكَ

ہوا گھر ہو یا آپ آسمان پر چڑھ جائیں اور ہم تو آپ کے چڑھنے کو بھی کبھی باور نہ کریں گے

حَتّٰى تُنَزِّلَ عَلَيْنَا كِتٰبًا نَّقْرَؤُهٗ ؕ قُلْ سُبْحَانَ

کہ آپ ہمارے پاس ایک نوشتہ لائیں جس کو ہم بھی پڑھ لیں۔ آپ فرما دیجئے کہ سبحان اللہ

رَبِّيْ هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا

میں تو بجز اس کے کہ آدمی پیغمبر ہوں اور کیا ہوں۔

Telegram : t.me/pasbanehaq1

ویسئلونک عن الروح (پ۱۵)

اور سوال کرتے ہیں تجھ سے روح کی نسبت

یعنی روح انسانی کیا چیز ہے۔ اس کی ماہیت و حقیقت کیا ہے؟

یہ سوال صحیحین کی روایت کے موافق یہود مدینہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آزمانے کو کیا تھا اور "سیر" کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ مکہ میں "قریش" نے "یہود" یہ سوال کیا تھا۔ اسی لئے آیت کے "مکی" اور "مدنی" ہونے میں اختلاف ہے۔ ممکن ہے کہ نزول مکرر ہوا ہو، واللہ اعلم۔ یہاں اس سوال کے درج کرنے سے غالباً یہ مقصود ہوگا کہ جن چیزوں کے سمجھنے کی ان لوگوں کو ضرورت ہے۔ اُدھر سے تو اعراض کرتے ہیں اور غیر ضروری مسائل میں از راہ تعنت و عناد جھگڑتے رہتے ہیں۔ ضرورت اس کی تھی کہ وحی قرآنی کی روح سے باطنی زندگی حاصل کرتے اور اس نسخہ شفا

وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا (شوریٰ)

يُنَزِّلُ الْمَلٰٓئِكَةَ بِالرُّوْحِ مِنْ اَمْرِهٖ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖٓ (نحل)

سے انہیں وہ راز کلی اور معاندانہ بحثوں فرصت کہاں؟

روح کیا ہے۔ جوہر یا ؟ مادی ہے یا مجرد؟ بسیط ہے یا مرکب؟ اس قسم کے فاضل اور بے ضرورت مسائل کے سمجھنے پر

نہ یہ بحثیں انبیاء کے فرائض تبلیغ میں داخل ہیں۔ بڑے بڑے حکما اور فلاسفر آج تک خود "مادہ" کی حقیقت پر مطلع نہ ہو سکے۔ روح جو ہر حال مادہ سے کہیں

Telegram: t.me/tehqiqat

زیادہ لطیف و خفی ہے اس کی ماہیت و کنہ تک پہنچنے کی پھر کیا اُمید کیجا سکتی ہے۔ مشرکین مکہ کی جہالت اور یہ مدینہ کی اسرائیلیات کا مطالعہ کرنے والوں کو معلوم ہے کہ جو باتوں اور نہایت واضح حقائق کو نہیں سمجھ سکتی وہ "روح" کے حقائق پر دسترس پانے کی کیا خاک استعداد و اہلیت رکھتی ہوگی ؎

تو کار زمیں را نکو ساختی کہ با آسماں نیز پرد

قُلِ الرُّوْحُ ۔ ۔ ۔ رَبِّیْ۔

کہدے روح میرے رب کے حکم سے

موضح القرآن میں ہے کہ حضرت کے آزمانے کو یہود نے پوچھا سو اللہ تعالیٰ نے (کھوکر) دیا کیونکہ ان کو سمجھنے کا حوصلہ نہ آگے پیغمبروں نے بھی مخلوق ایسی باریک باتیں نہیں کہیں، اتنا جاننا کافی ہے کہ اللہ کے حکم سے ایک چیز بدن میں آپڑی وہ جی اُٹھا۔ جب نکل گئی وہ مرگیا۔ اھ

فہ قرآنی کی سطح کے نیچے عمیق حقائق مستور ہیں

حق تعالیٰ کا کلام اپنے اندر عجیب و غریب اعجاز رکھتا ہے۔ روح کے متعلق یہاں جو کچھ فرمایا اس کا سطحی مضمون عوام اور قاصر الفہم یا کج رَو معاندین کے لئے کافی ہے۔ لیکن اسی سطح کے نیچے، ان ہی مختصر الفاظ کی تہ میں روح کے متعلق وہ بصیرت افروز حقائق مستور ہیں جو بڑے سے بڑے عالی دماغ نکتہ رس فلسفی اور ایک عارف کامل کی راہِ طلب و تحقیق و چراغ ہدایت کا

Telegram : t.me/tasbeehaq1

کام دیتی ہیں۔

"روح" کے متعلق عہد قدیم سے جو سلسلہ تحقیقات کا جاری ہے وہ آج تک ختم نہیں ہوا اور نہ شاید ہو سکے "روح" کی اصلی کنہ و حقیقت تک پہنچنے کا دعوٰی تو بہت ہی مشکل ہے۔ کیونکہ ابھی تک کتنی ہی محسوسات ہیں جن کی کنہ و حقیقت معلوم کرنے سے ہم عاجز رہے ہیں۔ تاہم میرے نزدیک آیاتِ قرآنیہ سے روح کے متعلق چند نظریات پر صاف روشنی پڑتی ہے۔

روح قرآنی کے متعلق چند نظریات

۱۱۔ انسان میں اس مادی جسم کے علاوہ کوئی اور چیز موجود ہے۔ جسے "روح" کہتے ہیں۔ وہ "عالم امر" کی چیز ہے اور خدا کے حکم سے فائز ہوتی ہے۔

(اسرائیل) ... قُلِ الرُّوحُ مِنْ أَمْرِ رَبِّي

(آل عمران) ... خَلَقَهُ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ

(الواقعہ) ... نَحْنُ خَلَقْنَاهُمْ وَشَدَدْنَا أَسْرَهُمْ

(النحل) ... إِنَّمَا قَوْلُنَا لِشَيْءٍ إِذَا أَرَدْنَاهُ أَنْ نَقُولَ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ

۱۲۔ روح کی صفاتِ علم و شعور وغیرہ بتدریج کمال کو پہنچتی ہیں اور ارواح میں حصولِ کمال کے اعتبار سے بعید تفاوت اور فرق مراتب ہے حتیٰ کہ خدا تعالیٰ کی تربیت سے ایک روح ایسے بلند اور اعلیٰ مقام پر پہنچتی ہے جہاں دوسری ارواح کی قطعاً رسائی نہ ہو سکے جیسے روح محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت ہمارا اعتقاد ہے۔

Telegram : t.me/tasbeehqari

محققین کہتے ہیں کہ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ میں امر کی اضافت رب کی طرف اور رب کی یاء متکلم کی طرف جس سے مراد نبی کریم صلعم ہیں اس طرف مشیر ہے کیونکہ امام راغبؒ کی تصریح کے موافق رب اُس ہستی کو کہتے ہیں جو کسی چیز کو بتدریج حد کمال تک پہنچائے جہاں تک پہنچنے کی اس میں استعداد پائی جاتی ہو۔ چنانچہ دیکھ لو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اکمل و اتم استعداد کے موافق اللہ نے آپ کو حسی و معنوی حیثیت سے کس قدر بلند مقام پر پہنچایا۔ آپ کو علوم و معارف سے بھری ہوئی وہ کتاب مرحمت فرمائی جس کی نسبت ارشاد فرماتے ہیں۔

قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ الخ

اور حسی طور پر آپ کو شب معراج میں سدرۃ المنتہیٰ سے بھی اوپر لے گئے جہاں تک کسی نبی یا فرشتہ کو عروج میسر نہ ہوا تھا۔

۱۲۔ مگر روح کے یہ کمالات ذاتی نہیں، وہاب حقیقی کے عطا کئے ہوئے اور موہوب ہیں چنانچہ وَمَا اُوْتِیْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِیْلًا سے معلوم ہوا کہ علم کسی اور کا دیا ہوا ہے۔ اور جو علم تم کو دیا گیا وہ سب دینے والے کے علم کے سامنے

قُلْ کَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّکَلِمٰتِ رَبِّیْ لَنَفِدَ الْبَحْرُ

وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهٖ مَدَدًا ۝ قُلْ لَّوْ اَنَّمَا فِی الْاَرْضِ مِنْ شَجَرَةٍ

اَقْلَامٌ وَّالْبَحْرُ یَمُدُّهٗ ۝ سَبْعَةُ اَبْحُرٍ مَّا

اسی طرح آگے مشرکین کے قول

نُؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى تَفْجُرَ لَنَا مِنَ الْاَرْضِ یَنْۢبُوْعًا

کے جواب میں قُلْ سُبْحَانَ رَبِّیْ هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا۔ فرمانا اس کی دلیل ہے کہ علم کی طرح بشر کی قدرت بھی بہرحال محدود و مستعار ہے۔

Telegram : t.me/tasbeehqari

۱۴۔ روح انسانی خواہ علم و قدرت صفات میں کتنی ہی ترقی کر جائے حتیٰ کہ اپنے تمام ہم جنسوں سے گوئے سبقت لیجائے پھر بھی اس کی صفات محدود رہتی ہیں۔ صفات باری کی طرح لامحدود نہیں ہو جاتیں اور یہی بڑی دلیل اس کی ہے کہ روح خدا سے علیحدہ کوئی قدیم و غیر مخلوق ہستی نہیں ہو سکتی۔ ورنہ تحدید کہاں سے آئی۔

۱۵۔ کتنی ہی بڑی کامل روح ہو حق تعالیٰ کو یہ قدرت حاصل ہے کہ جس وقت چاہے اُس سے کمالات سلب کر لے گو اُس کے فضل و رحمت سے کبھی ایسا کرنے کی نوبت نہ آئے۔ دلیل علیہ قولہ تعالیٰ وَلَئِنْ شِئْنَا لَنَذْهَبَنَّ بِالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ ثُمَّ لَا تَجِدُ لَكَ بِهٖ عَلَيْنَا وَكِيْلًا۔ اِلَّا رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ۔ اِنَّ فَضْلَهٗ كَانَ عَلَيْكَ كَبِيْرًا۔ یہ چند اصول جو ہم نے بیان کئے اہل فہم کو نص آیات میں لوٹنے تامل کرنے سے معلوم ہو سکتے ہیں۔ صرف عالم امر کا لفظ ہے جس کی مناسب تشریح ضروری ہے اور جس کے سمجھنے سے اُمید ہے کہ روح کی معرفت حاصل کرنے میں بہت مدد ملے گی۔

لفظ امر کی تشریح اور امر و خلق کا فرق

لفظ امر قرآن میں بیسیوں جگہ وارد ہوا ہے اور اس کے معنی میں علماء کافی کلام کیا ہے۔ لیکن ہماری غرض سورۂ اعراف کی آیت اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ کی طرف توجہ دلانا ہے جہاں "امر" کو "خلق" کے مقابل رکھا ہے جس سے ہم اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ خدا کے یہاں دو عالم بالکل علیحدہ علیحدہ ہیں ایک "امر" دوسرا "خلق"۔ دونوں میں کیا فرق ہے؟ اس کو ہم سیاق آیات سے بسہولت سمجھ سکتے

Telegram : t.me/Tasbeehat

toobaa-el

ہیں پہلے فرمایا اِنَّ رَبَّکُمُ اللّٰہُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِیْ سِتَّۃِ اَیَّامٍ یہ تو تخلیق ہُوا۔ درمیان "استوار علی العرش" کا ذکر کرکے جو شانِ حکمرانی کو ظاہر کرتا ہے فرمایا یُغْشِی الَّیْلَ النَّھَارَ یَطْلُبُہٗ حَثِیْثًا وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنُّجُوْمَ مُسَخَّرٰتٍ بِاَمْرِہٖ۔ ان مخلوقات کو اک معین نظام پر چلاتے رہنا جسے تدبیر و تصریف کہہ سکتے ہیں، یہ "امر" ہُوا۔ اسی طرح سورۂ طلاق میں ارشاد ہے اَللّٰہُ الَّذِیْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَّمِنَ الْاَرْضِ مِثْلَھُنَّ یَتَنَزَّلُ الْاَمْرُ بَیْنَھُنَّ۔ گویا دنیا کی مثال ایک بڑے کارخانے کی سمجھو جس میں مختلف قسم کی مشینیں لگی ہوں۔ کوئی کپڑا بن رہی ہے۔ کوئی آٹا پیس رہی ہے کوئی کتابیں چھاپتی ہے۔ کوئی شہر میں روشنی پہنچا رہی ہے۔ کسی سے پنکھے چل رہے ہیں وغیرہ وغیرہ۔

ہر ایک مشین میں بہت سے کل پرزے ہیں جو مشین کی غرض و غایت کا لحاظ کرکے ایک معین اندازے سے ڈھالے جاتے اور لگائے جاتے ہیں۔ پھر سب پرزے جوڑ کر مشین کو فٹ کیا جاتا ہے۔ جب تمام مشینیں فٹ ہو کر کھڑی ہو جاتی ہیں تب الیکٹرک (بجلی) کے خزانے سے ہر مشین کی طرف "راستہ" سے نٹ چھوڑ دیا جاتا ہے۔ آنِ واحد میں ساکن و خاموش مشینیں اپنی اپنی ساخت کیموافق گھومنے اور کام کرنے لگ جاتی ہیں۔ بجلی ہر مشین اور ہر پرزہ کو اُس کی مخصوص ساخت اور غرض کے مطابق گھماتی ہے حتیٰ کہ جو قلیل و کثیر کہربا روشنی کے لمپوں اور قمقموں میں پہنچتی ہے۔ وہاں پہنچکر اُن ہی قمقموں کی ہیئت اور رنگت اختیار کر لیتی ہے۔

Telegram: t.me/toobaa-elibrary

blogspot.com

"خلق" کیا ہے؟

اس مثال سے یہ بات واضح ہو گئی کہ مشین کا ڈھانچہ تیار کرنا اُس کے پرزوں کا ٹھیک اندازہ رکھنا، پھر فٹ کرنا ایک سلسلہ کے کام ہیں جس کی تکمیل کے بعد مشین کو چالو کرنے کے لئے ایک دوسری چیز بجلی یا اسٹیم اس کے خزانہ سے لانے کی ضرورت ہے اسی طرح سمجھ لو کہ حق تعالیٰ نے اوّل آسمان و زمین کی تمام مشینیں بنائیں جس کو "خلق" کہتے ہیں، ہر چھوٹا بڑا پرزہ ٹھیک اندازہ کیموافق تیار کیا جس کو "تقدیر" کہا گیا ہے قَدَّرَ فَقَدَّرَ اُ سب کل پرزوں کو جوڑ کر مشین کو فٹ کیا جسے "تصویر" اور "تسویہ" کہتے ہیں خَلَقَكُمْ ثُمَّ صَوَّرْنٰكُمْ اور فَاِذَا سَوَّيْتُهٗ وَنَفَخْتُ فِيْهِ سب افعال خلق کی مدیں تھے۔

"امر" کیا ہے؟

اب ضرورت تھی کہ جس مشین کو جس کام میں لگانا ہے۔ لگا دیا جائے مشین کو چالو کرنے کیلئے "امر الٰہی" کی بجلی چھوڑ دی گئی شاید اس کا تعلق اسم "باری" سے ہے اَلْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ وفی الحدیث خَلَقَ الْحَبَّةَ وَبَرَاَ النَّسَمَةَ وفی سورۃ الحدید مِنْ قَبْلِ اَنْ نَّبْرَاَهَا ای النفوس کما ہو مروی عن ابن عباس وقتادۃ والحسن۔

غرض ادھر سے حکم ہوا "چل" فوراً چلنے لگی۔ اسی "امر الٰہی" کو فرمایا اِنَّمَآ اَمْرُهٗٓ اِذَآ اَرَادَ شَيْـًٔا اَنْ يَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ (یٰسین) دوسری جگہ نہایت وضاحت کیساتھ امر کُن کو خلق جسد پر مرتب کرتے ہوئے ارشاد ہوا خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ (آل عمران) بلکہ تتبع سے ظاہر ہوتا ہے کہ قرآن کریم میں "كُنْ فَيَكُوْنُ" کا مضمون

Telegram : t.me/pasbanehaq1

جتنے مواضع میں آیا، عموماً خلق اور ابداع کے ذکر کے بعد آیا ہے جس سے خیال گذرتا ہے کہ کلمہ "کن" کا خطاب "خلق" کے بعد تدبیر و تصرف وغیرہ کیلئے ہوتا ہوگا۔ واللہ اعلم۔

روح کا مبدء صفت کلام ہے

بہر حال میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ "امر" کے معنی یہاں "حکم" کے ہیں اور وہ حکم یہی ہے جسے لفظ "کن" سے تعبیر کیا گیا۔ اور کن "جنس کلام" سے ہے جو حق تعالیٰ کی صفت قدیمہ ہے جس طرح ہم اس کی تمامی صفات (مثلاً حیات، سمع، بصر وغیرہ) کو بلا کیف تسلیم کرتے ہیں۔ کلام اللہ اور کلمۃ اللہ کے متعلق بھی یہی مسلک رکھنا چاہیئے۔

خلاصہ یہ ہوا کہ "روح" کیساتھ "اکثر جگہ قرآن میں" "امر" کا لفظ استعمال ہوا مثلاً قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ، وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا مَا كُنْتَ تَدْرِیْ مَا الْكِتٰبُ وَلَا الْاِيْمَانُ يُلْقِی الرُّوْحَ مِنْ اَمْرِهٖ عَلٰی مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ، يُنَزِّلُ الْمَلٰٓئِكَةَ بِالرُّوْحِ مِنْ اَمْرِهٖ عَلٰی مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ۔ اور پہلے گذر چکا کہ "امر" عبارت ہے کلمہ "کن" سے یعنی وہ کلام نفسانی جس سے مخلوقات کی تدبیر و تصریف اس طریقہ پر کیجائے جس سے غرض ایجاد و تکوین مرتب ہو۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ "روح" کا مبدء حق تعالیٰ کی صفت قدیمہ کلام ہے جو صفت علم و حیات کے ماتحت ہے۔ شاید اسی حیثیت کا لحاظ کرتے ہوئے نَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِیْ میں اسی اپنی طرف منسوب کیا ہے۔ کیونکہ "کلام" اور "امر" کی نسبت متکلم و امر سے صادر و مصدر کی ہوتی ہے مخلوق و خالق کی نہیں ہوتی۔ اسی لئے اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ میں "امر" کو "خلق" کے مقابل رکھا، ہاں یہ امر "کن" باری تعالیٰ شانہ سے صادر ہو کر ممکن ہے کہ "جوہر مجرد" کے لباس میں یا ایک "ملک اکبر" اور "روح اعظم" کی صورت میں ظہور پکڑے

Telegram : t.me/pasbanehaq1

جسکا ذکر بعض آثار میں ہوا ہے اور جسے ہم کہربائیہ روحیہ کا خزانہ کہہ سکتے ہیں۔
گویا یہیں سے روح حیات کی لہریں دنیا کی ذوی الارواح پر تقسیم کی جاتی ہیں اور الاثیر احسنوہ تجندہ کے بیشمار تاروں کا یہیں کنکشن ہوتا ہے۔ اب جو کرنٹ چھوٹی بڑی مشینوں کی طرف چھوڑا جاتا ہے وہ ہر مشین سے اسکی بناوٹ اور استعداد کیموافق کام لیتا اور اُس کی ساخت کے مناسب حرکت دیتا ہے۔ بلکہ جن لیمپوں اور قمقموں میں یہ کھلی پہنچتی ہے انہی کے مناسب رنگ ہیئت اختیار کر لیتا ہے

روح کا مبدء صفت کلام ہے پھر وہ جوہر مجرد جسم لطیف کیونکر بن گئی؟

وہی یہ بات کہ کن (ہو جا) کا حکم جو قسم کلام سے ہے، جو ہر مجرد جسم نورانی لطیف کی شکل کیونکر اختیار کر سکتا ہے۔ اسے یوں سمجھ لو کہ تمام عقلا اس پر متفق ہیں، کہ ہم خواب میں جو اشکال و صور دیکھتے ہیں بعض اوقات وہ محض ہمارے خیالات ہوتے ہیں جو دریا، پہاڑ، شیر، چیتے وغیرہ کی شکلوں میں نظر آتے ہیں۔
اب غور کرنے کا مقام ہے کہ خیالات جو اعراض ہیں اور دماغ کیساتھ قائم ہیں۔ وہ جواہر و اجسام کیونکر بن گئے۔ اور کس طرح اُن میں اجسام کے لوازم خواص پیدا ہو گئے۔ یہاں تک کہ بعض مرتبہ خواب دیکھنے والے سے بیدار ہونے کے بعد بھی یہ آثار و لازم جدا نہیں ہوتے۔

Telegram : t.me/tasbahehaq1

خواب کی مثال سے مطلب کی تفہیم

فی الحقیقت خدا تعالیٰ نے ہر انسان کو خواب کے ذریعہ بڑی بھاری ہدایت کی ہے کہ جب ایک آدمی کی قوتِ متصورہ میں اُس نے اس قدر [illegible] رکھی ہے کہ وہ اپنے بساط کے موافق غیر مجتمع خیالات کو جمع سانچہ میں ڈھال لے اور [illegible] وہی خواص و آثار باذن اللہ پیدا کرے جو عالم بیداری میں اجسام سے وابستہ تھے۔ پھر تماشہ یہ ہے کہ وہ خیالات خواب دیکھنے والے کے دماغ سے ایک منٹ کو علیحدہ بھی نہیں ہوئے اُن کا ذہنی وجود بدستور قائم ہے، تو کیا اس حقیر سے نمونہ کو دیکھ کر ہم اتنا نہیں سمجھ سکتے کہ ممکن ہے قادر مطلق اور مصور برحق جل جلالہ کا امر بے کیف (کن) باوجود صفتِ قائمہ بذاتہٖ تعالیٰ ہونے کے کسی ایک یا متعدد صور تو [illegible] جلوہ گر ہو جائے۔ ان صورتوں کو ہم ارواح یا [illegible] یا کسی اور نام سے پکاریں۔

روح حادث ہے اور اس کا مبدا امرِ رب (امرِ ربی) قدیم ہے

وہ ارواح و ملائکہ وغیرہ سب حادث ہوں اور امرِ الٰہی بمالہ قائم ہے۔ امکان حدوث کے احکام و آثار ارواح وغیرہ تک محدود رہیں اور امرِ الٰہی اُن سے پاک و برتر ہو [illegible] جو صورت خیالیہ بحالت خواب مثلاً آگ کی صورت میں [illegible] آئی ہے اس صورتِ تارہ میں احراق، سوزش، گرمی وغیرہ سب آثار ہم محسوس کر [illegible] حالانکہ اسی آگ کا سالہا سال بھی دن میں رہے تو ہمیں ایک لمحہ کیلئے یہ آثار محسوس نہیں ہوتے۔

Telegram : t.me/pasbanehaq1

ظاہر اور مظہر کے احکام جُدا جُدا ہیں

پس کوئی شبہ نہیں کہ روح انسانی (خواہ جوہر مجرد ہو یا جسم لطیف نورانی) "امر ربی" کا مظہر ہے۔ لیکن یہ ضروری نہیں کہ مظہر کے تمام احکام و آثار ظاہر پر جاری ہوں۔ کما ہو الظاہر واضح رہے کہ جو کچھ ہم نے لکھا اور جو مثالیں پیش کیں اُن سے مقصود محض تسہیل و تقریب الی الفہم ہے ورنہ ایسی کوئی مثال دستیاب نہیں ہو سکتی جو ان پر پوری طرح منطبق ہو۔

از دو ہم وقیل و قال من خاک بر فرق من و تمثیل من

روح جوہر مجرد ہے یا جسم لطیف؟

رہا یہ مسئلہ روح جوہر مجرد ہے جیسا کہ اکثر حکمار قدیم اور صوفیہ کا مذہب ہے یا جسم نورانی لطیف جیسا کہ جمہور اہلحدیث کی رائے ہے اس میں میرا نزدیک قول فیصل وہی ہے جو بقیۃ السلف بحر العلوم حضرت علامہ سید محمد انور شاہ صاحب اطال اللہ "نے فرمایا کہ بالفاظ عارف جامی یہاں تین چیزیں ہیں۔

(۱) وہ جواہر جن میں "اور کمیت دونوں ہوں ہمارے "ابدا

( ) وہ جواہر جن میں مادہ نہیں صرف کمیت ہے جنہیں صوفیہ "اجسام

) وہ. اہر جو مادہ اور کمیت دونوں سے خالی ہوں جن کو صوفیہ "ارواح

"جواہر مجردہ" کے نام سے پکارتے ہیں۔

پس جمہور اہل شرع جس کو "روح" کہتے ہیں وہ صوفیہ کے نزدیک "بدن مثالی

Telegram : t.me/tehqiqat

سے موسوم ہے جو بدنِ مادی میں حلول کرتا ہے اور بدن مادی کی طرح آنکھ، ناک، ہاتھ، پاؤں وغیرہ اعضاء رکھتا ہے۔

رُوح کا بدن سے جُدا ہونا موت کو مستلزم نہیں

یہ روح بدن مادی سے کبھی جُدا ہو جاتی ہے اور اس جدائی کی حالت میں بھی ایک طرح کا مجہول لطیف علاقہ بدن کیساتھ قائم رکھتی ہے جس سے بدن پر حالتِ موت ہی نہیں ہونے پاتی۔ گویا حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے قول کیموافق جو نبوی "یُتَوَفَّی الْاَنْفُسَ حِیْنَ مَوْتِھَا وَالَّتِیْ لَمْ تَمُتْ فِیْ مَنَامِھَا" کی تفسیر میں نقل کیا ہے "روح خود علیحدہ رہتی ہے مگر اس کی شعاع جسد میں پہنچکر بقاءِ حیات کا سبب بنتی ہے جیسے آفتاب لاکھوں میل سے بذریعہ شعاعوں کے زمین کو گرم رکھتا ہے یا جیسا کہ حال ہی میں فرانس کے محکمہ ہوا بازوں کے بغیر طیارے چلا کر خفیہ تجربے کئے ہیں اور عجیب خیز نتائج رونما ہوئے۔ اطلاع موصول ہوئی ہے کہ حال میں ایک خاص بم پھینکنے والا طیارہ بھیجا گیا تھا جس میں کوئی شخص سوار نہ تھا لیکن لاسلکی کے ذریعہ سے وہ منزلِ مقصود پر پہنچایا گیا۔ اس طیارہ میں بم بھر کر وہاں گرائے گئے اور پھر وہ مرکز میں واپس لایا گیا۔ دعویٰ کیا جاتا ہے کہ لاسلکی کے ذریعہ سے ہوائی جہاز نے خود بخود جو کام کیا وہ ایسا ہی مکمل ہے جیسا کہ ہوا باز کی مدد سے عمل میں آتا۔

آجکل یورپ میں جو سوسائٹیاں روح کی تحقیقات کر رہی ہیں انہوں نے بعض ایسے مشاہدات بیان کئے ہیں جن میں روح جسم سے علیحدہ تھی اور روح کی ٹانگ پر حملہ کرنے کا اثر جسم مادی کی ٹانگ پر ظاہر ہوا۔

Telegram: t.me/pasbanehaq1

بہرحال اہل شرع جو "روح" ثابت کرتے ہیں صوفیہ کو اس کا انکار نہیں بلکہ وہ اس کے اوپر ایک اور "روح" مانتے ہیں جس میں استحالہ نہیں بلکہ اس روح مجرد کی بھی اگر کوئی اور "روح" ہو اور آخر میں کثرت کا سارا سلسلہ سمٹ کر "امر ربی" کی وحدہ پر منتہی ہو جائے تو انکار کی ضرورت نہیں۔

شیخ فریدالدین عطار رحمۃ اللہ علیہ نے منطق الطیر میں کیا خوب فرمایا ہے

ہم ز جملہ بیش و ہم پیش از ہمہ — از خود و دیدہ و خویش از ہمہ
جاں نہاں در جسم و او در جاں نہاد — نہاں اندر نہاں ای جان جاں

روح ہر چیز میں ہے اور ہر چیز کو ایک حیثیت سے زندہ یا مُردہ کہہ سکتے ہیں

مذکورہ بالا تقریر سے یہ نکلتا ہے کہ ہر چیز میں جو "کن" کی مخاطب ہوئی روح حیات پائی جاوے بیشک ہیں یہی سمجھتا ہوں کہ مخلوق کی ہر نوع کو اس کی استعداد کیموافق قوی یا ضعیف زندگی ملی ہے یعنی جس کام کیلئے وہ چیز پیدا کی گئی ڈ پہ تیار کرکے اس کو حکم دینا "کن" (اس کام میں لگ جا)، بس یہی اس کی روح ت ہے۔ جبتک اور جس حد تک یہ اپنی غرض ایجاد کو پورا کرتی گئی اُسی حد تک وہ بھی جائے گی، اور جس قدر اس سے بعید ہو کر معطل ہوتی جائے گی۔ اُسی قدر موت سے نزدیک یا مردہ کہلائے گی۔

یہ مضمون بہت طویل اور مباحث بسط و تفصیل ہے۔ ہم نے اہل علم و فہم کیلئے اپنی بساط کیموافق کچھ اشارے کر دیئے ہیں۔ شاید قرآن مجید پر نکتہ چینی کرنیوالے اس

Telegram : t.me/pasbanehaq1

toobaa-el

اتنا سمجھ لیں کہ قرآن کے متعلق بھی قرآن حکیم میں وہ رموز و حقائق بیان ہوئے ہیں جنکا عشر عشیر دوسری آسمانی کتاب میں بیان نہیں ہوا۔ واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم وھو اللہ الموفق

کتبہ العبد الضعیف

شبیر احمد عثمانی دیوبندی عفا اللہ عنہ

جامع اسلامیہ ڈابھیل ضلع سورت شعبان ۱۳۵۰ھ

ہر قسم کی مستند اسلامی کتب کا مرکز ادارۂ اسلامیات ۱۹۰-انارکلی لاہور
۲۲۹
Telegram : t.me/pasbanehaq1

Telegram : t.me/pasbanehaq1

المعراج فی القرآن

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع اللہ نام سے جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے

سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ

پاک ذات ہے جو لے گیا اپنے بندہ کو رات مسجد حرام سے مسجد

الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَی الَّذِیْ بٰرَکْنَا حَوْلَہٗ

اقصیٰ تک جس کو گھیر رکھا ہے ہم نے برکت سے تاکہ دکھائیں

لِنُرِیَہٗ مِنْ اٰیٰتِنَا اِنَّہٗ ھُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ

اس کو کچھ اپنی نشانیاں بیشک وہی ہے سننے والا دیکھنے والا

اسراء اور معراج کا فرق

علماء کی اصطلاح میں مکہ سے بیت المقدس تک کے سفر کو "اسراء" اور وہاں سے اوپر "سدرۃ المنتہیٰ" تک کی سیاحت کو "معراج" کہتے ہیں۔ اور بسا اوقات دونوں سفروں کے مجموعہ کو ایک ہی لفظ "اسراء" یا "معراج" سے تعبیر کر دیا جاتا ہے۔ معراج کی احادیث تقریباً تیس صحابہ سے منقول ہیں جس میں "معراج" و "اسراء" کے واقعات بسط و تفصیل

Telegram : t.me/pasbanehaq1

سے بیان ہوئے ہیں۔

جمہور امت کا عقیدہ

جمہور سلف وخلف کا عقیدہ ہے کہ حضور پُرنور کو حالت بیداری میں بجسدہ الشریف معراج ہوئی۔ صر دو تین صحابہؓ و تابعین سے منقول ہے کہ واقعہ اسراء و معراج کو منام (نیند) کی حالت میں بطور ایک عجیب و غریب خواب کے ما [illegible] اس سورت میں آگے چل کر جو لفظ وَمَا جَعَلْنَا الرُّؤْيَا [illegible] آتا ہے اس سے یہ حضرات استدلال کرتے ہیں سلف میں سے یہ کسی کا قول نہیں کہ معراج حالت بیداری میں محض روحانی طور پر ہوئی۔ [illegible] کہ بعض محدثین و صوفیاء کے مذاق پر توجیہ کیا جا سکتا ہے۔ روح المعانی [illegible] ہے: وَلَيْسَ مَعْنَى [illegible] آہ بالرُّوحِ [illegible] يَقْظَةً كَالْإِبْسَالِ [illegible] الصُّوفِيَّةِ وَالْحُكَمَاءِ [illegible] وَإِنْ كَانَ خَارِقًا لِلْعَادَةِ وَ [illegible] إِلَّا أَنَّهُ أَمْرٌ لَا تَعْرِفُهُ [illegible] وَلَمْ يَذْهَبْ إِلَيْهِ أَحَدٌ مِنَ السَّلَفِ اھ بے شک ابن قیم نے زاد المعاد میں عائشہ صدیقہؓ، معاویہؓ اور حسن بصری رضی اللہ عنہم کے مسلک کی اس طرح توجیہ کی ہے۔ لیکن اس پر کوئی [illegible] پیش نہیں کی۔ محض ظن و تخمین سے کام لیا [illegible] ابن اسحٰق وغیرہ نے جو الفاظ ان بزرگوں کے نقل کئے ہیں ان میں کہیں حالت بیداری کی تصریح نہیں۔ بہر حال قرآن کریم نے جس قدر اہتمام اور ممتاز و درخشاں عنوان

Telegram : t.me/pasbanehaq1

سے واقعۂ اسراء کو ذکر فرمایا اور جس قدر جد و مستعدی سے مخالفین اس کے انکار و تکذیب پر تیار ہو کر میدان میں [illegible] کہ بعض موافقین کے قدم بھی لغزش [illegible] لگے۔ یہ اس کی دلیل ہے کہ واقعہ کی نوعیت محض ایک عجیب و غر[illegible] خواب یا سیرِ روحانی کی نہ تھی۔ روحانی سیر و انکشافات کے ر[illegible] میں آپ کے جو دعاوی بعثت سے رہے ہیں۔ و[illegible] اسراء کفار کے لئے کچھ اُن سے بڑھ کر تعجب خیز و حیرت ا[illegible] دہ تھا جو خصوصی طور پر اس کو تکذیب و تردید اور استہزار و تمسخر کا نشانہ بناتے اور لوگوں کو دعوت دیتے کہ آؤ آج مدعی نبوت کی ایک بالکل انوکھی بات سنو! نہ آپ کو خاص اس وا[illegible] اظہار پر اس قدر متفکر و سوشش ہونے کی ضرورت تھی جو بعض روایات صحیحہ میں مذکور ہے۔ بعض احادیث میں صاف الفاظ ہیں: ثم اُضطجعت بمکۃ" (پھر صبح کے وقت میں مکہ پہنچ گیا) اگر معراج محض کوئی روحانی کیفیت تھی تو آپ مکہ [illegible] غائب ہی کہاں ہوئے اور "آرین ہوس وغیرہ کی روا[illegible] موافق بعض صحابہ رض[illegible] دریافت کرنا کیا معنی رکھتا ہے کہ "رات میں نے قیام گاہ پر تلاش کیا، حضور[illegible] ں تشریف لے گئے تھے"؟ ہمارے نزدیک "اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ" کے یہ معنی لینا کہ خدا[illegible] بندے کو خواب میں یا روحانی طور پر مکہ سے بیت المقدس لے گیا۔ اس کے مشابہ ہے کہ کوئی شخص "فَاَسْرِہٖ بِعِیَالِہٖ" کے یہ معنی لینے لگے، کہ

Telegram : t.me/pasbanehaq1

"اے موسیٰ میرے بندوں (بنی اسرائیل) کو خواب میں یا محض روحانی طور پر مصر سے کر نکل جاؤ" یا "سورۂ کہف" میں جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کا حضرت خضر علیہ السلام سے ملاقات کے لئے جانا اور اُن کے ہمراہ سفر کرنا جس کے لئے کئی جگہ "فَانْطَلَقَا" کا لفظ آیا ہے اُس کا مطلب یہ لیا جائے کہ یہ سب کچھ محض خواب میں یا بطور روحانی سیر کے واقع ہوا"۔ باقی لفظ "رُؤْیَا" جو قرآن آیا، اس کے متعلق ابن عباسؓ فرماتے ہیں۔ "رُؤْیَا عَیْنٍ رَاٰہُ رسول اللہ صلعم" مفسرین نے کلام عرب اس کے شواہد پیش کئے ہیں کہ "رُؤْیَا" کا "آنکھ سے مطلق رؤیت" (دیکھنے) کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ لہٰذا اگر اس سے مراد یہی اسراء کا واقعہ ہے تو مطلق رؤیت کے معنی لیے جائیں، جو ظاہری آنکھوں ہوئی۔ تاکہ ظواہر نصوص اور جمہور اُمت کے عقیدہ کی مخالفت نہ ہو۔ ہاں شریک کی روایت میں بعض الفاظ ایسے ضرور آئے ہیں "اسراء کا بحالت نوم وا" نامعلوم ہوتا ہے۔ مگر محدثین کا اتفاق ہے کہ شریک کا حافظہ خراب تھا۔ اس لئے بڑے بڑے حفاظِ حدیث کے مقابلے میں اُن کی روایت قابل استناد نہیں ہوسکتی۔ حافظ ابن حجرؒ نے فتح الباری کے آخر میں حدیث شریک کے اغلاط کرائے ہیں اور یہ بھی بتلایا کہ ان کی روایت کا مطلب ایسا لیا جاسکتا ہے جو عام احادیث کے مخالف

Telegram : t.me/pasbanehaq1

ہ ہو۔ اس قسم کی تفاصیل ہم یہاں درج نہیں کر سکتے۔ شرح صحیح مسلم میں یہ مباحث پوری شرح و بسط سے درج کئے ہیں۔ یہاں صرف یہ بتلانا کہ مذہب راجح یہی ہے کہ معراج و اسرا واقعہ حالت بیداری ۔ بہ ہ الشریف وا ۔ ہاں اگر اس سلہ یا بعد میں خواب ۔ اس طرح تو انکار کرنے کی ضرورت نہیں۔

معراج پر شبہ
اور اس کا جواب

کہا جاتا کہ ایک شب میں اتنی لمبی مسافت زمین و آسمان کی کیسے طے کی ہوگی یا کرہ نا زمہریر میں سے کیسے گزرے ہوں گے۔ اہل یورپ کے خیا موافق جب آسمانوں کا وجود ہی نہیں تو ایک آسمان سے دوسر اور دوسرے نمبر پر اس شان سے تشریف لے جانا جو روایات میں مذکور ہے کیسے قابل تسلیم ہوگا لیکن آج تک کوئی دلیل اس کی نہیں پیش کی گئی کہ آسمان واقع میں کو ٹ موجود نہیں۔ اگر ان لوگوں کا یہ دعویٰ تسلیم بھی کر لیا جا یہ نیلگونی : جو ہم کو آتی ہے۔ فی الحقیقت آسمان نہیں تب بھی اس کا ثبوت کہ اس نیلگونی رنگ کے اوپر آسمانوں کا وجود نہیں ہو سکتا۔ رہا ایک رات میں اتنا

Telegram : t.me/pasbanehaq1

طویل سفر طے کرنا تو تمام حکماء تسلیم کرتے ہیں کہ سرعتِ حرکت کے لئے کوئی حد نہیں ہے۔ اب سے سو برس پیشتر تو کسی کو یہ یقین بھی نہ آتا کہ تین سو میل فی گھنٹہ چلنے والی موٹر ہو جائے گی یا دس ہزار فٹ کی بلندی تک ہم ہوائی جہاز ذریعے پرواز کر سکیں گے۔ "اسٹیم" اور "قوت کہربائیہ" یہ کرشمے کس نے دیکھے تھے۔ کرۂ نار تو آجکل ایک لفظِ بے معنیٰ ہے۔ ہا اوپر جا کر ہوا کی سخت برودت وغیرہ کا مقابلہ کرنے والے آلات روں میں لگا دیئے گئے ہیں۔ جہاز والوں کی زہریلے سے حفاظت کر ہیں۔ یہ ق کی بنائی ہوئی مشینوں کا حال تھا۔ خالق کی بلا وا ہوئی مشینوں کو دیکھتے ہیں تو عقل دنگ ہو جاتی ہے۔ زمین یا سورج چند ہیں گھنٹوں میں کتنی مسافت طے کرتے ہیں۔ روشنی کی ایک شعاع ایک منٹ میں کہاں سے کہاں پہنچتی ہے۔ بادل کی بجلی مشرق میں چمکتی اور مغرب میں گرتی ہے اور اسرعت سیر و سفر میں پہاڑ بھی ساتھ پرکاہ کے برابر حقیقت نہیں سمجھتی۔ جس خدا پیدا کیں۔ وہ قادرِ مطلق اپنے حبیب صلعم کے براق میں ایسی برق رفتاری کی کلیں اور حفاظت و آسائش کے سامان نہ رکھ سکتا تھا۔ جس سے محفوظ بڑ راحت و تکریم کے ساتھ چشم زدن میں ایک مقام سے دوسرے مقام کو منتقل

Telegram : t.me/pasbanehaq1

ہوسکیں؟ شاید اسی لئے واقعہ اسراء کا بیان سبحان الذی سے شروع فرمایا۔ جو لوگ کوتاہ بینی اور تنگ خیالی سے حق تعالیٰ کی لامحدود قدرت کو اپنے وہم و تخمین کی چہار دیواری میں محصور کرنا چاہتے ہیں۔ کچھ اپنی گستاخیوں اور ترک تازیوں پر شرمائیں۔

؎ ہر جائے مرکب توا تاختن
کہ جاہا سپہر باید انداختن

بیت المقدس لے جانے کی حکمت

جس ملک میں مسجد اقصیٰ (بیت المقدس) واقع ہے وہاں حق تعالیٰ نے بہت سی ظاہری اور باطنی برکات رکھی ہیں۔ مادی حیثیت سے چشمے، نہریں، نخلے، پھل اور میووں کی افراط اور روحانی اعتبار سے دیکھا جائے تو لاکھوں انبیاء کا مسکن و مدفن اور ان کے فیوض و انوار کا سرچشمہ رہا ہے۔ شاید نبی کریم صلعم کو وہاں لے جانے میں یہ بھی اشارہ ہو گا کہ جو کمالات انبیائے بنی اسرائیل وغیرہ پر تقسیم ہوئے آپ کی ذات مقدس وہ سب جمع کر دیئے گئے۔ جو نعمتیں بنی اسرائیل پر مبذول ہوئی تھیں۔ اُن پر اب بنی اسمٰعیل کا قبضہ دلایا جانے والا ہے۔ کعبہ اور بیت المقدس دونوں کے انوار و برکات کی حامل ایک ہی اُمت ہونیوالی ہے۔ احادیث معراج میں تصریح ہے کہ بیت المقدس میں تمام انبیاء

Telegram : t.me/tehqiqat

علیہ السلام نے سرورِ دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدا میں نماز پڑھی۔ گویا آپ کو جو سیادت و امامت انبیاء کا منصب دیا گیا تھا، نمونہ آپ کو اور آپ کے مقرب بارگاہ کو دکھلا گیا۔ آپ فرمایا: اصل سننے اور دیکھنے والا خدا ہے یعنی وہ جسے اپنی قدرت کے نشان دکھلانا چاہے دکھلا دے۔ اس نے اپنے حبیب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی مناجات کو سنا۔ اور احوالِ رب کو دیکھا۔ اور آپ کو آخر معراج شریف میں "لِنُرِيَهُ" والی آنکھ سے وہ آیاتِ عظام دکھلائیں، جو آپ کی استعداد کامل اور شانِ رفیع کے مناسب تھیں۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

تمت بالخیر

Telegram : t.me/tasbeehaq1

Toobaa-el...

عقل اور مذہب کے درمیان باہمی تعلق کے نازک مسئلہ پر سیر حاصل بحث

العقل والنقل

عقل سلیم، اور نقل صحیح میں اختلاف ممکن نہیں! اور کبھی عقل کی سلامتی یا نقل کی صحت میں قصور ہونے کی وجہ سے اختلاف نظر آئے تو فیصلہ کا صحیح طریقہ

شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد

ناشر

ادارہ اسلامیات ۱۹۰۔ انارکلی۔ لاہور

قیمت

Telegram : t.me/pasbanehaq1

blogspot com

فہرست مضامین

نوٹ
اصل کتاب میں اگرچہ فہرست موجود نہیں ہے، لیکن کاتب کی سہولت
کے لئے کتاب میں مندرج مضامین کی فہرست ابتدا میں دی جا رہی ہے۔

مضامین	صفحہ	مضامین	صفحہ
دیباچہ	۳	سچا مذہب اور عقل	۲۲
عقل اور نقل کا اختلاف	۱۲	عقل اور نقل ایک دوسرے کے محتاج ہیں۔	۳۶
اہل عقل اور اہل نقل	۱۳	عقل سلیم اور عقل سقیم	۵۳
مثال سلیمان کی ایک جہالت	۱۴	مولانا قاسم نانوتوی	۵۸
بادل رسول کا خط	۱۵	عقل اور نیک و بد کی پہچان	۶۲
خرابی اور مسند عقل	۱۶	اہل عقل اور عقل	۶۵
بوعلی سینا اور عقل	۲۰	ارواح کی لطافت	۶۸
محقق طوسی کا مذہب	۲۲	اثر پر فیض خداوند	۶۸
ابن رشد اندلسی کا مذہب	۲۳	نبوت کا عقل ثبوت	۶۹
ابن تیمیہ اور فلسفہ	۲۵	سرسید کا ایک اعتراض	۷۵
ابن العربی کا خط امام رازی کے نام	۲۶	سرسید سے ایک سوال	۷۷
حضرت مجدد الف ثانی کا مسلک	۲۷	طبیب روحانی پر	۸۰
ابن خلدون اور عقلیات	۲۹	طبیب روحانی پر	۸۳
علوم کشفیہ اور ابن خلدون	۳۱	رسول اکرم کی بعثت کے اغراض	۸۴
شیخ شہاب الدین سہروردی	۳۲	نقل کو چھوڑ کر عقل کی تلاش	۸۷
علاء الدین طوسی مذہب	۳۲	عقل کی فضلی	۸۸
عقل کے نقصان کا ثبوت	۳۳	عقل کی بے بسی	۹۱
شیخ ولی اللہ اور عقلیات	۳۵	عقول میں تفاوت	۹۳
فنون کا اثر عقل پر	۴۶	کیا فکر و عقل نعمت ہے؟	۹۴

Copyright Tehqiqat-e-Islami

دیباچہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ۔ مذہب اسلام اور فلسفۂ یونان میں جب جنگ ہوئی تو مسلمانوں نے علم کلام کے زبردست ہتھیاروں سے اس کا قطعی فیصلہ کر دیا اور اسلام کو ایسے مضبوط فصیلوں اور دیواروں سے محفوظ کیا جن کے مقابلہ الحیٰ سے الحیٰ قلعہ شکن توپیں بھی اپنا کوئی اثر نہ دکھلا سکیں۔

یہ کہنا بالکل مبالغہ سے خالی ہے کہ متکلمین نے مذہب کی سطح پر قائم رہ کر جہت و استدلال کے متعلق جو کچھ اصول اور قواعد وضع کئے ان سے تمام باطل توہمات کی قلعی کھل گئی۔

فلسفۂ یونان کی طلسم سازیوں کا طلسم ٹوٹا، معترضین کی ابلہ فریبیوں کا پردہ فاش ہوا اور قیامت تک کے لئے مخالفین کی نکتہ چینیوں کا سدباب کر دیا گیا۔ لیکن افسوس کہ ہمارے زمانہ کے بعض کوتاہ نظروں کی تسلی اس پر بھی نہ ہوئی اور وہ علم کلام کو آج کل کی ضروریات کے حق میں ناکافی بتا رہے ہیں۔

ابھی کچھ عرصہ ہوا یورپ سے یہ صدا اٹھی کہ علوم جدیدہ نے تمام مذاہب کی بنیادوں میں تزلزل پیدا کر دیا ہے اور مختلف ادیانِ عالم میں سے ایک مذہب بھی اس کے مقابلہ کی تاب نہیں لا سکا۔

Telegram: t.me/pasbanehaq1

جن لوگوں کو ہر بات کی تصدیق کے لئے یورپ کی وحی کا انتظار رہتا ہے۔ چون و چرا اس پر ایمان لے آئے اور ملک میں اس خیال کو اس قدر شہرت دی کہ اس سرے سے اس سرے تک جا بجا یہی چرچا ہو گیا۔ علمائے یہ دیکھ کر کہ عام لوگ مذہب سے بددل ہوئے جاتے ہیں اس کی تحقیق کی طرف توجہ کی مگر تفتیش کے بعد ثابت ہوا کہ اس دعویٰ میں واقفیت کا بہت ہی کم حصہ شامل ہے۔

○ اس میں شک نہیں کہ علما سائنس نے مادیات اور طبعیات کے متعلق بہت سی جدید باتیں دریافت کیں۔ علم ہیئت (علم الافلاک) میں مفید بیانات کا اضافہ کیا۔ صنعت و دستکاری کے عجیب و غریب کرشمے دکھلائے۔ ڈاکٹر بکلی وغیرہ کے متعلق جدید تحقیقات سے عالم کو منور کر دیا لیکن انہوں نے یہ نہیں بتلایا کہ ان میں سے کون سی بات اسلام کے خلاف ہے یا کس چیز کے ثابت ہونے سے کسی اسلامی مسئلہ پر نقص وارد کیا جا سکتا ہے۔

فرض کرو کہ عناصر کی تعداد (۷۰) سے بھی کچھ زیادہ ہے۔ یہ بھی تسلیم کر لو کہ زمین ساکن نہیں متحرک ہے یہ بھی مان لو کہ کواکب سیارہ سات ہیں منحصر نہیں۔ مگر کیا اس سے توحید کے ثبوت میں کچھ خلل آیا۔ یا نبوت کا دعویٰ باطل ہو گیا کسی آیت قرآنی کی مخالفت ہوئی یا حدیث رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کا انکار کیا گیا۔ جب ان میں سے کچھ بھی نہیں تو اب دیکھو کہ علوم جدیدہ نے اسلامی مسائل کے متعلق رد آیا قبولا کس چیز کی زیادتی کی۔

Telegram: https://t.me/pasbanehaq1

اس کے جواب میں ان چند بوسیدہ اور پامال اعتراضات کے سوا کچھ نہیں کہا جاتا جو حدوث عالم، معجزات اور عشر و نشر وغیرہ کے متعلق عام طور پر زبان زد ہیں اور جن کو ہمارے زمانے کے بعض آزاد خیال مؤلفین نے اردو زبان میں ذرا سلجھا کر تحریر کر دیا ہے لیکن جن لوگوں نے علم کلام کی تکمیل کو صرف شرح متاید خیالی کے دائرہ میں محدود نہیں سمجھ رکھا وہ خوب جانتے ہیں کہ علماء اسلام نے کہاں تک ان شبہات کا رکیک اور بیمان ہونا ثابت کیا ہے۔ اور کس عربی اور بسط کے ساتھ ان اعتراضات کا رد کیا ہے کاش میرا اس تحریر کے پڑھنے والے ابن حزم ظاہری کی ملل و نحل، علامہ ملا فرید الدین طوسی کی کتاب الذخیرہ۔ فاضل تفتازانی کی شرح مقاصد۔ امام غزالی کی تہافۃ الفلاسفہ اور محققین فن کی نادر تصنیفات کا مطالعہ کریں۔ جس سے ان کے روبرو میرے اس بیان کی صداقت ظاہر ہو۔

اس کا کہہ دینا اس کے ثابت کرنے سے زیادہ آسان ہے کہ علوم جدیدہ کی روشنی میں تمام علوم قدیم ماند پڑ گئے اس کے مقابلہ میں متکلمین کی تحقیقات بالکل بیکار ثابت ہو گئیں اور اس کے دنیا میں آنے سے فن کو موت کا سامنا کرنا پڑا۔

کیا یہ دعویٰ کرنے والے ہم کو خاص ان مضامین کی ایک فہرست دے کر ممنون بنا سکتے ہیں جن کو اسلام اور متکلمین اسلام کے دلائل کے مخدوش بتانے میں کسی قسم کا دخل ہو اور جن کی سنجیدگی پر قدیم علم کلام نے بہت کافی طور پر بحث نہ کی ہو۔

Telegram : t.me/pasbanehaq1

logspot.com

ہماری ایسے لوگوں سے جو حال کے علماء کو جدید حملوں کی مدافعت سے عاجز بتلاتے ہیں یہ التجا ہے کہ وہ ضرور ہم کو ایسے مسائل کی مع ان کے دلائل کے ایک فہرست تیار کر کے عنایت فرمائیں جن کا مقابلہ ہمارے بوڑھے اسلام سے نہ ہو سکا۔ اور آخر کار ہمارے سی۔ ایس۔ آئی بہادر کو اس کے ضعف اور پیرانہ سالی پر رحم کھا کر اس میں بہت کچھ اصلاح کرنے کی ضرورت پیش آئی یہ ترمیم شدہ اسلام نوجوان یورپ کی نظروں میں وقیع اور باعظمت بن بہرحال۔

اپنی جہالت کی وجہ سے جس کا جو جی چاہے کہے مگر انصاف یہ ہے کہ اسلامی عقائد کے متعلق متکلمین نے جس درجہ موشگافی۔ باریک بینی۔ اور فلسفیانہ نکتہ رسی سے کام لیا ہے اس نے ہمیشہ کے لئے ہم کو اندرونی اور بیرونی مخالفین اسلام کے پیچیدہ اعتراضات کے حل کرنے سے سبکدوش کر کے ان کا ممنون احسان بنا دیا اور میں جرأت کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ اب بھی دنیا میں امام ابوالحسن اشعری اور ابو المنصور ماتریدی کے ایسے وکیل موجود ہیں جو اسلامی معتقدات کے متعلق ان تمام شبہات کا استیصال کر سکتے ہوئے جو کسی نئے سے نئے پیرایہ میں ظاہر کئے جائیں۔ قدیم علم کلام کے کامل و مکمل ہونے کا ثبوت دے سکیں۔

○ ہم نے اپنے ان دوستوں کو جو قدیم علم کلام کو اکثر ناقص بتلایا کرتے ہیں بارہا یہ بھی کہتے سنا ہے کہ قدیم علم کلام میں صرف عقائد اسلام کے متعلق بحث ہوتی تھی کیونکہ اس زمانے میں مخالفین نے اسلام پر جو اعتراض کئے

تھے عقاید ہی کے متعلق تھے لیکن آج کل تدنی اخلاقی تمدنی ہر حیثیت سے مذہب کو جانچا جاتا ہے یورپ کے نزدیک کسی مذہب کے عقائد اس قدر قابل اعتراض نہیں جس قدر اس کے قانونی اور اخلاقی مسائل ہیں، مثلاً کے نزدیک تعدد نکاح۔ طلاق۔ غلامی۔ جہاد کا کسی مذہب میں جائز ہونا اس مذہب کے باطل ہونے کی سب سے بڑی دلیل ہے۔ اس بنا پر علم کلام میں اس قسم کے مسائل سے بھی بحث کرنا ضروری ہے اور یہ حصہ بالکل قدیم علم کلام میں موجود نہیں۔

ہمارے ان احباب کا یہ کہنا بالکل سچ ہے کہ قدیم علم کلام کا تعلق صرف عقائد سے ہے قانونی اور اخلاقی مسائل سے اس میں مطلقاً بحث نہیں کی گئی، لیکن متکلمین یہ نہ کرتے تو کیا کرتے علم کلام کا مقصد ہی عقائد تک محدود تھا قانونی اور اخلاقی مباحث کے لئے اس کی وضع ہی نہ تھی۔ ان چیزوں کے لئے دوسرے علوم کی حاجت تھی چنانچہ فن تصوف، اخلاق اور علم اسرار الدین نے اس ضرورت کو بھی رفع کیا اور اسلام کی تمام جزئیات نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، نکاح، طلاق، جنگ و جہاد کے مخفی اسرار اور حکمتوں کو نہایت تفصیل کے ساتھ ظاہر کر دیا۔ حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ اور حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ کی قیمتی تصنیفات اس وقت بھی کثرت سے موجود ہیں جن کے مطالعہ سے میرے اس بیان کی پوری تصدیق ہو سکتی ہے۔ اور اس عنوان کے ذیل میں جس سلسلہ مضامین کے لکھنے کا میں ارادہ کر رہا ہوں اس میں اس کا خیال رکھوں گا حسب موقع ان بیش بہا تصانیف سے مفید اقتباسات

Telegram: t.me/tehqiqat

حاصل کروں۔

بہرکیف علم کلام جس غرض کی تکمیل کے لئے مدّ کیا گیا۔ میرے نزدیک اس نے اس میں پوری کامیابی حاصل کی اور اب میرا قصد ہے کہ میں اسلامی عقائد کے ہر باب کے متعلق بصیرت رسائل جدیدہ یہ دکھلاؤں کہ علماء اسلام نے اس کو تحقیق کی کس حد تک پہنچا کر چھوڑا ہے اور اب ہم کو اس میں کہاں تک ترمیم یا اصلاح کرنے کی ضرورت ہے لیکن مجھ کو اپنے اصلی مقصد کے شروع کرنے سے پہلے جیسا کہ چندان مقامات کا ذکر کر دینا ضروری ہے جنکے بغیر ہمارا مقصد کامل طور پر اور آسانی کے ساتھ دل نشین نہیں ہو سکتا اسی طرح بعض ان خطرناک غلطیوں پر مطلع کر دینا بھی مناسب معلوم ہوتا ہے جو اصول کے عام طور پر تمام مسلمانوں میں تسلیم کر لی گئی ہیں اور جو آگے چل کر ہمارے ناظرین کو بعض اصلی مقاصد کے سمجھنے میں مزاحم ہو سکتی ہیں۔

لیکن جس اہم کام اور طویل الذیل سلسلہ کا میں نے بیڑہ اٹھایا ہے اور جس کا آغاز بنام خدا آج اس رسالہ سے کیا جاتا ہے وہ اسی وقت انجام کو پہنچ سکتا ہے جب کہ اس مضمون کے پڑھنے والے کلمات خیر سے میری ہمت بڑھائیں اور خدا کی توفیق شامل حال رہے اور عجب نہیں کہ اگر اس ناچیز مضمون کا کوئی حصہ پسندیدگی کی نظر سے دیکھا گیا تو پھر ہم کو قدیم و جدید ہیئت کے مسائل کے موازنہ کرنے کی بھی اپنے دسترس کے موافق جرأت ہو اور اگر زندگی ہے تو انشاء اللہ ہم علوم جدیدہ کے متعلق اپنی معلومات بڑھانے کی کوشش اور اس مقصد کی تکمیل کی ضرور فکر

Telegram : t.me/pasbanehaq1

کریں گے۔ شعر

در بمیریم عذر ما بپذیرند ۔ اے بسا آرزو کہ خاک شدہ

اس سے قبل کہ توحید، رسالت اور جزا و سزا وغیرہ اسلامی اصولوں میں سے ہر ایک اصول کی علیحدہ علیحدہ رسائل کے ذریعہ سے بلا شائبہ تعصب مفصل تحقیقات کی جائے اس ایک رسالہ میں چند ایسے امور کا ذکر کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے جو ان مباحث میں امداد دینے کے علاوہ اس موقع پر ایک خاص قسم کی دلچسپی سے خالی نہیں ہیں۔ کیونکہ یہ امور درحقیقت ایسے قوانین ہوں گے جن کی صحت اُن محسوسات اور بدیہیات پر مبنی ہوگی جو ہر طرح قابل اطمینان ہیں۔ اور انہی سچے قوانین کی میزان سے ہم آئندہ چل کر اسلامی مسائل کی پوری جانچ کر سکیں گے۔ گویا یہ مقدمات ہمارے نزدیک ان اصول موضوعہ کے طور پر سمجھے جائیں گے۔ جن کے سہارے اکثر نات کی بنیادیں قائم ہوں گی۔

اب اگر کسی صاحب کو ان میں سے کوئی اصول مشتبہ یا غلط نظر آئے تو وُہ جہت شوق کے ساتھ اپنے اعتراض کو ظاہر فرمائیں۔ لیکن اپنے کسی ایک دعوے ثبوت میں بھی چند کہنہ سال پوڑ پین کا نام لینے پر اکتفا نہ کریں۔ تاوقتیکہ اُن کے پاس ایسی ہی کوئی دلیل قطعی نہ ہو جیسا کہ ہم اپنے ہر ایک دعوے کے ساتھ ساتھ پیش کریں گے۔ یا جیسے دلائ یہ کا وُہ ہم سے خود مطالبہ فرمانے کو تیار ہوں گے اور اگر وُہ صاحب صر اور فرانسیسی مصنفین کے اقوال یاد کر لینے ہی کو علوم جدیدہ میں ماہر ہونا تصور

Telegram : t.me/tehqiqat

ogspot com ۱۰ ۔ ۔ ۔

لئے آمادہ ہو جا

وَمَا تَوْفِيقِي إِلَّا بِاللَّهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْهِ أُنِيبُ

شاباش اربرش رسانم سر بر فضل
ملوک ایں جنابم و مسکین ایں درم

احقر شبیر احمد عثمانی عفا اللہ
دار العلوم دیوبند

Telegram : t.me/tehqiqat

۱ العقل و النقل

اہل فہم کے نزدیک یہ مسلمات میں سے ہے کہ نقل صحیح یا عقل کامل کا اتباع انسان کے اولین فرائض میں سے ہے اور انہی دونوں کی اطاعت پر اس کے برگزیدہ کمالات اور حقیقی کامیابیوں کے حاصل ہونے کا انحصار ہے۔ پھر ہر چند کہ اہل تحقیق کے نزدیک ان دونوں حاکموں عقل و نقل، میں کبھی نزاع اور خصومت بجز اس کے ممکن نہیں کہ یا نقل کی سمت مشکوک ہو یا عقل کی سلامتی میں کچھ نقصان اتر واقع ہو جائے۔ مگر جب کبھی کسی وجہ سے کسی موقع پر ان دونو ف محسوس ہوتا ہے تو انسان کے خیالات میں سخت تزاحم اور تذبذب پیدا ہو جاتا ہے، اور دونوں جانبوں کی کھینچ تان سے اس کو یہ دشواری پیش آتی ہے کہ وہ ان میں سے کس کے حکم کو قبول اور کس کو رد کرے اگر دونوں کی تعمیل کرنا چاہے تو اس کی کیا صورت ہو اور کسی ایک کو ترجیح دے تو کیونکر دے۔

اس لئے سب سے پہلے مگر سب سے مشکل منزل (جس کے طے کئے بغیر ہم اپنے اصل مدعا تک نہیں پہنچ سکتے) یہ ہے کہ عقل و نقل کا یہ قدیم جھگڑا چکایا جائے جس کی بدولت پچھلے زمانہ میں سینکڑوں دانشمند آدمی کی قربانی ہو چکی ہے اور بہت سے بے قصور لوگ دار پر کھینچ دیئے گئے ہیں۔ جب کبھی مدعیان عقل نے قدم بمدعائے اہل نقل کے استیصال میں

Telegram : t.me/pasbanehaq1

تسمہ باقی لگا نہیں رکھا اور جب نقل کے بیوقوف پیروؤں کا دور دورہ ہوا تو انہوں نے بھی اپنے فریق مقابل کے حق میں سرقلم کرنا یا آگ میں جلا دینے سے کم کوئی سزا تجویز نہیں کی۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ اس اختلاف عقل و نقل کی اصلی حقیقت کیا ہے؟ یہ خوفناک نزاع میں کوئی صحیح صورت تطبیق کی ممکن ہے یا کسی اہل مذہب نے ان دونوں میں تطبیق دینے کی کوشش کی اور کیا ان تطبیق دینے والوں میں سے کوئی ایک شخص بھی اپنی سعی میں کامیاب ہوا۔؟

یہ وہ سوالات ہیں جن پر غور کرنا ہر ایک مذہب و کا فرض اس وقت ہم انہی مہتم الشان امور پر کامل طریقہ سے ایسے آسان پیرایہ بحث کریں گے جس میں عام خاص، عالم، جاہل، اور ذکی۔ غبی سب مساوی طور پر حصہ لیں۔

قدیم سے قدیم روایات پر عبور کرنے سے اس کا ثبوت ملتا ہے کہ عقل و نقل کی یہ نزاع اور باہمی کشمکش کسی ایک قوم، ایک ملک اور ایک ملت کے ساتھ مخصوص نہیں ہے بلکہ انسانی آبادی کے ہر طبقہ اور ہر حصہ میں دونوں قسم کی طبیعتیں ہمیشہ موجود رہی، جو زمانہ کسی قوم کے حق الٰہی درجہ کی وحشت۔ جدویت اور عام تار فرض کیا جا اس میں بھی متمدن اقوام کی مانند دونوں طرح کے خیالات پائے جاتے ہیں۔ بعض لوگ اپنی عقل کے ایسے پا ا لات کے ایسے محکوم ہوتے ہیں کہ جو چیز ان کی عقل و ادراک سے خا ہو اس کو وہ واقع میں موجود ہی

Telegram : t.me/pasbanehaq1

نہیں سمجھتے اور ان کے برخلاف بعضوں کی یہ عادت ہوتی ہے کہ جب وہ اپنے کسی نسبی بزرگ یا مذہبی مقتدا سے کوئی بات سُن تو بے چون و ا ان کے حکم کے سامنے گردن ڈال دیں بشرطیکہ اس مقتدا کے مقتدا ہونے پر ان کو پورا اعتماد حا ہو چکا ہو۔

اس کے بعد ان دونوں گروہوں میں طعن و تشنیع کا دروازہ کھل جاتا ہے پہلا گروہ دوسرے کو سادہ دل۔ کم عقل اور بیوقوف سمجھتا ہے اور دوسرا پہلے کو بے ادب، مغرور اور نافرمان قرار دیتا ہے۔ رفتہ رفتہ دونوں میں کینہ اور بغض کی آگ بھڑک اٹھتی ہے اور زبان قول سے گزر کر ہاتھ پاؤں تک جنگ و جدل کی نوبت پہنچ جاتی ہے۔

یہ سب کچھ ہوتا ہے مگر اس پر بھی امر زیر فیہ کا تصفیہ نہیں ہوتا۔ بلکہ طرفہ ماجرا یہ ہے کہ بسا اوقات ایک ہی شخص اور ایک ہی کتاب کے دو قول اس مسئلہ میں متناقض پہلو رکھتے ہیں۔ اقدر ی حیرت اور تعجب کی اس وقت کوئی انتہا نہیں رہتی جب ہم کو کسی ایک ایسی مذہبی کتاب میں جو کسی فرقہ کے نزدیک خطا و قصور سے بالکل پاک تسلیم کر لی گئی ہے۔ وہ متعارض کلام اس باب میں نظر پڑتے ہیں۔ جب ہم موسیٰ علیہ السلام کی کتاب کی ورق گردانی کرتے ہیں تو امثال سلیمان کے تیسرے باب میں یہ عبارت لکھی ہوئی ملتی ہے۔

"اپنے سارے دل سے خداوند پر توکل کر، اور اپنی سمجھ پر تکیہ مت کر، اپنی ساری راہوں میں اس کا اقرار کر، وہ تیری

Telegram : t.me/tehqiqat4

رہنمائی کرے گا، اپنی نگاہ میں آپ کو دانش مند مت جان،
خداوند سے ڈر اور بدی سے باز رہ۔ یہ تیری ناف کے لئے
صحت اور تیری ہڈیوں کے لئے تراوٹ ہے۔"

اور انہی امثال کے آٹھویں باب میں لکھا ہے کہ :-

"کیا دانائی نہیں پکارتی اور کیا فہمید آواز بلند نہیں کرتی۔ وہ
سر کے پاس اونچے مقاموں کی چوٹیوں پر اور چوراہے کے
پہلو پر کھڑی ہوتی ہے وہ پھاٹکوں کے نزدیک شہر کے
منہ پر جہاں سے دروازوں میں داخل ہوتے ہیں چلاتی ہے
کہ اومیو میں تمہیں بلاتی ہوں۔ اور بنی آدم کی طرف
اپنی آواز اٹھاتی ہوں۔ اے بیوقوفو! خرد کو سمجھو، اور اے
جاہلو! سمجھنے والا دل پیدا کرو۔ سنو کہ میں لطیف مضمون
کہتی ہوں۔ اور میرے لبوں سے جب وہ کھلتے ہیں نیکی باتیں
نکلتی ہیں کہ میرا منہ سچ کہتا ہے، اور میرے لبوں کو شرارت
سے نفرت ہے۔ میرے منہ کی ساری باتیں صداقت سے پر ہیں
ان میں کچھ ٹیڑھا، ترچھا نہیں، وہ سب اس کے نزدیک جو
دانش رکھتا ہے سیدھے ہیں اور ان کے خیال میں جو حقیقت
شناس ہیں راست ہیں۔"

پاؤل رسول نے جو خط رومیوں کو لکھا ہے اس کے الفاظ یہ ہیں :-

"غرض میں اپنی عقل سے خدا کی شریعت اور جسم سے گناہ

Telegram : t.me/pasbanehaq1

کی بندگی کرتا ہوں[1]"

اس سے صاف ظاہر ہے کہ خدا کی شریعت کا اتباع وہ اپنی عقل کے بھروسہ پر کرتے تھے لیکن اس کے خلاف انہی پاک رسول نے جو خط کر نتھیوں کو لکھا ہے اس کی عبارت یہ ہے:-

"اور میری عبارت اور میرا وعظ انسانی حکمت کی دلفریب بات کے ساتھ نہیں لیکن روح اور قدرت کی دلیل کے ساتھ تھا تاکہ تمہارا ایمان نہ انسانی حکمت سے بلکہ خدا کی قدرت سے ثابت ہو۔ ہم کاملوں کے نزدیک حکمت کی بات بولتے ہیں۔ مگر اس جہان کی اور اس جہان کے فانی حاکموں کی حکمت نہیں بولتے۔ بلکہ ہم وہ حکمت الٰہی بو تے ہیں، جو چھپی ہوئی ہے۔ یعنی وہ پوشیدہ حکمت جسے خدا زمانہ کے آگے ہماری بزرگی کے لئے مقرر کیا تھا[2]"

پھر اسی صفحہ پر لکھا ہے کہ:-

"اب ہم نے دنیا کی روح بلکہ وہ روح جو خدا سے ہے پائی تاکہ ہم ان نعمتوں کو جو خدا نے ہمیں بخشی ہیں سمجھیں۔ اور ہم ان باتوں کو انسان کی سکھلائی باتوں سے نہیں بلکہ روح قدس کی سکھلائی ہوئی باتوں غرض روحانی چیزوں کو روحانی عبارت سے ملا کر بیان کرتے ہیں۔ مگر نفسانی آدمی

---

[1] دیکھو انجیل مطبوعہ لکھنؤ ص ۴۰۵ [2] دیکھو انجیل مطبوعہ لکھنؤ ص ۵۰۶

Telegram : t.me/pasbanehaq1

خدا کی روح کی باتوں کو قبول نہیں کرتا کہ اس کے نزدیک
نادانی کی باتیں ہیں اور وہ ان کو سمجھ نہیں سکتا کہ وہ روحانی
طور پر بوجھی جاتی ہیں۔"

شریعت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم میں بھی دونوں قسم کے مضامین موجود ہیں۔ ایک حدیث میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگ ذہانت عقل کے موافق جنت میں داخل ہوں گے اور دوسری جگہ ا "جنت (یعنی اکثر جنتی لوگ بیوقوف ہوں گے) بھی مشہور ہے۔

○ آپ کے بعد جو بزرگ اور حکماء آپ کی اُمت میں گزرے ان کے بھی اسی طرح "رہے اور امام غزالیؒ کے زمانہ تک نا کم عالم ادھر متوجہ ہوئے جنہوں نے اس عقل و نقل کے اختلاف پر بالفعل اور مکمل بحث کی ہو اور تمام شبہات کو رفع کرکے یہ دکھلایا ہو کہ اس اختلاف کا اصل منشا کیا ہے۔ دونوں فریق کے استدلالات کس درجہ تک درست ہیں اور ان یا اکابر علماء کی کتابوں میں جو ہر اختلافات معلوم ہوتے ہیں جن کی طرف ہم نے بھی اشارہ اجتماع اور تطبیق کی صحیح صورت کیا ہے۔

میرا یہ قصد ہرگز نہیں کہ امام غزالیؒ کوئی شخص عقل و نقل کی تطبیق کی صورت سمجھے ہوئے نہ تھا بلکہ یہ غر کہ ان سے پہلے اس مسئلہ کی خاص تشریح کرنے کی کوئی ضرورت پیش نہیں آئی۔ نکہ ہر ایک فرماء کے حکماء انہی امور کے بیان میں زیادہ تاکید و تفصیل سے کام لیا کرتے

Telegram : t.me/tehqiqat

ہیں جن میں کسی قسم کے خفا اور مغالطہ کا اندیشہ ہو۔ یا وہ ایسے امراض ہوں جن اندر عام طبائع مبتلا پائی جائے۔

تم خود اندازہ کرو کہ لوگ والدین کی اطاعت اور ان پر ترحم اور شفقت۔ یہ دونوں چیزیں باوجود یکہ مذہبی ضرورت ہیں سے ہیں۔ مگر اول ——— ——— چونکہ ایک گونہ نفس کی خواہش کے خلاف اور دوسرے نہ تنہا انسان بلکہ تمام حیوانات کی اقتضاءات طبیعہ میں سے ہے اس وجہ سے حکیم مطلق نے والدین کی خرابی اور ان کی اطاعت کی خوبی کو بکرات و مرات اور باجمال و تفصیل جس قدر مختلف عنوانوں سے تعلیم فرمایا ہے بعینہ علی الاولاد کے احکام میں اس کا عشر عشیر بھی نہیں۔

ٹھیک اسی طرح علماء سلف کے زمانہ میں چونکہ عام پر مذہبی قیاس کا جدل ڈالنا کسی اہل مذہب کے نزدیک بھی روا نہ تھا۔ اس لئے نہ عقل و نقل میں کثرت نزاعات قائم ہوتے تھے۔ نہ علماء کو ان دونوں کے مقدمات فیصل کرنے کی نوبت آتی تھی۔ اور نہ اس کی حاجت سمجھی جائے گی کہ ان دونوں کی تطبیق کے اصول یا اختلاف کے اسباب بیان کئے جائیں۔

اس کے بعد جوں جوں زمانہ گذرا فلسفیت اور الحاد کا رنگ غالب آیا عقول ناقصہ جزئیہ کی گرم بازاری ہوئی اور نقل کی قدر و منزلت گھٹی۔ اسی قدر عقل و نقل کی منازعت بڑھتی گئی اور امام غزالیؒ کے زمانہ تک اس کی ضرورت محسوس ہونے لگی کہ ان دونوں (عقل و نقل) کی موافقت و اتحاد کے واسطے کچھ آئین بنائے جائیں اور ان میں سے ہر ایک کے

Telegram : t.me/pasbanehaq1

حدود کی تعیین وضاحت کے ساتھ کر دی جا ۔ ۔ ۔ پھر امام غزالیؒ نے اس پر قلم اٹھایا اور انصاف یہ ہے کہ انہوں نے اپنے زمانہ کی ضروریات کے موافق اس مقصد کی پوری تکمیل کر دی۔

لیکن چونکہ علماء سلف کو اس تعین و تفصیل کی حاجت پیش نہیں آئی تھی۔ اور علماء مابعد نے امام صاحب ممدوح کی تشریحات پر حوالہ کرنے کو کافی سمجھا اس واسطے ان سے اور ان کے بعد اکثر ایسے ہی مبہم اور متعارض اقوال عقل و نقل کے بارے میں جمع ہوتے رہے۔ جس سے آج کل کے کوتاہ نظروں کو سادہ لوح عوام کے گمراہ کر کا خوب موقعہ آیا اور انہوں نے بزرگوں کے کلام کے وہ مختلف ٹکڑے جن کو امام نے اظہار العلوم وغیرہ میں عمدہ طور پر جمع کر کے دکھلا دیا تھا۔ جابجا استشہاد میں پیش کر کے سیدھی اور سچے مسلمانوں کو طریق حق سے ہٹانا چاہا۔ چنانچہ اب میں اس قسم کے اکثر کلام حکماء اور علماء اسلام کی کتابوں سے انتخاب کر کے ذیل میں نقل کرتا ہوں جن کو پڑھ کر ایک خالی الذہن آدمی سخت تحیر اور تذبذب میں پڑ جاتا ۔ اور اس کے بعد امام غزالیؒ کی مفصل تقریر اُن کی متفرق تصانیف سے اقتباس کر کے ہدیہ ناظرین کروں گا جو اس حیرت اور پریشانی کو کافی مدد تک مٹا دیگی۔

البتہ یہ ضرور ہے کہ عقل و نقل کی جو مخالفت آج کل دیکھنے میں آ رہی ۔ کہ عرصہ ہوا دونوں حکومتوں میں سزا اٹھ چکے۔ اور اعلان جنگ ہو کر لگاتار معرکہ آرائی ہونے لگی۔ پھر لڑائی بھی باقاعدہ نہیں بلکہ زمانہ

Telegram : t.me/pasbanehaq1

حال کی عقل نے قدرے پر کریستہ ہو کر محض جابرانہ کارروائی شروع کر دی۔ چونکہ یہ بہار یا خزاں نہ امام غزالی نے دیکھی تھی اور نہ ان سے پہلے کسی اور نے۔ اس لئے اگر زمانہ حال کی بعض خصوصیات پر نظر کر کے امام غزالی کی تقریر میں بھی کوئی کمی ہو گی تو میں اس کو آزادانہ ظاہر کروں گا اور پھر کسی اور عالم کی تقریر اگر اُن کی تقریر سے زیادہ تسکین بخش سمجھی جائے گی تو اس کو سب سے اخیر میں درج کروں گا تاکہ ہمارے رسالہ کے وہ لیے بھی جن کے دلوں میں اس زمانہ کی اندیشہ ناک آزادی کا کوئی اثر ہے آخر تک تمام آراء کا موازنہ کر کے نیک دلی کے ساتھ سچائی اور را کو قبول کر سکیں۔ ومنہ وتر من قال۔

دور چرخ گردش ایں دائرہ دارد — "است کہ گردوں بگزارد دور
اکنوں اثر تربیت دہر بر اں است — تا صورت خرمہرہ و بد نطفہ کاں را
برخاستہ زیں شور زمیں چند نہاد — یکسر بکف عزل ہوا داد مناں را
میرخ خور و قوت پرداز نگس ملیت — ہاں پر ایں بیچداں ہمہ داں را

○ سب سے پیشتر ہم ان حامیان عقل کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ جو عام طور پر فلاسفہ اسلام یا حکمار اسلام کے لقب سے مشہور ہیں اور جن کی زندگی کا اکثر حصہ عقل کی پیروی میں صرف ہوا ہے۔ شیخ بو علی سینا اور ابن رشد اندلسی اس گروہ کے بہت بڑے امام گنے جاتے ہیں۔ شیخ نے اشارات میں ایک مستقل باب اس کے لئے منعقد کیا ہے کہ انبیاء اور اولیاء بہت سے علوم ممکن ہے کہ عقول متوسطہ کے مرتبہ سے بالاتر ہوں۔ وہ

Telegram t.me/pasbanehaq1

درحقیقت صحیح ہوں مگر عام طور پر لوگ اُن کو سمجھ نہ سکیں۔ کیونکہ جو چیز فنا میں علوم اور ادراکات کی حاصل کرنے والی ہے وہ ایک لطیف چیز ہے جس کو روح سے تعبیر کرتے ہیں۔ اور جب علم کے حاصل ہونے کا "وہ ہی جزو لطیف ٹھہرا تو جس قدر جسم کی کثافت کو بذریعہ مجاہدات اور ریاضات کے زائل کیا جائے گا۔ اسی قدر روح کی لطافت میں ترقی ہوگی اور لطافت کے بڑھنے سے علوم میں حیرانا وسعت پیدا ہوتی جائے گی۔ چونکہ انبیاء اور اولیاء بھی ترک لذات اور کسر شہوات کے بعد جسمانی تعلقات سے بہت کچھ بیگانہ ہو جاتے ہیں اس لئے اگر ان کو بہت سی وہ باتیں معلوم ہوں جو ہم کو نہ ہوں تو یہ کوئی قابل استعجاب امر نہیں ہے اس کے بعد شیخ کہتا ہے۔

والعارفون المتزهدون	اور خدا کی معرفت والے پاک بندے جس وقت
اذا وضعت عنهم ثقل	جسمانی کا بار یا جاتا ہے اور
البدن وانفكوا عن اشغال	دنیوی مشاغل سے وہ ہو جاتا
خلصوا الى عالم القدس و	ان کی تو بہ خالص طور پر عالم اقدس اور
السعادة وانتشوا بالكمال	کی طرف مبذول ہو جاتی ہے اور اعلیٰ درجہ
الاعلى وحصلت لهم اللذة	کے ساتھ موصوف اور بڑی لذت اٹھانے والے
عرفتها وليس	ہوتے ہیں جیسا کہ تم پہلے معلوم کر چکے ہو۔ اور یہ
الالتذاذ مفقودا من	نہیں کہ جب روح بدن میں ہو تو وہ اس لذت سے
النفس في البدن	بالکل رہیں۔ بلکہ ایسے لوگ جو خدا کی معرفت
بل المتنعمون في تامل الجبروت	جبروت کی فکر میں ڈوبے ہوئے اور جسمانی مشغولی

Telegram: https://t.me/pasbanehaq1

المعرضون عن الشواغل الهيولية وهم الذين لا يلتفتون من الاجساد الى ما يتعلق بالذات ولا يرتاحون الا الى ما يتعلق بالصفات فهذه الفئة حظاوا النزر الذي يمكن منهم ان يشفاهم من كل شيء

اعراض کرنے والے ہیں وہ ان اجسام میں سے کہ جن اس نسبت سے "بڑا" پایا جاتا ہے ہر ان پر غالب آکر تمام ہستیا سے ان کو فارغ کر دیا ہے۔

شرح اشارات محقق طوسی میں ہے۔

جل جناب الحق فقال ان يكون شريفة لكل وارد او يطلع عليه الا واحد بعد واحد ولذلك فان ما يشغل عليه هذا الفن مضكة للسفلة وعبرة للجعل فمن سمعه فاشأز منه. فليتهم نفسه لعلها لا تناسبه وكل ميسر لما خلق له المراد وكم قلت الوسائط الى الحق والاشارة الى ان سبب انكار الجمهور للفن المذكور في هذا النمط هو جهلهم بهما فان الناس اعداء ما جهلوا والى ان النوع من الكمال لم يصل

خدائے تعالیٰ کی جناب اس سے عالی اور ارفع ہے کہ ہر وارد اور صادر کی گذرگاہ بن جائے یا اس پر خصوص افراد کے سوا کوئی مطلع ہو سکے اور وجہ سے سوئیوں کا طریقہ فاضل کے نزدیک مضحکہ خیز اور طالب کے واسطے عبرت انگیز طریقہ کی باتوں کو سنکر ان سے اعراض کرے اُس کو چاہیے کہ وہ اس بات میں اپنے نفس کا قصور سمجھے کیونکہ اس کو ان سے مناسبت نہیں ہے۔ اور ہر شخص کے واسطے وہی بات آسان ہوتی ہے جس کے لئے وہ پیدا کیا گیا ہے۔ خلاصہ یہ کہ خدا رسیدہ لوگ بہت کم پائے جاتے ہیں

باقی طریقوں اس بنا پر وہ اس کو نہیں جانتے۔ آدمی ہمیشہ ناواقف کا دشمن ہوتا ہے۔ پھر یہ کمال ہر ایک کو محض

Telegram : t.me/pasbanehaq1

یحصل بالاکتساب الخفی بل حاصل کرنے سے حاصل نہیں ہوتا وغیرہ اس
انما یحتاج معرفتہ الی جوھر کا جوہر لیبیت فطرۃ اس
مناسب لہ بحسب الفطرۃ [1]

ان دونوں عبارتوں سے شیخ اور علامہ طوسی کا یہ مطلب ہے کہ اگر انبیاء اور اولیاء سے بعض ایسے امور منقول ہوں جو ہماری عقل کے دائرہ سے باہر ہیں تو ہم کو ان کی اس بنا پر تصدیق کرنا چاہیئے کہ ان کے نفوس بہیمیت کی ظلمات اور بشریت کی کدورت سے پاک صاف ہوتے ہیں اور ہم کو یہ سعادت حاصل نہیں ہوتی۔ لیکن شیخ کی اس تقریر سے اس کا کوئی جواب نہیں نکلا کہ اس صورت میں ہندوستان کے جوگی۔ نصاریٰ کے راہب اور [illegible] زمانہ کے اشراقیوں کے تمام علوم کیوں قابل تسلیم نہیں ہیں۔ جبکہ ان کی ترقی کا مدار تجرد اور ترک دنیا پر ہے تو ان لوگوں کا تجرد انبیاء اور اولیاء کے تجرد سے کیوں کم ہے۔ بلکہ بظاہر یہ لوگ بہت زیادہ آدمیوں کی صحبت سے متنفر اور انسانی جذبات کے فنا کر دینے والے نظر آتے ہیں۔ بہرحال اس حیثیت سے شیخ کی تقریر بالکل نا [illegible] ہے اس لئے اب ہم شیخ کو چھوڑ کر دوسرے علماء کے اقوال کا مختصر انتخاب صفحہ ذیل کرتے ہیں۔

○ فا [illegible] ابن رشد اندلسی جس نے امام غزالی کی کتابوں کا رد لکھا ہے اور اہل یورپ [illegible] فوں کا سب سے بڑا فلسفی خیال کرتے ہیں۔ ایک مقام پر لکھتا ہے کہ خدائے برحق نے اپنی بھی کتاب میں ہم کو جا بجا قیاس اور استدلال

[1] شرح اشارات طوسی مطبوعہ بمبئی ص ۳۹۰

Telegram : t.me/pasbanehaq1

کے طریقہ پر توجہ دلائی ہے اور ہر چیز کو عقل سے دریافت کرنے کے لئے آمادہ کیا ہے۔

اذا کانت هذه الشرائع	اور جب یہ شریعت سچی ہے اور لوگوں کو اس
وداعية الى النظر الموصل	فکر کی طرف بلا رہی ہے جس سے خدا معر
الى معرفة الحق فانا معشر	حاصل ہو تو ہم مسلمانوں کا فلسفی یہ عقیدہ ہونا
المسلمين نعلم على القطع انه	چاہئے کہ اور برہان سے شریعت کے خلاف
لا يؤدى النظر البرهانى الى	کبھی ثابت نہیں ہو سکتا (کیونکہ شریعت بھی بھی
مخالفة ما ورد به الشرع فان	ہے اور دلیل بھی) اور ایک بھی بات دوسری
الحق لا يضاد الحق[1]	بھی بات کے خلاف نہیں ہو سکتی۔

دوسرے موقعہ پر صوفیوں کے روحانی طریقہ کا ذکر کر کے لکھا ہے۔

ونحن نقول ان هذه الطريقة	ہم کہتے ہیں کہ اس طریقہ کے وجود سے اگرچہ ہم
ان سلمنا وجودها فانها ليست	کو انکار نہیں اس میں شک نہیں کہ یہ
عامة للناس بباهر ناس ولو	لوگوں میں ۔ پس اگر اسی طریقہ
كانت هذه الطريقة هى الحقة	کا ہونا یا شریعت کا مقصود ہونا تو لکھ اور
بالناس لبطلت طريقة النظر	اسفار کا وجود بالکل باطل اور عبث قرار پاتا
ولكان وجودها بالناس عبثا	حالانکہ سارا قرآن قیاس اور دلیل کی طر
والقرآن كله انما دعا الى النظر	رہا ہے اور نظر کے طریقوں پر متنبہ کر رہا
والاعتبار وتنبيه على طرق النظر[2]	ہے۔

---

[1] دیکھو فلسفۃ الغزالی رسالہ مطبوعہ مصر ص۱۰۱ [2] دیکھو فلسفۃ الغزالی رسالہ مطبوعہ مصر ص۱۰۲

Telegram : t.me/pasbanehaq1

○ اس کے مقابلہ پر علامہ ابن تیمیہ رسالہ الفرقان میں لکھتے ہیں :۔

فمن جرب ما يقولونه والانبياء ويقوله غيرهم وجد الصواب معهم والخطاء مع غيرهم كما قال الواردي مع انه من انه من اعظم الناس طعنا في الادلة السمعية حتى ابتدع قولا ما عرف به قائل مشهور غيره وهو انما تفيد اليقين اذا تواترت وهذا فانه بقول لانه تامل طرق الكلامية والمذاهب الفلسفية فلم يرها تفي عليلا ولا تروي غليلا ووجد اقرب الطرق واحسنها اقربها الى الاثبات اليه يصعد الكلم الطيب والعمل الصالح يرفعه الكلم الطيب الرحمن على العرش استوى واقربها الى النفي ليس كمثله شيء لا يحيطون به علما ومن جرب مثل تجربتي عرف مثل معرفتي وايضا فمن اعتبر ما عند الطوائف

تو جو شخص انبیاء علیہم السلام کے مرشدات اور ان کے اقوال کا تجربہ کرے گا وہ پائے گا کہ حق پر اور ان کے قائلوں کو خطا پر پائے گا دیکھو رازی جو سب سے بڑا وہ سمعی دلائل کو خمیر سمجھنے والے ہیں یہاں تک کہ انہوں نے ایک بات کہی جو ان سے پہلے کسی نے بھی نہیں کہی تھی یعنی یہ کہ روایات کبھی " کا مرتبہ حاصل نہیں ہو سکتا اس لئے وہ یقین کا فائدہ نہیں دیتیں اور علم کلام کے طریقوں میں بہت تامل کیا مگر ان کو ہرگز ایسا نہ پایا جو ایک مریض کو شفا بخشیں یا کسی پیاسے کو سیراب کر سکیں اس تمام رستوں میں نزدیک تر راستہ قرآن کا ہے کہ ثبوت کی جانب میں ہم یہ آیتیں پڑھ " یہی ایسے یصعد الکلم الطیب والعمل الصالح یرفعه الکلم الطیب الرحمن علی العرش استوی اور نفی میں لیس کمثله شیء " اور لا یحیطون به علما۔ اور جو کوئی مجھ جیسا تجربہ کرے گا۔ وہ بھی میری طرح اس بات کو لے گا۔ اور نیز ہر شخص ان لوگوں کے اقوال میں غور کرے گا جنہوں نے انبیاء کی تعلیمات اور روایات سے

Telegram: t.me/toobaa-elibrary

الذين لا يتحصون بتعليم الانبياء والمشاهدة ۔ ہم استدلال نہیں کیا تو وہ ان کو نہیں سمجھ سکے۔ مگر ہی اور جہل مرکب میں مبتلا رہے گا۔

وجدهم كالهائرين ضالين شقا مرتابين اذ جاهلين جهلا مركبا ۔

○ شیخ اکبر محی الدین ابن العربی رحمۃ اللہ علیہ نے جن الفاظ سے اپنے ایک خط میں امام فخر الدین رازی کو نصیحت فرمائی ہے وہ اس سے بھی زیادہ صاف اور کھلے ہوئے الفاظ ۔ وہ امام رازی کی حمیت دینی کا شکریہ ادا کرکے تحریر فرماتے ہیں کہ :-

فان ينبغي للعاقل ان يتعرض لنفحات الجود ولا يجعل ما سوذا لى قيد نظره او كبه فانه على شفا خطر و لقد اخبرني من اثق به من اخوانك انه رآك وقد بكيت يوما فاذا هو من حضر من بكائك فعلت مسئلة اعتقدتها منذ ثلثين سنة فتبين لى الساعة بدليل لا حول لى ان الامر على خلاف ما كان عندى فبكيت فعل الذى لا حول لى ايضا يكون مثل الاول فقلت قولك

اب عقلمند کے لئے مناسب ہے کہ وہ جود و کرم کی نوشبو دی اور نظر و استدلال کی قید کو کمر وہ اس طرح ہمیشہ مشتبہ حالت میں رہے۔ چنانچہ مجھ سے تمہارے ایک دوست نے جو مجھ سے خلاص ہے پوچھا تو تم نے جواب دیا کہ ایک مسئلہ جس پر تیس برس سے اعتقاد جمائے ہوئے تھا۔ اسی وقت ایک دلیل سے مجھ کو کیا الیقین کر مجھ کو اب ظاہر ہوئی ۔ وہ بھی پہلے کی طرح غلط ہوگی یہ خود اپنا قول ہے اور

لہ دیکھو رسائل نصیر طبع مصر ص ۔

Telegram t.me/pasbanehaq1

ومن الحال على الواقف بمرتبة العقل
ان يتريح وان يكون ولا
في معرفة الله تعالى فنابا
يا اخي تبقى في الدوحلة ولا
تدخل طريق الرياضات والمكاشفات
والمجاهدات والخلوات التي شرعها
رسول الله صلى الله عليه وسلم فتنازل
ما نال من قال فيه الله سبحانه وتعالى
من عبادنا اتيناه رحمة من عندنا
وعلمناه من لدنا علما

حالتی وہ شخص جو عقل اور استدلال کے مرتبہ
سے آگے نہیں بڑھا ہے کہ سکون و
چین اور راحت حاصل کرے بالعموم خدا
تعالیٰ کی معرفت میں ترقی بلند پھر بھی تم
کیوں اس گروہ اہل فکر میں پڑے ہو
بھائی۔ اور کیوں ریاضات۔ مجاہدات
اور خلوت کا وہ طریقہ اختیار نہیں کرلیتے
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مشروع کیا
اور جس کا کرنے والا کرنے والا وہ چیز
کرلو جو اس بندہ کی جس کی نسبت
خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ جسے اس کو خدا
پاس سے رحمت اور علم عطا کیا۔

○ حضرت شیخ احمد صاحب سرہندی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ اس
مضمون کو ان الفاظ میں ادا کرتے ہیں:۔

بلکہ مقصود آنست کہ نسبت حق مقصود اعتقادات حق پیدا
بمعتقدات یقینی واطمینانی حاصل مضبوط ہوں اور یہ حاصل کریں
کہ ہرگز بہ مشکک زائل نگردد جس کو کوئی شک ڈھیلا نہ کر
بادراد شبہ باطل نہ شود۔ چہ بائے کے شبہات کیونکر استدلال
استدلال چوبین است وستدل کی لکڑی کے ہے اور مستدل ذرا سی دیر

نہ دیکھو مکتوبات بہاء الدین باقی مطبوعہ مصر ص ۳۴۰۔

Telegram: https://t.me/pasbanehaq1

gspot.com

ہے تکمین الاذکر اللہ تطمئن القلوب[1] نہیں ٹھہر سکتا غور آگاہ ہو جاؤ کہ اللہ کے ذکر سے ہی دل مطمئن ہوتے ہیں۔

ایک اور موقع پر ارشاد فرماتے ہیں:۔

"وجہ آنکہ طور عقل در ائے حس است کہ آنچہ بحس مدرک نشود بعقل ادراک آں می نماید چنانچہ طور نبوت در ائے طور عقل است آنچہ بعقل مدرک نشود بتوسل نبوت درک آں میکند و ہر کہ در ائے طور عقل طریق اثبات نبوت نماید فی الحقیقت منکر نبوت است و مسلوم جاہتہ"[2]

اور عقل کا واسطہ حواس کے واسطہ سے بلند ہے کہ جو حواس سے نہ جانا جائے عقل سے معلوم ہو سکتا ہے اسی طرح نبوت کا واسطہ عقل کے واسطہ سے بلند ہے کہ عقل سے معلوم نہیں کر سکتے اس کو نور جان سکتے ہیں اور جو شخص عقل کے اور کو اور طریقہ علم کا تسلیم نہیں کرتا وہ حقیقت نبوت کا اور ہے کا مخالف ہے۔

اور آگے چل کر لکھتے ہیں:۔

"و بالجملہ طریق ریاضت و مجاہدات در رنگ طریق نظر و استدلال است اعتبار پیدا کند کہ مقرون بتصدیق انبیاء بود۔ علیہم الصلوٰت والتسلیمات"[3]

اور حاصل یہ ریاضت اور مجاہدات کا بھی اسی کے رنگ میں اس کو اعتبار اور اعتماد کے ہے جب کہ اس کی تصدیق انبیاء علیہم الصلوٰت والسلام کے ذریعہ سے ہو چکی ہے۔

---

[1] دیکھو تفہیمات مہر صاحب مطبوعہ دہلی ص۲۳۳ جلد ۱۔ [2] ایضاً ص۱۳۱ جلد ۳۔ [3] ایضاً ص۱۳۲ جلد ۳۔

Telegram: t.me/pasbanehaq1

○ علامہ ابن خلدون بھی مجدد صاحب کے بعد ہم زبان ہیں وہ مجدد صاحب سے ذرا زیادہ تشریح کے ساتھ " معیار " کو کہتے ہیں۔

• فالعلوم ادراکات ومدارکات فی العلوم واتبعوا ما امرتم اثار من استفادوا وعلیک فلواحق علی سعادتک واعلم بما ینفعک لانہ من طوی فوق ادراکک ومن نطاق ادراکہ عقلک ولیس ذالک بتعریف العقل ومدارکہ بل العقل میزان صحیح لاحکامہ یقینیۃ لاکذب فیھا۔ غیر انک لاتظن ان تزن التوحید والاخرۃ وحقیقۃ الذات والصفات الالھیۃ وکل ما وراء طورہ فان ذالک طمع فی محال ومثال ذالک مثال رجل رای المیزان الذی یوزن بہ الذھب فطمع ان

پس تم ( ) کو اس کو میں خطاوار (کہ جو ہم جانتے ہیں تمام موجو اسی میں منحصر ہیں، اور شارع علیہ السلام کے بتلائے ہوئے اعتقادات اور اعمال کا اتباع کرو کیونکہ وہ تم زیادہ نفع خواہ اور سود مند ہیں کو کہنے والے ہیں ان کا علم تمہارے علم سے اور ہر ایک ذریعہ سے حاصل ہونے والا ہے جو کی عقل کے دائرہ سے وسیع تر ہے اتی جاسے اس کہنے سے عقل اور اس کی معلومات میں کوئی نقص پیدا نہیں ہوتا بلکہ ہم عقل کو ایک میزان صحیح کہتے ہیں جس کے احکام یقینی اور جھوٹ سے پاک ہیں۔ ہاں یہ میزان اتنی بڑی نہیں ہے کہ تم اس سے توحید و آخرۃ کے امور اور ثبوت وصفات الٰہیہ وغیرہ کے وزن کرنے لگو یہ تو ایسا ہی ہے، جیسا کہ کوئی شخص ایک سونے جانچنے کے کانٹا دیکھے اور اس میں پہاڑوں کے تولنے کا ارادہ کرنے لگے۔ تو یہ کہا جائے گا کہ ترازو وزن کرنے

Telegram: t.me/pasbanehaq1

gspot.com

یذہب بہ الجہال ھذا لا یدرک
علی ان المیزان فی احکامہ غیر صادق
لکن العقل یقف عندہ ولا یتعدی
طورہ حتی یکون لہ ان یحیط
باللہ و بصفاتہ فارتفاع ثقۃ من
ذرات الوجود الحاصل منہ تعالی
فی "اغلط من یقدم العقل
علی ا فی امثال ھذہ المقامات
قصور فہم و اضمحلال رایہ فقد
تبین لک الحق من خلال ھذہ

کے اعتبار سے درست نہیں ہے بلکہ یہ کہیں گے کہ
کہ ہر ایک میزان کے واسطے ایک حد ہے۔ جس کے
آگے وہ کام نہیں دے سکتی، اسی طرح میزان عقل
بھی ایک موقعہ پر ٹھہر جاتی ہے اور یہ نہیں ہو
سکتا کہ وہ اس سے بڑھ کر خدا کی ذات اقدس
کا احاطہ کرے۔ کیونکہ جو بھی وجود کے ذرات
میں کا ایک ذرہ ہے جو خدا کی طرف سے فنا
ہوتے ہیں۔ اسی جگہ سے تم ان لوگوں کی
کم فہمی اور کمزوری کو معلوم کرلو جو عقل
کو اس قسم کے مقامات میں سہولت پر ترجیح دیتے ہیں۔

دوسرے مقام میں لکھتے ہیں:۔

"وقد تقلب لک مما ذکرنا ان ما ذھب الیہ ابو
علی ابن سینا فضلا عن کتاب
المبدا والمعاد للامام الرازی
واحوالہ مما یتوصل الی بالعبارۃ
غیر ھذہ اصلیۃ والمعانی لانہ
علی نسبۃ طبیعیۃ محفوظۃ وقد تغیرۃ
فاحسن۔ فلنا ان البراھین علیہ

"اور تمہیں معلوم ہو گیا ہوگا جو
مشتبہ ہو کر کتاب المبدا
کو ملا ہے[1] اور تو ہم والوں کا امام فرما تا
ہے کہ "ہیں کہ کہ جیسا ہونا مضبوط قانون طبیعی
کے تحت میں داخل ہے تو اس
کے اندر برہان سے ثابت کرنے کی گنجائش کیا ہو سکتی
ہے مگر جسمانی اعادہ اور جزا سزا کا محض استعمال

[1] دیکھو مقدمہ ابن خلدون مطبوعہ مصر ص ۳۶۳۔

Telegram: t.me/pasbanehaq1

سعة واما المعاد الجسمانی و احواله ادرا کنا لبعضا لانه علی نسبة واحدة قد بحثنا عنها الشریعة الحقة المقدسة فلیطلب فیها و لنرجع الی احوال النبوة

سے جانتا ہرگز ممکن نہیں کیونکہ وہ کسی خاص نسبت اور کے پیچھے واقع نہیں ہے لیکن شریعت حقہ نے اس کی حالات تفصیل کے ساتھ بیان کردیئے ہیں جس کا جی چاہے اس کی طرف رجوع کرے۔

جو علوم نہ بذریعہ عقل کے بلکہ بذریعہ کشف کے معلوم ہوں ان کی بابت کہتے ہیں:۔

"فهذا الکشف لایکون صحیحا کاملا عند ما الا اذا کانت ناشیا من الاستقامة لان الکشف قد یحصل لصاحب الجوع والخلوة والمتصابی وغیرهم من المرتاضین ولیس مرادنا الا الکشف الناشی من الا" مثلة لان المرآة الصقیلة اذا کانت محدبة او مقعرة وهوی بها جهة فانه ینتشکل فیها معوجا علی غیر صورة وان کانت مستطیلة تشکل فیها المربع صحیحا۔

پھر یہ کشف بھی صحیح اور کامل اس وقت تک نہیں ہوتا جب تک کہ "استقامت" (یعنی شریعت کے احکام پر ہمیشہ عمل درآمد) سے یوں نہ ہو کہ ریاضت اور مجاہدہ سے صفائی قلب حاصل کرنے والوں کو کشف ہونے لگتا ہے جیسا کہ سادھو، جوگی اور ریاضت کرنے والے اور نوں کی مثال ایسی سمجھو کہ ایک صاف آئینہ تو محدب اور مقعر (اوندھا) ہو تو اس میں کسی چیز کا عکس بھی "

پڑتا ہے اور ایک آئینہ مسطح (ہموار) ہو تو وہی اور صحیح صحیح دکھائی

لہ دیکھو مقدمہ ابن خلدون صفحہ ۳۵۰۔ ۔ ۔

○ حضرت شیخ شہاب الدین صاحب سہروردی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:۔
"عقل اور استدلال کے طریقہ سے جو علم حاصل ہوتا ہے وہ ایسا یقینی نہیں ہوتا جس کا ازالہ نہ ہو سکے۔ جو گویا اس میں ایک قسم کا تردد اور اضطراب رہتا ہے۔ اور صوفیہ کرام کے علوم بالکل قطعی اور یقینی ہوتے ہیں۔ یعنی ناپائدار نہیں ہوتے۔ ان میں اگر کوئی شک و شبہ پیدا کرنا چاہے تو ہرگز پیدا نہیں ہو سکتا، کیونکہ وہ قوی ایسا ہے کہ گویا اپنی آنکھوں سے ایک چیز دیکھ لی اور "کا" سے کوئی بات سن لی چنانچہ عوارف میں لکھتے ہیں:۔

فما الخطاب الطائم الا نوع من الجهل تعذب الصوفية وا لانهم زهدوا في الدنيا بعد ان احكموا اساس التقوى فبالتقوى زكت نفوسهم وبالزهد صفت قلوبهم فلما عدموا شواغل الدنيا بتحقيق الزهد انفتحت مسامع باطنهم وصحت آذان قلوبهم سرّه

تو یہ اضطراب اور تردد جو طبیعتوں میں دیکھتے ہو یہ جہل کی ایک قسم ہے۔ اس اعتبار سے صوفیوں کے قلوب بہت صاف ہوتے ہیں۔ کیونکہ انہوں نے تقویٰ اور طہارت کی بنیاد کو مضبوط کر کے زہد اور ترک دنیا اختیار کیا۔ تو تقویٰ کی وجہ سے ان کے نفس پاک اور زہد کی وجہ سے دل صاف ہو گئے۔ اور جب دنیوی مشاغل کو انہوں نے ختم کر دیا تو ان کے باطن کے مسامات کھل گئے اور دل کے کان کھل گئے۔

○ متکلمین کی جماعت میں علامہ ملا سعد الدین علی الطوسی (المتوفی ۸۵۸ھ) نے سلطان محمد فاتح کے حکم سے جو کتاب لکھا کے رد میں لکھی ہے۔ اس کے مقدمہ

نے دیکھو عوارف المعارف مطبوعہ مصر ص ۔

Telegram: t.me/pasbanehaq1

ہیں یہ بتلایا کہ ہماری عقل بہت سی اشیاء کی حقیقت دریافت کرنے سے قاصر رہتی ہے۔ بلکہ بڑے بڑے حکما محسوسات کی ماہیت معلوم کرنے سے عاجز ہو جاتے ہیں تو ہم کو چند ایسے امور کے تسلیم کرنے میں کوئی مذبذب ہونا چاہیئے۔ جن کی باریکیوں کو اگرچہ ہم نے خود نہیں سمجھا مگر خدا کے ایسے سچے رسولوں نے ہم کو خبر دی ہے جن کی صداقت پر سینکڑوں آیات بینات گواہی دے رہی ہیں کیا ہماری آنکھوں نے ان تمام چیزوں کو دیکھ لیا ہے جن کو وہ دیکھ سکتی ہیں یا ہمارے کانوں نے ان تمام آوازوں کو سن لیا ہے جن کو وہ سن سکتے ہیں (یا ہمارے ہاتھوں نے تمام اُن چیزوں کو چھو لیا ہے جن کو وہ چھو سکتے ہیں۔ یا ہماری زبان نے تمام ان الفاظ کو ادا کر دیا ہے جن کو ہم ادا کر سکتے ہیں) پھر جب ہمارے ان حواس اور ان قوتوں نے اپنے مقدور کا پورا پورا احاطہ نہیں کیا تو کیا وجہ ہے کہ ہمارے عقل قوت کو اپنی ساری معلومات پر کامل تصرف اور قبضہ حاصل ہو جائے۔ یہاں تک کہ خدا کی ذات وصفات کے مسائل بھی اس کے قابو میں آجائیں اور حقائق اشیاء میں سے کوئی حقیقت ایسی نہ رہے جو اس کی دسترس سے باہر ہو۔

ہم دیکھتے ہیں کہ پانی، آگ، مٹی وغیرہ وہ اجسام جو ہر وقت ہم کو نظر آتے ہیں ان کی حقیقت کے دریافت کرنے میں بڑے بڑے فلاسفر متحیر ہیں افلاطون کہتا ہے کہ یہ بسیط اجسام ہیں اور ارسطو کی جماعت کہتی ہے کہ نہیں ہیولی اور صورت سے مرکب ہیں جو۔ ویمقراطیس کہتا ہے کہ یہ اجسام ایسے ذرات سے مرکب ہیں جو نہایت سخت ہونے کی وجہ سے قابل تقسیم نہیں ہیں۔ پھر

اجزاء جسم کے متناہی اور غیر متناہی ہونے کی حیثیت سے نظام کچھ کہتا ہے اور متکلمین کچھ۔ اسی طرح عقل اور نفس ناطقہ کے بارے میں ہر ایک کا مذہب جدا گانہ ہے اور ایک جو دلیل قائم کرتا ہے دوسرا اس کو رد کر دیتا ہے وہ نفس جو ہر وقت ہمارے پاس رہتا ہے اور وہ اجسام جو شب و روز سے ا ل میں آتے ہیں جب اُن کی حقیقت معلوم کرنے میں ان اوکیار کا یہ حال ، تو غیب کے اسرار اور ملکوت کے دقائق تک ان کی رسائی کی۔ کیونکر اُمید ہو سکتی ہے۔ سوا اس کے کہ اللہ تعالیٰ کے صفات و افعال کی صحیح کیفیت کو وہ ہی شخص سمجھے جس کی تائید خدا کی جانب سے کی گئی ہو۔ ایسا شخص اس کی اطلاع کرے جس کے مبعوث من اللہ ہونے پر ہزاروں آیات ظاہر ہو چکی ہوں اور جو احمق نبوت کے انوار سے مستفید ہوئے بغیر محض اپنی عقل پر بھروسہ کر کے الٰہیات کی گنہ تک پہنچنا چاہے گا اس کے اوہام اس کی عقل سے سخت مزاحمت کریں گے اور اس کو وہمی اور عقلی چیزوں میں تمیز دینے میں ایسی دشواری پیش آئے گی۔ جس کے انسداد کی کوئی تدبیر اس کے پاس نہ ہوگی۔ ارسطو کا یہ قول نہایت انصاف پر مبنی ہے کہ الٰہیات کے مسائل میں دلائل سے یقینی کا مرتبہ حاصل نہیں ہو سکتا۔

باقی رہی حکمائے انبیاء کی تقلید کو چھوڑ کر ان سا
کیا اس کی وجہ یہ ہوئی کہ خدا تعالیٰ نے کو فطرۃ ذ
کی عقلوں میں ایک قسم کی تیزی پیدا کی تھی۔ جس کے ذریعہ سے ا
ہندسہ اور حساب وغیرہ علوم میں ایسی کامل دستگاہ پیدا کر لی، کہ اس

Telegram : t.me/pasbanehaq1

اعتبار سے ان کی جس قدر تعظیم کی جاتی تھوڑی تھی۔ لیکن افسوس انہوں نے خدا کا شکریہ ادا نہیں کیا۔ اور وہ اس کے پورے پور ا

اے روشن تو برمن بلا شدی

انہوں نے ایسے دقیق و دقیق میدان میں قدم رکھنے کی جرأت کی کہ جن کی فہم و فراست کی سرحد سے بالکل خارج تھا۔ یہاں تک کہ وہ خود بے راہ ہوئے اور اوروں کو گمراہ کیا۔

اب اُن کے اس حال سے ہر ایک انسان کو چاہیے کہ عبرت حاصل کرے اور کسی ایسے رسول کے اقوال پر جس کی راست بازی دلیلوں سے ثابت ہو چکی ہو بے چون و چرا اعتماد کر کے اپنے دل کو ان اضطرابات اور شکوک و اوہام سے رستگاری دے وَاللّٰهُ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ[1]

○ اب یہاں پہنچکر ہم کو چاہیے کہ ہم قلم کی باگ امام غزالی کی تقریر کی طرف پھیر دیتے جس کا حوالہ ہم بہت دور سے دیتے چلے آرہے ہیں کیونکہ اس وقت ہم حکماء اور متکلمین۔ صوفیہ اور مورخین سب کے کلاموں سے انتخاب فا ہیں اور ہماری تحریر پڑھنے والوں میں جو تحریر اس مسئلہ بابت ہم پیدا کرنا چاہتے ہیں غالباً پیدا ہو چکی ہے۔ لیکن بڑی کوتاہی ہوگی اگر ہم اس پر شاہ ولی اللہ صاحب جیسے یگانۂ عصر کو فراموش کریں۔ ان کی نسبت مشہور ہے کہ متاخرین میں ان سے بڑھ کر کوئی اس مسئلہ (عقل و نقل) کا سمجھنے والا پیدا نہیں ہوا۔ اور نہ اس اخیر

---

[1] یہ سب تفصیل کتاب حجۃ اللہ البالغہ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱۳۲۲ھ میں مذکور ہے۔

دور میں ابن سے زیادہ کسی نے شریعت کے اسرار اس قدر تفصیل کے ساتھ بیان کئے وہ اپنی مشہور کتاب حجۃ اللہ البالغہ میں تحریر فرماتے ہیں۔ کہ

قد یظن ان الاحکام الشرعیۃ غیر متضمنۃ لشیٔ من المصالح وانہ لیس بین الاعمال وبین ما جعل اللہ جزاءً لھا مناسبۃ وان مثل التکلیف بالشرائع کمثل سید اراد ان یختبر طاعۃ عبدہ وعاصیہ بوضع حجر او لمس شجر مما لا فائدۃ فی فعلہ ولا ترکہ الا طاعۃ الامر مجردۃ عن جلب نفع او دفع ضر وھذا ظن فاسد تکذبہ السنۃ واجماع القرون المشھود لھا بالخیر۔

کبھی یہ خیال کر لیا جاتا ہے کہ شریعت کے احکام مصالح پر مشتمل نہیں ہیں اور اعمال میں اور انکی جزا و سزا میں کوئی خاص مناسبت ملحوظ ہے اور یہ کہ انسان کو خدا کی جانب سے احکام شرعیہ کا مکلف بنانا ایسا ہے جیسا کوئی آقا کی فرمانبرداری کا امتحان کرنا چاہے اور اس کو کسی پتھر کے اٹھانے یا کسی درخت کے چھونے یا کسی اور ایسے کام کا حکم کرے جس میں اس کی آزمائش کے سوا کوئی فائدہ نہ ہو اب اگر اس حکم بجا آوری کی یا نافرمانی کی تو کا ویا ۔ جملہ گیا۔ شریعت کی بابت یہ کی تکذیب سنت رسول اللہ اور اجماع نے کی ہے۔

ایک صدق کے بعد یہ بھی لکھتے ہیں :۔

اوجبت السنۃ ھذہ وانعقد علیہ الاجماع فقد

ہاں جیسا کہ سنت اور اجماع سے یہ ثابت ہوا ہی طرح یہ بھی ثابت ہوا ہے کہ خدا کی طرف سے محض

لہ دیکھو حجۃ اللہ البالغہ مطبوعہ مصر ص ۱۰

Telegram : t.me/pasbanehaq1

او جبت ایضا ان تزل الفتاء بالایجاب والتحریم بسبب خلیم فی نفسہ مع قطع النظر عن تلک المصالح الاثابۃ الجلیۃ وعقاب العاصی وانہ لیس لاحد علی ماظن من ان حسن الاعمال وقبحہا بمعنی استحقاق الثواب والعذاب مقلیان من کل وجہ وان الشرع وظیفۃ الاخبار عن خواص الاعمال علی ماہی علیہ دون انشاء الایجاب والتحریم بمنزلۃ طبیب یصف خواص الادویۃ وانواع المرض فلمن ظن فاسد۔ "السنۃ ہادی الرائے"[1]

کسی چیز کے واجب یا حرمت وغیرہ کے متعلق حکم کا مصالح خفیہ سے قطع نظر کرکے کیوں کر ثواب اور ان کو ترک کرنے کا بڑا سبب ہے اور ایسا نہیں جیسا کہ جہلاء کا گمان ہے کہ اعمال کا حسن و قبح یعنی ان کے کرنے پر مذاب و ثواب کا ذاتی محض حق ہے ہو ہوا باقی شریعت کا کام اس طبیب کی طرح جو دواؤں کے خواص اور مرض کے اقسام کو بیان کرتا کہ وہ اعمال کی ماہیتی خصوصیتوں کو کر وہ ان طرف سے کسی چیز کو واجب یا حرام بتلائے۔ اس قسم کے خیالات بالکل فاسد ہیں۔ جو کچھ طور پر سنت رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے۔

○ یہ تمام اقوال جو یہاں تک نقل کئے گئے ان مستند علماء کے اقوال ہیں جو خود اپنے فضل و کمال کے امت محمدیہ کے آفتاب اور ماہتاب شمار کئے گئے اور جن کی فضیلت خواہ کسی حیثیت سے ہو چار دانگ عالم میں تسلیم کی جاچکی ہے۔

لیکن ان متفرق اقوال اور پراگندہ مضامین سے ایک کم علم آدمی کیا

[1] دیکھو حجۃ اللہ البالغہ مطبوعہ مصر ۱۔

Telegram: t.me/pasbanehaq1

اس کے کہ کچھ فائدہ اٹھائے سخت پریشانی میں پڑ جاتا ہے اور وہ متعین نہیں کر سکتا کہ میں ان میں سے کس بات کو لوں اور کس کو چھوڑوں، اسی تذبذب میں امام غزالیؒ آتے ہیں اور احیاء العلوم وغیرہ کے ذریعے سے اس کی دستگیری کرتے ہیں اور کہ گھبراؤ نہیں یہ سب باتیں درست ہیں۔ یہ بھی سچ ہے کہ کسی مذہب کے تمام احکام عقل کے مطابق، اور یہ بھی ایک اعتبار سے صحیح ہے کہ نبوت اور ولایت کا مرتبہ عقل سے بالاتر ہے۔ یہ بھی غلط نہیں کہ ہر ایک علم عقل ہی کے ذریعہ سے حاصل ہو سکتا ہے۔ اور اس کہنے میں بھی کچھ حرج نہیں کہ بعض علوم عقل کے سوا اور کسی طریقے سے بھی حاصل ہو جاتے ہیں۔ اس کو بھی ہم تسلیم کرتے ہیں کہ شریعت کے تمام احکام عقل مصالح پر مبنی ہیں اور یہ کہنا بھی بجا نہیں کہ محض عقلی مصالح کسی چیز کے فرض کر یا حرام کرنے کے لئے کافی نہیں۔

ممکن ہے کہ تمہاری کمزور طبیعت ان متضاد بیانات کو دیکھ کر گھبرا اٹھے اور تم ان پیچدار مقدمات کو کوئی منطقی طلسم سمجھنے لگو۔ مگر جو جامع مانع تقریر ہم عنقریب کرنیں گے اس کو پڑھ کر تمہاری ہو جائے گی۔ اور تم یقین کر لوگے کہ ان اقوال میں لفظی نزاع کے سوا کوئی حقیقی اختلاف سمجھنا تمہارے فہم کی تقصیر ہے۔

تم سب سے پہلے اس پر غور کرو کہ انسان کو قدرت نے دوسرے حیوانات سے ن سی امتیازی حالت عطا کی ہے کیا قدرت۔ ارادہ۔ خوف۔ رجاء۔ شہوۃ۔ غضب یہ صفات جو انسان میں رکھی ہوئی ہیں اور حیوانات میں نہیں

Telegram: https://t.me/pasbanehaq1

ہیں یا آنکھ۔ ناک۔ کان۔ دہن۔ دست و پا جو اعضاء انسان کو حیات کے گئے ہیں اور کو نہیں دیے گئے یا حواس مشترک۔ خیال، وہم، حافظہ، وغیرہ حواس باطنہ جو انسان میں ودیعت کئے گئے ہیں۔ دوسروں کے حصہ میں نہیں کہو گے کہ ان سب چیزوں کے اعتبار سے انسان کو کوئی فضیلت اور جانور پر حاصل نہیں ہے۔ بلکہ بسا اوقات بعض جانوران بعض قوتوں میں انسان سے بڑھے ہوئے نظر آتے ہیں۔ تو پھر وہ کیا خصوصیت ہے جس کی وجہ سے انسان کی شرافت جانوروں کے مقابلہ میں تسلیم کر لی گئی۔ اللہ وہ کیا بات ہیں جو انسان کے روشن چہرہ کے امتیازی خط و خال ہیں۔

اس کے جواب میں ہم بجز ان دو چیزوں کے کسی کا نام نہیں لے سکتے کا اختصار علم اور ارادہ کے دو چھوٹے چھوٹے کرتے ہیں، اور ان کی تشریح میں ہم کو اپنے ناظرین کے وقت کا ایک معتدبہ حصہ لینا پڑے گا۔ علم سے ہماری مراد وہ علم ہے کہ جس کی بدولت دنیا اور آخرت کے حالات منکشف ہوتے ہیں اور وہ کائنات کے حقائق کو ان کی اصلی صورت میں ہمارے سامنے پیش کرتا ہے۔ اور ارادہ کے لفظ سے ہم نے اس ارادہ کا قصد کیا ہے۔ جو نفسانی خواہش پر نہیں بلکہ علم کے اشارہ پر چلنے والا ہے۔ کیونکہ جو ارادہ قوۃ شہوانی کی تحریک سے پیدا ہوتا ہے وہ تو تمام حیوانات میں موجود ہے۔ ہر جاندار بھوک اور پیاس کی طلب میں دوڑتا ہے۔ شہوۃ غلبہ کے وقت اس کا ارادہ کرتا ہے اپنے دشمن کے مقابلہ میں پوری طاقت اور زور آزمائی دکھلاتا

Telegram: t.me/toobaa_elibrary

ہے۔ تو کیا ان سب حالتوں میں ارادہ نہیں پایا گیا۔ لیکن ان میں وہ ارادہ نہیں ہوا [illegible] نی کی خصوصیات میں سے ہے انسان کی خصوصیت یہ ہے کہ وہ شہوانی میلان کے خلاف بھی اگر اس کی عقل ہدایت کرے حرکت کر سکتا ہو، اور اپنے فعل و ترک میں جو چاہے نہ چاہنے کا پابند نہ ہو۔

یہ ارادہ اور وہ علم جس کا ذکر پہلے ہوا۔ بذر [illegible] ات یعنی انسان کے ساتھ مختص ہیں۔ اور ان ہی دو نشانیوں سے انسان حیوانات سے ا [illegible] آدمی بچوں سے باعتبار اپنے کمال کے پہچانا جاتا ہے۔ بچہ جب اپنی پیدائش کے وقت ماں کے رحم مادر سے باہر آتا ہے تو وہ نہ بھلے برے، نیک و بد اور نافع مضر کی تمیز رکھتا ہے اور نہ اس کا کوئی ارادہ کسی قانون عقلی کا تابع ہوتا ہے۔ اور جوں جوں اس کے قویٰ میں نشوونما۔ اس کے علم میں ترقی اس کی معلومات میں وسعت ہوتی جاتی ہے اس قدر اس کے افعال و اعمال فہم و عقل کے قاعدوں میں منضبط ہوتے جاتے ہیں۔ اب اگر اس کا علم سچا ہے اور اس کی عقل نے جو نتیجے نافذ کئے ہیں وہ صحیح ہیں تو اس کے سب عمل درست ہو سکتے ہیں۔ اور اگر اس کی عقل نے لغزش کھائی نافع کو مضر مضر کو نافع یا نیک کو بد، بد کو نیک سمجھ لیا تو ہرگز توقع نہیں کہ وہ [illegible] حرکات و سکنات میں کج روی و غلطی سے محفوظ رہے اس صورت میں ہر انسان پر واجب ہے کہ وہ صحیح علم کے حاصل ہونے کے ذرائع سوچے اور تزہیت اپنے اندر ان کے پیدا کرنے کی کوشش کرے۔

لیکن جس حد تک غور کیا گیا علم کی حقیقت اس سے زیادہ معلوم نہیں

Telegram: t.me/pasbanehaq1

ہوئی کہ کسی چیز کا نقشہ اسی طرح ہماری عقل میں کھنچ جائے جیسا کہ آئینے میں کسی شے کی تصویر نظر آنے لگتی ہے۔ دیکھو اگر کوئی شخص ہماری نظر سے گزرا یا ایک شاندار مکان ہم نے کسی جگہ دیکھا اور کچھ دیر کے بعد ہماری آنکھوں اوجھل ہو گیا۔ تو پھر ہم جب کبھی اس شخص یا اس مکان کو دیکھتے ہیں۔ فوراً شناخت کر ہیں کہ یہ وہی شخص اور وہی مکان ہے۔ اگر ہمارے پاس کوئی ایسا نقشہ جو اس مکان یا اس شخص پر پورا ، منطبق ، د ، نا تو وہ اور کون سا رتھا جس کے ذریعہ ا ، قدت کے بعد ہم کو یہ شناخت ہو گئی۔ اس سے صاف طور پر ثابت ہوتا ، آدمی کا ذہن (عقل) مثل ایک آئینہ کے ہے اور اس میں جو معلومات سا ہوتے ہیں۔ وہ اس عکس کی مانند ہیں جو کسی شے کے محاذات کے و ، آئینہ میں کوئی و ، ، اتا فر ، کہ آئینہ میں صرف ان اشیاء کا عکس پڑ ، جو آنکھوں سے نظر آنے قابل ہوں اور ذہن میں ہر قسم کی چیزیں منتقش ہو جاتی ہیں۔ مثلاً کسی لیکچر کی ایک لمبی چوڑی تقریر تم نے سنی اور اس کے مضامین کا خلاصہ تم نے اپنے ذہن میں ملحوظ رکھا تو اب جب کبھی کوئی شخص وہ تقریر کہے گا۔ تم فوراً کہہ جاؤ گے کہ یہ بعینہٖ وہ مضامین ہیں جو فلاں لیکچر نے بیان کئے تھے۔ اگر ان ، مین کا کوئی نوٹ تمہارے پاس نہیں تھا تو تم ، یہ کیسے جانا کہ وہ اور یہ تقریر ایک ہی ہیں۔ اس سے بدیہی طور پر معلوم ہوا کہ ہمارے ذہن میں ان مضامین کا کوئی خاکہ موجود تھا۔ حالانکہ ان ہی مضامین کا عکس اگر ہم آئینہ میں لینا چاہیں تو بالکل

Telegram.me/toobaa-elibrary

ناممکن ہے۔

اور ذہن میں اتنا تفاوت ہے کہ ایک میں مخصوص چیزوں کا عکس آتا ہے اور دوسرے میں ہر چیز کا مگر دونوں میں اس قدر اشتراک ہے کہ اس میں بھی کسی چیز کی تصویر حاصل ہوتی ہے اور اس میں بھی اب اگر کوئی چیز آئینہ میں منعکس ہونے کے قابل ہو لیکن منعکس نہ ہو تو جہاں تک اور استقرا سے معلوم ہوا اس کے پانچ وجوہات ہو سکتے ہیں۔ یا یہ کہ وہ جوہر (لوہا) جس سے آئینہ بنتا ہے اس نے ابھی تک صیقل ہو کر آئینہ کی صورت اختیار نہیں کی یا آئینہ بن چکا۔ مگر زنگ آلود ہو گیا۔ یا صاف شفاف ہے مگر جس چیز کا عکس اس میں لینا چاہتے ہو وہ اس کے مقابل نہیں۔ یا مقابل بھی ہے مگر آئینہ کے اور اس شے کے بیچ میں کوئی دوسری شے حائل ہے یا عکس لینے والے کو یہ معلوم نہیں کہ اس صورت کا عکس کس جہت میں ہو کر لیا جا سکتا ہے۔ ان سب حالتوں میں اشیاء مطلوبہ کا عکس آئینہ میں نہیں آسکتا۔ اور اگر ان موانع میں سے کوئی مانع موجود نہ ہو تو پھر محال ہے کہ وہ شے کی صورت اس میں ظاہر نہ ہو۔

ٹھیک اسی طرح انسان کے قلب (عقل) کی حالت ہے کبھی تو ایسا ہوگا کہ خود قلب ابھی ناقص ہے اور انعکاس کی پوری قابلیت اس میں پیدا نہیں ہوئی۔ جیسا کہ شیر خوار بچہ کا قلب کہ وہ معقولات کے علم سے بالکل خالی ہوتا ہے۔ اور کبھی معاصی اور ناپاک افعال کے ارتکاب سے قلب پر ایک قسم کی کدورت اور ظلمت چھا جاتی ہے۔ جس کی وجہ سے اس کی پوری جلاء اور

Telegram : t.me/pasbanehaq1

صفائی باقی نہیں رہتی۔ اس لئے اس میں لطیف اور باریک چیزوں کا انعکاس نہیں ہوتا۔ اور خدا کی ذات و صفات اور غیب کے اسرار یہ قلب بالکل عاری رہتا ہے۔

اس قلب کے زنگ چھوڑانے کی اس کے سوا کوئی تدبیر نہیں کہ ہمہ تن خدا کی اطاعت کی طرف توجہ اور مقتضائے شہوات سے پورا اعراض کرے اور مجاہدات کا وہ طریقہ اختیار کرے جو اس فن کے تجربہ کاروں نے تا جائز خواہشات کے استیصال کے واسطے تلقین کیا ہے۔ والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا۔ اور من عمل بما علم ورثہ اللہ علم ما لم یعلم کسی اسی راہ کی طرف اشارہ ہے۔

لیکن کبھی آدمی کا قلب گناہوں کی آلایشوں سے پاک و صاف ہوتا ہے اور پھر بھی اس میں علوم ذات و صفات اور حقائق اشیاء مرتسم نہیں ہوتیں۔ اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ اس کی توجہ ان چیزوں کی طرف کامل نہیں ہوتی وہ آفاق نفس کے جاننے یا طرق معاش کے مہیا کرنے میں مشغول ہوتا ہے تو وہ چیزیں جن کی طرف اس کے قلب کو توجہ نہیں ہے۔ اسی طرح منعکس نہیں ہو سکتیں جس طرح آئینہ میں وہ صورتیں جو اس کے سامنے نہ ہوں۔ یا اس قلب کبھی صاف بھی ہوتا ہے اور توجہ بھی کامل ہے مگر وہ فاسد عقائد جو تقلید یا حسن ظن کی بنا پر دل میں راسخ ہیں حقائق کے انعکاس کے لئے حجاب بن جاتے ہیں اور جیسا کہ اور شے مطلوب کے درمیان میں اگر کوئی شے حائل ہو جائے تو اس کا عکس اس میں نہیں پڑتا

Telegram : t.me/toobaa-elnet

ایسے ہی حجاب کے وقت ہماری عقل حقیقی علوم کے حاصل کرنے سے قاصر رہتی ہے اور کبھی علم کے یہ تمام سامان جمع ہوتے ہیں مگر جن حاصل شدہ علوم پر یہ علم متفرع ہوتا ہے ان میں مناسب ترتیب قائم کرنی ہم کو نہیں آتی اس لئے ہم علم سے محروم رہتے ہیں۔ اس کی مثال یہ ہے کہ ایک شخص اپنی گدی کے پیچھے کا حال آئینہ میں دیکھنا چاہے۔ اب اگر وہ آئینہ کو آنکھوں کے سامنے رکھتا ہے تو پیچھے کا حال اس میں کھل نہیں سکتا اور اگر پیچھے لیجاتا تو گو انعکاس ہو جاتا ہے مگر آنکھیں اس عکس کو دیکھ نہیں سکتیں۔

اُس وقت یہ شخص باوجود تمام اسباب مہیا ہونے کے عکس کے دیکھنے سے اس لئے محروم ہے کہ اس کو اس عکس کے لینے کا طریقہ معلوم نہیں۔ اگر کوئی اس کو یہ بتلادے کہ ایک آئینہ پیچھے لیجاؤ اور ایک آئینہ اس آئینہ کے محاذات میں اس طرح سامنے رکھو کہ جو عکس اس آئینہ میں پڑے اسی عکس کا پرتو دوسرے آئینہ میں بھی آجائے تو اس طریقہ کے معلوم ہونے سے اس کی ساری مشکل حل ہو جائے گی۔ اور جو دقتیں اس عکس کے لینے میں وہ اٹھا رہا تھا وہ یک لخت جاتی رہیں گی۔

یہی حال بعینہٖ انسان کے قلب کا سمجھو اور یقین کر لو کہ جو اکثر حقائق کی معرفت سے ہم کو بے بہرہ رکھتے ہیں۔ اگر یہ موانع نہ ہوں تو بیشک ہر قلب اس فیض علم کے حاصل کر لینے کی پوری قابلیت رکھتا ہے جو فیاض ازل کی طرف سے بغیر کسی بخل کے ہر وقت اور ہر آن جاری ہے۔

○ تو جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ سچے مذہب کے احکام عقل کے مطابق ہوتے

Telegram : t.me/pasbanehaq1

ہیں ان کا یہ قول اس اعتبار سے بالکل صحیح ہے کہ ایک کامل اوصاف و شفاف عقل جس میں حقائق کے انعکاس کی سب شرائط موجود ہوں۔ ہرگز خدا کے حکم کے خلاف حکم نافذ نہیں کر سکتی اور "ں" یہ کہا ہے کہ احکام خداوندی کو اپنی عقل کی میزان میں نہ تولو۔ ان کی غرض یہ ہے کہ ہماری زنگ آلود عقلوں میں خدائی اسرار کا انعکاس نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح جس فریق کا یہ خیال ہے کہ حقائق نبوت اور حقائق صفات الٰہیہ ہماری فہم و ادراک سے بالاتر ہیں وہ عام فہم اور ادراک کے لحاظ سے بالکل سچ کہتے ہیں اور جس شخص کا یہ قول ہے کہ نہیں یہ چیزیں بھی بذریعہ عقل انسانی کے دریافت ہو سکتی ہیں تو اس کا یہ دعویٰ بھی غلط نہیں ہے۔ وہ بھی طور پر عقل انسانی اسی کو قرار دیتا ہے جس میں نفسانی کدورتیں اور آلائشیں نہ ہوں۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد کہ لوگ درجات عقل کے موافق جنت میں جائیں گے اس پر محمول ہے کہ حقیقی عقل کو جس قدر ترقی ہوگی جنت کے دروازوں سے قریب ہوتا جائے گا۔ اور یہ مقولہ کہ اکثر اہل جنت بے عقل ہوں گے۔ اس میں وہ لوگ مراد ہیں جو دنیا کی کاموں میں متوغل نہ ہونے کی وجہ ابلہ سمجھے جاتے ہیں اور علیکم بدین العجائز کا خطاب بھی انہیں سے ہے جن کو اسرار کے متحمل نہیں ہو سکتے۔

آپ تم پھر ایک دفعہ ان متعارض اقوال کو یاد کر لو جن کے سلجھانے میں تم سخت پریشان تھے اور جن کی کوئی درست توجیہ تم سے بن نہ پڑتی اور اخیر میں امام صاحب کی اس زرین نصیحت کو خوب یاد رکھو۔

Telegram: t.me/pasbanehaq1

فلا غنا بالعقل عن السماع ولا
غنا بالسماع عن العقل كما ادعى
الى بعض القليد مع حول العقل
بالكلية جاهل مالكتفى بحول العقل
عن انوار القرآن والسنة مغرور
ك ان تكون من الذين قال
والصابرين الضالين فان العلوم العقلية
كالاعلاجية والعلوم الشرعية
كا والشخص المريض
يستضر با اذ متى فاقتا الدواء
كذلك امراض القلوب لا يمكن
علاجها الا بالادوية المستفادة
من الشريعة وهي وظائفها اعاذنا
والاعمال التي ركبها الانبياء
صلوات الله عليهم لاصلاح القلوب
لمن لا يدا المريض بمالجا
العباد الشرعية واكتفى بالعلوم
العقلية استضر بها كما يستضر
المر بالغذاء وظن من يظن

د عقل کو نقل سے استغنا اور د نقل عقل سے بے نیاز
ہے جیسا کہ عقل کو معزول کر کے محض تقلید پر چلنے
والا جاہل ہے اسی طرح وہ شخص بھی دھوکہ میں ہے
جو قرآن و سنت کے انوار سے طبیعہ ہو کر صرف اپنی عقل
پر بھروسہ کرے تو تم کو ان گروہوں میں سے کسی
میں بھی داخل نہ ہونا چاہیئے بلکہ عقل و نقل کا جامع بننا
چاہیئے کیونکہ علوم عقلیہ عقل کی تلوار علوم شرعیہ اسکی
دوا ہیں اور جس طرح دوا کا استعمال کر کے مریض
کے استعمال سے نقصان پہنچ جاتا ہے یہی حال عقل
کے امراض کی ہے کہ انکا علاج شرعی دواؤں سے
یعنی ان عبادات و اعمال سے ہی ہو سکتا ہے جو کہ
انبیاء علیہم السلام نے اس کام کیلئے ترکیب دیا ہے
پس جس طرح بیمار کو طبیب شرعی کی رجوع کرنا
ضروری ہے اسی طرح علوم عقلیہ کو آپ کیلئے میں کافی
سمجھنے والے اسی طرح ہلاک ہوگا جس طرح بیمار آدمی دوا
سے ہلاک ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے علوم عقلیہ کو
علوم شرعیہ کے خلاف تصور کرتے ہیں اور دونوں میں
تطبیق کو محال سمجھتے ہیں۔ یہاں کا خیال اس وجہ سے
ہے کہ انکی بصیرت کی آنکھیں اندھی ہیں۔

Telegram: https://t.me/pasbanehaq1

ان العلوم العقلیة مناقضة للعلوم ا ان الجمع بینها عسیر

فمن صار عن علی فی عین الجمیعة

نعوذ باللہ منہ (خدا کی پناہ)۔

یہاں تک ہم نے امام غزالی کی تقریر کا ماحصل نقل کر دیا، امام صاحب کی تقریر اگرچہ نہایت صاف نہایت سلیس۔ نہایت عام فہم اور نہایت پراثر ہے لیکن اس میں چند ایسے قیاسی مقدمات بھی ہیں جن کا انکار کرنے سے ایک بیباک حریف سے کچھ مستبعد نہیں ہے۔

ہم امام صاحب کے ا قابل قدر بیان کی بہت کچھ عزت کر سکتے ہیں لیکن ہمارا ایک ظاہر پرست اور آبا و مش مقابل اس پر نکتہ کئے بغیر نہیں رہ سکتا کہ اگر ہم ذہن میں صورتوں کا انعکاس تسلیم کر لیں تو جو شرائط آئینہ میں انعکاس کیلئے قرار دی گئی ہیں ان سب کا ذہن میں پایا جانا کیوں ضروری ہے۔ یہ ہم نے مانا کہ ذہن میں اور آئینہ میں ایک حد تک مشابہت پائی جاتی ہے مگر ان دونوں میں تفاوت بھی بے انتہا ہے۔ جس کا اعتراف تم بھی پہلے کر چکے ہو۔ اب ان تفاوت کی بنا پر بعض وہ شرطیں جو آئینہ میں ضروری ہیں حصول علم میں ضروری نہ ہوں۔ یا اس کے برعکس تو کیا مضائقہ ہے۔

اسکے سوا بھی ہماری سمجھ میں نہیں آیا کہ اعمال بد کی مباشرت یا گناہوں کے ارتکاب سے قلب پر کسی قسم کی تاریکی آجاتی ہے۔ اول تو ہم اعمال کی تقسیم نیک و بد کی طرف تسلیم ہی نہیں کرتے۔ دوسرے معاصی میں ملوث ہونا بیشک قوت عملیہ کے سہو سے یا فاسد ہونے کا نتیجہ ہے۔ لیکن قوت عملیہ کا اس اثر بد سے متاثر

Telegram: t.me/pasbanehaq1

ہونا بظاہر کوئی معنی نہیں رکھتا۔ نیز بقول قاضی ابن رشد اندلسی کے قرآن پاک نے جا بجا قیاس اور نظر کے طریقوں پر متنبہ کیا ہے اور خود بھی مختلف مواقع میں استدلال سے کام لیا ہے۔ پس اگر شریعت کے احکام عقول عامہ سے بالاتر تھے تو قرآن نے ہم سب کو عقل سے کام لینے اور غور و فکر کرنے کی طرف کیوں توجہ دلائی اور بقول اس کے ہر ایک انسان کو ایسے احکام کا مکلف بنانا کیونکر صحیح ہوا جو اس کی سمجھ سے باہر تھے۔ حالانکہ انسان اپنے ذی عقل ہونے کی وجہ سے ہی تکلیف شرعی کا مستحق ہوا ہے۔

یہ اور اس قسم کے اور شبہات ہیں جن کو سن کر ہم صرف اتنا ہی کہتا ہا "، ہیں کہ۔ شعر

چہ شیوی سخن اہل دل گو خموش سخن شناسی نئی دلبرا خطا اینجاست

اور یہ اس خاطر معترض امام صاحب کے جادہ استدلال سے ہٹ کر آگے بڑھ کر اس زبردست فاضل کی تقریر کی طرف رجوع کرتے ہیں جس کی تصنیفات میں جتنا غور کرو اتنا ہی اس کی دیدہ دانشمندی اور صادق البیانی کا اعتراف لازم ہے۔ یہ وہ فاضل ہے کہ جسکو اگر ہم اپنے عہد کا شیخ اکبر امام غزالی اور شاہ ولی اللہ سب کچھ کہہ دیں تو بیجا نہیں۔ اور یہی وہ فاضل ہے جس نے علم کلام کی ایک ایسے انوکھے طرز میں بنا ڈالی جو (انشاء اللہ) قیامت تک کے واسطے چتر کی لکیر رہے اور جس پر ہمارا ناز کبھی ختم نہیں ہو سکتا۔

اس فاضل نے جس کو عام پر مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے اپنی مختلف کتابوں میں جو مفید بیانات دیئے

Telegram: t.me/pasbanehaq1

کہتے ہیں وہ اس مسئلہ حل طلب میں ہماری بہت زیادہ مشکل کشائی کرتے ہیں اور اب ہم ذیل میں کچھ لکھیں گے وہ تمام تر انہی تصانیف سے ماخوذ ہوگا۔ شعر

مطرب ترانہ دگر از پردہ ساز کن زیرا کہ حرف عشق نمیدارد انتہا

○ صحیفہ عالم کا وسیع مطالعہ کرنے سے یہ بات بخوبی روشن ہو چکی ہے کہ (بقول طبیعیین) کے فطرت نے اور بخیال اہل مذاہب کے، خدائے مختار نے دنیا کی کوئی چیز بیکار نہیں بنائی اور جوں جوں تحقیقات کا دائرہ وسیع ہوتا جاتا ہے ہمیں روز بروز ہر ایک چھوٹی بڑی چیز کے منافع ہم پر ظاہر ہوتے جاتے ہیں۔ اس لحاظ سے کائنات کا ہر ہر جزو بیش قیمت حکمتوں کا مجموعہ ہے لیکن اس کے ساتھ ہی ہر شے کا تعلق کسی نہ کسی ایسی ایک یا چند اغراض سے بھی ہوتا ہے جنکی کمی زیادتی پر اس شے کا کمال اور نقصان منحصر ہے اور جن کو ہم اس شئے کے اصلی اغراض کہہ سکتے ہیں

حیوانات میں گھوڑے کی مدح و ذم اور اس کا حسن و قبح رفتار موقوف ہے۔ اگر یہ وہ گدھے کی طرح پالان بھی اٹھا سکتا ہے اور گائے بکری کی طرح اس کو ذبح کر کے کھایا بھی جا سکتا ہے۔ اور اس کا دودھ بھی پیا جا سکتا ہے۔ لیکن یہ اس کے وجود کی اغراض یا بدن کی فربہی یا باربرداری کی طاقت اس کی قدر و قیمت میں اسی طرح کچھ زیادہ دخیل نہیں ہیں جس طرح کہ اس کے اعضاء میں چونکہ مقصود اعظم دودھ کھی دینا ہے اس لئے ان کی تیزرفتاری اور تندی کا کوئی اثر ان کی بھلائی برائی پر نہیں پڑتا یا گلاب کے پھول کی خوبی اس کے رنگ و خوشبو سے ہے۔ ذائقہ سے کچھ بھی غرض نہیں ہوتی۔ یا آم کا ذائقہ سے سروکار ہے اس کے رنگ و خوشبو سے چنداں تعرض نہیں کیا جاتا۔ ایسے ہی کتاب سے اگر ہم کسی وسیلہ تکیہ کا

Telegram : t.me/toobaanehaq

کا کام لے سکتے ہیں۔ لیکن غرض اصلی اس سے پڑھنا ہی ہوتا ہے۔ یا ضرورت کے وقت کپڑوں کو جلا کر کھانا پکا سکتے ہیں۔ مگر اہم مقصد ان سے یہی ہے کہ وہ آدمی کے بدن کی پردہ پوشی اور زینت کا سبب بنیں۔

غرض عالم کے تمام اجزاء پر نظر ڈالی جائے۔ ہر موجود پر یہی شان نظر آئے گی پھر ناممکن ہے کہ انسان جو ہمیشہ اپنے اشرف المخلوقات ہونے کا دعویٰ کیا کرتا ہے کسی ایسی غرض عالی اور مطلب اعظم سے خالی ہو جس کے ہونے پر اس کی بھلائی برائی موقوف ہو اور جس کے ذریعہ سے وہ مدح و ستایش یا رذمت کا مستحق سمجھا جائے۔

بیشک اس مقصد اعظم کے متعین کرنے میں ہم کو محنت و شواری پیش آئے گی لیکن ہم اس عقدہ کو خود اعضائے انسان کی بناوٹ اور اس کے قویٰ کی ترکیب سے حل کریں گے اور ہم یقین کرتے ہیں کہ خود انسان خود بان حال اس مقصد کی جستجو میں ہماری رہنمائی کرے گا۔

ہم جب اس معجون مرکب (انسان) کی اندرونی و بیرونی حالتوں میں غور کرتے ہیں تو یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ان پانچ چیزوں سے اس کی ترکیب عمل میں آئی ہے۔ عقل۔ یعنی قوۃ عالمہ۔ شوق۔ خوف۔ ارادہ اور اختیار۔ قدرت اور طاقت۔ ہاتھ پاؤں آنکھ ناک وغیرہ اعضائے جسمانی چنانچہ جس قدر کام انسان کرتا ہے ان میں یہ پانچ اپنا اپنا عمل کرتے ہیں۔

فرض کرو کہ ایک شخص شب کے وقت ایک جنگل میں چلا جا رہا ہے اس نے دور سے اپنے راستہ پر کسی جانور کو دیکھا۔ جس کی نسبت کبھی تو اس کا خیال ہوتا ہے کہ

Telegram: t.me/pasbanehaq1

اور کبھی سمجھتا ہے کہ کوئی بیل کھڑا ہے۔ اب فطرۃ انسان کا پہلا کام یہ ہے کہ وہ "نفع اور ضرر کے پہلوؤں کو سوچے۔ اگر اس پر کا پہلو متعین ہو گیا یعنی یہ کہ پھاڑ کھانے والا شیر ہے تو "اس پر ایک قسم کے خوف یا اجتناب کی کیفیت طاری ہو گی اور اس کی قدرت اور طاقت تحریک میں آئے گی۔ اور اگر اضطراری قابو میں ہو "تو اسے پاؤں وہاں سے بھاگنا شروع کر دے گا۔ اور اگر یہ شخص اس جانور کو شیر نہ سمجھتا" کرایا" والی چیز نہ تصور کرتا تو برابر اپنے "دھرنے بیٹھا رہتا۔

اس سے یہ امر بھی طور پر ثابت ہوا کہ شوق اور خوف۔ ارادہ اور انتخاب طاقت اور قدرت، اقدام اور پاؤں وغیرہ (جن کے مجموعہ کو ہم قوت عملیہ سے تعبیر کرتے ہیں) سب کے سب عقل یعنی قوت عملیہ کے محکوم اور زیر فرمان ہیں۔ اور جب عقل مفرد (قوۃ عملیہ) کا کام نافع و مضر کی شناخت یا نیک و بد کی تمیز اور قوت عملیہ کا کام حسب اشارہ عقل کسی عمل کا وجود میں لانا ٹھہرا تو اول کی حکومت اور دوسرے کی محکومی کے لحاظ سے ان دونوں کے مجموعہ یعنی انسان کا کامل کام یہ ہوا کہ وہ سوچ سمجھ کر مفید شغل میں پڑے اور مضر کاموں سے بچے۔ اور یہ اسی وقت ہو سکتا ہے جب کہ دنیا میں اعمال کی تقسیم نیک و یا نافع و مضر کی طرف ہو سکتی ہو۔ کیونکہ اگر عملی دنیا سے پہلے جبر کا قانون باطل نہ ہو جائے تو قوۃ عملیہ کے کاموں کے لیے کوئی میدان ہاتھ نہ آئے گا جیسا کہ ہم ابھی بتا چکے ہیں کہ قوۃ عملیہ صرف یہی کام کر سکتی ہے کہ مفید اور بہتر کاموں کا ناقص اور مضر کاموں سے انتخاب کرتی رہے اور قوت عملیہ کی اس کارگزاری کے لئے دو قسم کے اعمال کا اس کے سامنے پیش ہونا

Telegram: t.me/pasbanehaq1

ضروری ہے۔

اب چونکہ یہ ثابت ہو گیا کہ اعمال کی تقسیم کئے بغیر انسان کی خلقت ہی بیکار رہتی ہے تو اس کا سراغ نکل آیا کہ تمام عالم ہمیشہ سے اس پر متفق کیوں ہے کہ اعمال دو طرح کے ہوتے ہیں۔ نیک اور بد یا دوسرے الفاظ میں نافع اور مضر یہاں تک کہ جو ملحد کسی مذہب کے قائل نہیں وہ بھی افعال و اعمال کی اس بدیہی تقریق کو تسلیم کرتے ہیں۔

اب جو کچھ گفتگو باقی ہے وہ صرف اس میں ہے کہ کیا اعمال میں نیک و بد یا نافع و مضر کی تعیین کس طور پر کی جائے یعنی یہ کس طرح معلوم ہو کہ یہ فعل اچھا ہے یا برا۔ اس سے راحت پہنچے گی۔ اس سے تکلیف۔ لیکن خوش قسمتی سے جو تقریر مرقوم ہوئی اس سے اس سوال کا جواب بھی کافی حد تک نکل آیا۔ کیونکہ جب عقل یا قوۃ عاقلہ اس لیے پیدا ہوئی کہ وہ بھلے اور برے یا مفید اور مضر اعمال میں امتیاز قائم کیا کرے۔ تو یہ [illegible] ت نے اس میں اس امتیاز صحیح کا ملکہ ودیعت کیا ہوگا۔ اس وجہ سے یہی رائے مضبوط معلوم ہوتی ہے کہ عقل سلیم جس کام کا حکم کرے وہ نافع ہوا اور جس سے وہ انکار یا گریز کرے اس میں کوئی مضرت ہو۔

یہاں سے اس کی بھی قوی امید ہوتی ہے کہ اگر خدا کی جانب سے بندوں کی ہدایت کے لئے کچھ احکام نازل ہوں جن کے مجموعہ کو مذہب کہتے ہیں، تو وہ بھی موافق عقل کے موافق ہوں ورنہ خدائے برتر کی دانائی اور رسانت پر یہ الزام عائد ہوگا کہ اس نے عقل کو بھی ہمارے قویٰ پر حکومت عطا کی تاکہ وہ سب اس کے اشاروں پر کام کریں اور رسول کو بھی حاکم بنا کر بھیجا تاکہ اس کی اطاعت

Telegram : t.me/pasbanehaq1

کی جائے۔ اور ساتھ ہی دونوں کو متضاد بلکہ متناقض احکام بھی دیدے۔ تو ان میں سے ایک کو قبول کرتے ہیں تو لازمی طور پر دوسرے سے سرتابی کرنی پڑتی ہے۔ غرض اب نبا - باوثوق طریقے سے یہ طے ہو گیا کہ سچا مذہب وہی ہے جو عقل سلیم کے مطابق ہو۔ اور بقول قا ابن رشد کے ہر اس شخص کو جس کے پاس عقل سلیم موجود ہے اپنے عقل سے کام لینا اور نظر و فکر کے صحیح طریقوں میں غور کرنا چاہیئے۔

اور بیشک تمام قرآن اور تمام احادیث کا یہی منشا ہے کہ وہ عقل کے دستور العمل کے موافق تعلیم دیں۔ اور ہر انسان کی عقل جب تک کہ وہ گرد و پیش کے خیالات سے متاثر نہ ہو اور جب تک کہ عقلی صحت کا زائل کر دینے والا کوئی مرض اس کو لاحق نہ ہو ان ہی عمال کی ہدایت کرے گی جن کے رواج دینے کے واسطے خدا کے صادق ا ل پیغمبر مبعوث ہوئے ہیں۔

لیکن ان تمام مرا ہم کو جس مرحلہ کا طے کرنا ہنوز باقی ہے وہ یہ ہے کہ " کے ساتھ سلیم کی قید بڑھانے سے یہ شبہ ہوتا کہ بعض عقلیں غیر سلیم بھی ہوتی ہیں اور جب سلیم کے معنی تندرست کے قرار دیئے گئے ہیں تو غیر سلیم اس عقل کو کہیں گے جو مریض اور بیمار ہو۔

تو یہ ہم ابھی تک نہیں سمجھ سکے کہ تندرست (سلیم) عقل کونسی ہے اور ر کونسی۔ آیا " کو بھی کوئی مرض لگ سکتا ہے اور اگر بالفرض لگ سکتا ہے تو اس کا علاج کیا ہے؟ اس کے واسطے طبیب کون ہے؟ اور اس کے مرض کی علامت کیا ہیں؟

Telegram : t.me/pasbanehaq1

صرف یہی استفسارات ہیں جو باقی رہ گئے۔ اور ان ہی کے حل ہو جانے پر اس بحث کا خاتمہ بھی ہو سکتا ہے۔ لیکن آپ کو ان سوالات کا جواب سے پہلے چند مختصر امور کا ذہن نشین کر لینا ضروری ہے۔

(۱) اوّل یہ کہ جو کام ایسے آلات کے ذریعہ سے کیا جائے جن میں احساس اور ادراک نہ ہو تو اس کام کا نفع نقصان اُن آلات کی طرف منسوب نہیں ہوتا۔ بلکہ اس شخص سے تعلق رکھتا ہے جو ان آلات سے یہ کام لیتا ہے۔ مثلاً بڑھئی کے کام میں بسولہ آتا ہے اگر اس کی دھار جھڑ جائے یا لکھنے میں کاتب کے قلم کی نوک ٹوٹ جائے تو یہ سب بڑھئی اور کاتب کا نقصان سمجھا جائے گا بسولہ اور قلم کے حق میں نہ کوئی نفع متصور ہے نہ نقصان۔ کیونکہ نفع نقصان کا وجود درحقیقت راحت اور تکلیف سے وابستہ ہے اور راحت و تکلیف کو وہی اشیاء محسوس کر سکتے ہیں جن میں ادراک اور شعور ہو۔ بہرحال جب آلات کا نفع و ضرر اصل عامل کا نفع و ضرر ٹھہرا تو قوی عملیہ کے کاموں میں جو کچھ نفع یا نقصان فی الواقع عقل اور روح کا ہوگا کیونکہ ادراک و شعور عقل و روح ہی کا خاصہ ہے اور سب قوتیں اس کے آگے بنسبت آلات کے ہیں جیسا کہ ہم ابھی تحقیق کر چکے ہیں۔

(۲) دوسرا یاد رکھنے کے قابل یہ ہے قوۃ عقلیہ اور قوۃ عملیہ کے مابین قدرت نے کچھ ایسا مستحکم رابطہ پیدا کیا ہے کہ ان میں ہر ایک کے آثار دوسرے تک متعدی ہوتے ہیں۔ قوۃ عقلیہ کے جو آثار قوۃ عملیہ میں ظاہر ہوتے ہیں کچھ تو وہی ہیں جن کا تعلق صنعت حکومت سے ہے یعنی تمام قوی عملیہ کا بمقتضائے محکومیت

Telegram: https://t.me/pasbanehaq1

عقل کے ایک اشارہ پر حرکت میں آجاتا اور بعض آثار ایسے ہیں جن میں عقل کی اس حکومت کو کچھ بھی دخل نہیں۔ جیسے غصہ کے وقت چہرہ کا تمتمانا اور آنکھوں کا سرخ ہو جانا۔ یا خوف کے وقت جسم کا کانپنا اور رنگ کا اڑ جانا۔ ان حالتوں میں جب کسی اشتعال انگیز یا ہیبت ناک چیز کا ادراک عقل کو ہوا تو فوراً بلا ارادہ اور بلا اختیار غصہ یا خوف کے آثار جسم پر ظاہر ہو گئے۔ اور آنا ایسا کہ حکومت کی حیثیت میں قصد و اختیار کا پایا جانا ضروری تھا حالانکہ اس قوۃ عاملہ کیطرف سے بھی جو اثر عقل اور روح تک پہنچتا ہے وہ دو طرح کا ہوتا ہے۔ ایک تو وہی بلحاظ محکومیت اور آلہ بننے کے قوۃ عاملہ کے تمام منافع اور مضار کا عقل کے واسطے ثابت ہونا دوسرے بعض کیفیات بدنی سے عقل اور روح کا بے اختیار کلفت یا راحت اٹھانا چنانچہ میل کچیل اور بول و براز جو کچھ نفیس طبعوں کو کوفت یا بیحد اور سر درد میں کلفت یا بدن کی صفائی کی لذت اور عافیت میں راحت ہوتی ہے وہ سب اسی قسم میں داخل ہے۔ اب جانبین سے ان نہانی تعلقات۔ تاثیر و تاثر اور فعل و انفعال کے سلسلہ کو دیکھ کر ہم کو طور پر یہ یقین ہو گیا کہ قوت عاملہ کے بعض اعمال قوۃ یا روح) حق میں مفید اور بعض مضر ہونگے۔ اور کوئی ایک فعل اس نفع و ضرر سے خالی نہ ہوگا۔

اگر کوئی ایسا کامل آدمی جس کی روح کی صحت اور عقل کی سلامتی، دلائل سے ثابت ہو چکی ہو اعمال کے حسن و قبح کے متعلق کچھ فتویٰ نافذ کرے اور ہم اپنی قوۃ عاملہ کی کارروائی اس کے خلاف پائیں تو ہم کو اطمینان کر لینا چاہیئے کہ ہماری قوۃ عاملہ مفرط یا بالفاظ دیگر مرض میں مبتلا ہے اور اسے تاثیر و تاثر کے

Telegram - t.me/toobaa-elibrary

کے قانون کے مواقی جو قوۃ عقلیہ اور عقل کے درمیان ابھی ثابت ہو چکا ہے یہ کہنا پڑے گا کہ قوۃ عقلیہ یعنی عقل بھی اپنی اصلی حالت پر نہیں ہے بلکہ بیماری میں پھنسی ہوئی ہے کیونکہ اگر عقل تندرستی کی حالت میں ہوتی اور پوری قوت کے ساتھ صحیح احکام نافذ کرتی تو قوۃ عقلیہ جو ہر طرح سے اس کی محکوم اور زبردست ہے ہرگز اس کے برعکس نہیں کر سکتی تھی۔

اس سے بھی زیادہ ضعف اور انحطاط عقل کا اس وقت ظاہر ہوتا ہے جب کہ وہ خود بھی کسی عمل کے فوائد یا نقصانات سے واقف ہو۔ اور شہوت کے غلبہ یا کسی نفع جزئی مبہل سے متاثر ہو کر اپنے اصلی حکم کے خلاف قوت عقلیہ سے عملدرآمد کرائے۔ حتیٰ کہ عمل کی ممارست سے عقل ایسی بیکل بن جائے کہ اسی مرض کو صحت سمجھنے لگے۔ چنانچہ ہر زمانہ اور ہر قوم کے حالات کا تتبع کرنے سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اس میں اکثر افراد اس قسم کے روحانی امراض میں مبتلا ہوتے ہیں۔

وقار کیوں جاتے ہو۔ اپنے زمانہ ہی کا حال مثلاً کر لو کہ اکثر لوگ ایسی معمولی موٹی باتوں میں جن کے بھلے برے سے سب واقف ہیں بوجھ کر خلاف عقل عملدرآمد رکھتے ہیں۔ اور خاص وہ امراض جو تپ دق کی طرح مریض کو بھی کم محسوس ہوتے ہیں ان کی تشخیص تو کوئی طبیب ہی کر سکے تو کر سکے۔ پھر اکثر ارواح کا یہ حال ہے کہ بچپن سے تا حیات ان علتوں میں گرفتار رہنے کی وجہ سے صحت کی لذت سے آشنا ہی نہیں ہوتیں۔ مثلاً کینہ، حسد، بخل، تکبر، خود پسندی وغیرہ امراض سے قطع نظر کر کے وہ عام امراض جن کو وبائی امراض کہنا چاہیئے نہایت کثرت سے دنیا میں آتے رہتے ہیں۔

Telegram : t.me/pasbanehaq1

جس قوم کو چاہے دیکھ لیجئے کہ شادی۔ غمی۔ اور سوائے ان کے اور معاملات میں کیسی کیسی واہیات قبیح رسموں کے پابند ہیں۔ کہ جن کے نقصانات کا طاق جہان سے اقرار کیا جاتا ہے اسی طرح ہر فرقہ ایک نہ ایک عقائد پر دل جمائے بیٹھا ہے۔ اگر ان سارے فرقوں میں سے کسی ایک کو بھی حق پر قرار دیں تب بھی اکثر لوگ تو باطل پر ہی نکلیں گے۔

پھر اکثر اقوام کی بعض عادتیں ایسی مخالف عقل ہیں کہ جن کی قباحت تمام اہل مذاہب کے نزدیک مسلم ہے۔ ہندوستان کے مانگھو گوجر اور افغانستان کے کوہستانیوں اور عرب کے بدوؤں میں چوری قزاقی اس حد پر مروج ہوئی ہے کہ رواج کی رو سے ان کے خیال میں موجب طعن و تشنیع نہیں رہی۔ طوائف کی قوم میں زنا کی اس درجہ ترقی ہے کہ معیوب ہونے کے بجائے اس کو اپنا ہنر سمجھنے لگیں۔ نیوگ کی بزدلی اور بخل ضرب المثل ہو گیا ہے۔ اور دوسری بعض قوموں میں شراب نوشی بے پردگی اور ترک ناموس کی یہ نوبت پہنچی ہے کہ اس کے نتائج بد برابر دیکھتے ہیں مگر زبان پر نہیں لاتے۔ غرض مختصر لفظوں میں یہ کہہ سکتے ہیں کہ آدھ آدھ ہوا ہے جس کی اصلاح کی توقع بھی بہت کم ہو سکتی ہے۔

ایسی ابتر حالت میں جبکہ کوئی عقل بھی بدالا ماشاءاللہ مرض سے خالی نہیں ہے مجدد صاحبؒ نے اگر یہ فرمایا کہ نبوت کا واسطہ عقل کے راستہ سے علیحدہ ہے تو ہما شما نے بہت بھا فرمایا۔ کیونکہ بیمار کی طبیعت بسا اوقات ایسی اشیاء کی طرف راغب ہو جاتی ہے جو اس کے لیے مضر ہیں اور ان چیزوں سے

Telegram : t.me/pasbanehaq1

نفرت کرتی ہے جو فی الواقع اس کو طبعاً مرغوب ہیں بخار والا اکثر کھانے سے متنفر ہو جاتا ہے۔ اور دنبل کی کلی یا خارش کی نوچ میں انسان اپنے بدن کے تراشنے اور کھال کے نوچنے پر بے اختیار مائل ہوتا ہے۔ لیکن وہ نفرت اور یہ طبیعت دونوں بے محل ہیں جس کا باعث ہی مرض ہوا ہے۔

اب اگر محمود صاحب یا اور کوئی عالم یہ حکم صادر فرمائیں کہ مذہب مرضیات عقل سلیم کے مجبور کا نام ہے (اور درحقیقت ہے بھی ایسا ہی) تو ان مریض عقلوں کے واسطے آزادی یعنی مطلق العنانی کا اچھا خاصہ بہانہ ہاتھ آجاتا اور وہ ہرگز تندرست اور بیمار عقل میں تفریق قائم نہ رکھتیں۔ جس سے دنیا میں ایک فساد عظیم برپا ہو جاتا اور ہدایت کے بجائے گمراہی پھیلتی۔

بہرحال جبکہ اس امر کا باور کر لینا بالکل آسان ہو گیا کہ اکثر انسانی عقلیں مبتلائے امراض ہونے کی وجہ سے اس پر قادر نہیں ہیں کہ وہ تیقن اور اطمینان کے ساتھ تمام اخلاق و اعمال میں نیک کو بد سے اور مفید کو مضر سے تمیز دے سکیں تو ہمارا اس بارے میں کسی ایسے طبیب حاذق کی طرف رجوع کرنا ضروری قرار پایا جس کی رائے کبھی غلطی نہ کرتی ہو۔ جو اپنے مریضوں پر بوجہ ارحم کھانے کے سوا وہ تمام دواؤں کے خواص اور اوزان سے واقف ہو جس کو مختلف دواؤں اور غذاؤں کی تاثیرات کے باریک سے باریک فرق معلوم ہوں اور جس کی نظر موسم کے اختلاف اور روح کی ترکیب پر کامل طور سے حاوی ہو۔

لیکن ایسا طبیب اس حکیم علی الاطلاق کے سوا کوئی نظر نہیں آتا۔ جس کے سہارے تمام عالم کی ہستی قائم ہے جس کی ذات ہر قسم کے عیوب اور امراض

Telegram t.me/pasbanehaq1

سے پاک ہے اور جس کے وجود اور کمالا کو عنقریب ایک مستقل رسالہ میں
شن دلائل سے ثا کریں گے۔

دنیا میں جس قدر ہادی آئے۔ جن مقدس بندوں نے اپنی نبوت کا سکہ جمایا
جنھے پے شر ں کے تبلیغ کر والے گزرے وہ سب کے سب اسی حکیم
مطلق کے مطب کے نسخہ نویس اور تربیت یافتہ تھے۔ انہوں نے ہمیشا سی عالی
کالج کی اسناد فضیلت لوگوں کو دکھلائیں اور اسی حکیم برحق کے مطالعے ہوئے لواری
نسخے اور نشانات پیش کئے تاکہ اللہ کی مخلوق ماہر طبیبوں کو اشتہاری حکیموں
سے جدا کر سکے۔ رہبر اور رہزن کے پہچاننے میں دھوکہ نہ کھائے اور محافظوں کی
جماعت پر شیروں کا اشتباہ نہ ہو۔

ہم جب نبوت کی ضرورت اور نبی کے تعین پر مبسوط بحث کریں گے اس
وقت ان علامات کا تفصیلاً ذکر کریں گے جن سے کسی خاص شخص کی نسبت یہ
دریافت ہو سکے کہ وہ خدائی درسہ کا اعلیٰ تعلیم یافتہ انبیا میں حکیم علی الاطلاق
کی نیابت کا واقعی مستحق ہے۔

مگر اس موقع پر نہایت اختصار کے ساتھ صرف اتنا دکھانا چاہتے ہیں
کہ خدا تعالیٰ کے فیوضات اخذ کرنے اور اس کے علوم و کمالات کا مظہر بننے کے
وا انسان میں عادۃً کن شرائط کی ضرورت ہے۔ ہمارا مقصد یہ ہے کہ حق تعالیٰ کے
درسہ میں طب روحانی کا حصول کس استعداد پر موقوف ہے۔

بے شبہ اس قسم کے علمی مباحث میں دخل دینے کا ہم کو کچھ استحقاق نہیں
ہے اور جس وادی میں ہم قدم جو۔ نہ کا ادا دور رکھتے ہیں۔ اس کو بالسانی قطع

Telegram: @t.me/pasbanehaq1

کر۔ کا خیال محض ہماری فکر کے خلاف از موصلہ بلند پروازی سے زیادہ قدر نہیں رکھتا۔ لیکن اس ناواقف مسافر کو راستہ کی مشکلات کی کیا پرواہ ہو سکتی ہے جس کی دستگیری کے واسطے ایک اعلیٰ درجہ کا بصیر اور تجربہ کار ہادی موجود ہو۔

ہم پہلے بھی جن تیرہ و تاریک راہوں کو طے کر کے اس مقام تک پہنچے ہیں۔ ان میں کو گزرنا آسان نہ تھا اگر قاسمی تصنیفات ہمارے لیے مشعل راہ نہ ہوتیں اور اب بھی انشاء اللہ آپ دیکھیں گے کہ ان ہی کی روشنی میں منزل پیش آمدہ کے مہالک محظورات کا مقابلہ کرتے ہوئے ہم اپنے مقصد اعلیٰ پر سلامت جا پہنچیں گے۔

وہ ذات بابرکات جس کی قوت قدسیہ شریعت صادقہ کے بیچ در بیچ اور نظری و نظری اسرار کو بھی براہ راست کی حدود قریب لا رکھا ہے۔ اگرچہ وہ خود دنیا سے اٹھ گئے مگر ان کی قیامت تک نہ مٹنے والی یادگاریں ہماری رہنمائی کے واسطے زندہ جاوید ہیں۔

اس میں ہرگز مبالغہ نہیں کہ اگر حضرت مولانا محمد قاسم رد وحی دار و حکم خدا کی بیش بہا کتابوں پر میری دسترس نہ ہوتی تو میں ہرگز اس طرح کے نازک مسائل پر بے خوف و خطر قلم اٹھانے کی جرأت نہ کر سکتا۔ اس لئے یہ سخت احسان فراموشی اور خیانت متصور ہوگی کہ میں کسی ایسے مضمون کو اپنی طرف منسوب کر کے جو درحقیقت حضرت مولانا مرحوم کی تصانیف سے اخذ کیا گیا ہو اپنی غیر واقعی عظمت و تفوق کا ثبوت پیش کروں۔ میں اس سے زیادہ اپنے کو خوش قسمت اور فائز المرام بنانے کی تمنا نہیں رکھتا کہ مولانا کے عالی ضمائر

Telegram : t.me/pasbanehaq1

میری پیاری بہنوں میں اس طرح ادا ہو جایا کریں کہ ان کی تعبیر میرے دعا کے واسطے مفید اور صحیح ہو اور اپنے قصور فہم یا پریشانی تقریر کی وجہ سے دلائل کی ترتیب ناتمام نہ رہے۔ چنانچہ اس وقت بھی جس بحث کا آغاز کیا جاتا ہے اس میں میرا صرف اسی قدر تصرف ہوگا۔

یہ بحث جس کی ابتدا سے آج ہماری تحریر کی دوبارہ ابتداء ہوئی ہے صرف الحیثیت نوع کی بحث ہے اور ہم کو ہٹ دھرمی اور ضد جیتنے سے نہیں بلکہ محض حق پژوہی اور انصاف کے ساتھ یہ دکھلانا ہے کہ وہ پر عظمت و جلال مضمون جس کے لئے نبی رسول پیغمبر وغیرہ الفاظ وضع کئے گئے ہیں۔ کیا خارج میں واقعی طور پر اس کے کچھ افراد موجود ہیں یا وہ بھی مثلاً ان شاندار تخیلات کے ایک تخیل ہے جن کو مختلف الہام لوگوں کے دماغ (فرصت اور تنہائی میں) بنیہ کر اختراع کرتے رہا کرتے ہیں۔

اس آخر احتمال کو اس کے جس سے شان نبوۃ میں سخت مجرمانہ گستاخی ہوتی ہے ہم کو اندیشہ کہ شاید کوئی جوشیلے مسلمان ہمارے ایمان میں تردد پیدا کرکے ہم پر بھی بدگمانیوں کے واسطے ہم ایسے صاحبوں ہادب عرض کرتے ہیں کہ وہ بجائے اس کے کہ اپنے قابل تعریف غصہ اور جوش کو ہم مسلمان ناقصین کے حق میں صرف کریں بہتر ہو کہ ان مطلق العنان دہریوں کی سرکوبی کے واسطے استعمال فرمائیں جن کی زبان سے ما یہلکنا الا الدھر اور ان ھی الا حیاتنا الدنیا وغیرہ الفاظ قرآن کریم میں نقل کئے گئے ہیں اور جن کی ایک بڑی ی او آج کل یورپ میں زبان قلم سے اور ہندوستان وغیرہ میں زبان حال سے یہ صدائیں لگا رہی ہے کہ کا وجود محض ایک فرضی وجود ہے: نبوۃ و رسالہ صرف کی بیماری کے ہم ہیں۔ اعجاز

Telegram : t.me/tehqiqat

کرامات اگلے زمانہ کی نظر بندیوں کے افسانے ہیں۔ اور وحی والہام کی حقیقت دایہ انوں کی بڑ سے کچھ زیادہ نہیں ہے۔

یہ لوگ صرف ایک عقل کے اور وہ بھی اپنی عقل کے مشورہ کو ماننا چاہتے ہیں اور ان کے مذہب میں جادہ عقل سے ایک انچ ادھر ادھر ہٹنا کفر و شرک یا کم از کم گناہ کبیرہ کے برابر ہے۔

نیز ایسا شخص جس کو کبھی کسی مشکل مسئلہ کے متعلق افہام و تفہیم کا موقع ملا ہوگا بشرطیکہ اس کے بیوقوف مخاطب کے مسلمات بھی بہت ہی تھوڑے سے ہوں اندازہ لگا سکتا ہے کہ ایک ایسے آزاد فرقہ کی بے قید شبہات سے جس کا ذکر اوپر ہوا ہمہ تن برسرِ ہونا کس قدر دشوار مرحلہ ہے اور یہ کہ مولانا "ندوی" نے ان لاذہبیوں کے مقابلہ میں کس درجہ ثبات و استقلال اور معقولیت سے کام لیا ہے۔

مولانا کا اس آزاد گروہ سے صرف ایک سوال ہے وہ یہ کہ تمام مخلوقات میں نیک و بد کا تفاوت۔ بھلے برے کا فرق اور عامل اور غیر عامل کے امتیازی معیار جو ہماری تمہاری سب کی عقل نے قائم کر رکھے ہیں اس کا معیار اور پیمانہ عقل کے پاس کیا ہے عقل نے جمادات سے حیوانات کو کیوں اچھا بتلایا ہے اور تمام حیوانات کے اعتبار سے انسان کو کیوں پسندیدہ مخلوق ہے جہالت کے مقابلہ میں وہ علم کی ہمیشہ کیوں طرفداری کرتی ہے۔ اور ہمت و شجاعت کے کارناموں کو وہ بیچارگی و نامردی کے برخلاف کس وجہ سے سربلند رکھنا چاہتی ہے۔ المختصر وجود کو عدم پر وجود بات کو عدمیات پر ہونے کو نہ ہونے پر استغنا کو

Telegram: https://t.me/pasbanehaq1

اشیاء پر اور راحت کو تکلیف پر کیوں ترجیح دیتی ہے۔ وہ کونسا نمونہ اس کے پاس ہے جس کے ساتھ مناسب و مشابہ ہو۔ وہ دو ہونے کی وجہ سے وہ مخلوقات میں سے ہر ایک چیز کو بھلا یا برا بنا دینے کا استحقاق رکھتی ہے۔

اگر تم ایک اچکن کا کپڑا کسی ہوشیار درزی کو قطع کرنے اور سینے کے لئے یا بازار جا کر کوئی عمدہ نو خوبصورت جوتی خریدنے کا ارادہ کرو۔ تو بیشک تم ان سب چیزوں کی حسن و اور موزونیت و غیر موزونیت کو اپنی ان آنکھوں سے دیکھ سکو گے جو قدیت کی طرف سے تم کو ایسے ہی کاموں کے لیے عنایت ہوتی ہیں لیکن اس دیکھنے کے اندر تم کو چند چیزا شیاء کے مطابق کرنے کی ضرورت ہوگی۔ مثلاً اچکن کو تم اپنے بدن پر پہن کر اور جوتی کو پاؤں میں ڈال کر اور ٹوپی کو سر پر رکھ کر دیکھو گے۔ اگر ان میں سے کوئی چیز اپنے پیمانہ پر پوری نہ اترے بلکہ ڈھیلی یا تنگ رہ تو تم اس کو ناموزوں سمجھ کر مسترد کر دو گے اور اگر اتفاق سے کوئی چیز خاطر خواہ اپنے پیمانہ پر مطابق ہو گئی تو پھر خود خیال کر سکتے ہو کہ تم کہاں تک اس کی قدر دانی کے لیے تیار ہو گئے۔

○ ٹھیک اسی طرح عقل کے پاس بھی ہر نیک و بد کی تمیز کا کوئی پیمانہ اور بھلے برے کی شناخت کا کوئی معیار موجود ہو۔ کہ جس پر منطبق ہونے اور نہ ہونے سے وہ ہر ایک مخلوق کے حسن و قبح کے مراتب دریافت کر سکے۔

غالباً ہر عقل کے جذبہ فطرت میں جیسا کہ ہم عنقریب ثابت کریں گے۔ مخلوقات کے ماسوا ایک ایسی اعلیٰ ہستی کا ادراک موجود ہے جو عین وجود ہونے کی وجہ سے عدم و نیستی کا شائبہ اپنے اندر نہیں رکھتی اور اسی وجہ سے وہ ہر قسم

Telegram: t.me/toobaa-elibrary

کی احتیاجات سے بے نیاز ہے۔ وہ حی ہے۔ عالم ہے قادر ہے۔ متکلم ہے۔ ارادہ اور اختیار رکھتا ہے۔ غرض کہ تمام ہی کمالات و صفات کے جامع اور ہر طرح کے عیب و قصور سے بری ہے۔

اب جس حد تک عقل اپنی رسائی اور صفائی کے موافق کسی مخلوق ایک چیز سے مناسب پاتی ہے اسی حد تک اس کو اعلیٰ اور افضل جانتی ہے اور جو چیز اس سے بعید المناسبۃ ہوتی ہے وہ تباہی عقل اس کو پستی کی جانب ڈھکیلتی جاتی ہے اشرف۔

وہ عقل کے مرتبہ شناسی کا معیار (جسکو دوسرے الفاظ میں ہم خدائی حس بھی کہتے ہیں) چونکہ خود ہی وجود ہے عدم کا اس میں اصلاً اختلاط نہیں اسی واسطے ہماری عقل موجودات کو ہمیشہ معدومات پر ترجیح دیتی ہے۔ پھر موجودات میں بھی جس شے میں خدائی صفات کا کم و بیش ظہور دیکھتی ہے۔ اسی حیثیت سے اس کی تفوق کو ان اشیاء کے مقابلہ میں تسلیم کرانے لگتی ہے جن میں وہ نہ پائے جاتے ہوں۔

دیکھو چونکہ ہم یہ جانتے ہیں کہ خداوند کریم زندہ ہے۔ جان نہیں اور اس باب میں ہم نے دیکھا کہ آدمی اور جانور خدا تعالیٰ سے زیادہ مناسبت رکھتے ہیں پانی۔ ہوا۔ آگ۔ شجر۔ حجر وغیرہ نہیں رکھتے تو ہم نے جان لیا کہ حیوانات کا رتبہ جمادات سے اونچا ہے۔ اس کے بعد خیال کیا کہ خداوند کریم عالم ہے جاہل نہیں اور ہر انسان باقی جانداروں سے علم و عقل میں ممتاز ہے تو ثابت ہوا کہ انسان جملہ حیوانات میں اشرف و افضل ہے۔ پھر انسان بھی علم و اخلاق اور

http://www.facebook.com/groups/tabeerulrooya

احوال و اعمال میں متفاوت اور کم و بیش ہیں تو جو کوئی علم میں زیادہ ہو اور اخلاق قدرت، سخاوت، حلم، عفو وغیرہ کے جو خدائے تعالیٰ کے اخلاق ہیں بکثرت ہو وہ بلاشبہ اپنے اقران سے فائق شمار کیا جائے گا۔

بہرکیف جس چیز کو بھی عقل بھلا یا برا کہتی ہے اس کو ابتداءً یا بالآخر اسے ایک نمونہ اور معیار پر مطابق کر کے دیکھتی ہے۔ البتہ چونکہ باہم حقیقتوں میں تیزی اور صفائی اور توبہ اعتبار سے بے انتہا فرق ہے اس لیے اس مطابقت اور مناسبت کے معلوم کر لینے میں بھی بے حد تفاوت ہونا چاہیئے۔

○ اب تم خیال کرو کہ دنیا کی سب چیزیں ارواح ہوں یا اجسام۔ اخلاق ہوں یا اعمال آسمانی ہوں یا انسانی باوجود یکہ خدائے برتر سے ایک قسم کی مناسبت رکھتے ہیں۔ کیونکہ سب کی اصل وہی خالق بے نیاز اور سب کا وجود اسی کے وجود کا پرتو ہے۔ لیکن پھر بھی اس مناسبت میں ذات کے اندر زمین و آسمان کا تفاوت ہے۔

ارواح کو بسبب اپنی لطافت کے جو قرب و مناسبت جناب باری عزاسمہٗ سے حاصل ہے وہ ہرگز اجسام کثیفہ کو نہیں اور اجسام میں بھی مثلاً آگ ہوا سے لطیف ہے اور ہوا پانی سے اور پانی مٹی سے۔ تو اسی ترتیب سے ان میں سے ہر ایک کو خدا تعالیٰ شانہٗ کے ساتھ ایک طرح کا قرب و مناسبت حاصل ہوگا۔ اور شاید اسی قرب و بعد کا اثر ہے کہ لطیف چیزوں سے باوجود اس نزاکت کے وہ کارہائے نمایاں پڑتے ہیں کہ کثیف سے ہرگز نہیں ہو سکتے برق ایک پلک جھپکنے میں آسمان سے زمین پر آتی اور پھر آسمان پر

Telegram : t.me/tehqiqat

اڑ جاتی ہے اور اس سرعت سیر و سفر میں پہاڑ بھی اگر سامنے آجائے تو اس کی بھی
ذرہ برابر حقیقت نہیں سمجھتی۔ شعاع شمس و قمر کا یہ حال ہے کہ سرعت برق بھی اس
کے سامنے گرد ہے کہاں زمین کہاں چوتھا آسمان۔ خیال کرتے ہو " دیر لگتی
ہے پر اس کو یہاں تک آتے دیر نہیں لگتی۔

تلی فی القیاس اپنی نگاہ کو دیکھو اور کوا نڈوں کی تیز روی اور خیال و گمان
کی رسائی کو دیکھو جتنی لطافت بڑھ جائے گی اسی قدر نفاذ اور قدرت زیادہ
ہوگی۔ جس کی وجہ اس کے سوا کچھ نہیں کہ لطیف چیزیں اپنے قرب و مناسبت کی
بدولت خدا تعالیٰ کے فیضان کمالات سے وہ حصہ لیتی ہیں جو بعید المناسبت اس
کو نہیں مل سکتا۔ اور اس کی نظیر ظاہر میں بالکل اس طرح ہے کہ شمع کا نور
سکے آس پاس کی چیزوں کو بہت زیادہ منور کرتا ہے لیکن دور کی چیزیں اس
سے اتنی روشن نہیں ہوتیں۔

پس اگر دو اخلاق حمیدہ حق تعالیٰ شانہ کی ذات بابرکات میں موجود ہیں۔
کثیر کسی فرد بشر کے نصیب ہو جائیں تو بے شک بہ نسبت ان افراد کے جن میں
یہ اخلاق نہیں اس شخص کو حق تعالیٰ سے بمقدار مطابقت اخلاق کے قرب خاص
ہوگا۔ اور جو عنایات خاصہ خدائے کریم کی اس کے حال پر مبذول ہوں گی اوروں
کو میسر نہ ہو سکیں گی۔

○ آپ عنقریب بوضاحت و تفصیل یہ معلوم کریں ... زمین و آسمان
میں چار طرف نور آفتاب کا ظہور ہے۔ اور اسی کے ذریعہ سے آپ سرخ و سفید
کالے اور خوبصورت و بدصورت کا فرق قائم کرتے ہیں اور ہر صحن اور ہر اشیاء

Digitized by Khanqah Nizamia Asrafia Jhanjhanpur

ہر جگہ اور ہر مکان میں جُدا جُدا قطع سے وہ ہی جلوہ گری کئے ہوئے ہے ایسے ہی تمام کائنات کا وجود خداوند حقیقی کے نورِ وجود کی پرتو افشانی کا نتیجہ ہے۔ تو جس طرح آفتاب عالمتاب کو ہا ایں ہمہ عموم فیض۔ قلعی دار آئینہ اور آتشی شیشے کے ساتھ وہ خصوصیت خاصہ حاصل ہے کہ دوسرے اجسام کے ساتھ نہیں۔

(دیکھو۔ آتشی شیشے میں سوائے روشنی کے آفتاب کی جانب سے ایک خاص حرارت اور آتشی اثر کی بھی آمد ہے اور باقی اجسام کو جو وہیں اس کے پاس ہی رکھے ہوں اس تاثیر کی مطلق خبر نہیں۔ یا آئینہ قلعی دار میں آفتاب کی روشنی کا اس قدر ظہور ہے کہ دوسرے اجسام آفتاب سے فیضیاب ہو کر ہی روشن ہو جاتے ہیں نہ سورج کی طرح چمک اٹھتا ہے اور جو اجسام اس کے بالمقابل ہوں الٹا پر۔ پناپر کو ڈالتا ہے۔)

اسی طرح فیض خداوندی کو بھی عام و خاص سمجھنا چاہیئے۔ کہ یہ فرق بجز فرق مناسبت اور فرق قابلیت کے اور کیا ہو گا۔ ورنہ ظاہر ہے کہ جیسے آفتاب کو آئینہ یا تمام سب برابر دیکھتا ہیں ایسے ہی خدائے بے نیاز کو بھی تمام مخلوق برابر ہیں کسی سے بخل نہیں۔ البتہ قابلیت اور مناسبت بے انتہا مختلف ہے۔

تو جو لوگ صاف باطن ہیں اور انوع سے ایسے ممتاز ہیں جیسے آئینہ سے یعنی۔ آئینہ دراصل وہ ہی تو ہا ہے جو میل کچیل کے دور ہو جانے باعث صاف و آئینہ بن گیا ہے ایسے ہی وہ لوگ بھی مثل

Telegram : t.me/pasbanehaq1

اور نبی آدم کے دو ہی حقیقت اور روح انسانی رکھتے ہیں۔ مگر اتنا فرق ہے کہ ان کی ارواح بوجہ نہ ہونے آلائشوں اور بدیوں کے جو بسبب تعلقات نہانی کے ہوتی ہیں پاک و صاف ہیں وہ لوگ عجب نہیں کہ بہ نسبت اپنے بنی نوع کے زیادہ معزز و ممتاز ہوں اور بعضے ایسے فیض ان کو خدا کی طرف سے پہنچتے ہوں کہ ہم کو تم کو ان کی اطلاع بھی نہ ہو۔ یعنی ہم تم بلات نور ان فیوضات سے محروم رہیں۔ گو ان ہی پاک دل لوگوں کے واسطے سے جن کے قلوب پر اول وہ فیض وارد ہوتے ہیں صرف استعداد بہرہ یاب ہو جائیں جس قدر در و دیوار آئینہ نما و یا سیاہ و سبز و غیرہ اشیاء جو جلنے کے قابل ہوں آتشی شیشے سے۔

عرض ہو سکتا ہے کہ جیسے آفتاب کے مقابلہ کے وقت آتشی شیشہ یا آئینہ دار کے باطن میں آفتاب کی طرف سے ایک فیض ایسی طرح آتا ہے کہ تا ہوا کچھ معلوم نہیں ہوتا اور پھر اس کے حاصل ہو جانے کے بعد وہ دونوں بھی بقدر طاقت اپنی فیض رسانی میں مطلق بخل و دریغ روا نہیں رکھتے بلکہ ہر اس چیز کو جو ان کے سامنے آتی ہے اپنے حلقہ اثر میں داخل کرنے کے واسطے تیار رہتے ہیں۔

○ ایسے ہی کیا عجب ہے کہ بعض نبی آدم دلوں پر دل فی کشافتوں اور فی کدورتوں سے پاک و صاف ہیں ایسی حرارت محبت خداوندی نازل ہو کہ اوروں کو اس کی خبر بھی نہ ہو اور وہ خود آتشی شیشے کی مانند اس کو پی جائیں اور تحمل کر جائیں لیکن دوسروں کے دلوں میں آگ لگا کر اور ان کی ساری کدورتوں کو سوخت کر کے ایسا پاک و صاف کر دیں جیسا

Telegram: https://t.me/pasbanehaq1

لو کو جلا کر صاف و شفاف آئینہ بنا لیا جاتا ہے۔ اور پھر اس نورِ الٰہی سے جو آئینہ کے خاص ان کے دلوں پر اثر کرتا ہے اور اثر کرتا ہوا معلوم نہیں ہوتا اور ان کا ظاہر مثل حد و دیوار کے اور باطن مثل اس آئینہ کے جو خود آفتاب کے مقابل نہ ہو مگر اس آئینہ کے مقابل ہو جو آفتاب کے مقابل ہے بکمال آب و تاب جگمگا اٹھے۔ یعنی ان کا فیض ان لوگوں کو جو ان کی طرف صدق دل سے متوجہ ہو ہیں ظاہر و باطن میں ایسا مالا مال کر دے کہ کدورت کا نام و نشان باقی نہ رکھے اور عمدہ اعمال اور برگزیدہ اخلاق سے ان کا اندرون و بیرون بخوبی آراستہ ہو

ی خواہش اس وقت اپنے دوستوں سے اس کے سوا کچھ نہیں کہ عزوجل میں (جو کہ مخزن کمالات ہے) اور جسمانسانوں میں فقط ایک ا۔ ہی خاص طرح کے تعلق کو مستبعد نہ سمجھیں جیسا کہ انہوں نے آتش شیشہ وغیرہ کا آفتاب کے ساتھ مشاہدہ کیا ہے۔

مگر ان کو خالق و ق کے درمیان اس قسم کے پرشیدہ تعلقات کے ممکن التسلیم ہونے میں تامل نہ رہا (اور غالباً نہ رہا ہوگا۔) تو پھر ہم بہت ہی تھوڑے سے غور و فکر کے بعد اُن خصوصیات کو طے کر سکیں گے جن سے کسی ایک یا چند معین اشخاص کی صداقت پر جو کبھی اس تعلق کے مدعی رہے ہوں کافی استدلال ہو سکتا ہو۔ لیکن

○ ہم ابھی تک تو اسی ورطہ حیرت میں پڑے ہوئے ہیں کہ "دوپہر کا وقت ہے آفتاب ٹھیک نصف النہار پر ہے۔ کنکریاں سنگریزے حدقت کی

Telegram: https://t.me/pasbanehaq1

شاخیں۔ زمین کے ریت سمندر کا پانی اور لوہے کے کا کالے ٹکڑے غر
کی سینکڑوں ہزاروں چیزیں اس کے سا ہوئی ہیں۔ سورج کی روشنی
میں ہر ایک شے ان میں سے الگ الگ دکھائی دیتی ہے۔ اور ہر ایک میں مرموپ
کی کچھ نہ کچھ گرمی بھی محسوس ہو رہی ہے۔ لیکن ان ہی مختلف الانواع اشیاء
کے بیچ میں اور ان ہی کالے سیاہ آہن پاروں کے قریب ایک شخص بیٹھا ہے
جس کے ایک ہاتھ میں آتشی شیشہ اور دوسرے میں کوئی سیاہ یا سبز چادر ہے
اور جب وہ اپنے شیشے کو سورج کے روبرو کر کے چادر کو اس کے مقابل پر لاتا
ہے تو فوراً وقت چادر میں آگ سلگ کر دھواں اٹھنے لگتا ہے۔ اور جب شیشے
کو سورج یا چادر کو شیشے کے سامنے سے سرکا دیتا تو وہ تاثیر
آتشیں باقی نہیں رہتی۔

یہ سارا تعجب انگیز ماجرا جب ہم ایک انتہا سے انتہا جاہل اور متعصب
آدمی سے کہتے ہیں تو وہ بغیر کسی استعجاب کے اس کو تسلیم کرنے لگتا ہے
لیکن باوجود اس کے وہ بہت افسوس ناک بیباکی کے ساتھ مجال سمجھ
کر تمسخر اڑانے کو جائز کہتا ہے جب ہم اس سے یہ کہتے ہیں کہ ایک خشک
اور بے آب و گیاہ ریگستان میں جہاں پر بہت سے ایسے مختلف المذاہب
مختلف الطبائع اور مختلف الالوان لوگ جمع تھے جن کے پتھریلے معبودوں
کی مانند سخت و سیاہ دلوں پر آفتاب کمالات کی شعاعیں بھی اپنا گہرا اثر
نہ ڈالتی تھیں۔ جن کے تہ بر تہ مادی کثافتوں کے نیچے ان کی لطیف انسانیت
نے اپنے کو چھپا رکھا تھا۔ اور جن کی جہالت آمیز حرکتوں اور ضلالت

Telegram : t.me/pasbanehaq1

بدمستیوں سے دنیا کی اخلاقی مرقع کی اصل صورت ایسی بگڑ گئی تھی کہ پہچانی نہ جاسکتی تھی۔

وہاں پر ایک ایسا صفا کیش اور روشن ضمیر انسان ظاہر ہوا جس قلب میں فطری طور پر کمالات الٰہی سے استفادہ کرنے کی پوری استعداد ودیعت کی گئی تھی۔ اور جس نے ہوش سنبھالتے ہی بغیر کسی ظاہری معلم کے تمام گرد و پیش کے خیالات سے علیحدہ ہو کر ایسی روش اختیار کی جو سیدھے معبود حقیقی تک پہنچانے والی تھی۔ اس پاکیزہ سرشت انسان کو اپنے جبلی اخلاق اور برگزیدہ ملکات کی بدولت جو وہ بطن مادر سے اپنے ساتھ لایا تھا۔ اس بیش اکمالات خالق سے ایک خاص الخاص نزدیکی اور مناسبت قائم ہوگئی اور جس وقت وہ خدا کا پاک طینت بندہ تمام ماسوائی تعلقات کو فراموش کئے ہوئے دل سے طلب صادق کے ساتھ خوانندۂ ذوالجلال کی جناب میں متوجہ ہو کر بیٹھا تو معلوم کس غیر محسوس راستے سے ایک ایسی گرمجوشی اس کے قلب کی تہ میں اتری کہ پھر جو دل سا آیا اس کی ساری کدورتوں اور آلایشوں کو جلا کر کندن بنا دیا۔

کیا کوئی عقل و انصاف کا حامی ان دونوں واقعوں جو ہم نے ذکر کئے مادیت اور روحانیت کے فرق کے سوا اور کوئی فرق ہم کو ایسا بتلا سکتا ہے جس سے ایک واقعہ تو ہمارے احمق مخاطب کے نزدیک قابل تسلیم ٹھیرا اور دوسرے کی محال اور ناممکن سمجھ کر ہنسی اڑائی گئی۔

بلاشبہ آتشی شیشہ اور آفتاب کی مثال ایک جسمانی مثال ہے جس

Telegram : t.me/tobaa-elnaqi

کو ہم کسی روحانی مسئلہ کے استدلال میں بقاعدہ منطق پیش نہیں کر سکتے لیکن آپ اطمینان رکھیں کہ نہ ہم نے اس کو اپنا استدلال بنانا چاہا ہے اور نہ فی الحقیقت ہم کو بنانے کی ضرورت ہے۔

ہم اوائل تحریر میں بتلا چکے کہ ہماری غرض اصلی اس موقع پر صرف اس قدر ہے کہ آپ خدائے بزرگ کے اور اس کے بندوں کے مابین ایک ایسے مخصوص تعلق کے ممکن ہونے سے انکار نہ فرمائیں جس کے ساتھ حضرت رب العزت کے بعض افادات خاصہ وابستہ ہوں پس اگر آپ اس قسم کے تعلق کو ناممکن اور محال سمجھیں گے تو درحقیقت مدعی آپ ہوں گے اور استدلال دربان سے کسی بات کا ثابت کرنا بھی بحیثیت مدعی ہونے کے آپ ہی کا منصب ہوگا کیونکہ یہ بدیہی قاعدہ ہے کہ اگر کسی چیز کے وجود و عدم کے ہونے نہ ہونے کے متعلق نزاع ہو تو اس میں مدعی وجود کا ماننے والا سمجھا جاتا ہے اور بخلاف اس کے اگر کسی چیز کے امکان و امتناع (ہو سکنے نہ ہو سکنے) میں ہو تو اب مدعی وہ شخص ہے جو اس کو ناممکن اور ممتنع سمجھے۔

اس اعتبار سے اگر میں بغیر کسی مزید توضیح کے یہ کہہ دیتا کہ بعض نبی آدم اور ہوائے عود جبل میں بعض ایسے تعلقات ممکن ہیں جو اس کے اور بنی نوع میں نہ پائے جاتے ہوں تو مجھ سے کسی قسم کے مطالبہ دلیل کا استحقاق نہ تھا۔ بلکہ مجھ کو حق تھا کہ میں اپنے ان مخاطبوں سے جو ایسے تعلقات کو محال کہتے ہوں مجھ سے مطالبہ کروں۔ لیکن میں نے مناظرہ کے پہلو سے درگذر کر کے محض تقریب الی الفہم اور تسکین خاطر اور رفع اضطراب کے لیے ایک

محسوس و مشاہد تعلیم میں اپنے مدعا کی تبرا پیش کر دی تاکہ جو لوگ مادیات و محسوسات کے دائرہ سے ایک قدم باہر نکالنے کے خوگر نہیں ہیں وہ بھی ان غیر محسوس تعلقات کی نوعیت سے فی الجملہ واقفیت حاصل کر سکیں۔

یہ ایک اتفاقی اور بہت ہی فائدہ مند بات ہوئی کہ جب ہم خالق و مخلوق کی باہمی تعلقات پر بحث کر رہے تھے اور نظیروں اور مثالوں کے ذریعہ سے ان کو واضح کرتے جاتے تھے تو اس کے ضمن میں ہم کو چند ایسے اصول و قوانین کے سمجھانے کا بھی موقع مل گیا جن پر یہ تعلقات وابستہ ہیں کیونکہ ہم نے یہ بیان کیا کہ ان تعلقات خاصہ کی بنا اس قرب و مناسبت پر ہے جو کسی انسان کو خدا تعالیٰ سے اپنی روحی نطافت میں کامل ہو اخلاق حمیدہ سے متصف ہونے کی وجہ سے حاصل ہوتی ہے اور اس لئے ہم یوں کہہ سکتے ہیں کہ جو شخص ان اصل اوصاف کے ساتھ موصوف راستی کا حامی اور کینہ اخلاق رذائل سے محترز ہوگا اس کو بعید نہیں کہ بسبب قرب رد خدائے عزوجل کی جانب سے اضافی طور پر اس قسم کے افاضات خاصہ ہوں جو اس کے دوسرے نوع کو نہ ہوں۔ خدا کے اقدس نے اپنے کلام کا اس کو آئینہ بنا لیا ہو اور اسی بنا پر آیتہ کی وجہ سے اس کے دل میں خدا تعالیٰ کے نہایت فیاض اور دقیق بانی الضمیر بھی منکشف ہو جاتے ہیں۔

اگر فرض کر لو کہ ہم کو دنیا میں کسی معتبر ذریعہ سے ایسے ایک یا چار آدمی کے وجود کا پتہ لگ گیا جن میں یہ صفات عالی اور اکمل حیثیت کے ساتھ پائے جائیں تو یقیناً ہی لوگ ہماری ان مجاز عقلوں کے ورود کا دروازہ بن سکیں گے

Telegram: t.me/toobaa-elibrary

جن کے مرض کا مفصل تذکرہ ہم پیچھے ذکر کر چکے ہیں اور جن کی نسبت ہم نے کہا تھا کہ وہ مبتلائے امراض رہنے کی وجہ سے اپنے نیک و بد اور نافع و مضر میں اسی طرح صحیح تفریق نہیں کر سکتے جس طرح ایک بیمار آدمی بخار کی وجہ سے عمدہ عمدہ کھانوں کو برا سمجھنے لگتا ہے جو اس کو طبعاً مرغوب ہیں اور ذلیل کی گلن یا خارش کی نوچ میں اپنے بدن کے تراشہ اور کھال کی نوچنے پر بے اختیار مائل ہو جاتا ہے۔ حالانکہ وہ حالت صحت میں اس حرکت کو ہرگز عزیز نہیں رکھتا تھا۔

یہ اس خدائے بے نیاز کا بہت بڑا احسان ہے کہ میں نے جس مقصد کے ثابت کرنے کے واسطے چلنا شروع کیا تھا یہاں پہنچ کر میں نے اس کو پا لیا اور حضرت مولانا نانوتوی قاسم رحمۃ اللہ علیہ کی تقریر کے آغاز سے انجام تک حسب ذیل نتائج برآمد ہوئے۔

(۱) افعال انسانی میں نیک و بد کی تقسیم ہر فرد بشر کو خواہ وہ کوئی مذہبی آدمی ہو یا دہری مانتا ضروری ہے۔

(۲) عقل سلیم جس کام کو ۔ بتلائے وہ ویسا ہی ہوتا ہے اور شریعت کے احکام بھی عقل سلیم کے مطابق ہوتے ہیں۔

(۳) عقل اور قوۃ عاقلہ میں ایسا ربط خاص ہے کہ ان میں سے ہر ایک کا اثر دوسرے تک پہنچتا ہے اور حرکات ناشائستہ اور افعال ذمیمہ کا کسی شخص سے سرزد ہونا اس کی دلیل ہے کہ اس کی قوت عاقلہ (عقل) مریض یا کمزور ہے۔

(۴) عقل سقیم (مریض) جس شے کو نافع یا مضر بتلائے اس پر اطمینان

Telegram: t.me/pasbanehaq1

نہیں ہو سکتا اس بارہ میں عقل سلیم درکار ہے۔

(۵) ہر ایک چیز کے حسن و قبح سے کما حقہٗ خدا تعالیٰ ہی واقف ہو سکتا ہے۔ یا وہ شخص جس کو خدا تعالیٰ محض اپنے فضل و عنایت سے جس حد تک واقف کر دے۔

(۶) خدا تعالیٰ فیوض و عنایات خاصہ سے ہر ایک انسان بقدر ا قرب و مناسبت کے مستفید ہوتا ہے۔

(۷) جس قدر کوئی عقل لطیف یعنی نفسانی آلایشوں اور مادی کثافتوں سے یا وصاف ہو کر اعلیٰ سے اعلیٰ اخلاق کے ساتھ مزین ہو گی اسی قدر اس کو خدائے عزوجل سے قرب و تعلق حاصل ہو گا اور ایسی ہی عقلوں کو ہم عقول سلیمہ کے نام سے یاد کرنے کے مستحق ہوں گے۔

ان صاف و صریح مگر مہتم بالشان نتائج کے سمجھ لینے کے بعد صرف یہ ہی نفع نہیں ہوا کہ ہم اپنے ایک خاص مقصد میں بقدر ضرورت کامیاب ہو گئے امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی تقریر پر جو کچھ نکتہ چینیاں پہلے کی گئیں تھیں ان میں سے اکثر کا جواب بھی ضمناً اسی بیان سے نکل آیا۔ ؎ نجیہ جن ناظرین کو امام ممدوح کی تقریر اور اس کے متعلق شبہات یاد ہونگے وہ خود ہماری پوری تقریر پر کمر و نظر ڈال کر امید ہے کہ ہر ایک شبہ کا جواب دریافت کر لیں گے

○ البتہ سرسید کے اس اعتراض کا کوئی جواب ہماری مضمون میں ابھی تک نہیں آیا کہ جب عموماً لوگوں کی عقلیں بقائے امراض رہنے کی وجہ سے صحیح و فاسد اور نیک و بد میں تمیز نہیں کر سکتیں اور نہ وہ ہر ایک بھلے برے کے

Telegram: t.me/pasbanehaq1

پہچاننے کے واسطے کافی ہیں تو ہمکو خدا تعالیٰ کی جانب سے احکام شرعیہ کا مکلف بنانا کیونکر صحیح ہوا سا تکہ انسان اپنے ذہین ہونے ہی کی وجہ سے تمام حیوانات کے بر ف شریعات کا مخاطب قرار دیا گیا ہے۔

اس کا جواب مختصراً تو صر اتنا ہی ہے کہ شریعت نے جن چیزوں کے سمجھنے یا کرنے کی جس حد تک تکلیف دی ہے ان میں سے کوئی چیز بھی ہمارے احاطۂ قدرت سے خارج نہیں ہے اور ہمارے ذی عقل ہونے اور اپنے بنا جنس سے ممتاز بننے کا یہ کافی ہے کہ ہم خدا کی خدائی اور رسول کی رسالت پر مطلع ہو کر اپنے جملہ امور اور حرکات و سکنات کی باگ ان دونوں کے ہاتھ میں دیدیں۔ اور اجمالاً یہ جان لیں کہ ہم دونوں کی صداقت کا ہم کو یقین ہو چکا ہے وہ بلاشبہ ہمارے کامل خیر خواہ اور کامل حکمت والے ہیں۔ اور ان کی ہر ایک چھوٹی سی چھوٹی تعلیم پر کاربند ہونا ہمارے لئے فلاح و سوز مندی سے خالی نہیں ہے۔

اگرچہ ہم ان کل احکام کی یا ان میں سے بعض کی تفصیلی حکمتوں اور مصالح پر مطلع نہ ہو سکے ہوں۔ اور یہ بالکل ایسا ہی ہے کہ ایک ماہر ڈاکٹر جب کسی دوا یا غذا کے متعلق مفید یا مضر ہونے کا فتو یتا تو ہم خواہ اس چیز کے خواص و کیفیات بلکہ نام سے بھی صحیح اور پر آشنا نہ ہوں اور خواہ جس کے استعمال کا وہ حکم دیتا ہے اس سے نفرت اور جس سے وہ منع کرتا ہے اس کی طرف رغبت بھی ہو مگر ڈاکٹر کی تجربہ کاری اور بیخطائی پر اعتماد کر کے جس کو ہم نے عمل ایک بزرگ اور ضعیف گمان کے ساتھ تسلیم کر رکھا ہے۔ ہم اس دوا یا غذا

Telegram: t.me/pasbanehaq1

کے استعمال کی نسبت اپنا سابق رویہ بدل ڈالتے ہیں اور اس تبدیل کے وقت بیچاری عقل کی ایک بھی نہیں سنتے بلکہ یوں تاویل کر کے تسلی کر لیتے ہیں کہ عقلوں کی پیروی بھی درحقیقت عقل کی ہی پیروی ہے تو اس حیثیت سے گویا ہم نے عقل کے اشارہ کے بغیر کوئی جنبش نہیں کی۔

یہ ہی حال بعینہٖ مذہب و شریعت کا ہے۔ لیکن ہم کو تعجب کے ساتھ افسوس ہوتا ہے کہ سرسید نے ایک نرالی منطق سے اور عجیب گول مول الفاظ میں لوگوں کے دلوں سے ہمارے اس صحیح خیال کو مٹانا یا کم از کم سست کر دینا چاہا ہے جس جگہ وہ یہ لکھتے ہیں کہ:۔

"ہمارا یہ اصول نہایت سچا ہوا کہ انسان صرف بسبب عقل کے جو اس میں ہے مکلف ہوا ہے پس ! پردہ مکلف ہوگا ضرور ہے کہ فہم انسانی سے خارج نہ ہو ورنہ معلول کا وجود بغیر علت کے لازم آتا جو محال و ممتنع ہے پس جو امور عقل کے پکڑنے اور چھوڑنے پر انسان مکلف ہے وہ ضرور عقل انسانی سے خارج نہیں ہے"

(تہذیب الاخلاق جلد دوم صفحہ ۲۰ بحوالہ مضامین کانفرنس صفحہ ۱۱۲)

میرا یہ سوال سرسید سے یہ کہ جس عقل کو وہ تکلیف شرعی کے واسطے علت قرار دیتے ہیں اس سے کیا مراد ہے۔ آیا قوت ادراک کا انسان میں موجود ہونا یا اس سے ہر ہر چیز کو تفصیلاً جاننا۔ اگر پہلی صورت اختیار کی جائے تو بعض احکام اخلاق کے فوائد و علل پر مطلع نہ ہونے سے علت و معلول

Telegram : t.me/pasbanehaq1

میں پیدائی کس طرح لازم آئی اور اگر خواستہ سرسید نے دوسری شق کو لیا ہے تو میں تسلیم نہیں کرتا کہ جو علت تکلیف کی سرسید نے قرار دی ہے وہ صحیح ہے اور آپ حیرت کریں گے جب یہ سنیں گے کہ میں اس شق کو تسلیم نہیں کرتا خود سرسید بھی اس کے اعتراف کر پر تیار نہیں ہیں۔ چنانچہ اسی مضمون کے دوسرے حصہ میں وہ لکھتے ہیں۔

اس بیان سے جو ظاہر ا بالکل سیدھا اور صاف ہے اور کے اور بیچ اس میں کچھ نہیں ہے اتنی بات ثابت ہوتی ہے کہ کانشنس فی نفسہ کوئی چیز نہیں ہے اور وہ کسی مذہب کا اصل اصول قرار پانے کے لائق ہے اور وہ فی حد ذات رہنما ہونے کے مستحق ہے۔ ہاں بلاشبہ سچے اصول پر انسان کی طبیعت تربیت پا جائے یا خیالات سے اس کی طبیعت موثر ہو جاوے اور طبیعت سچائی کے مطابق حالت پیدا کر لے تب وہ حالت طبیعت یعنی کانشنس انسان کا رہنما ہوتا ہے۔

دوسری جگہ لکھتے ہیں:۔ (مینا تہذیب الاخلاق صفحہ)

ہاں یہ سچا ہے کہ قانون قدرت پر غور اور فکر کرنے سے وہ صحیح اخلاق جو انسان کی طبیعت کو اپنی حالت پر کر دیں جو کبھی اس کو عدول حکمی نہیں کر سکتے ہیں مگر کب جب کہ انسان کی معلومات کو ایک کافی ترقی اور قوانین قدرت پر اور ان مختلف قوتوں کے اوپر جو اسکے بانی نے انسان میں رکھے ہیں ایک معتدبہ آگاہی

Telegram : t.me/pasbanehaq1

حاصل ہو تمام انسان ان دقائق پر نہیں پہنچ سکتے اور جو پہنچ سکتے ہوں وہ معدودے چند کے سوا نہیں ہو سکتے اور وہ بھی اپنی عمر میں بلکہ پشتوں اور صدیوں اور صدیوں میں پس اس لئے تاکہ اس قاعدہ مطلقہ کی حکمت بیکار نہ رہے ضرور ہوا ہے کہ وقتاً فوقتاً ملک اور زمانہ کی حالت کے لحاظ سے ایسے ہادی پیدا کئے جائیں جنس خلق ایسا مادہ دیا گیا ہو اور جو اپنی فطرت کے ان پچے اخلاق کے بیان کا مخزن ہو۔ ایضاً ص ۳۲

ان دونوں جملوں سے بھی اور ان کے علاوہ بعض تصریحات سے بھی یہ ثابت ہو گیا کہ جملہ احکام شرعیہ کے لئے علت کو سمجھ لینا کو مطلق عقل انسانی سے خارج نہیں ہے۔ لیکن ہر عقل شخصی کا یہ منصب بھی نہیں کہ ہر ایک حکم کی حقیقت اور کنہ کے سمجھ لینے کا دعویٰ کر بیٹھے۔ تو سرسید کے اصول کے موافق سوال یہ ہے کہ سوائے ان معدودے چند انسانوں کے جو دقائق شریعت سے خبردار ہوں (جیسا کہ سرسید بزعم خود تھے) اور لوگوں کو جو ایسے نہیں ہیں مکلف بنانا کیوں کر صحیح ہوا حالانکہ جن باتوں کے کرنے یا چھوڑنے پر ان کو برانگیختہ کیا جاتا ہے وہ ان کی عقل شخصی سے یقیناً خارج ہیں۔

پس اس کے سوا کوئی چارہ نہیں رہتا کہ ہم گرفتار ان ہماؤ ہوس اور ریاض عقل اور لک ان ارباب عقول سلیمہ کو جن کے کچھ کچھ اوصاف ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں اطبار روحانی سمجھ کر اپنے لئے کم از کم اسی طرح موت دائمی اور ہلاکت ابدی سے نجات دلانے والا تصور کر لیں جیسا کہ ایک جاہل بیمار جو مخزن طبابت

Telegram : t.me/pasbanehaq1

.blogspot com

اہل سنت والجماعت ان کے ساتھ متفق ہیں۔

اختلافی مسائل میں عدم تشدد

کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے عہد مبارک میں کوئی صحابیؓ دوسرے پر اجتہادیہ میں اختلاف رکھنے کی وجہ ملامت یا طعن و تشنیع کرتا تھا اور تضلیل یا تبدیع تو کجا ایک کی طرف سے دوسرے کی تاثیم بھی نہ ہوتی تھی بلکہ ایسے اختلافات کو توسع اور رحمت جان کر ایک دوسرے کے ساتھ نہایت رواداری کا برتاؤ کرتے تھے خود احناف کی کتابوں میں بجز ایسی صورتوں کے جس میں فساد صنعۃ کا مظنہ غالب ہو اقتدا حنفی کی شافعی کے پیچھے اور شافعی کی حنفی کے پیچھے جائز رکھی گئی ہے اور بعض بعض مسائل ہیں جہاں فقہائے ثلاثہ کو شرعاً رخصت اور تیسیر کی ضرورت محسوس ہوئی ہے دوسرے ائمہ کی آراء کو معمول بہا بنایا گیا ہے۔ کیونکہ کسی خاص امام کی تقلید کے لازمی معنی اگرچہ اس امام کے مذہب کو صواب اور راجح کہنا ہے لیکن پھر بھی احتمال خطا کا اعتراف اور دوسرے امام کے اجتہاد کے متعلق احتمال ثواب کی تصریح موجود ہے۔ اگر خاص خاص شرعی معاملہ کو لوگ فقہا کر سکتے ہیں۔ اس طرف داعی ہوں کہ بعض مسائل دوسرے ائمہ مذاہب پر فتویٰ دیا جائے تو آخر پھر اس تقلید و ثواب سے فائدہ اٹھانے کا اور کون سا موقعہ ہے۔

مذاہب اربعہ حق ہیں

اس لئے یہ خوب محفوظ رکھنا چاہیئے کہ باوجود یکہ حق عند اللہ کے اعتبار

Telegram: t.me/pasbanehaq1

سے ہر ایک مسئلہ میں کوئی ایک ہی مجتہد و مصیب ہوتا ہے لیکن خدا سب حق پر ہیں یعنی حق تعالیٰ شانہٗ نے وسعت دی ہے کہ یہ مجتہد اپنے اجتہاد کے اوپر کہ اگرچہ اس کا اجتہاد پوری کوشش کے ٹھیک نشانہ پر نہ ہو۔ تشبیہ یوں سمجھو کہ کعبہ نفس الامر میں ایک معین مکان کا نام ہے اور اسی کا استقبال شریعت نے نماز میں ضروری قرار دیا ہے قول وجہک شطر المسجد الحرام لیکن جس وقت سمت کعبہ ٹھیک معلوم نہ ہو تو بعد تحری کے جو سمت معین ہو اسی کا استقبال قبول صلوٰۃ کے لئے کافی سمجھا گیا ہے اور ظاہر ہے کہ ہماری تحری جس طرف ہو نفس الامر میں خانہ کعبہ بھی اسی طرف منتقل ہو جائے پس یہ خدا کی رحمت اور انعام ہے کہ اگرچہ واقع میں مستقبل قبلہ وہی شخص ہے جس کا رخ ٹھیک کعبہ کی طرف ہو مگر تمام دوسری طرف منہ کرنے والوں کو بھی تو سعاً اور مستقبل کعبہ تسلیم کر لیا گیا ہے تو باعتبار کعبہ نفس الامری اور حکم اولیٰ کے تو فقط ایک ہی شخص مصیب ہے اور سب مخطی لیکن باعتبار قبول صلوٰۃ اور امتثال امر ثانی کے سب مصیب ہیں۔ یہی مطلب ہے، حدیث اصحابی کالنجوم بایہم اقتدیتم اہتدیتم کا اگر وہ صحیح طور پر ثابت ہو جائے اور نیز حضرت شیخ الاجل مخدوم مکرم بھی رحمۃ اللہ علیہ کے اس عبارت کا جو سبیل الرشاد صفحہ ۳۲ میں ہے۔

لیکن ہر چند کہ عند اللہ محل اختلاف میں حق واحد ہوتا ہے مگر عمل میں سب حق ہوتے ہیں ۹ اور یہی محل ہے حضرت امام ابو حنیفہؒ کے اس ارشاد "کل مجتہد مصیب والحق عند اللہ واحد" اور امام ابو یوسفؒ کے اس کلام کا "کل مجتہد مصیب

کے لیے وہ بذات خود بغیر کسی قسم کی فیس اور مالی معاوضہ کے دور دراز کے سفر طے کر کے چلا جائے گا۔

اب اس سادی جد و جہد اور دوڑ دھوپ میں اگر کچھ بیماروں کی شفا اس کے ہاتھ سے مقدر ہو تو وہ اس کی اولیں کامیابی کا باعث ہوگی۔ اور جوں جوں کہ یہ سلسلہ ترقی کرتا جائے گا اسی قدر اس کی عزت اور مقبولیت کو بہار چار چاند لگتے جائیں گے۔ انتہا یہ ہے کہ وہ کچھ زمانہ کے بعد شہر ہے عامہ کے اس درجہ پر پہنچ جائے گا کہ مریضوں کو اس کے یہاں پہنچنے کے لئے استدلال اور غور و فکر کی ضرورت نہ رہے گی اور عوام کے محاورات میں شفاء و صحت تو اس کے معالجانہ کوششوں کی طرف اور موت و ہلاکت خالی بخت و اتفاق یا مشیت ایزدی کی طرف منسوب ہونے لگے گی۔ بلکہ اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ دوسرے سے طبیبوں کی مقبولیت کا معیار ہی اب اس کی تسلیم و تصدیق قرار پا جائیں گے۔

بعینہ اسی پر اطبار سمائی (انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام) کے حالات کو قیاس کرو جب وہ عالم کی ہدایت و اصلاح کے لئے مبعوث ہوتے، تو سب سے اوّل وہ اپنے من اللہ نذیر ہونے کا نہایت زور شور اور تحدی کے ساتھ دعویٰ کرتے ہیں۔ اور اپنی دعوت و تبلیغ کا آغاز اہل و عیال اور خویش و اقارب سے شروع کر کے مشارق و مغارب میں پھیل دیتے ہیں۔ جس کو سن کر کچھ لوگ تو ان سابق چالیس سالہ زہد و ریاضت پاک و صاف اخلاق۔ دیانت و راستی اعراض عن المال والجاہ شرافت حسب و نسب اور روشن خوارق یا آیات بینات وغیرہ امور کی وجہ سے اور

Telegram t.me/pasbanehaq1

بہت سے محض از راہ امتحان و تفتیش ہی ان کی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں۔ اور بہت سے وہ خوش قسمت ہیں کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اپنی قوت قلبیہ اور ہمت باطنی کے زور سے باذن اللہ ان کو اپنی طرف جذب کر لیتے ہیں اور اس اثنا میں جب یہ لوگ روحانی امراض سے یکایک شفایاب ہونے لگتے ہیں اور ان دلوں کی تاریکی دور ہو کر جمال اور کمالِ عین میں پڑنے لگتا ہے تو ہادی کی نسبت فوراً چلا اٹھتے ہیں کہ:۔

مَا هٰذَا بَشَرًا اِنْ هٰذَا اِلَّا مَلَكٌ كَرِيْمٌ

اس وقت ان مریضوں کو بھڑ چنگا دیکھ کر اور ان کے حالات سابقہ میں ایسا انقلاب عظیم پاکر اوروں کے دل بھی للچانے لگتے ہیں اور ان کو ان کی صحت کی بحالی پر رشک آنے لگتا ہے پھر تو مخلوق خدا فوج در فوج اور جوق در جوق ہو کر اس پاک بندے کے گرد جمع ہو جاتی ہے اور اپنے اپنے امراض کا علاج اس کی طرف کرتی ہے۔ اور جیسے جیسے کہ یہ سلسلہ وسیع ہوتا جاتا ہے اندھوں کی آنکھیں کھلتی جاتی ہیں اور غافلوں کو عبرت حاصل کرنے کا موقع ہاتھ آتا رہتا ہے اس کے بعد اس کے طبیب حاذق (نبی مرسل) کے واسطے نہ کسی استدلال کی ضرورت رہتی اور نہ اس میں بہت زیادہ تدقیق اور غور و خوض کو کام فرمانے کی۔

○ الغرض جس وقت طبیب حاذق (نبی) کی شناخت کے لئے انسان کو اپنے دماغ پر کچھ زور ڈالنے کی ضرورت تھی اس وقت تو چند قدرتی اسباب کی بنا پر یہ شناخت بغیر زور ڈالے ہی حاصل ہو گئی اور جب کہ اس کے حذاقت

Telegram: https://t.me/pasbanehaq1

کے نتائج متشکل ہو کر گویا آنکھوں کے سامنے نمودار ہو گئے ہیں تو اس بحث میں کود و کاوش کی مطلقاً حاجت ہی باقی نہیں رہتی ہر شخص ان محسوس و مشاہد نتائج کو دیکھ کر اسی طرح اس کے طبیب حاذق (نبی) ہونے کا یقین کر سکتا ہے جیسا کہ کسی گھر کے صحن میں دھوپ نکلی ہوئی دیکھ کر آسمان پر آفتاب کے نکلنے کا۔

اور اس بدیہی بلکہ اجلی البدیہیات کے سمجھنے کے واسطے انسان میں ذرا سی عقل بھی خواہ وہ کتنی ہی علیل کیوں نہ ہو کفایت کرتی ہے۔ بشرطیکہ وہ اس سے کام لینے کی کوشش کرے اور حق کے دیکھنے سے جو اس کو چندھیا دیتا ہے بالکل آنکھیں بند نہ کر لے۔ اور۔۔ کہ ہم پہلے اشارہ کر چکے ہیں کہ باب عقول سقیمہ سے یہ مطلب ہمارا ہرگز نہیں ہے کہ ان میں کسی موٹی اور روشن سی روشن بات کے سمجھنے کی بھی قابلیت باقی نہ رہی ہو اور محسوسات کی ادراک کی استعداد بھی ان سے سلب کر لی گئی ہو۔

تم خود خیال کرو کہ کسی تجربہ کار طبیب کے ہاتھ پر تپ لرزے کے بیمار مریض (جو زندگانی سے مایوس ہو چکے ہوں، شفایاب ہو جائیں تو گھر گھر میں اس کا چرچا پھیل جاتا اور دور دراز شہروں کے مایوس المزاج بیمار اس کی طرف رجوع کرنے لگتے ہیں اب اگر فرض کرو کہ ایک طبیب کے دست شفا سے کوئی بستی یا ملک کا ملک تپ لرزہ سے صحت یاب ہو جائے تو اس کی طرف لوگوں کی توجہ کیا کسی منطقی استدلال کے محتاج رہے گی۔

○ شفائے سرشمل اطبائے روحانی جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم جیسا کہ ہم نے

Telegram: https://t.me/pasbanehaq1

اپنے رسالہ الاسلام میں نہایت مفصل بیان کیا ہے اور یہاں پر مختصراً ہم اپنے زمانہ کے ایک اصلاحی، روشن خیال مؤلف کے الفاظ میں لکھتے ہیں کہ ایک ایسے زمانہ میں پیدا ہوئے جبکہ دنیا ایک عجیب روحانی سکتے کی حالت میں تھی۔ اور آپ ایسے ملک میں مبعوث ہوئے جہاں اخلاقی تعلیم کا کچھ سامان نہ تھا اور ایسی قوم کی اصلاح آپ کے ذمہ کی گئی جو سوائے اوہام اور فاسد عقیدوں اور باطل خیالات اور غلط رایوں اور وحشیانہ اعمال اور بداخلاقی اور نفاق اور جنگ جوئی کے کسی قسم کی اخلاقی خوبی نہ رکھتے تھے مگر آپ کے الہامی بیان اور خدائی قوت نے ان پر ایسی عجیب و غریب تاثیر کی کہ اس سے ان کی تمام ظاہری و باطنی حالتیں بدل گئیں برسوں کے بچھے ہوئے خدا کی راہ پر چل نکلے اور مدتوں کے سوئے ہوئے غفلت کی نیند سے چونک پڑے جو مشرک تھے وہ موحد ہو گئے جو کانفرنسیاں لائے جو بت پرست تھے وہ بت شکن بن گئے جو گمراہ تھے وہ خدائی راہ دکھانے لگے۔ جاہلانہ حمیت اور وحشیانہ عصبیت کا ان میں نام نہ رہا۔ خاندانی جھگڑے اور پشتینی عداوتیں ہوا ہو رہیں دماغ غرور و نخوت سے خالی ہو گئے اور ان کے دل صبر و توکل۔ علم و بردباری۔ زہد و پرہیزگاری اور جمیع اخلاقی صفات سے بھر گئے۔ آپ کی تعلیم و ہدایت نے ایک ایسا گروہ خدا پرست پاک طبیعت راستباز نیک دل لوگوں کا قائم کر دیا۔ جن کی کوششوں سے شرک و بت پرستی کی آواز جو تمام جزیرہ نمائے عرب میں گونج رہی تھی بند ہو گئی اور اس بدلے ایک بچون و چگون بے شبہ و نمون خدا کی منادی پھر گئی۔ بتوں نے عدم کا راستہ لیا۔ بت خانوں کا نشان مٹ گیا آتشکدے

لہ یہ رسالہ آپ انگلستان سے لاہور آنے کے بعد تصنیف فرما رہے تھے۔

Digitized by Internet Archive http://www.archive.org

ٹھنڈے پڑ گئے تثلیث کا طلسم ٹوٹ گیا اوہام پرستی کا باطل خیال باطل ہو گیا

جاء الحق و زھق الباطل — حق کا برگیدہ باطل مغلوب ہو شد باطل مغلوب

ان الباطل کان زھوقا — ہو کر رہتا ہے۔

کیا اس سے اس امر کا مشاہدہ اور روشن ثبوت نہیں ملتا کہ آپ حقیقت میں سچے رسول و طبیب صادق، اور خدا ہی کی طرف سے مؤید تھے ورنہ انسان کا کام نہ تھا کہ ایسا انقلاب عظیم عرب کی روحانی اور اخلاقی حالت میں پیدا کر دیتا اور ایسے جنگ جو ستم پیشہ لوگوں کو جو بات بات پر لڑتے اور جھگڑتے تھے۔ اخوۃ کے ایک رشتہ میں باندھ دیتا اور ان کی پشتینی عداوتوں اور کینوں سے ان کے دلوں کو ایسا صاف کر دیتا کہ اس کا کچھ اثر باقی نہ رہتا بلکہ دنیا میں اخلاق اور انسانیت کا نمونہ بنا دیتا۔

سرور کائنات صلے اللہ علیہ وسلم کی ہدایت کی ایسی عجیب و غریب تاثیر اور ایسی حیرت انگیز نتائج کو دیکھ کر منکرین بھی اس بات کے معترف ہیں کہ درحقیقت یہ بات بشری قدرت سے خارج تھی چنانچہ کوئی ان میں سے کہتا ہے کہ وہ پیام جو آپ لائے وہ ایک سچا اور حقیقی پیام تھا جس کا مخرج وہی ہستی تھی جس کی تعلیم کبھی کسی نے نہیں پائی کوئی کہتا ہے قرآن ہی کی تعلیم کا یہ اثر ہے کہ عرب کے رہنے والے ایسے بدل گئے جیسے کسی نے سحر کر دیا ہو۔ متعصب سے متعصب عیسائیوں میں سے سخت سے سخت متعصب یہ اقرار کرتا ہے کہ "دین مسیحی کی ابتداء سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت تک کبھی حیات دوامی ایسی برانگیختہ نہیں ہوئی تھی جیسی کہ اسلام کی تعلیم سے ہوئی"

کچھ کیا ایسی واشگاف ثبوتوں اور کھلی کھلی دلیلوں کے بعد بھی کوئی محروم البصیرۃ ایسا نکلے گا جو باوجود یکہ اپنے کو مریض سمجھتا ہو اور کسی نباض اور ماہر طبیب کی طرف رجوع کرنے کا خواہش مند بھی ہو۔ لیکن طبیب عرب (نہیں بلکہ طبیب عرب و عجم) کے ان چمکتے ہو کارناموں سے منہ پھیر لے۔ اور اس کی تجویز اور تشخیص کے سامنے (جو لاریب خدا ہی کی تجویز و تشخیص ہے) بے چون و چرا اور بے ریب و تردد گردن نہ ڈھلے اور کم از کم تجربہ ہی کے طور پر اس کے بتلائے تدابیر و معالجات پر ہفتہ چند روز عمل کر کے نہ دیکھے۔

○ ایسے ہی کور باطنوں کی نسبت (جو ابھی تک اس طرح کی بدیہی صداقت کے تسلیم کے واسطے نہایت پیچیدہ اور دور از کار مسائل و دلائل کی تلاش میں فضول سرگرداں رہ کر عمر عزیز ضائع کر رہے ہیں) ان سے زیادہ روشن واقعات کی طرف آنکھ نہیں اٹھاتے، عارف باللہ حضرت شیخ محی الدین بن العربی قدس اللہ سرہٗ ارشاد فرماتے ہیں کہ:۔

ہمارے نزدیک سب سے زیادہ عجیب بات یہ ہے کہ انسان (ہر بات میں) خدا کو چھوڑ کر محض اپنی نظر و فکر کی ہی تقلید کرے حالانکہ وہ جانتا ہے کہ اس کی یہ فکر بھی خود اس ذات کی طرح ایک امر حادث اور مخلوق ہے اور ان قوی میں سے ایک قوت ہے جو خدائے تعالیٰ نے انسان کے اندر ودیعت کی ہیں۔ (اسے معلوم ہے) کہ اللہ تعالیٰ نے قوۃ متفکرہ کو عقل انسانی کے واسطے ایک غلام بنایا ہے (لیکن اس پر بھی) عقل خود اس کی (خادم بن کر) پیچھے ہو لیتی ہے۔

باور کیے وہ یہ بھی جانتی ہے کہ وہ تفکر جو کچھ اس کو عطا کرتی ہے وہ اس میں اپنی حدود سے آگے نہیں جا سکتے اور اس سے عاجز ہے کہ کسی دوسری قوت کی سرحدوں میں قدم رکھ سکتے مثلاً قوت حافظہ یا متصورہ کا کام اس سے نکل سکے یا قوت متخیلہ کے قائم مقام بن سکے یا حواس خمسہ لمس طعم۔ شم۔ سمع۔ بصر۔ میں سے وہ کسی ایک کے فرائض کو انجام دے سکے۔

○ یہ سب کچھ ہے اور قوت تفکر کی حدود و اختیارات کی یہ تفصیل بھی سب کو معلوم ہے مگر اس پر بھی یہ کس قدر حیرت انگیز بات ہے کہ عقل انسانی اپنے پروردگار کی معرفت کے بارہ میں اسی فکر ناقص کی تقلید پر اڑی ہوئی ہے اور اس کا پروردگار خود جو کچھ اپنی کتاب میں اور اپنے رسول کی زبانی اپنی نسبت بیان فرماتا ہے اس کی تقلید سے باہر کتراتی ہے۔

عالم میں جو غلطیاں مختلف طرح کی پھیلی ہوئی ہیں عقل کی یہ غلطی ان سب میں عجیب تر ہے اور تماشہ ہے کہ سوائے ان معدود لوگوں کے جن کی بصیرت کی آنکھیں خدا تعالیٰ نے روشن کر دی ہیں ہر صاحب فکر اسی عام غلط کاری میں مبتلا ہے۔ ہاں ارباب بصیرت خوب جانتے ہیں کہ خداوند تعالیٰ نے ہر چیز کی ایک خاص فطرت بنائی اور اسی خاص فطرت کے اعتبار سے اس شے کی عمل و حرکت کی حد بندی کر دی ہے۔ مثلاً قوت سامعہ (یا کانوں) کی فطرت مسموعات (آوازوں) کے ادراک سے تجاوز نہیں کر سکتی اور عقل انسانی فقط اسی حلقہ میں اس کی مصالح اور آوازوں کی شناخت حروف کے ذریعہ۔ الفاظ کے تغیرات اور ان کی تقسیم مؤثر سے استفادہ کی طالب ہے۔ چنانچہ عقل

Telegram t.me/pasbanehaq1

قوۃ سامعہ ہی کے ذریعہ سے پرندوں کے چہچہے۔ ہواؤں کی سائیں سائیں کوئلوں کی چوں چوں۔ پانی کی خرخر۔ انسان کی چیخ و پکار اور دوسرے جانوروں کی بولیوں میں تفریق کرتی ہے اور عقل انسانی میں بجائے خود یہ قدرت ان کے بغیر توسط چیزوں کے باہمی امتیازات کو قائم رکھ سکے۔

اسی طرح قوۃ باصرہ (آنکھوں) کو خیال کرو کہ اس کا دائرہ عمل محض مبصرات (دکھائی دینے کے قابل چیزوں) تک محدود ہے یعنی عقل کو اس کی امداد کے بغیر سبزی کو زردی سے اور زردی کو سفیدی سے اور سفیدی کو سیاہی سے اور اسی طرح ہر ایک رنگ کو دوسرے رنگ سے جدا کرنا عادۃً ممکن نہیں ہے۔ اور یہی حال ان دونوں کے ماسوا دوسری ان تمام قوتوں کا ہے جو حواس کے نام سے مشہور ہیں اور نیز قوت خیالیہ کا جس کو اپنی کارگزاری میں حواس خمسہ کی احتیاج ہے۔ کیوں کہ تخیل فقط ان چیزوں کے ساتھ ہی متعلق ہو سکتا ہے جو حواس کے ذریعہ سے حاصل ہوتی ہیں۔ ہذا القیاس قوۃ حافظہ اگر خیال کی حاصل کی ہوئی اشیا کو روکے نہ رکھے تو خیال کے خزانہ میں کچھ بھی باقی نہ رہے اس حیثیت سے جیسا کہ وہ حواس خمسہ کا محتاج ہے۔ ایسے ہی قوۃ حافظہ ز نہیں۔ پھر قوۃ حافظہ کو بہت سے ا مواقع پیش آتے حواس کے اور درمیان حائل ہو کر قوت حافظہ کی ضعف اور اس سے امور کثیرہ کے فوت ہونے کا باعث بن جاتے ہیں۔ اس لیے ایک قوۃ ذکرہ کی حاجت ہوتی۔ قوت حافظہ کی مددگار بن کر اس کو وہ با یاد دلا دیا کرے جن سے ذہول ہو گیا ہو۔

Telegram : t.me/pasbanehaq1

اس سبب کے بعد قوت متفکرہ خیال کی طرف متوجہ ہوتی ہے تاکہ قوۃ متصورہ کے توسط سے خیال کے حاصل کردہ امور کو اس طور پر ترکیب دے کہ اس سے کسی دعویٰ کے متعلق ایسی دلیل پیدا ہو جاوے جس کی انتہا ان مسوسات اور بدیہات پر ہوتی ہو جو آدمی کی جبلت میں مرکوز ہیں اس طرح سے جب فکر دلیل کو ایک اچھی طرح صورت پر قائم کر دیتا ہے تو اب عقل انسانی اس بنی بنائی چیز کو لے کر دعویٰ پر منطبق کر دیتی ہے۔

لیکن وہاں سے یہاں تک پہنچنے میں "قوتوں کو کچھ بھی دخل رہا ہے سے کوئی ایسی نہیں جس کے کام میں بہت سے موانع اور بہت قسم کی غلطیوں کا مساغ نہ ہو اور جس کیلئے کسی ایسے معیار کی ضرورت نہ پڑے جو صحیح کو فاسد سے اور مغز کو پوست سے جدا کر سکے۔

پس تم غور کرو کہ عقل فی ذاتہ کس قدر جاہل کیسی بے بس اور دوسری قوتوں کی کتنی محتاج ہے اور ان قوتوں میں سے ہر ایک کو جو "ط پیش آتے ہیں اور جہاں تک کہ اس کے دائرہ عمل کی تحدید کی گئی وہ بھی سب پر روشن ہو چکی لیکن اس پر بھی جب اس کو کوئی بات اس خدوش اور پرخطر طریق سے بہت سی ٹھوکریں کھا کر حاصل ہوتی ہے اور اس کے مقابلہ میں دوسری جانب خود خداوند رب العزۃ کوئی خبر دے تو یہ کہہ کر وہ "بات کو ٹال دیتی ہے کہ میرا غور و فکر اس کو رد کر چکا ہے۔

اللہ اکبر یہ عقل خدا تعالیٰ کے مرتبہ سے کس قدر جاہل ہے کہ اس نے اپنے فکر ناقص کی تقلید میں خدا تعالیٰ پر جرح کرنے کو آسان سمجھا۔ حالانکہ تم پہلے

Telegram t.me/pasbanehaq1

سمجھ چکے ہو کہ عقل کے پاس بجائے خود کسی طرح کا اور کسی شے کا بھی علم موجود نہیں اس کا کام محض حواس خمسہ۔ قوۃ ۔ لیہ۔ قوۃ مصورہ اور علیٰ ہذا القیاس دوسری قوتوں کی عطا کئے ہوئے علوم کو قبول کرنا ہے تو ایسی حالت میں اس کے لیے نہایت ہی مناسب تھا کہ وہ بجائے قوت فکریہ وغیرہ اپنے خواص کے سامنے دست سوال دراز کرنے اور ان کے عطایا ۔ ل کرنے کے اپنے آقا رب العزۃ کے روبرو ہاتھ پھیلاتے اور اسی کی بخششوں کو لے کر سر اور آنکھوں پر رکھتے۔

اور جب کہ اسے معلوم کہ اس کا فکر خیال کا متقلد ہے اور حواس خمسہ کا اور اس کے ساتھ ہی اس کو اپنی امداد کے ۔ قہ ما ۔ اور ذکرہ کی بھی حاجت ہے اور یہ بھی علم ہے کہ یہ ۔ ۔ اپ ۔ سرحد فطرۃ اور دائرہ عمل سے باہر ایک قدم نہیں رکھ سکتے (مثلاً خوبصورت بدصورت کے ادراک میں کانوں سے کام نہیں چل سکتا اور آوازوں کے بُرے بھلے کو آنکھیں نہیں سمجھ سکتیں خوش ۔ بدبو کا ۔ ۔ زبان کے حدود عمل سے خارج ہے اور تلخ و شیریں کی تفریق سے ناک کو کوئی سروکار نہیں اور علیٰ ہذا القیاس خود عقل کو اپنی ذات کے اعتبار سے ان چند ضروریات کی سوا جن کا علم فطرۃً ہوتا ہے اور کوئی چیز معلوم نہیں، تو ۔ تمام قوتوں کے اس طرح کی تنگ میدانی اور بیچارگی کے باوجود بھی کیا وجہ ۔ کہ ہماری عقل اس شخص کے قول کو قبول نہیں کرتی جو انسان میں قوۃ متفکرہ کے سوا ایک اور ایسی قوت کا قائل ہے جس کے احکام قوۃ متفکرہ کے احکام سے با ترہوں اور

Telegram: t.me/pasbanehaq1

جس کو ان طریقوں کے استعمال کرنے سے جو اس فن کے تجربہ کاروں نے لکھے ہیں بموجب الٰہی اہل اللہ (یعنی انبیاء اور اولیاء کاملین اپنے اندر پاتے ہیں اور کل کتب سماویہ جس کے وجود کی خبر دینے میں باواز دہل ناطق ہیں۔

○ اس لئے قوم کو چاہئے کہ اپنے رالیہ کے ماننے میں اپنے عقول ناقصہ سقیمہ کی کچھ پرواہ نہ کرے اور مخلوق کے مقابلہ میں خالق کی تقلید کو بہتر سمجھے کیونکہ کثیر التعداد انبیاء و اولیاء نے انہیں چیزوں کو قبول کیا اور انہیں پر وہ لائے۔ اور انہیں کی تصدیق کی۔ اور ہمیشہ وہ اسی کو پسند کرتے رہے کہ اپنے رب کی معرفت میں خود اسی کی تقلید کرتا (چونکہ اوہام و افکار کی تقلید سے اولیٰ و انفع ہے۔ پھر اور عقلمند جن کو اجداد الہیہ سے انکار کرنے والے تجربہ کو کیا ہوا کہ کہ خدا کے بارے میں تو خود خدا کی اور اس کے برگزیدہ بندوں کی نہیں سنتا اور اپنے خیالات کے پیرو پریشان ہا

دیکھو جب یا ایھا الذین آمنوا (اے ایمان والو) کے سننے والوں کو یہ معلوم ہوا کہ مقاصد اس امر جو دلائل و افکار سے ہم کو حاصل ہو چکا کوئی دوسرا ایمان بھی مطلوب ہے ان نے مقام ریاضت خلوۃ اور مجاہدہ کا طریق اختیار کیا اور خدا کو فراموش کرانیوالے تعلقات کو یک لخت منقطع کر دنیا میں رہ کر وہ دنیا سے الگ ہو بیٹھے۔ اور دل کو سب جھگڑوں سے خالی اور قلب کو شوائب افکار سے پاک کر کے خاص خدا کی طرف متوجہ ہوئے۔ کیونکہ انبیاء و مرسلین سے یہی راستہ ان کو معلوم ہوا تھا اور انہوں نے سن رکھا تھا کہ بندہ جب سارے دل سے خدا کی طرف متوجہ ہوتا ہے تو حق تعالیٰ بھی اس پر اپنی

Telegram : t.me/pasbanehaq1

اور رحمت کا سایہ ڈالتا ہے اور اپنے خاص عطوفت میں لے لیتا ہے
اس نہوں نے سمجھ لیا کہ خدا کی طرف جانے والوں کے لئے فکر کے راستے سے یہ راستہ زیادہ نزدیک ہے کیونکہ خود خداوند رب العزت نے اپنے رسول کی زبان سے یہ منادی کرادی کہ جو کوئی ہماری طرف لپک کر آتا ہے ہم اس کی طرف دوڑ کر جاتے ہیں۔ اور یہ کہ نہ آسمان میں نہ زمین میں۔ بلکہ فقط قلب مومن میں یہ وسعت ہے کہ وہ ہماری عظمت و جلال کا تحمل کر سکے۔

پر یہ لوگ اپنے سارے دل خدا کی بارگاہ میں متوجہ ہوئے اور تمام قوی و افکار کے دھندوں کو چھوڑ دیا۔ اسوقت خدا تعالیٰ نے اپنے نور و علم صادق کی ایک روشنی ان کے دلوں پر ڈالدی۔ اور ان کو خالص اپنا ہی والا و شیدا بنالیا۔ پھر کیا تھا۔ نظر و فکر کی وہ ساری کمزوریاں کافور ہوگئیں اور خالق اکبر کے ارشادات و قوانین کے سامنے انہوں نے اپنی عقلوں کے تیار کئے ہوئے قانون کو بھلا دیا۔ آہ

O تم خود سوچو اور انصاف کرو کہ اگر ہر کس و ناکس اپنی عقل شخصی کے بنائے ہوئے پر چلنے کا مجاز کر دیا جائے جیسا کہ آزاد خیالی کے مدعی آج کل چاہتے ہیں تو دنیا میں کیا کچھ خرابیاں اور ہزاروں لاکھوں تراشیدہ قوانین کی کشمکش میں ہر جوہر گروہ اپنا فکر اور اندازہ فہم کے موافق تیار کر سکتا ہے لوگوں کی زندگی کیا کچھ دشوار ہو جائے۔

بہت سے لوگ یہ کہتے ہیں کہ جب عقل و نقل میں مزاحمت واقع ہوا کرے اس وقت ہم کو یہ اختیار ملنا چاہیئے کہ ہم عقل کے احکام کو نقل صحیح

Telegram : t.me/pasbanehaq1

کی تسلیم سے مقدم سمجھیں کیونکہ نقل کے ماننے کا اصل ذریعہ یہی عقل ہی ہے تو خواہ نخواستہ عقل کو بے اعتبار ٹھہرانے کے معنی یہ ہوں گے کہ ہم عقل و نقل دونوں کی طرف سے بدگمان ہو گئے ہیں۔

لیکن اس شبہ کا جواب آپ کو ہماری تقریر سابق سے بوجہ احسن معلوم ہو چکا ہے کیونکہ ہم مدلل طور پر بتلا چکے ہیں کہ عقل سلیم و نقل صحیح میں تعارض ہو ہی نہیں سکتا ہاں اگر عقل کی سلامتی یا نقل کی صحت مخدوش ہو جائے تو شک ایسا ہونا ممکن ہے مگر اس وقت ہمارا پہلا فرض یہ ہوگا کہ یا تو اپنی عقل کو مرض سے چھڑانے اور سلامتی پر لانے کی کوشش کریں یا نقل کے ثبوت کے واسطے کوئی قابل وثوق ذریعہ بہم پہنچائیں۔ وہ وہ ضبط الفتاد۔

اس جواب کی پوری تفصیل شیخ الاسلام حافظ ابن تیمیہ نے اپنی بہا اور ضخیم کتاب بیان موافقہ صریح المعقول لصحیح المنقول میں لکھی ہے جس کے جستہ جستہ اقتباسات بھی ہم باوجود قصد کے تطویل کے خیال سے قلم انداز کر کے آخر میں یہ گزارش کرتے ہیں کہ:۔

جو کچھ ہم نے اس مضمون۔ یہاں تک بیان کیا ہے اس سے یہ منشا ہرگز نہیں کہ فکر و استدلال ایک محض عبث اور لغو چیز ہے یا اس سے تعرض کرنا کوئی شرعی گناہ ہے لیکن ہاں کسی فرد بشر کے واسطے ہم یہ جائز نہیں رکھتے کہ وہ اپنی عقل شخصی اور فکر ناقص کو اصل اصول ٹھہرا کر انبیاء علیہم السلام کے پاک و

کتاب اہل مصر نے منہاج السنۃ کے حاشیہ پر طبع کی ہے۔

Telegram: t.me/pasbanehaq1

صاف صحیح و صادق اور بلند و برتر تعلیمات کو زبردستی ان پر منطبق کرنے کی کوشش کرے جس پر اکثر اوقات اس کا ضمیر بھی خود اندر سے فتویٰ کر رہا ہو۔ اس کے برخلاف نہایت ضروری ہے کہ انسان خدا اور اس کے رسولوں کے ارشادات کو اصل قرار دے کر اپنی عقلی معلومات کو ان کے تابع بنا رہے اور جو کچھ وہ فرمائیں اس کو اپنے امراض روحانی کے حق میں اکسیر شفا تصور کر کے سمعاً و طاعۃً کہتا ہوا بجت و تکرار سر اور آنکھوں پر رکھے۔

والذین یحاجون فی اللہ من بعد ما استجیب لہ حجتھم داحضۃ عند ربھم وعلیھم غضب ولھم عذاب شدید۔	اللہ کے بارے میں نبی سے جھگڑا کرتے ہیں جبکہ اس کی قبول کر لینے کو لوگ کہہ چکے ہیں ان کی حجت باطل ہے اپنے رب کے نزدیک اور ان پر غضب ہے اور ان کے لئے سخت عذاب ہے۔

تنبیہ:۔ جو کچھ ہم نے اس رسالہ میں اپنے نزدیک اختصار جامع اور متانت و معقولیت کے ساتھ لکھا ہے اس کا ذہن و تدبر (جیسا کہ ناظرین محسوس فرمائیں گے) عقل کی صحت و سلامتی پر رہا ہے۔ لیکن نقل کی صحت و ضعف کے تو اعد و شرائط وغیرہ سے یہاں مطلقاً بحث نہیں کی گئی جس واسطے اول تو علم اصول حدیث کی کتابوں کا مطالعہ انشاء اللہ تعالیٰ کافی ہوگا اور اگر وقت نے مساعدت اور قادر مطلق نے امداد فرمائی تو ہم ایک مستقل رسالہ اس موضوع کے متعلق بھی لکھ کر اہل ملک کے روبرو پیش کریں گے جس میں مولانا ا ی کے رسالہ علم الحدیث پر بھی مبسوط تبصرہ کیا جاوے گا۔

Telegram: https://t.me/pasbanehaq1

blogspot.com

وما ذالك على الله بعزيز واخر دعوانا ان الحمد لله رب العلمين۔

الراقم
شبیر احمد عثمانی۔ عفا اللہ عنہ
دار العلوم دیوبند
۲۲، ربیع الثانی ۱۳۳۳ھ

تمت بالخیر

یہ کتب اور علمائے دیوبند کی دیگر تصانیف کے لئے

۱۱۔ ادارہ اسلامیات ۱۹۰۔ انارکلی لاہور
۱۲۔ دا الاشاعت مولوی مسافر خانہ کراچی ۱
۱۳۔ ادارۃ المعارف ڈابھیل و دار العلوم کراچی ۱۴
۱۴۔ مکتبہ دار العلوم ڈابھیل و دار العلوم کراچی ۱۴

Telegram : t.me/pasbanehaq1

رسائل ثلاثہ

شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ
کے تین اہم رسائل کا مجموعہ

① ـــــ ھدیۃ سنیہ
② ـــــ تحقیق الخطبۃ
③ ـــــ سجود التلاوۃ

ادارۂ اسلامیات انارکلی لاہور

Telegram : t.me/tasbanehaq1

Telegram : t.me/pasbanehaq1

فہرس

اس مجموعہ میں درج ذیل رسالے

۱۱۔ ہدیۂ سنیہ

یعنی کیا مذاہب اربعہ مسائل میں اختلاف اور تضاد کے باوجود سب کے سب برحق ، ؟ اور کیا مسائل اختلافیہ میں حق ایک ہے یا متعدد ہے ؟ جنت و دوزخ کو تمثیلی قرار دینا اور حقیقت قرار نہ دینا کیا صحیح ہے ؟ اور جو شخص ایسا عقیدہ رکھے اس کا کیا حکم ہے۔ دو اہم سوالات کے مفصل جواب ۔ ص ۷ تا ص

۱۲۔ تحقیق الخطبہ

کیا جمعہ کا خطبہ اردو ۔ پڑھنا جائز ہے ؟ جمعہ اور ، جمعہ سے متعلق چند سوالات و اشکالات کے جوابات ص ۶۳ تا ص ۸۵

۱۳۔ سجود الشمس

کیا سورج سجدہ کرتا ، ؟ اور حدیث صحیح میں سورج کے جس سجدہ کا ذکر آیا ، ۔ اس سے کیا مراد ہے ؟ ص ۸۷ تا ص ۱۱۲

Telegram : t.me/pasbanehaq1

عرض ناشر

شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کی تحریر فرمودہ "اعجاز القرآن، العقل والنقل اور اسلام کے بنیادی عقائد مع اسلام اور معجزات" اس سے قبل ادارہ اسلامیات کی جانب سے طبع ہو چکی ہیں۔ کو دینی اور علمی حلقوں نے بہت سراہا ہے۔ ادارہ کی جانب سے حضرت مزید تین اہم رسا زیر نظر مجموعہ میں یکجا صورت میں پیش کئے ہیں۔ یہ رسالے اگرچہ صفحات کے اعتبار سے بہت مختصر ہیں۔ لیکن اعتبار سے بہت طویل اور جامع ہیں۔ ان رسالوں میں حضرت مولانا رحمۃ نے بعض اہم اور نازک مسائل پر قلم اٹھایا ہے اور بڑی خوبصورتی اور دلائل و براہین سے ان مسائل میں حق کا صحیح موقف پیش کیا۔ امید ہے کہ پڑھے لکھے حضرات حضرت مولانا کے رسائل سے بھرپور فائدہ اٹھائیں گے۔

والسلام

دعائے خیر کے طلب گار

کارکنان ادارہ

Telegram: t.me/pasbanehaq1

toobaa-elib

فہرست مضامین مجموعہ رسائل ثلثہ

فہرست مضامین ھدیہ سنیہ

مضمون	صفحہ
تمہید	۸
سوالات	۹
حقیقت اور بطلان اور مذاہب اربعہ	۹
جنت اور دوزخ کو تمثیلی اشیاء سمجھنا	۱۰
جوابا	۱۱
پہلے سوال کا جواب	۱۲
مذاہب اربعہ [illegible] ف کی حقیقت	۱۳
اختلافی مسائل میں حق ایک ہے یا متعدد ہے	۱۷
مثال اس کی تشریح	۲۰
شیخ تقی الدین کی را[illegible]	۲۳
ا[illegible] فی مسائل میں عدم تشدد	۲۴
مذاہب اربعہ حق ہیں	۲۴
علماء و فقہا کی عبارت سے استدلال	۲۶

مضمون	صفحہ
علامہ ابن قیم کی عبارت	۲۷
حافظ ابن تیمیہؒ کی تحریر	۲۸
امام محی الدین نوویؒ کی عبارت	۳۰
حافظ ابن حجرؒ	۳۰
ابن العربیؒ کا قول	۳۱
شاہ ولی اللہؒ کا مسلک	۳۵
شیخ ابن ہمامؒ اور مسلک مذکورہ	۳۸
امام احمد بن حنبلؒ کی تحقیق	۴۰
دوسرا سوال اور اس کا جواب	۴۲
جنت اور دوزخ کو تمثیل قرار دینا	۴۲
مثال سے اس کی تشریح	۵۳
مولانا رومی کی ایک ایک عجیب مثال	۵۹
خاتمہ	۹۰

Telegram: t.me/toobaa-elibrary

.blogspot.com

فہرست مضامین تحقیق الخطبہ

مضمون	صفحہ
تحقیق الخطبہ	۶۳
کیا جمعہ کا خطبہ اردو میں جائز ہے	۶۴
چند سوالات	۶۴
جواب	۶۶
خطبہ کا شرعی مفہوم	۶۶
فقہاء کی عبارات	۶۷
خطبہ کی حقیقت	۶۹
ایک شبہ اور اس کا جواب	۷۴
خطبہ عربی زبان	۷۸
زبان کا اثر اقوام پر	۷۸
عربی سے ناواقف لوگوں کی مثال	۸۲
جمعہ کی نماز میں کسی خاص سورت کی تعیین	۸۳
نماز میں قرأت میں کمی و زیادتی	۸۴
قرآن بغیر معنی سمجھے پڑھنا	۸۴
خاتمہ	۸۵

فہرست مضامین سجود الشمس

مضمون	صفحہ
سجود الشمس	۸۷
مقدمہ از مولانا سید حسن صاحب	۸۸
حدیث سجود الشمس	۸۹
حدیث ۴ پر شبہات	۹۰
شبہ اور اس کا جواب	۹۱
دوسرا شبہ	۹۱
اس کا جواب	۹۲
تیسرا شبہ اور جواب	۹۳
چوتھا شبہ اور جواب	۹۵
مضمون علامہ شبیر صاحب عثمانی	۹۸
حدیث کا ترجمہ	۹۸
فرقہ امامیہ کی بعض بے سروپا روایات	۹۹
صاحب روح المعانی کی تحقیق	۱۰۵
حدیث کا مطلب اور اس کی توجیہ	۱۰۷
ایک اشکال	۱۱۰
تنبیہ	۱۱۱

Telegram : t.me/tehqiqat

ہدیۂ سنیہ

یعنی

مذاہب اربعہ کے درمیان اختلاف کی حقیقت
اور جنت و دوزخ کی حقیقت سے متعلق
بعض اہم سوالات کے شافی جوابات

از

شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانیؒ

ناشر

ادارہ اسلامیات ۱۹۰ انارکلی لاہور

Telegram : t.me/pasbanehaq1

blogspot com

ھدیہ سنیہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علی رسولہ الکریم

تمہید

دارالعلوم دیوبند کے ایک ذی استعداد فہیم فیضیافتہ شیخ حضرت مولانا مولوی شبیر احمد صاحب مدظلہ مدرس دارالعلوم دیوبند کی خدمت میں دو شبہے تحقیق کی غرض سے پیش کئے تھے۔ حضرت مولانا مدظلہ باوجود کثرت مشاغل مفتقاد جواب تحریر فرمایا۔ چونکہ اس قسم کے شبہات دنیا میں اکثر پیش آتے رہتے ہیں اور حضرت مولانا مدظلہ نے جس تحقیق اور بسط سے جواب تحریر فرمایا ہے وہ مفید اور حقائق علیہ سے معمور ہو باوجود حسن بیان میں بھی اپنی نظیر آپ ہی ہے۔ اس لئے اہل علم کی خدمت میں ان سوالات و جوابات دونوں کو ایک نذرانے کے پیش کیا جاتا ہے۔ اُمید ہے کہ اہل علم اسکو بہت قدر فرمادیں گے۔ ہماری دعا کہ قادر مطلق مولانا کے علمی فیوض اس سلسلہ کو تا قیامت قائم رکھ کر تشنگان علم کو سیراب کرتا رہے۔ آمین

Telegram : t.me/pasbanehaq1

سوالات

مجمع الحسنات والکمالات مخدومنا المکرم حضرت استاذی صاحب
قبلہ دامت برکاتہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ طالب الخیر بعافیت ہے چونکہ خاکسار خدمت علمی میں کبھی اور کبھی ذکر سکنے کی وجہ سے سخت ہوم ہے اس لئے اولاً نہایت عقیدتمندانہ لہجہ سابقہ خفگت وتساہل کی معافی کی درخواست ان شاء اللہ کرکے قلم حضور پر گناہم کشش کرتا ہے اور بعد ازیں حسب ذیل مسائل کی جانب آنجناب کی توجہ منعطف کرنا چاہتا ہے امید قوی ہے شفقت استاذانہ میرے خجلان واں کو زائل کرنے کی تکلیف گوارا فرمائیں گے۔

حقیقت اور بطلان اور مذاہب اربعہ

(۱) حقیقت اور بطلان واں اعتبار معتبر پر مبنی نہیں ہے۔ اور امور واقعیہ وجودات اور ادراکات لحاظ کے تابع نہیں ہیں۔ وجہ کہ حقیقیات اعتباریہ مسائل یا مظہر حقائق نفس الامری نہیں ہو سکتے۔ اس اصول کو مدنظر رکھتے ہوئے جب ہذا اربعہ کی حقیقت پر کرتا ہوں۔ کو ہر خاص و عام میں شہرت کا فخر ما تو عقل ناقد سا ادراک حقیقت سے قاصر ہو جاتی ہے۔ کیونکہ ان مذاہب میں باہم بعض ایسے مسائل نظر آتے ہیں

Telegram : t.me/toobaa-elibrary

جن میں کم از کم نسبت تضاد کی پائی جاتی ہے۔ اور یہ مسلم الثبوت امر ہے کہ "الضدان لا یجتمعان" پس ان مذاہب کو حق تسلیم کرنے پر عالم واقع میں لامحالہ اضداد کا وجود لازم آتا ہے۔ جس کا بطلان البدء البدیہات سے ہے اور یہ بھی ظاہر ہو ... کر عرض کر چکا ہوں کہ حقائق واقعیہ پر حیثیات نادرہ کا کوئی اثر نہیں پڑ سکتا پس ان "ہونے کی کیا صورت ہو سکتی ہے۔

جنت اور دوزخ کو تمثیلی اشیاء سمجھنا

(۲) ایک وہ شخص ہے جو دوزخ و جنت پر تو ایمان رکھتا ہے۔ مگر جو "۔ شرعیہ و کتب احادیث میں جنت کے متعلق مذکور ہیں ان کو صرف تمثیلات پر کرتا ہے اور یہ کہتا ہے کہ چونکہ دنیاوی نقطۂ نظر سے وہ انتہائی انعامات تھے اس لئے ان کو بیان کر کے اس امر کی جانب اشارہ کر دیا گیا ہے۔ کہ اہل جنت کے لئے جنت میں تمام آرام و آسائش کی چیزیں مہیا کی گئی ہیں۔ ورنہ جنت کی حقیقت کو کسی کو علم ہو اور نہ ہو سکتی ہے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اسی کے متعلق ارشاد فرما " کہ "لا عین رأت و لا اذن سمعت ولا خطر علی قلب بشر" الغرض اس سے ثابت ہو گیا کہ "رویت" سماعت، خطور بالبال" خواہ یہ کہ کسی ذریعہ سے جنت کی حقیقت کسی پر منکشف نہ ہو سکی۔

بعینہ یہی خیال اس شخص کا جہنم کے متعلق بھی ہے۔ پس یہ خیالات کہاں تک صحیح ہیں اور شرعاً اس شخص کا کیا حکم ہے۔

Telegram : t.me/pasbanehaq1

جواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

برادر مکرم سلمکم اللہ تعالیٰ۔ بعد سلام مسنون آنکہ۔ آپ کا عنایت نامہ پہنچا۔ حق تعالیٰ شانہٗ مجھ کو اور آپ کو اور تمام مسلمانوں کو اپنی رضا کی توفیق عطا فرمائے جن مسائل کی با۔ آپ نے دریافت فرمایا ہے مجھ کو حیرت ہے کہ باوجودیکہ وہاں ماشاء اللہ بہت سے اہل علم اور اہل علم کے فیض یافتہ موجود ہیں بفضلہ تعالیٰ مشکل سے مشکل مسائل کو مجھ سے زیادہ زور اور قوت کے ساتھ حل کرنے کی قابلیت رکھتے ہیں۔ آپ ان سے مشافہۃً بہت جلد اور بسہولت اس قدر اطمینان حاصل کر سکتے تھے۔ جو شاید میرے متعدد خطوط بھی حاصل نہ ہو سکے۔ پھر آپ نے مجھ کو خط لکھنے کی زحمت کیوں اٹھائی۔ علاوہ آپ دیوبند میں رہ چکے ہیں۔ میری حالت سے بھی بہرحال واقف ہیں کہ میری پیچھا نی اور لاابالی پن حد سے زیادہ گذرا ہوا ہے۔ اس لئے کبھی کبھی یہ خیال ہوا کہ آپ کا خط یہاں کسی عالم جید کا حوالہ کر دوں تاکہ وہ آپ کی تسلی کر دیں۔ لیکن یہ خیال کر کے کہ یہاں سے جانے کے بعد یہ آپکی پہلی عنایت ہے دل گوارا نہیں کرتا کہ کچھ بھی جواب نہ لکھا جائے۔ لہٰذا جس طرح ان مسا کو میں اب تک سمجھے ہوئے ہوں مختصراً لکھ دیتا ہوں۔ اگر ۔۔ ہو جائے تو حق تعالیٰ کا شکریہ ادا کیجئے اور بصورت دیگر مناسب ہوگا کہ دوسرے علمائے متبحرین سے رجوع کیا جائے۔

Telegram : t.me/pasbanehaq1

پہلا مسئلہ۔ یعنی مذاہب اربعہ کی حقیقت کے متعلق جو کچھ بندہ نے اہل السنۃ والجماعت کی کتابو سے کر کے اب تک منقح کیا ۔ اُس کو ۔ کروں گا فان یک صوابا ۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ وان یک خطا فمنی ومن الشیطان واللہ ورسولہ بری ولا حول ولا قوۃ الا ۔ اللہ العلی العظیم لا الہ غیرہ ولا خیر الا خیرہ

پہلے سوال کا جواب

سب سے یہ عرض کر دینا مناسب معلوم ہوتا کہ آپ کے سوال اوّل میں غور و تنقیح کے بعد دو جزو نکلتے ہیں۔

(۱) کسی چیز کا حق یا باطل ہونا اعتبار معتبر و لحاظ لاحظ پر مبنی نہیں ہو سکتا اور ۔ ۔ زائد ا ۔ یہ حقائق واقعیہ کے لئے مبطل یا مغیر نہیں ہو سکتی۔

( ) مذاہب ائمہ اربعہ واقع میں سب حق ہیں حالانکہ ان مذاہب میں بہت سے ا ۔ مسائل ہیں جو باہم متضاد ہیں مثلاً سب سے بڑا تضاد یہ ۔ کہ ایک چیز کو ایک امام واجب یا فرض قرار دیتے ہیں اور دوسرے اس کو مکروہ تحریمی یا حرام و علیٰ ہذا ۔ یس تو اضداد کا ۔ ع ایک ہی چیز کے اندر اور ایک ہی وقت میں کیسے حق ہو سکتا ہے اور اگر ان باہم حیثیات کا فرق نکالا جائے تو وہ بحکم مقدمہ اولیٰ صحیح نہیں۔

آپ کے یہ دونوں دعوے تشریح طلب ہیں الفاظ ایسے مجمل اور ذوالوجوہ اختیار کئے گئے ہیں کہ جن سے کئی معنے کا احتمال ہوتا ہے پس جب تک ہر ایک لفظ کی کما حقہٗ تشریح اور محتملات عبارت میں سے بعض کی

Telegram: t.me/pasbanehaq1

تعیین نہ ہو جائے کچھ رائے زنی کرنا بے سود ہے۔

مذاہب اربعہ میں اختلاف کی حقیقت

دعوی اوّل میں اگر یہ ارادہ کیا گیا ہے کہ کسی چیز کے ساتھ مختلف اعتبارات اور نسبتیں لگ جانے سے اس کی حقیقت یعنی ماہیت نفس الامر میں بدل نہیں سکتی۔ مثلاً زید زمین پر چل رہا ہو یا ہوا میں اڑ رہا ہو یا کھانا کھا رہا ہو یا کام کر رہا ہو تحصیل علم میں مشغول ہو یا لہو و لعب میں اپنی عمر تباہ کرتا ہو ہر حالت میں اور ہر ایک حیثیت کے لگ جانے کے وقت اس کی حقیقت و ہی حیوان ناطق رہتی ہے اور کسی طرح اس کا قاعدہ اس کی حقیقت میں فرق نہیں آ سکتا تو بلاشبہ مشائخین کے مذاق موافق یہ دعوی صحیح ہے اور ہم کو اس سے انکار کرنے کی ضرورت نہیں مگر مذاہب اربعہ کی حقیقت کے مسئلے یہ دعوی محض بے تعلق ہے کیونکہ ائمہ اربعہ مثلاً جس چیز کے واجب و حرمت میں مختلف ہیں تو ہر مجتہد کی تصویب کرنے والے بھی یہ نہیں کہتے کہ اس چیز پر مختلف اوامر متضاد احکام جاری ہونے سے (جو ان کے زعم میں بسبب مختلف نسب واعتبارات کے جاری ہوئے ہیں) خود اس چیز کی حقیقت جاتی ہے مثلاً قے یا زنا کو امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نا وضو کہتے ہیں اور امام شافعی فرماتے ہیں کہ ناقض نہیں ہے تو ان دونوں میں قے اور زنا کی حقیقت اسی طرح محفوظ رہتی ہے جس طرح کہ زید کی حقیقت حالت تحصیل علم اور لہو و لعب میں یا مثلاً یہ نہیں کہا جاتا کہ اس فاجر کی

Telegram : t.me/tehqiqat

حقیقت کچھ اور ہے جس کو امام صاحب مقتدی کے حق میں مکروہ تحریمی قرار دیتے ہیں اور جس کو امام شافعی ہر ایک مصلی کے حق فرض فرماتے ہیں اس کی کو ' دوسری حقیقت ہے پس اگر مختلف اعتبارات و حیثیات کے طلبی ہونے سے آپ کا یہ خیال کہ اس شے کی حقیقت واقعیہ نہیں بنتی اور بہت حقہ آپ کے ہم آہنگ ہیں اور اسکا انکار آپ نے کسی سے سنا ہوگا لیکن اگر یہ مقصد آپ کا نہیں بلکہ یہ ہے کہ کسی شے کے ساتھ حیثیات نادرہ اور اعتبارات کے لگ بھگ ہے اس پر نفس الامر میں مختلف احکام جاری نہیں ہو سکتے ہیں تو میں کہتا ہوں کہ آپ نے یہ بھی نہیں کہ محض ایسے بے سند دعویٰ کیا ہے بلکہ ایسا دعویٰ کر کے ان سینکڑوں دلائل اور شواہد کو جھٹلا دیا جو اس دعوے کی بانگ دہل تکذیب کرتے ہیں۔ مثلاً زید کو دیکھئے کہ وہ ایک شخص ہے اور اس کی ایک غیر متبدل حقیقت ہے لیکن وہ اتفاق سے عمرو کا بیٹا اور خالد کا باپ اور ہند کی اولاد اور زینب کا شوہر ہے تو کیا ان سب نسبتوں اور اعتبارات اور حیثیات کے لگنے کے بعد جو کہ اس کے نفس حقیقت سے یقیناً خارج ہیں ایک ہی وقت اور ایک ہی آن میں اس پر ان مختلف ا" رات و نسب میں سے ہر ایک کے مناسب احکام و حقوق جن میں بعض متضاد بھی ہیں باتفاق عقلائے دنیا عاید نہیں ہوتے کیا جس طرح اس کو ہم اس کے بیٹے خالد کے اعتبار سے مطاع اور واجب التعظیم کہتے ہیں۔ اسی طرح اس کے باپ عمرو کے اعتبار سے بھی کہیں یا جس طور پر کہ اس کو اپنی زینب پر تصرف کرنے کی اجازت دی جاتی

Telegram : t.me/pasbanehaq1

ہے اس طور سے ہندو کے مقابلہ میں بھی (جو اس کی ماں ہے) مطلق العنان چھوڑ دیا ہے۔ حاشا ثم حاشا حالانکہ ہر ایک حالت میں اس کی حقیقت اور ماہیت جوں کی توں باقی رہی البتہ ابوۃ نبوۃ اور زوجیت وغیرہ نسبتیں مگ جانے سے اُس کے حق میں مختلف احکام تجویز ہو گئے اس کی مثالیں ایک دو نہیں، دس بیس نہیں، پچاس سو نہیں، لاتعد ولاتحصی ہیں ضلع کا مجسٹریٹ باشندگان ضلع پر حاکم مگر گورنمنٹ آف انڈیا یا ویسرائے یا لیفٹننٹ گورنر کا محکوم ہے تو کیا جو احکام و معاملات اس کے لئے باعتبار رعایا کے تسلیم کئے جائیں گے وہی باعتبار حکام ماتحت کے بھی ہوں گے۔ ایک ہی مرض کو ایک تندرست آدمی کر زیادہ قوی اور توانا ہوتا ہے۔ لیکن ایک ضعیف العمر مریض کو اُس کا استعمال ہلاکت سے قریب تر کر دیتا ہے ایک ہی نسخہ ایک طبیب کا تجویز کیا ہوا ایک ہی وقت میں ایک مریض کے حق میں اکسیر ہوتا ہے مگر دوسرے مریض کے لئے جس کا مرض اس طرح کا نہ ہو سم ہوتا ہے۔ نہیں رہتا ان سب صورت میں یہ دریافت کرتا ہوں کہ ایک ہی چیز میں ایک ہی شیشی میں علماء کی دوکان یا سرکاری ہسپتال میں رکھی ہوئی اس کو ہم کسی طرح مفید بھی مضر بھی مطہر بھی اور مہلک بھی واجب الاستعمال بھی اور ممنوع الاستعمال بھی کہہ سکتے ہیں اس کا جواب بجز اس کے اور کیا ہو گا کہ سب احکام واوصاف واقعیہ اس دوا کے لئے مختلف استعمال کرنے والوں کی نسبت سے ثابت ہوئے ہیں جس کی واقعیت سے کوئی شخص انکار نہیں کر سکتا۔ تو میں پوچھتا ہوں کہ اب آپکا وقار کہاں رہا، کہ

Telegram: t.me/pasbanehaq1

مختلف حیثیات زمانہ کے بدلنے سے کسی چیز کے واقعی احکام نہیں بدل سکتے کیونکہ یہاں ماہیت اور حقیقت تو اس دوا کی غیر متغیر ہے جو کچھ بھی اختلاف آیا ہے بہر حال باہر آیا ہے۔ بیش بریں نیست کہ آپ یہ کہیں گے، کہ مذاہب اربعہ پر اس مثال کے انطباق کی فرقہ معہود رجو مجتہد منصوب کا قابل ہے) کے نزدیک کیا صورت ہوگی۔ اس کے متعلق بالاجمال یوں کہا جا سکتا ہے کہ شارع کی طرف سے کسی مجتہد کو "باذن" اور غیر مجتہد کو تقلید کی اجازت ہونے اور "اجتہاد یا امام کے مسلک کو واجب الاتباع ٹھہرانے کے یہ معنی ہیں کہ اُن کے مذاق کے موافق حق تعالیٰ شانہ کے علم ازلی میں جس فعل کا کرنا تمام بندوں کے حق میں مفید تھا اس نے تمام مجتہدین امت محمدیہ کو اُن کے جواز یا وجوب پر اتفاق کرنے کی توفیق مرحمت فرمائی اور جس کا ترک اصلح تھا۔ اس واسطے ایسے راستے نکالے اور سامان پیدا فرمائے کہ تمام مجتہدین کا اجماع اس کی حرمت یا کراہت پر ہو گیا اور جس فعل کو حق تعالیٰ شانہ نے اپنے علم ازلی میں بعض بندوں کے حق میں نافع اور بعض کے حق میں مضر سمجھا اس میں اُن کی رائیں مختلف کر دیں۔ اور ہر عام مومنین کے قلوب میں خاص اپنی رحمت سے جو مومنین پر مبذول ہو "ایسے مختلف دواعی اسباب پیدا فرما دیے" جو ان میں سے ہر ایک کو خواہی نخواہی ایک ایسے امام کی تقلید کی طرف لیجائیں کہ جس کا مسلک اس خاص شخص کے حق میں اصلح تھا۔ اب یہ شخص عملاً ان استعمال کرے یا نہ کرے جو اس کے طبیب نے اس کو بتلائی ہیں لیکن حق تعالیٰ نے اپنی حجت اس پر قائم کر دی ہے۔

Telegram : t.me/pasbanehaq1

من هلك عن بينة ويحيى من حي عن بينة۔

یاد رکھیے میرا سوء ظن یہ دعویٰ نہیں کہ فرقہ معتزلہ کی یہ تقریر صحیح ہے بلکہ محض اس قدر ارتیاب ہے کہ جس طرح ایک ہی دوا مختلف مریضوں اور مختلف مواسم اور مختلف احوال مریض کے اعتبار سے نافع بھی اور مضر، مہلک بھی اور زندگی بخش بھی ہو سکتی ہے اسی طرح فرقہ معتزلہ کے خیال میں ایک چیز اور ایک ہی کلام بعض کے حق میں حرام بلکہ ایک ہی شخص کے لئے مختلف زمانوں کے اعتبار سے نفس الامر میں ایسا ہو سکتا ہو اللہ تعالیٰ ہر مقلد کو ہر وقت میں جو مسلک اس کے مناسب ہوتا ہے اسی کی طرف مائل ہونے کی اپنے فضل اور رحمت سے توفیق عطا فرماتا ہے۔ تو یہ الاصول اور اس کی شرح میں اس فرقہ کے ایک طائفہ کی رائے کا جو مختصر ذکر کیا ہے اس تفصیل پر ہے کہ جو بندہ نے گذارش کی۔ من شاء فليطالعه مع الله ورأيا لطف۔

الغرض معتزلہ کے زعم کو تسلیم کر لینے کا خیال محض غلط ہے اور ایسا ہے جیسا کہ کوئی شخص یہ کہ کشتہ فولاد نہایت مقوی ہے اور یہ کہ نہایت مہلک بھی ہے اجتماع ضدین کا خیال باندھے گا۔

اختلافی مسائل میں حق ایک ہے یا متعدد؟

اب میں آپ کے سوال اوّل کے دوسرے جزو کی طرف متوجہ ہوتا جو کہ اصل مقصود ہے یعنی یہ کہ مسائل مختلف فیہا میں حق عند اللہ متعدد ہوتا

Telegram: t.me/pasbanehaq1

ہے یا واحد اور ہر ایک مجتہد مصیب ہے یا کوئی ایک غیر معین مصیب ہے باقی مخطی ہیں۔

تفصیل اس کی جیسا کہ علمائے محققین نے بیان کی ہے یہ ہے کہ عقلیات یعنی جن مسائل کا ماننا سماع کا موقوف نہیں مثلاً عالم کا حادث اور صانع عالم کا موجود اور اس کی تمام صفات کمالیہ اور انبیاء علیہم السلام کی بعثت ان میں اختلاف کے وقت بالاجماع مصیب کوئی ایک ہے اور وہ وہی ہے جس کا اجتہاد واقع کے مطابق ہوا اور اس نے کوشش کر کے حق کو پالیا ہو۔ کیونکہ یہ ممکن ہی نہیں کہ نفس الامر میں مثلاً عالم حادث بھی رہے اور قدیم بھی یا خدائے تعالیٰ موجود بھی ہو اور معدوم بھی۔ تو لامحالہ فریقین میں سے صرف ایک ہی فریق حق پر ہو سکتا ہے۔ اور جو خطا پر ہے جب کہ اس کی خطا سے ملت اسلام کی یا اس کے بعض اجزاء ضروریہ کی نفی ہوتی ہو وہ باطل کافر ہے۔ اور اگر مسائل دینیہ میں سے کسی ایسے مسئلہ اعتقادیہ میں ہے کہ جس کے انکار سے ملت اسلام کے اصول اولیہ کی نفی نہیں ہوتی مثلاً کوئی شخص قرآن مجید کو مخلوق کہے یا اس کا معتقد ہو کہ شرور اور قبائح حق تعالیٰ کے ارادہ کے بغیر پیدا ہوتے ہیں تو ایسا شخص اپنی خطا سے اگرچہ مذہب مختار کے موافق صریح [illegible] کہا جائے لیکن مبتدع اور آثم ضرور [illegible] میہ کا حال [illegible] مسائل فقہیہ۔ تو ان میں سے جو شخص اپنے اجتہاد [illegible] فقہ کا انکار کرے [illegible] نماز روزہ حج یا زکوٰۃ کی فرضیت۔ یا زنا اور شراب کی حرمت کا تو نہ فقط یہ کہ وہ بالاتفاق مخطی ہے بلکہ صریح کافر اور آثم۔ ہاں

Telegram: t.me/pasbanehaq1

اگر وہ مسائل باوجود قطعی ہونے کے بدیہی شرع میں سے نہیں ہیں جیسا کہ مثلاً اجماع اور خبر واحد اور قیاس شرعی کا حجت ہونا تو اس قسم کی باتوں کا نہ ماننے والا بے شک غلط اور مبتدع اور گنہگار ہوتا ہے مگر کفر کی نسبت اس کی طرف نہیں کی جا سکتی۔

باقی ایسے مسائل فرعیہ جن میں اجتہاد کا مساغ ہو اور کوئی نص قاطع یا اجماع اس میں موجود نہ ہو تو فقط اس قسم میں نزاع ہے۔ معتزلہ اور بعض شاذہ کی طرف یہ منسوب ہے کہ وہ ایسے مسائل میں اختلاف مجتہدین کیوقت تعدد حق کے قائل ہیں جن میں سے ایک جماعت کے خیالات کا خلاصہ جو اوّل میں پیش کیا جا چکا ہے اور تفصیل ان کی اقوال و دلائل کی کتب اصول و کلام میں مذکور ہیں۔ حق کہ شیخ عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ کی تصانیف سے تو معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے تعدد کا بیان کرتے ہوئے مسائل فرعیہ میں مجتہد فیہا کی قید۔ باقی نہیں چھوڑ جو خود قائلین تعدد حق کے نزدیک بھی ضرور ہے۔ بہرحال جمہور معتزلہ اور جملہ اہل السنۃ والجماعت کی رائے یہ ہے کہ وہ مسائل فقہیہ غیر منصوصہ میں تعدد حق قائل ہیں لیکن جمہور اہل سنت والجماعت کا جن میں ائمہ اربعہ بھی شامل ہیں۔ مذہب مختار یہی ہے کہ تمام مسائل منصوصہ اصلیہ اور فرعیہ کی طرح ان مسائل میں بھی عنداللہ کوئی ایک حق ہے کہ جس کی تلاش میں مجتہدین اپنی اپنی قوت اجتہاد صرف کرتے ہیں۔ پس جو مجتہد اپنی سعی بلیغ سے اس حکم مطلوب پر پہنچ گیا۔ وہ تو البداہت کامیاب ہو گیا اور جس کی نظر سے باوجود استفراغ وسع اور

Telegram: @toobaa_elibrary

امکانی جدوجہد کے حکم مطلوب مستفر رہا تو کو کہہ سکتے ہیں کہ اس کو باعتبار اصل مقصود کے کامیابی نہ ہوئی لیکن اس اعتبار سے اس کی کوشش بھی رائگاں نہیں گئی کہ تعالیٰ کمال فضل و احسان سے بسبب مسائل اجتہادیہ کے غایت درجہ دقیق نہ ہونے کے اس کو معذور اور دیکر اس کی محنت اور وجہد کی قدر کرتا ہے اس کے کہ ایک غیر معتد بہ رائے کے موافق اپنی اس خطا کی وجہ سے وہ آثم ٹھہرتا اثنا اجر اور ثواب کا مستحق ہوتا ہے۔ لما فی الصحیحین مرفوعا اذا حکم الحاکم فاجتھد فاصاب فلہ حکم جب اپنے اجتہاد سے کوئی فیصلہ کرے وہ فیصلہ ان واذا حکم فاجتھد فاخطأ واقع میں بھی درست ہو تو اس کے واسطے دہرا ثواب ہے واحد۔ اور اگر اس میں خطا ہوئی تو اکہرا ثواب تب بھی ہے۔

مثال سے اسکی تشریح

یوں سمجھئے کہ مثلاً فلسفہ کے ایک اُستاد نے اپنے ذہین طالب علموں کی شوق و محنت و توجہ و فطانت کا امتحان کرنا چاہا اور اعلان کر دیا کہ تم میں سے جو شخص الٰہیات شفا کے فلاں مقام کو خوب اچھی طرح سمجھ کر ہمارے روبرو ٹھیک ٹھاک بیان کرے گا۔ اُس کو ہم بیس روپیہ کی ایک گھڑی انعام میں دینگے۔ اور فرض کیجئے کہ ان کو مطالعہ کرنے کے لئے ایک شب کی مہلت گئی۔ اب ایک طالب علم نے تو ان میں سے محض اپنی ذکاوت پر اعتماد اور شفاء کی عبارت کو ایک آدھ مرتبہ سرسری نظر سے گذار کر کتاب کو بالائے طاق رکھ دیا۔ اور رات بھر خوب بے فکری اور آرام کی نیند سویا مگر صبح

Telegram : t.me/pasbanehaq1

کو جب اس نے استاد کے سامنے کتاب کھولی تو نہ عبارت کتاب کی صحیح پڑھی اور نہ مطلب صاف بیان کیا بلکہ جو کچھ تقریر تھی وہ محض غلط تھی تو ظاہر ہے کہ طالب علم کے حق میں اس کے سوا کیا ہوتا کہ بجائے انعام کے مناسب تنبیہ کی جاوے اور تعزیر اور ملامت کی ہر چہار طرف سے اس پر بوچھار ہو اور شفا کی جماعت سے اخراج کر دیا جاوے۔ باقی جو وہ طالب علم اس کے سوا ان کو استاد نے دیکھا کہ وہ باوجود اول درجہ کی ذہانت و فطانت کی محض اس خوف سے کہ کہیں کتاب کا مطلب سمجھنے میں کوئی سہو اور غلطی نہ ہو جائے جس سے استاد ناراض ہو اور ہم عصروں کو ہنسی کا موقع ملے۔ ہر چراغ کے سامنے آنکھیں گاڑے بیٹھے ہے بار بار نیند کا تقاضا ہوتا تھا۔ مگر وہ دونوں ہمت کے ساتھ اور اس کے حواشی اور تعلیقات سامنے رکھے ہوئے اس مقام کی مختلف تقریروں کا موازنہ کرتے ہوئے اور شیخ رئیس کا صحیح منشا معلوم کرنے کی فکر میں رات بھر مستغرق رہے یہ سب نظارہ استاد اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا تھا اور دل ہی دل میں ان کی محنت اور کاوش اور انتھک کوشش کی داد دے رہا تھا لیکن افسوس سو اتفاق سے ایک طالب علم ان میں کا صبح کو جب امتحان کے لئے حاضر ہوا تو نہ خلاصۃ المیہ نکلا اور افسوس معلوم ہوا کہ تمام شب کی دوا دوش میں بھی جس کا شاہد خود استاد کر رہا تھا۔ کتاب کے عمیق اور غامض مطلب تک رسائی نہ ہو سکی۔ ہاں اس کے دوسرے حریف نے کہ وہ بھی ذہانت اور محنت میں اس سے پیچھے نہ تھا۔ اس مقام کی جو تقریر کی تو وہ ایسی کی کہ گویا خود رہنما سینا قلمرو میں سے اٹھ کر اپنی مراد ظاہر کرتے

کے لئے آگیا اور اس نے کتاب کے ایک ایک لفظ کی گرہ کھول دی اس وقت
اُستاد کو اس پر پیار آیا اور اس نے اس کی پیشانی چوم لی اور خوشی گھڑی میں
۵ روپیہ کی جیب سے نکال کر اس کے حوالہ کی۔ لیکن اس دوسری ذہین طالب علم
کی محنت کو بھی جسے وہ رات بھر دیکھ کر رحم کھاتا رہا تھا۔ اس نے کالعدم نہیں
سمجھا۔ غایت شفقت سے اس کی تسکین کی اور شہسواروں کے میدان جنگ میں
گرنے کی مثالیں پیش کر کے اس کو مطمئن کیا تاکہ وہ آئندہ اپنی فہم اور کوشش کی
طرف سے بے پروا اور بدگمان نہ ہو جائے بلکہ دوسرے امتحانات میں اپنے حال
سے سبقت لے جانے کی بیش از بیش سعی کرے اس کو بھی ایک گھڑی گھڑوس
۵ روپیہ کی اس کی محنت کے صلہ کے طور پر دی جیسا کہ آپ نے سنا ہوگا کہ فاتح
عثمان پاشا شیر پلوتا جب دشمنوں کے ہا پڑ گئے تو خود رشی کے بیان
اُن کی جانبازانہ بسالتوں کا کیسا کچھ احترام ہوا اور سلطان المعظم نے اُن
کا شاندار استقبال ایک فاتح جنرل کی حیثیت میں کیا۔ اور دنیا کے متمدن
چلا اُٹھے کہ عثمان کی شکست ایک ایسی شکست ہے جس پر ہزاروں فتح قربان
کی جا سکتی ہیں پس ٹھیک اسی طور پر تم مجتہدین کی حالت کو سمجھو اگر بالفرض
مجتہد کسی مسئلہ کا حکم صحیح دریافت کرنے میں اس پہلے طالب علم کی طرح
بے پروائی برتے اور قوت اجتہاد کو پوری پوری ہمت اور محنت کے ساتھ
کام میں نہ لائے تو حسب تصر ئے محققین یہی نہیں کہ وہ محض خطی ہوگا
بلکہ گنہگار اور اثم شمہرے گا۔ ہاں وہ دونوں مجتہد جنہوں نے منصب اجتہاد پر
فائز ہو کر مساوی کوشش اور محنت استخراج احکام میں کی مؤتد یہ سے ایک

Telegram : t.me/pasbanehaq1

تو حق تعالیٰ کے صحیح منشار کے معلوم کرنے میں کامیاب ہو گیا اور دوسرا خطا ہوا تو حق تعالیٰ اپنی خطا - رافت اور رحمت سے ان دونوں کو علی قدر اجر و ثواب مرحمت فرمائیں گے اگرچہ بعض کو بعض پر فضیلت ہو - کہ انبیائے مرسلین اور خلفائے راشدین میں بھی بعض بعض سے افضل ہیں۔ وذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء واللہ ذوالفضل العظیم ۔

شیخ تقی الدین کی رائے

شیخ تقی الدین ابن دقیق العید فرماتے ہیں کہ مجتہدین کے واسطے ہر ایک واقعہ میں اللہ تعالیٰ کے دو حکم ہیں ایک یہ کہ اس واقعہ کے متعلق خدا کا جو کچھ حکم واقع میں ہے جس کی طرف رہنمائی کرنے والے لطیف اشارات و امارات بھی اس نے اپنے کلام میں نصب فرما دیئے ہیں اس کو معلوم کریں۔ دوسرا یہ کہ ہر مجتہد بعد اپنی پوری قوت اجتہاد اور انتہائی کوشش صرف کرنے کے جس نتیجہ پر پہنچے وہی اس کے حق میں واجب الاتباع ہے۔ پس وہ مجتہد جو ایک مسئلہ اجتہادی میں پوری جہت صرف کر لینے کے بعد بھی حق تعالیٰ شانہ کے صحیح منشار اور مطلوب پر مطلع نہ ہو سکا۔ اگرچہ اس حکم اول کے فوت ہونے کے اعتبار سے جس کا معلوم کرنا ہر مجتہد کے ذمہ لازم تھا۔ مخطی کہا جا سکتا ہے لیکن دوسرے حکم کے لحاظ سے ہر ایک مجتہد کو مصیب بھی کہہ سکتے ہیں کیونکہ جو کچھ اس نے اپنے علم اور اجتہاد سے معلوم کر لیا ہے۔ اس کے حق میں اب یہی واجب الاتباع قرار دیا گیا ہے تو جن لوگوں نے "کل مجتہد مصیب" کی آواز بلند کی اگر ان کی غرض یہی ہے۔ جواب ہم نے بیان کی تو بلا شبہ اس میں تمام

Telegram : t.me/pasbanehaq1

اہل سنت والجماعت ان کے ساتھ متفق ہیں۔

اختلافی مسائل میں عدم تشدد

وجہ تھی کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے عہد مبارک میں کوئی صحابیؓ دوسرے پر مسائل اجتہادیہ میں اختلاف رکھنے کی وجہ ملامت یا طعن و تشنیع نہیں کرتا تھا اور تضلیل یا تبدیع تو کجا ایک کی طرف سے دوسرے کی تاثیم بھی نہ ہوتی تھی بلکہ ایسے اختلافات کو توسع اور رحمت جان کر ایک دوسرے کے ساتھ نہایت رواداری کا برتاؤ کرتے تھے خود احناف کی کتابوں میں بجز ایسی صورتوں کے جس میں فساد صنعۃ کا مظنہ غالب ہو اقتدا حنفی کی شافعی کے پیچھے اور شافعی کی حنفی کے پیچھے جائز رکھی گئی ہے اور بعض بعض مسائل ہیں جہاں فقہائے نساۃ کو شرفا خصت اور تیسیر کی منفعت محسوس ہوئی ہے دوسرے آئمہ کی آراء کو معمول بہا بنایا گیا ہے۔ کیونکہ کسی خاص امام کی تقلید کے لازمی معنی اگرچہ اس امام کے مذہب کو صواب اور راجح کہنا ہے لیکن پھر بھی احتمال کا اعتراف اور دوسرے امام کے اجتہاد کے متعلق احتمال ثواب کی تصریح موجود ہے۔ اگر خاص خاص شرعی مصالح کا لوازک فقہا کر سکتے ہیں۔ اس طرف داعی ہوں کہ بعض مسائل میں دوسرے آئمہ مذاہب پر فتویٰ دیا جائے تو آخر پھر اس تعمل و ثواب سے فائدہ اٹھانے کا اور کون سا موقعہ ہے۔

اہب اربعہ حق ہیں

اس لئے یہ خوب محفوظ رکھنا چاہیئے کہ باوجود یکہ حق عنداللہ کے اعتبار

سے ہر ایک مسئلہ میں کوئی ایک ہی مجتہد و مصیب ہوتا ہے لیکن خدا سب حق پر ہیں یعنی حق تعالیٰ شانہٗ نے وسعت دی ہے کہ یہ مجتہد اپنے اجتہاد کے اوپر عمل کرے اگرچہ اس کا اجتہاد باطل پوری کوشش کے ٹھیک نشانہ پر نہ لگا ہو۔ نشانہ یوں سمجھو کہ کعبہ نفس الامر میں ایک معین مکان کا نام ہے اور اسی کا استقبال شریعت نے نماز میں ضروری قرار دیا ہے قول وجیہ شطر المسجد الحرام لیکن جس وقت سمت کعبہ ٹھیک معلوم نہ ہو تو بعد تحری کے جو سمت معین ہو اسی کا استقبال قبول صلوٰۃ کے لئے کافی سمجھا گیا ہے اور ظاہر ہے کہ ہماری تحری جس طرف ہو نفس الامر میں خانہ کعبہ بھی اسی طرف منتقل ہو جائے پس یہ خدا کی رحمت اور انعام ہے کہ اگرچہ واقع میں مستقبل قبلہ وہی شخص ہے جس کا رخ ٹھیک کعبہ کی طرف ہو مگر تاہم دوسری طرف منہ کرنے والوں کو بھی توسعاً اور مستقبل کعبہ تسلیم کر لیا گیا ہے تو باعتبار کعبہ نفس الامری اور حکم اول کے تو فقط ایک ہی شخص مصیب ہے اور سب مخطی لیکن باعتبار قبول صلوٰۃ اور امتثال امر ثانی کے سب مصیب ہیں۔ یہی مطلب ہے، حدیث اصحابی کالنجوم بایہم اقتدیتم اہتدیتم کا اگر وہ صحیح طور پر ثابت ہو جائے اور نیز حضرت شیخ الاجل محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے اس عبارت کا جو سبیل الرشاد صفحہ ۳۲ میں ہے۔

"یہی ہر چند کہ خدا اللہ کے اختلاف میں حق واحد ہوتا ہے مگر عمل میں سب حق ہوتے ہیں" اور یہی محمل ہے حضرت امام ابو حنیفہ رح کے اس اشارہ "کل مجتہد مصیب والحق عند اللہ واحد" اور امام ابو یوسف کے اس کلام کا "کل مجتہد مصیب

Telegram t.me/pasbanehaq1

وان کان الحق فی واحد فمن اصابہ ... اصاب الحق ومن ا ... التقریر والتحبیر صفحہ ۳۰۰ ج ۳ مصری ۱۲

حضرت امام صاحبؒ وامام ابو یوسفؒ کی ان نصوص کو ہمیشہ یاد رکھیے جس سے بخوبی واضح ہوگا کہ امام صاحب اور دیگر ائمہ اہل سنت سے جو بعض شاذ اقوال ہر مجتہد کے تصویب کی نسبت ان کے مشہور و معروف مذہب المجتہد یخطی و یصیب کے خلاف ... ل ہیں۔ وہ فی الحقیقت ان کے اصل مذہب کے خلاف نہیں ہیں تعجب ہے کہ امام عبدالوہاب شعرانی نے بھی میزان کبریٰ میں بیشتر اسی قسم کے اقوال کی سطح سے مدلل ہے۔

علماء و فقہا کی عبارات سے استدلال

اس جگہ میں مناسب سمجھتا ہوں کہ چند نقول مستند کتابوں کی آپ کے سامنے پیش کردوں جو اس بات کو ظاہر کرتے ہیں۔ کہ اصل مذہب جمہور اہل سنت و الجماعت اور ائمہ اربعہ کا یہی ہے کہ اجتہادیات میں حق عنداللہ واحد ہے اور اسی بنا پر ہر مجتہد مصیب بھی ہو سکتا ہے اور مخطی بھی چنانچہ تحریر الاصول اور اس کی شرح میں لکھتے ہیں کہ :۔

والمختار ان حکم الواقعۃ المجتہد فیہا حکم معین اوجب طلب فمن اصاب فھو المصیب فمن لا یصیبہ فھو المخطی ونقل ھذا عن الائمۃ	یہ ہے کہ ہر واقعہ ... فیہا میں ایک حکم معین ہوتا ہے جس کی تلاش خدا کی طرف سے واجب کی گئی ہے پس مجتہد نے اس حکم کو پالیا وہ مصیب ہے اور جو پا سکا وہ مخطی ہے۔ چنانچہ ... ائمہ سے

Telegram t.me/pasbanehaq1

الا ر "ابی حنیفۃ وصاحبا ابی حنیفۃ و احمد وذکر السبکی ان هذا هو المعتمد عندهم بل" ذکر فی من اصحابنا جمیعاً ولم یذکر القرافی من مالک غیرہ وذکر السبکی انہ الذی حرره اصحاب الشافعی ۔ وقال ابن السمعانی و "عنه غیرہ فقدا"

(امام حنیفہ۔ مالک۔ شافعی۔ احمد رضی اللہ عنہم) کا ہے اور سبکی نے کہا ہے کہ یہی مذہب المعتمد ہے ان کے نزدیک بلکہ کرخی نے تو ہمارے تمام اصحاب (حنفیہ) سے یہی "کیا" اور قرافی نے اس کے سوا امام مالک کوئی قول نقل نہیں کیا اور سبکی نے ذکر کیا کہ یہی وہ قول ہے جسکو اصحاب شافعی کے استاد نے امام شافعی سے "کرکے کہا ہے سوا ابن سمعانی نے

نے فرمایا کہ جس کسی نے امام شافعی سے اس "سوا دوسرا قول نقل کیا اس نے" کی۔

شیخ شمس الدین ابن القیم اعلام الموقعین میں کہتے ہیں :۔

وقد صرح الأ "الاربعة با" الحق فی ذا "الاقوال المختلفة و لیست کلها صوابا" (صفحہ ۲۰ جلد ۴)

"تصریح کی ہے کہ اقوال مختلفہ میں سے "ناحق۔ یہ۔ کہ سب کے سب

حافظ ابن تیمیہ فتاوی میں لکھتے ہیں :۔

(المقام الاول) هل فقه فی کل حادثة تنزل حکم فی نفس الامر بمنزلة ما لله قبلة معینة هی الکعبة وهی مطلوب المجتهدین عند الاشتباه فالذی علیه السلف وجمهور الفقهاء اکثر المتکلمین او کثیر منهم ان لله

(پہلا مقام) کہ کیا ہر ایک حادثہ میں جو پیش آسکتا ہے کوئی ایک حکم معین ایسا ہوتا ہے جیسا کہ حق تعالیٰ نے خانہ کعبہ کو ایک معین قبلہ بنا ہے جس کو اشتباہ کے وقت "تعین معلوم کرنا ہے۔ تو سلف صالحین اور جمہور فقہاء اور اکثر متکلمین یا کہہ کر بیشتر متکلمین کا مذہب ہے کہ حادثہ

Telegram: https://t.me/pasbanehaq1

فی کل حادثۃ حکما معینا قد حیناہ
علیہ ولکن اکثر اصحاب ابی حنیفۃ و
بعض المعتزلۃ یقولون ھذا الاشبہ
ولا یقولون حکما وھم یقولون ما حکم
بہ فلیس لہ حکم لما حکم الا بہ
فھو عندھم فی نفس الامر حکم بالقوۃ
وعند بعد المائۃ الثالثۃ فرقۃ
من اھل الکلام نزعموان لیس عند
اللہ حق معین ھو مطلوب المستدل
الا نیابہ دلیل قطعی یمکن المجتہد
فی معرفتہ فاما ما فیہ دلیل قطعی لا
یمکن من معرفتہ او الا
ادلۃ ظنیۃ لحکما اللہ علی کل مجتہد
ما ظنہ وترتب الحکم علی الظن لتر
الذۃ علی الشھوۃ فکما ان کل عبد
یلتذ بما یشتھیہ وتختلف
اللذات باختلاف الشھوات کذلک
کل مجتہد حکم ما ظنہ وتختلف
الاحکام ظاھرا و باطنا باختلاف

میں خدا کا حکم معین ہے جس کا نام ہم نے حنفیہ کی
ہے اور اکثر حنفیہ اور بعض معتزلہ اشبہ کے
ہم ہے ہوم کرتے ہیں اور اس کو ہم حکم نہیں
بلکہ وہ کہتے ہیں کہ گو خدا تعالیٰ
نے حکم نہیں فرمایا۔ مگر وہ حکم ہے
جو اس نے دیتے کے نزدیک نفس امر میں
حکم معین ہے مگر بالقوۃ پھر تیسری صدی کے بعد ایک
جماعت متکلمین کی ایسی پیدا ہوئی جس کا یہ خیال ہے
کہ بجز ان کے جن کے واسطے کوئی ایسی دلیل
قطعی پہلے سے موجود ہو جس کی معرفت پر مجتہد پوری
طرح قدرت پا سکے اور کوئی حکم
نہیں ہے کوئی حکم۔ تو جن
قطعی پہلے سے موجود تھے حکم اس کی معرفت
پر قادر نہ ہو یا سوائے ان کے بجز ادلہ ظنیہ کے کوئی
دلیل قطعی موجود ہی نہیں تھی تو ہی صحت جس
میں مجتہد نے جو ظن کیا اجتہاد سے قائم کی ہیں خدا
کے وہی مسئلہ کا حکم ہوا اور اسی نقطہ
پر حکم کا ترتب ہوا۔ ایسا ہی ہوگا جیسا
کہ ہر ایک کا ترتب شہوۃ پر ہوتا ہے تو جیسا کہ ہر آدمی

Telegram t.me/pasbanehaq1

الكفون ونحوهما ان ابليس على لفلزة
اولية كاولية العلوم وانما تختلف
خلاف احوال الناس وعاداتهم
وطباعهم وهذا قول خبيث يكاد
فساده يعلم بالضطرار غفلا و
شرعا وقوله صلى الله عليه وسلم
" تعزلهم على حكمها " فانك لا
تدري ما احكما الله فيهم وقوله لسليمان
لقد حكمت فيهم بحكم الله من فوق
سبعة ارقعة وقول سليمان اللهم انى
اسئلك حكما يوافق حكمك كله يدل
على فساد هذا القول معركثرة الا
ولة السمعية والعقلية على فساده

کی جو خواہش جو اُس کے حاصل ہونے سے اس کو
لذت ہوتی ہے اور لوگوں کی خواہشات کے
اختلاف سے لذات بھی مختلف ہوتی ہیں اسی طرح
ان لوگوں کے نزدیک کسی مجتہد نے جو خیال کسی مسئلہ کا
قائم کر لیا خدا کا حکم بھی اسی کے مطابق وہی ہے۔ اور
مجتہدین کے خیالات کے اختلاف سے احکام خداوندی
بھی جدا جدا مختلف ہوں گے الحمد لوگوں
کہ مسائل فقہیہ میں دلائل کا حال نہ جو
مسائل " لوگوں کے
مختلف ہوتے رہتے ہیں اور ان تبدیلیوں کے
جماعت کا خیال ایک گنہ خیال جس کا لا
بطلان ادنیٰ عقل کا اندازہ شرعی بھی قریب
قریب بے سابقہ طور پر معلوم ہے۔ اور رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ " کہ ان کو " کے حکم پر مت اتار دیکھو کیا معلوم ہے کہ اللہ کا حکم
ان کے بارہ میں کیا ہے اور نیز کا وہ ارشاد جو حضرت سلیمان کو فرمایا کہ بلاشبہ تو نے اُن کے بارہ
میں وہ فیصلہ کیا جو حق تعالیٰ نے سات آسمانوں کے اوپر سے کیا تھا اور حضرت سلیمان علیہ السلام کا
یہ سوال کہ اے اللہ میں تجھ سے ایسے حکم کا خواستگار ہوں جو تیرے حکم کے موافق ہو۔ یہ سب باتیں
بہت سی ادلہ عقلیہ اور سمعیہ کی جو میں اس خیال کے بطلان کی طرف رہنمائی کرتی ہیں۔

شیخ محی الدین نووی لکھتے ہیں :۔

وقد اختلف العلماء فی ان کل مجتهد مصیب ام المصیب واحد وهو من وافق الحکم الذی عند الله تعالی والآخر مخطئ لا اثم علیه لعذره والاصح عند الشافعی واصحابه ان المصیب واحد (شرح ۱۷۹ ج ۲)

اس میں علماء کا اختلاف ہے کہ آیا (مسائل مختلف فیہا میں) ہر ایک مجتہد مصیب ہے یا فقط ایک اور وہ وہی جس کی رائے اس حکم کے موافق پڑ جائے جو اللہ کے نزدیک پہلے سے متعین ہے۔ اس صورت میں دوسرا خطی ہوگا۔ لیکن گناہ گار نہ ہوگا کیونکہ اس کا عذر تھا تو امام شافعی اور اصحاب کے پیروؤں کا صحیح ترین مسلک یہ ہے کہ مصیب کوئی ایک ہوتا ہے

شیخ الاسلام حافظ ابن حجر تانا نا بشروانہ یا قینی المعلم فاعمل بعلمک ان کیون ابلغ من بعض الحدیث کے تحت میں لکھتے ہیں۔

وفیه ان المجتهد قد یخطئ ثم ذکر فیه ان کل مجتهد مصیب وفیه ان المجتهد اذا اخطاء لا یلحقه اثم بل یؤجر کما سیاتی۔ (فتح الباری صفحہ ۱۳۰ ج ۱۳)

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ مجتہد سے کبھی کبھی خطا بھی ہوتی ہے تو یہ حدیث صحیح ان لوگوں کے رد میں پیش کی جائے گی جو کہتے ہیں کہ ہر ایک مجتہد مصیب ہی ہوتا ہے اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مجتہد اگر خطا بھی کرتا تب بھی گنہگار نہیں ہوتا بلکہ اجر ہوتا ہے جیسا کہ بیان آگے آتا ہے۔

مانع کرسن ذم الرائے میں تحریر فرماتے ہیں :۔

والی هذا یومی قول الشافعی فیما اخرجه البیهقی بسند صحیح الی احمد

اور اس قول میں شافعی موجود ہے جو بیہقی نے بسند صحیح بحوالہ امام احمد بن حنبل نقل کیا

Telegram : t.me/tehqiqat

بن حنبل سمعت الشافعی یقول
القیاس عندالضرورۃ و ذلک
لدلیل لعامل برائہ علی نفسہ من
ان وقع علی الحراد من الحکم فی
نفس الامر و انما علیہ بذل الوسع
فی الاجتہاد و لیوجر و لو اخطأ بابا
التوفیق (فتح الباری ص ۳۵۰ جلد ۱۳)

ہے کہ وہ (فرماتے) کہ میں نے امام شافعی کو یہ کہتے
سنا کہ قیاس ضرورت کے وقت ہے مگر ساتھ
ہی" اور اسی پر عمل کرنے والے کو یہ وثوق
کہ اس کی رائے شیک اس حکم پر جا پڑی
جو جس کا فی الواقع حق" ہے اور وہ فرماتے ہیں کہ
اس کا کام تو اتنا کہ اجتہاد میں اپنی پوری طاقت
صرف کرے تو اجر پائے گا اگر چہ خطا ہو جائے۔ میاں وہ خطا بھی تو ہمیں

پھر باب ہے اجر الحاکم اذا اجتہد فاصاب او اخطأ میں اذا فحکم الحاکم فاجتہد ثم اصاب
اجر ان واذا حکم فاجتہد ثم اخطأ فلہ اجر کی شرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

ای ظن ان الحق فی جہۃ فصادف
ذلک" فلہ اجران اجر الاجتہاد
واصابۃ الحق" لہ اجر الاجتہاد
فقط وقد تقدمت الاشارۃ الی الفرق
بین المخطئ فی الاجتہاد فی حدیث ام سلمۃ
انکم تختصمون الی فلعل بعضکم ان
یکون الحن بحجتہ من بعض ۱۲
(فتح ص ۳۵۰ جلد ۱۳)

یعنی مجتہد نے قبول کیا کہ حق اس طرف ہے اور"
ویسا
نفس الامر میں حق اس کے جانب مخالف میں
تھا تو
جس پر حق واضح ہو گیا، دو اجر
ہیں۔ ایک اجر (کو") کا اور ایک اصابت
حق کرنے کا اور دو
کا فرق ہے۔ باقی یہ کہ
حدیث ام سلمہ
جو تم ہے۔ اس کی طرف ام
المؤمنین نے اشارہ کیا جا

پھر ابو بکر ابن العربی فرماتے ہیں۔

Telegram : t.me/pasbanehaq1

blogspot com

تعلق بهذا الحديث من قال ان الحق ... اس حدیث سے ان لوگوں نے استدلال کیا ہے جو کہتے
في جهة واحدة للمصوب بخطئة ... ہیں کہ حق کسی ایک ہی طرف ہوتا ہے جو کہ صر
واحد لا بعينه ... ف واقع (یا) نفس الامر میں وہ علی التعین کسی ایک کے ساتھ ہی خاص ہے۔

اس کے بعد حافظ رحمۃ اللہ علیہ نے ایک قول علامہ مازری کا نقل کیا ہے جس کو میں ذیل میں درج کروں گا۔

لیکن یہ یاد رکھنا چاہئے کہ جو لوگ حق عند اللہ واحد مانتے ہیں اور المجتہد یخطی ویصیب کے قائل ہیں۔ وہ یہ کہ اس مسئلہ معینہ کے اعتبار سے یوں کہہ سکتے ہیں کہ اس خاص مسئلہ میں حق عند اللہ ایک جانب ہے۔ اسی طرح مجموعہ مسائل اجتہادیہ کے لحاظ سے یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ حق عند اللہ فریقین کے اندر منحصر ہے یعنی دونوں سے باہر نہیں اگر بعض مسائل میں ایک مجتہد مصیب اور دوسرا مخطی ہے تو دوسرے بعض مسائل میں اس کا عکس ہوگا۔ اس اعتبار سے حق بینہما میں ہے گا۔ بلکہ خاص ایک معین مسئلہ کے اعتبار سے بھی اگر الحق فی الطرفین کا اطلاق کردیں تو اس معنی سے صادق ہو سکتا ہے کہ حق ان دونوں سے خارج نہیں بلکہ انہیں دونوں میں منحصر اور دائر ہے اگرچہ تعین مخطی اور مصیب کا بشخصہ نہ کیا جا سکے۔ پس علامہ مازری کے سیاق عبارت میں تامل کرنے سے انشاء اللہ تعالیٰ یہی مفہوم ہوتا ہے کہ جس مذہب کو انہوں نے الحق فی الطرفین کے عنوان سے نقل کیا ہے وہ یہی مذہب ہے جو مجتہد کو مخطی اور مصیب دونوں تسلیم کرتا ہے کیونکہ ... کہ آپ عبارت میں ملاحظہ فرمائیں ... اس کے مقابل میں وہ دوسری جماعت قائم کر ... ہیں جس کا مسلک کل مجتہد مصیب ہے اور اسی ترتیب

Telegram t.me/pasbanehaq1

سے پھر دلائل بیان کئے ہیں۔ چنانچہ حافظ لکھتے ہیں کہ:

قال المازری تمسک بہذا الحدیث من حکم الحکم المجتہد (۱) کل من اخطأ النصیب من قال ان الحق فی الطرفین

——— ومن قال ان کل مجتہد مصیب بمعنی الاولی فلا مذہ لو کان کل مصیبا لم یطلق علی احدھما الخطأ لاستحالۃ النقیضین فی حالۃ واحدۃ واما المصوبۃ فاحتجوا بانہ صلی اللہ علیہ وسلم جعل لہ اجرا لو کان لم یصب لم یوجر واجابوا عن الخطأ فی الخبر علی من ھو من اھل الاجتہاد فیما لا یسوغ الاجتہاد فیہ من القطعیات فیما خالف الاجماع فان مثل ھذا لہ الخطاء فیہ فسخ حکمہ و فتواہ ولو اجتہد بالاجماع وھو صحیح علیہ اطلاق الخطأ واما من اجتہد فی قضیۃ لیس فیہا نص

حضرت نے فرمایا کہ اس حدیث سے ان کا حکم ہے کہ مجتہد (۱) ہر ایک خطا کرنے والے کو جو یہ کہتا ہے کہ حق دونوں طرف جائز ہے، کہ مسئلہ میں حق دونوں طرف ہوتا ہے کسی میں اس طرف اور کسی میں اس طرف اور یہ کہ ہر مجتہد مصیب ہے (یعنی حق ہر ایک مسئلہ میں اس طرف ہے جو اس طرف بھی) پہلے فریق کہتے ہیں اگر ہر مجتہد مصیب ہوتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک پر "خطا" کا اطلاق کیوں فرماتے (نقیضین) اور ثواب (ایک حالت میں جمع نہیں ہو سکتیں۔ اور دوسرے "جو برا ایک مجتہد کی نسبت کرتا ہے اس کا الفاظ یہ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ثواب مقرر فرمایا ہے اور اگر وہ مصیب ہے ثواب بھی ہونا چاہئے۔ باقی حدیث میں جو لفظ خطا کا اطلاق ہوا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ ان صورتوں کے ساتھ مخصوص ہے جن میں کوئی نص موجود تھی اور مجتہد کو اس سے ذہول ہوا۔ اس نے کس ایسے مسئلہ میں اجتہاد کیا جس میں اجتہاد کی گنجائش نہ تھی۔ مثلاً وہ قطعیات جیسے

Telegram: t.me/toobaa_elibrary

فالاجماع فلا يطلق عليه الخطاء و
اما الملازمة في تقرير ذلك فالانتفاء
لانه تم بما بات قال ان من قال ان
الحق في الطرفين هو قول اكثر اهل
التحقيق من الفقهاء والمتكلمين و
هو مروي عن الائمة الاربعة وان كلا
من كل منهم مختلف ۔ ۱۰ھ
(فتح الباری ص ۲۶۹ ج ۱۳)

اظہر ہے اجماع کی حجیت ہوتی ہے پس اگر اس قسم کی فعلی مجتہد سے اتفاقاً ہو جائے تو اس کا حکم اور شرعی الزام اجماع تو اتفاقی عمل ہے اگر ہم اس نے بہت سے اجتہاد کیا ہو۔ اور اسی قسم کی فعلی پر علماء کا اتفاق کن ہی ہے۔ الغرض جس مجتہد نے کسی ایسے معاملہ میں قیاس کیا جو منصوص ہے اور وہ مجمع علیہ ہے اس پر خطا کا اطلاق صحیح نہیں اس کے بعد ابن سبکی نے اس مسئلہ کی تقریر بہت ہی طویل کلام کر کے بعد ان الفاظ پر اپنے بیان کو ختم کیا ہے کہ لہٰذا اور مختصر میں سے "کل مجتہد مصیب" کا یہی قول ہے کہ حق طرفین میں ہوتا ہے اور یہی مذہب ارجح ہے مشغل ہے اگرچہ ان سے اس بھی نقل کیا گیا ہے۔

پس اس عبارت میں الحق فی الطرفین کا لفظ دیکھ کر یہ شبہ نہ ہونا چاہیئے کہ علامہ مازری سب مصنفین کے خلاف جمہور فقہاء و متکلمین اور ائمہ اربعہ سے تعدد حق کا قول نقل کر رہی ہیں۔ کیونکہ جیسا کہ میں نے گذارش کیا۔ وحدۃ حق کے ماننے والوں سے بھی اپنے مذہب کے بیان کرنے میں اس عنوان (الحق فی الطرفین) کا لے لینا چنداں مستبعد نہیں ہے خصوصاً جبکہ سیاق سے اس کی کافی تشریح ہو سکتی ہو۔ اور بالفرض اگر ایسا ہی ہے جیسا کہ آپ کو شبہ گذرتا ہے تو یہ نقل تمام مصنفین کی نقل کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ الغرض ہمارے اوپر کے بیان سے جمہور اہل سنۃ کا مسلک آپ کو معلوم ہو گیا کہ باعتبار حکم نفس الامری اور حق عند اللہ کے

Telegram : t.me/pasbanehaq1

مجتہد مخطی بھی ہوتا ہے اور مصیب بھی بالخصوص جبکہ یہ اجماعی مسئلہ ہے کہ مسائل منصوصہ میں حق عنداللہ واحد ہوتا ہے اور یہ بھی مسلم ہے کہ ان الحکم الا اللہ کے اقتضا کے موافق قیاس مظہر حکم ہے مثبت حکم نہیں تو کوئی وجہ نہیں کہ مجتہد فیہ مسائل میں جو کہ "۱" شارع ہی کی طرف "ب" ہیں وحدۃ حق کا انکار کیا جائے۔

حضرت شاہ ولی اللہ قدس سرہٗ حجۃ اللہ البالغہ میں جس کے ابتدائی صفحات جلد سے معوضات کے خلاف شبہات پیدا کرسکتے ہیں۔ صفحہ ۲۳ پر لکھتے ہیں۔

واذا تحقق عندك ما بينا كانت ان كل حكم يتكلم فيه المجتهد باجتهاد منسوب الى صاحب الشرع عليه الصلوٰة والسلام اما الى لفظه او الى جملة ما خوذة من لفظه ان كان الامر على ذلك فعلى كل اجتهاد مقامان احدهما ان ضاة الشرع هل اراد بكلامه هذا المعنى او غيره وهل نصب هذه العلة۔ مدار الى نصب حين ما تكلم بالحكم المنصوص عليه او لا فان كان التصويب بالنظر الى هذا المقام فاحد المجتهدين لا بعينه مصيب دون الآخر۔ وثانيهما ان من جملة

اور جبکہ وہ امور جو ہم نے پہلے بیان کی ہیں تمہارے نزدیک محقق ہوگئیں تو تم کو معلوم ہوگا کہ ہر ایک حکم جس پر مجتہد اپنے قول سے کلام کرتا ہے وہ منسوب شارع علیہ السلام کی طرف ہوگا یا تو شارع کی صریح لفظ کی طرف اس کی نسبت ہوگی اور یا کسی ایسی کی طرف جو شارع کے لفظ سے نکالی گئی ہو اور جب تمہیں معلوم ہے کہ مجتہد کے بنائے ہوئے کل احکام شارع علیہ السلام کی طرف منسوب ہیں۔ تو ہر مجتہد کو شارع علیہ السلام نے کس بات کی اجازت دی ہے۔ آیا فی الحقیقت شارع نے کوئی بات ایسی مقرر کی ہے جو مجتہد نے کہی ہے یا اس کے سوا کوئی

blogspot com

احکام الشرع انه صلی اللہ علیہ وسلم
عهد الی امة صریحا او دلا ۔ انه
متی اختلف علیهم نصوصه او اختلف
علیهم معانی من نصوصه فهم
مأمورون بالاجتهاد و استفراغ
ة فی المعرفة ما هو لمن
۔ فاذا تعین ضد مجتهد شی من
ذلک وجب علیه اتباعه کما هو
الیوم انه متی اشتبه علیهم القبلة
فی اللیلة الظلماء یجب ان
یتحروا او یصلوا الی جهة واحد
تحریهم علیها فهذا حکم الشرع
ہو ۔ التحری کما علق وجوب
الصلوٰة بالوقت وکما علق تکلیف
الصبی ببلوغه ۔ کما ابحث
بالنظر الی هذا المقام نظر فان
کانت المسئلة مما یتفق فیه
اجتهاد المجتهد فاجتهاده باطل
قطعا وان کان فوقها حدیث

تھا اور آپ کا حکم مسلمانوں کا جب شارع نے تکلم فرمایا
تو پہلے دل میں اسی وقت کو اس نے حکم کا محل
ٹھہرایا تھا جس کو مجتہد نے قرار دیا ہے یا اور کچھ تو
اس وجہ میں کوئی ایک ہی مجتہد مصیب ہو سکتا ہے
(یعنی جس کا اجتہاد شارع کی مراد اور مقصود کیموافق
ہوا ہو) دوسرا وجہ یہ کہ مجتہد اجتہاد کے
ایک یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صراحۃً یا
دلالۃً اپنی اُمت کو وصیت فرمائی ہے کہ جب ان
کو اپنے نبی کے نصوص مختلف معلوم ہوں یا ایک ہی
نص کے معانی میں اختلاف پیش آئے تو وہ ماموز
ہیں کہ حق کے دریافت کرنے میں اجتہاد سے کام لیں
اور اپنی پوری پوری طاقت اس میں صرف کریں
اس کے بعد جب ایک مجتہد کے نزدیک کوئی ایک
بات متعین ہو ۔ اُس پر اُسی کا اتباع واجب
ہے ۔ جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے
کو یہ وصیت فرمائی کہ ی بات میں
(شک) قبلہ مشتبہ ہو جائے تو اوّل تحری
کریں پھر جس طرف تحری سے قبلہ متعین ہو
کی طرف کو نماز پڑھ لیں تو یہ ایک ایسا حکم ہے

Telegram : t.me/pasbanehaq1

مصیب وقد حکم بخلافہ فاجتہادہ
باطل ظاہرا وان کان المجتہد ان
جمیعا قد سدکا ما ینبغی لہما
ان یسدکاہ ولم یخالف حدیثا
صحیحا ولا امرا ینقض اجتہادہ
القاضی والمفتی فی خلافہ فہما
جمیعا علی الحق وای بالنظر
الی المقام الثانی مما صرحوا فیہا
فقدم ان المصیب واحد لا
بعینہ بالنظر الی المقام الاول؛

جس کو شریعت نے تحری پر معلق رکھا ہے
جس طرح نماز کی فرضیت وقت کے آنے پر
معلق ہے اور کسی لڑکے کا مکلف ہونا اس
کے بالغ ہونے پر معلق ہے۔ پس اگر
کسی حاکم یا مفتی نے حدیث صحیح
میں اگر ہو تو دیکھا جائے گا کہ وہ اس
مسائل تو میں کا اجتہاد
ٹوٹ جاتا، اگر ایسا ہو تو کا اجتہاد قضا
باطل ہوگا اور اگر اس مسئلہ میں کوئی حدیث صحیح
کا حکم اس کے خلاف ہوا تو اب

و کہ اس کا اجتہاد باطل ہے اور اگر دونوں۔ اس مسئلہ پر جس پر انکہ چلنا
چاہئے تھا اور کسی حدیث اُ کی امر کا
خلاف کیا جس کے خلاف میں تا۔ تو اس صورت میں
دونوں پر ہوں۔ رد جو ثابت جو بولی کے اعتبار سے تو
کسی ایک مجتہد کے مصیب ہونے کی تصریح پہلے ہو چکی ہے)

شیخ الاسلام حافظ ابن تیمیہ اپنے فتاوی میں لکھتے ہیں:۔

ان النبی صلی اللہ ۔ وسلم رسول اللہ صلی اللہ ۔ نے ہم کو آگاہ
ان الحاکم المجتہد المخطی فرمایا کہ حاکم مجتہد جب ہو تو اس کے لئے
لہ اجران والمصیب لہ اجران ۔ اجر ہے اور مصیب ہو تو دو اجر ہیں۔

Telegram : t.me/tehqiqat

ولو كان كل منهما اصاب حكم الله
تعالى فلا هذا كان سواء ولم
ينقض حكم الحاكم والمفتي اذا
تبين ان النص بخلاف ذلك وان كان
لم يبلغه من غير تقصير ولا
تقصير ولما قال النبي صلى
الله عليه وسلم فانك لا تدري
ما حكم الله فيهم ولما قال
لسعد لقد حكمت فيهم بحكم
الملك ان كان كل مجتهد يحكم
بحكم الله وارتفاع الخلاف
بحديث المختلفين في صلوة
العصر في قريظة وحديث
الحاكم۔

(صفحہ ۱۷۹ جلد ۳)

اور اگر دونوں مجتہدوں میں سے ہر ایک کی رسائی کی حد تک ٹھیک اللہ تعالیٰ کے حکم تک پہنچ جاتی تو پھر دونوں کا اجر بھی مساوی ہوتا اور حاکم اور مفتی کا قول اس صورت میں نہ ٹوٹ سکتا جب کہ یہ ظاہر ہو جائے کہ صریح اس کے مخالف ہے مگر مجتہد کو وہ ... باوجود یکہ اس کی طرف سے کسی تقصیر اور کوتاہی کا نہیں ہوا اور اگر ہر مجتہد کا حکم اللہ کا ... کہ ... اللہ علیہ وسلم بھی یہ جانتا کہ اس

خطا پر ہوا تو محض پر کچھ ملامت کیوں ... جس کے اندر عصر کی نماز ... قریظہ میں پڑ ہوا ہے۔

ہے یوں ... نہ فرما ... کہ تو مستحق ... ... جو بادشاہ کا ... تھا واقعی جب کہ ... ... دن میں سے کوئی ایک ...) اس کا جواب اس حدیث میں ہے کا ... فیصلہ

اور شیخ ابن ہمام تحریر الاصول میں لکھتے ہیں:۔

بل الدليل اطلاق الصحابة الخطأ في الاجتهاد شائعا مشكورا بلا نكير كعلي وزيد بن ثابت وغيرهما من مخطئة ابن عباس في ترك العول وهو اي ابن عباس مخطئهم في القول به وقول ابي بكر في الكلالة: اقول برأي فان يكن صوابا فمن الله وان خطأ فمني ومن الشيطان و من ابن مسعود مثل قو فلي سنن ابي داؤد . فان يك بأفمن الله وان يك خطأ فمني ومن الشيطان و الله ورسوله بريآن وقول الحبر في الجبيضة ان كانا اجتهدا فلم يصيبا الحق و الرحمن و.

بلکہ بڑی دلیل مجتہد کے مخطی ہونے کی یہ ہے کہ صحابہ اجتہاد کا اطلاق کرتے تھے اور باوجود یہ بات ان عام لیکن کسی صحابی کا یہ انکار کرنا مسموع نہیں ہوا۔ دیکھو ترک کے مسئلہ میں حضرت علی اور ثابت وغیرہ نے حضرت عبداللہ بن عباس کو یہ بتلایا ابن عباس علی کے قائل ہیں ان حضرات کا تخطیہ کرتے تھے اور کلالہ کے مسئلہ میں حضرت صدیق اکبر نے فرمایا کہ یہ میں اپنے رائے سے بیان کرتا ہوں اگر وہ درست ہو تو اللہ کی طرف سے ہے اور درست نہ ہو تو میری طرف اور شیطان کی طرف سے ہے اسی طرح کا قول سنن ابی داؤد میں موجود ہے کہ اگر یہ مسئلہ صحیح ہے تو حق تعالیٰ کی جانب سے ہے۔ ورنہ اس کو میری اور شیطان کی طرف سے کہے اللہ اس کا رسول ایک غلط بات سے بری ہے۔ اور فاروق اعظم نے جبیضہ

۳۰۹ . ۳)

کے مسئلہ میں فرمایا کہ اگر عثمان اور عبدالرحمٰن بن عوف نے اجتہاد کیا ہے تو ان سے اس اجتہاد

Telegram t.me/maktabah

میں لفظی ہوئی۔

آخر میں یہ ۔ ۔ فائدہ سے خالی نہ ہوگا کہ باوجود یکہ چار و
ا ودعوت حق کے قائل ۔ رالمجتہد یخطی ویصیب کے مدلول کو صحیح جانتے
ہیں لیکن تاہم کسی مجتہد کا جھٹ پٹ مخطی کا لفظ استعمال کرنے کو تازیبا
۔ احتیاط سمجھتے ہیں۔ چنانچہ اس بارہ میں جو تفصیل و تفتیش حضرت
بن حنبلؒ کی ہے اس کا ا ۔ س یہاں درج کیا جاتا ہے۔

قال الا احمد من روایۃ محمد بن الحکم و ۔ لہ من الروایۃ من رسول اللہ صلی اللہ ۔ وسلم اذا اختلفت فاخذ الرجل باحد الحدیثین فقال اذا اخذ الرجل بحدیث صحیح من رسول اللہ ا علیہ وسلم وا ۔ اخر بحدیث ضدہ صحیح من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقا الحق عند اللہ وا ۔ وعلی الرجل ان یجتہد و یاخذ احد الحدیثین ولا یقول لمن خالفہ

عمر بن الحکم نے امام احمد سے استفسار کیا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایات مختلف ہوں اور کوئی آدمی ایک حدیث کو پکڑ لے تو اس صورت میں آپ ۔ رائے ہے امام احمد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ جب ایک مجتہد اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحیح حدیث سے استدلال ۔ تو اگرچہ حق عند اللہ کسی ایک جانب میں ہے۔ لیکن آدمی کا کام کہ پورے اجتہاد کے بعد ایک حدیث کو لے لے اور ۔ مخالف کی نسبت یہ کہے کہ ۔ اللہ کے حق یہی کہ جو میں ۔ اللہ ۔ باطل ہے۔ کیونکہ اس کا مخالف بھی آخر کار رسول اللہ

Telegram : t.me/pasbanehaq1

انه مخطئ اذا اخذ من رسول
الله صلى الله عليه وسلم وان
الحق فيما اخذت به انا و
هذا باطل ولكن اذا كانا
الرواية عن رسول الله
صلى الله عليه وسلم صحيحة
فاخذ بها رجل واخذ
عن رسول الله صلى الله
عليه وسلم واحتج به الفقيه
كان الحق فيما اخذ به الذي
احتج بالحديث الصحيح وقد
اخطأ الاخر في التاويل مثل
لا يقتل مومن بكافر واحتج
بحديث السلماني قال فهذا
عندي مخطئ والحق معه من
ذهب الى حديث رسول الله
صلى الله عليه وسلم لا يقتل
مومن بكافر واذا روى عن
رسول الله صلى الله عليه وسلم

صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث سے
ہے اخذ کر رہا ۔ ہاں اگر ایک
حدیث ۔ ہو اور دوسری ضعیف
تو یہ کہا جائے گا کہ حق اس
طرف ہے جو حدیث صحیح سے
استدلال کر رہا ہے اور حدیث ضعیف
سے استدلال کرنے والا مخطئ ہے
مثلاً " مومن بکافر " حدیث
صحیح ہے۔ تو جو اس کے
سلمان کی حدیث سے استدلال کرے
گا وہ مخطئ ہوگا ۔ اور اگر ایک مجتہد
یا " رسول
اللہ علیہ وسلم سے استدلال کر
رہا ہے اور دوسرا کسی صحابی کا
قول پیش کرتا ہے تو اس دوسرے
نے " کی اور اگر کسی حاکم نے
اس دو کیونکہ
کر دیا پھر اس کا مرافعہ
دوسرے حاکم کی عدالت میں کیا گیا

حدیث واحتج برجل حاکم عن
اصحاب رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کان قد اخطاء ،
التاویل وان حکم بہ حاکم
ثم رفعہ الی حاکم اخر رد الی
حکم رسول اللہ صلی اللہ
وسلم واذا اختلف اصحاب
محمد صلی اللہ علیہ وسلم و
اخذ اخر عن ر اخر من
اصحاب رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم قال الحق عند اللہ
واحد وعلی الرجل ان یجتہد
وھو لا یدری اصاب الحق ام
اخطأ وھکذا قال عمر واللہ
ما یدری عمر اخطأ ام اصاب
۔ انما کان رایا منہ قال
واذا اختلف اصحاب رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و
اخذ رجل بقول اصحاب رسول

ہے۔ تو یہ دوسرا حاکم پہلے کے
فیصلے کو توڑ کر رسول اللہ
اللہ علیہ وسلم کے کی طرف
لوٹا دے گا اور اگر ایک شخص
ایک صحابی کے قول کی سند پکڑتا
اور دوسرا دوسرے صحابی
قول

ا رائے اس
کر دی گئی)
کہ اگر ایک شخص تو
اقوال سے استدلال کرتا ہو

Telegram : t.me/pasbanehaq1

اللہ علیہ وسلم وأخذ	دوسرا اس کے جواب میں تابعین
آخر من التابعین کان	اقوال سے تو حق صحابہؓ کے
الحق فی قول اصحاب رسول	طرف ہوگا۔ اور اس
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم	کے اقوال سے
ومن قال بقول التابعین کان	ہوگی۔ اور
تاویلہ خطاء والحق عند	بہرحال حق اللہ کے نزدیک کسی
اللہ واحد۔	ایک طرف ہے۔

(فتاویٰ ابن تیمیہ صفحہ ۱۰۴ جلد ۳)

امام احمدؒ اس کلام سے اندازہ کرو کہ ایسے بڑے بڑے جلیل القدر اور رفیع المنزلۃ ائمہ یقین رکھنے کے باوجود کہ ہر مسئلہ میں حق صرف ایک ہو سکتا ہے پھر بھی اپنے مخالف کے تخطیہ میں کس قدر محتاط " جو کچھ بھی حسن ظن ائمہ کرام کی نسبت آج باقی ہے۔ وہ ان پاک نفس بزرگواروں کی احتیاط اور بے تعصبی اور فراخدلی اور حسن تادب کا نتیجہ ہے۔ برد اللہ مضاجعھم و " راللہ قبورھم وافاد علینا شآبیب برکاتہم امین ۔ وقد بقی خبایا فی الزوایا ترکنا ابرازھا لخفافۃ التطویل واللہ یقول الحق " وھو یھدی السبیل وحسبنا اللہ ونعم الوکیل ۔ فقط۔

Telegram: t.me/pasbanehaq1

دوسرا سوال

اس کا جواب

دوسرا سوال کا دوزخ و جنت کے متعلق ہے۔ جس کے سمجھنے سے بندہ ہا قاصر رہا۔ جو عقیدہ جنت و زخ کی نسبت سوال میں مذکور ، اس میں چند امور کا التزام صراحتاً کیا گیا ہے۔

(۱) جنت و دوزخ کے وجود کو سائل تسلیم کرتا ہے۔

(۲) جن چیز کا ہونا جنت و زخ میں قرآن مجید اور حدیث صحیح نے بتلایا ہے اس کے نزدیک وہ سب تمثیل پر محمول ۔

(۳) یہ آر ، کہ جنت میں تمام آرام و آسائش کی چیزیں ر کی گئی ہیں۔

(۴) جنت کی حقیقت کسی کو معلوم نہیں ہوئی اور نہ ہو سکتی ہے۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ لا عین رأت اذن سمعت ولا خطر علی قلب بشر۔

جنت و دوزخ کو تمثیل قرار دینا

میں دریافت کرتا ہوں کہ جب سائل کو یہ اعتراف کہ بہشت میں اہل بہشت کے لئے تمام آرام و آسائش کی چیزیں مہیا

فرما دی گئی ہیں تو کیا کوئی انسان سطح ارض پر ایسا بھی پایا جاتا ہے
کو سرسبز باغیچہ اور داب چمن یا شوخی اور قرینہ سے بہتے
ہوئے نہریں جن کی آب رسا انتظام یورپ کے واٹر ورکس سے
بھی زیادہ موزوں ہوں یا درخشاں موتیوں کی جگمگاتی ہوئی مالا ئیں یا
خالص سونے اور چاندی کے ظروف کے استعمال سے تکلیف پہنچتی ہو
یا حسن و جمال کے پاک و صاف نورانی پیکر جن پر نظر پڑتے ہی "
جمیل و یحب الجمال کا نقشہ آنکھوں میں پھر جائے۔ اس کو
معلوم ہوتے ہوں۔ یا کابل و کشمیر کے اعلیٰ قسم کے سیب اور
اور طرح طرح کے میوے اور پھل نہایت بیش قیمت کشتیوں میں قرینہ
سے " دیکھ کر استفراغ ہو جاتا ہو۔ پس ان ساری عیش و
نشاط کے سامانوں موجودگی اگر بنی نوع انسان کے حق میں فطرۃً
کوئی تکلیف دہ چیز نہیں ہے تو میں نہیں سمجھتا کہ پھر سائل جو کہ "
تمام آرام و آسائش کی چیزوں کا " ہونا تسلیم کرتا ہے۔ کیوں
تمثیل کا بہانہ کر ان نعمتوں کے اقرار سے گریز کرتا ہے۔ ممکن ہے
کہ دنیا میں کسی جزیرہ میں کوئی ایسا وحشی بن مانس بھی پایا جاتا ہو
جس کی زندگی ان تمام نعمائے الٰہیہ کے دیکھنے سے متلاشی ہو۔ ہو
لیکن مشکل یہ ہے کہ وہ اتنی وسیع جنت جس کو ارضہا السنوٹ قرار
فرمایا گیا ہے۔ فقط انہیں چند حبشی بن مانسوں کا مسکن بنا دیا
تو اس کی تسلیم کے واسطے شاید سائل بھی تیار نہیں ہوگا۔ پھر میں حیران

ہوں کہ جن چیزوں کے وجود کی تمام انبیائے سابقین خبر دیتے چلے آئے۔ قرآن اور حدیث نے اس کی تصدیق پر مہر کی قرن صحابہ سے لے کر تیرھویں صدی کے ملحدوں کے زمانہ تک تمام اہل اسلام اسکی تصدیق کو جزو ایمان سمجھتے رہے۔ تمثیل کے ایک عیارانہ حیلہ سے کس طرح اُ کی نفی کی جا سکتی ہے۔

سوال میں جس شخص کا عقیدہ بیان کیا گیا ہے معلوم ہوتا ہے کہ وہ بھی اس ابلیس کی وحی کو پوری طرح ضبط نہ کر سکا۔ جس نے یہ لکھا تھا کہ ان نعمائے جنت کے بیان سے تمثیلاً ایک اعلیٰ قسم کی راحت کی طرف اشارہ کرنا ہے جس کو کوئی عبارت نہیں سمجھا سکتی اس نے یہ لفظ نہیں لکھے کہ جنت میں تمام آرام و آسائش کی چیزیں مہیا کی گئی ہیں۔ وہ مگر گ باراں دیدہ تھا جانتا تھا کہ ایسا لکھنے سے "ظواہر" پر ایمان رکھنا ضروری ہو جاتا ہے۔ سوال میں جس شخص کی نسبت استفسار کیا گیا ہے وہ مسکین "ایک قسم کی راحت اور تمام آرام و آسائش کی چیزیں" دونوں عبارتوں میں فرق کو ملحوظ نہیں رکھ سکا۔ حالانکہ ا " خود اس کو ملزم کرتی ہے۔ اور اس کے کلام کی تہا " پر صاف شہادت " دیتی ہے۔ پس میں ایسی نوآموز اور خام مرید کیا خطاب کروں۔ جو اپنے ا " کو خود بھی وا " طور پر سمجھا ہوا نہیں ہے یا بیان نہیں کر سکتا اسکے عقیدہ کا ماخذ اس وقت میرے سامنے ہے۔ کبھی دل چاہتا ہے کہ حرفاً حرفاً جواب لکھ کر

آپ کے پاس بھیجدوں لیکن بندہ کے پاس وقت زیادہ نہیں۔ محض آپ کی خاطر عزیز جان کر یہ چند سطور لکھی ہیں۔ اور چند اور لکھتا ہوں۔ وہ شخص جس کی کتاب اس وقت میرے سامنے رکھی ہے۔ اگر تو کیا آپ کے علم کو بھی اُس کے جہل کی ظلمت نے اپنے اندر ۔ آپ نے لکھا ہے کہ جنت کی حقیقت نہ کسی کو معلوم ہوئی اور نہ ہو سکتی ہے۔ کیونکہ مخبر صادق نے فرمایا ہے۔ لاعین رأت ولا اذن سمعت ولا خطر علیٰ قلب بشر آپ مجھ کو بتلائیں کہ اس حدیث صحیح کے سُن لینے کے بعد آپ نے خود جنت کے وجود ہی کیوں انکار نہ کر دیا۔ جب خطر علیٰ قلب بشر کو اس قدر عام تسلیم کرتے ہیں۔ تو بہرحال یہ عقیدہ کہ جنت ہے اور اس میں اعلیٰ قسم کی راحت موجود ۔ اس قدر ایمان رکھنے کے واسطے بھی تو یہ ضرور ہے کہ جنت اور اس کی اعلیٰ قسم کی راحت کا کسی نہ کسی طرح تصور آئے اور جب کسی طرح سے بھی اُن کا تصور آیا تو خطر علیٰ قلب بشر صادق ہو جائے گا۔ کیونکہ خطور بالبال عام ہے۔ اجمالی ہو یا تفصیلی بالکنہ و بکنہہ ہو یا بالوجہ اور بوجہ۔ اب اگر آپ خطور کے معنے میں کوئی تخصیص کریں گے۔ تو آپ کے حریف کو بھی اجازت ہوگی، کہ وہ اپنے مذاق کے موافق اس کی تخصیص کرلے۔ اس کے علاوہ، آپ عنب و رمان اور حور و قصور کی آیتوں کو جب تمثیل پر محمول فرماتے ہیں تو ظاہر ہے کہ لفظی تمثیل سے مراد آپ کی تشبیہ ہے

Telegram : t.me/toobaa-elibrary

اور تشبیہ کا حاصل اس کے سوا کیا ہے کہ مشبہ اور مشبہ بہی میں کوئی وصف جامع ہو حتی کہ اگر اُس وصف جا کا ادراک مخاطب کو نہ ہو تو وہ تشبیہ اس کے حق میں اس سے زیادہ کار آمد نہیں ہو سکتی ہے جتنا کہ ایک اندھے کے حق میں کھیر کی تشبیہ بگلے کے ساتھ کار آمد ہوئی تھی۔

پس اس وصف جامع کے ادراک سے جو کہ مشبہ اور . . مثال اور مثل لہ میں ضرور ہوتا ہے یہ لازم ہوگا کہ جنت کی نعمتوں کا تصور اس وصف جامع سے ہو جائے حالانکہ خطور بالبال کی مشکل پھر اس وقت نا قابل حل رہ جائے گی۔ اگر آپ یہ کہیں کہ ولا خطر علی قلب بشر سے یہ مراد ہے کہ نعمائے جنت کی کنہ اور ماہیت کسی کے دل پر نہیں گذری تو اس سے یہ کیوں لازم آیا کہ آپ ان کے وجود جسمانی کا انکار کر دیں۔ کیا جس چیز کی حقیقت معلوم نہ ہو۔ "خود حق تعالےٰ شانہٗ" تو اس کے وجود کی بھی نفی کر تو سب سے اول خدا ہی کی نفی کی جاوے تاکہ نہ قرآن کو ماننا پڑے اور نہ رسول کو اور نہ جنت و دوزخ کا مصنوعی اقرار کر کے خدا پر احسان رکھا جاوے۔ میں جانتا ہوں کہ شاید ہزاروں چیزیں محسوسات میں ا ہوں گی کہ اُن کی حقیقت آپ کو اور مجھ کو بلکہ تمام حکمائے متفلسفین کو معلوم نہ ہوگی اور میں تو یہاں تک بدگمان ہوں کہ جن چیزوں کی حقیقت معلوم

Telegram : t.me/pasbanehaq1

ہو جانے کا دعویٰ کیا جاتا ہے۔ وہ بھی محک امتحان پر شاید ہی کھرا ثابت ہو سکے۔

بہرکیف جن چیزوں کی حقیقت جاننے سے حکماء کی زبانیں بھی عاجز کا اعتراف کرنے لگی ہیں کیا ان کے وجود سے آپ انکار کر سکتے ہیں۔ تو پھر میں نہیں سمجھتا کہ جنت کی جسمانی نعمتیں کیوں آپکو ایسی بری معلوم ہوتی ہیں کہ ان کی حقیقت معلوم نہ ہونے کی وجہ سے آپ ان کی ہستی ہی اڑائے دیتے ہیں۔ یہاں اگر کسی چیز کے وجود کی خبر حواس نے دی، تو اُن کی خبر حواس سے زیادہ سچی مخبر پاس سے قطعی طور پر پہنچ چکی ہے۔ میرا خیال ہے کہ جنت کی جسمانی نعمتوں کا ذکر کرتے وقت اس کے دل میں بھی گدگدیاں ضرور اٹھتی ہوں گی اور خواہ آپ کتنا ہی اس ہوس کو بیہودہ سمجھیں لیکن اس وقت دل آپ کا بھی خالی نہ ہوگا کہ کاش ایسا ہو۔ کہ یہ مولوی کہتے ہیں۔ پر آپ کا دل یورپ کے ملحدوں اور اس شخص کے تمسخر نے آپ کو اور زیادہ کھیا کر دیا۔ اس لئے آپ اس بات کا انکار کرتے ہیں۔ جس کی دل میں لئے ہوئے ہیں۔ حالانکہ ان ملاحدہ کہاں تک ڈریں۔ خدا کی ہستی کا وہ مذاق اڑاتے ہیں، نبوت اور کا وہ مذاق اڑاتے ہیں۔ فرشتوں اور شیاطین کا وہ مذاق اڑاتے ہیں۔ مرکر زندہ کئے جانے کا وہ مذاق اڑاتے ہیں۔ مذاہب

تہرا کر وہ مذاق اڑاتے ہیں۔ آپ کی نماز آپ کے حج و عمرہ کا آپ کے
ق کا آپ کی ہر ہر بات کا ان کے یہاں تمسخر کیا جاتا ہے
پاس ان کی سار وگیوں کا جواب اس کے سوا
۔ ان الذین اجرموا کانوا ۔ ین اٰمنوا یضحکون الایۃ
کہ ان ۔ ت و اوہام کا ماننا بیوقوفوں کا کام ہے۔ ہمارا
سا ایمان نہیں ہے۔ آ اُن سے کہہ دیجئے کہ آ
۔ جہاں ان سے یہ نایا
اُن سے کہا جاتا
طرح تم بھی ایا
کہ کیا ہم بھی و۔
آدمی .. کہ بے وقوف ایمان ہ
یا رکھو کہ خود بیوقوف لوگ ہیں تو
لیکن ان کو خبر نہیں۔

آپ ان ذاوقہ کی کتا۔ پڑھیں۔ جنت و دوزخ کے انکار
کے مو پر لکھا ہے کہ علمائے اسلام رحمہ اللہ علیہم اجمعین نے
بسبب اپنی رقت قلبی اور جہ الی اللہ اور خو ۔ و رجا کے قلب
کے جو آدمی کے دل پر زیادہ اثر کرنے ورجہ پہ پہنچا دیتا
۔ کر اصل حقیقت کے بیان کرنے کی جرأت نہیں رہتی۔ یہ
طریقہ اختیار کیا تھا کہ جو امر الفاظ سے مستفاد ہوتا ۔ اسی

کو تسلیم کر لیں۔ اور اُس کی حقیقت اور اُس کے مقصد کو خدا کے
علم پر چھوڑ دیں۔ اس واسطے وہ بزرگ تمام ا باتوں کو تسلیم کرتے
ہیں جن کو کوئی بھی نہیں مان سکتا۔ اور وہ باتیں کہ عقل اور
اصل مقصد با مذہب کے برخلاف ہیں۔ ا مذہب کی سچائی
اور بزرگی اور تقدس کے مخالف ہیں:

اس گستاخانہ اور احمقانہ یہ کو بار بار پڑھنا یہ بتلاتی ہے
کہ جن لوگوں کے دلوں پر رقت اور توجہ الی اللہ اور خوف و رجاء
غالب ہو جاتا ہے کہ تمام علمائے اسلام کے دلوں پر
ان کو اصل حقیقت کے بیان کرنے کی جرأت نہیں رہتی بلکہ وہ ا
باتوں کو ماننے لگتے ہیں جو عقل کے بھی خلاف اور ہاں مذہب کے
مقصد کے بھی اور مذہب کی سچائی اور تقدس کے بھی۔ اس کے بعد
آپ احادیث میں خدا کے اس رسول کی سیرت کو پڑھیں (خدا والی
ا) جو اپنی نسبت فرماتے ہیں فواللہ انی اخشاکم اللہ واتقاکم
تو آپ یقین کریں گے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی برابر نہ
کسی کے دل میں خدا کا خوف ہو سکتا ہے۔ اور نہ اس قدر انابت
الی اللہ کسی کو میسر آ سکتی ہے جو آپ کو حا
اس
اصول کا نتیجہ جس کو اس زندیق نے اختیار کیا
کیا ہوگا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو (ذ باللہ)
کہا جاتا کہ آپ حقیقت کے بیان کرنے میں سب سے کم

Telegram : t.me/toobaanehaq

جرأت کر سکتے ہوں گے اور جو کچھ فرمائیں گے وہ علمائے اسلام سے بھی زیادہ لوگوں کی عقل کے خلاف اور مقصود خداوندی کے منافی ہوگا۔ کبرت کلمۃ تخرج من افواھھم ان یقولون الا کذبا (بلغت کلمات تخرج من افواھھم ان یقولون الا کذبا وتنشق الارض وتخر الجبال ھدا) (ارالایۃ)

بلاشبہ ان لوگوں کی تحریرات کا منشا یہ ہے کہ جس شخص کا دل خوف سے خالی ہو قسوۃ اور غفلت عن اللہ اس پر چھا گئی ہو شیطان کے تسلط نے اس کو پورا بیباک اور شوخ بنا دیا ہو تو شاید وہ اصل حقیقت اور صداقت کا اظہار نہایت جرأت کے ساتھ کر سکتا ہے۔ اور صرف اس سے یہ امید کی جا سکتی ہے کہ وہ خداوند رب العزت کی صحیح صحیح مراد کو سمجھ کر تمام مخلوق کو خدا کے دین کی طرف متوجہ کر سکے اور ان کے دلوں میں اس کا سچا شعار اتار سکے۔ بے شک ایسا ہی ہوتا اگر تاریکی روشنی کو پیدا کر سکتی اور بول و براز سے عطر کشید کیا جا سکتا۔ اور جب ایسا نہیں تو کہہ دو کہ ما یستوی الاعمیٰ والبصیر ولا الظلمات ولا النور ولا الظل ولا الحرور وما یستوی الاحیاء ولا الاموات الایۃ۔

اس موقع پر میرے واسطے سب سے زیادہ عجیب بات یہ ہے کہ ان لوگوں کی ایسی گستاخانہ اور جارحانہ تحریروں سے بعض نہیدہ اہل علم کو بھی شبہات پیدا ہو جاتے ہیں۔ ایک کور چشم بے بصیرت نے اتنا

Telegram : t.me/pasbanehaq1

کھو دیا کہ لاخطر علی قلب بشر سے فنائے جسمانی کی نفی ہوتی ہے اور قرآن مجید کی سینکڑوں آیات اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیسیوں احادیث تمثیل پر محمول ۔ تو اہل علم کو اس سے پوچھنا تھا کہ لاخطر علی قلب بشر سے کیا مراد ہے ۔ اگر بالکل عام ہے تب تو یہ غلط ہے جیسا کہ میں پہلے عرض کر چکا ہوں۔ اور اگر کسی خاص قسم کے خطور کی نفی کی گئی ہے تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ جنت میں سے غواہی نخواہی ۔ کو خارج کیا جاوے ۔

شا کہ فنائے جسمانی کے منکر اس کو تو جائز رکھتے ہیں کہ سینکڑوں آیات اور روایات کو ان کے حقیقی معانی سے پھیر کر تمثیل پر محمول کر لیں۔ مگر ایک لاخطر علیٰ قلب بشر ایسا مجمل کہ اس میں کسی طرح ادنیٰ تصرف بھی جائز نہ رکھا جاوے حالانکہ موافق اس میں کچھ بھی اشکال نہیں۔

مثال سے اس کی تشریح

اگر سلطان المعظم کسی معمولی عالم کی دعوت کر دیں تو اس کو پورا یقین ہوگا کہ وہاں ضرور پر تکلف کھانے تیار ملیں گے۔ اور اپنی معلومات موافق اس نے کچھ فہرست بھی کھانوں کی ضرور اپنے ذہن میں سوچ رکھی ہوگی ۔ بلکہ یہی

Telegram t.me/pasbanehaq1

فرش کر کے کھانوں کی فہرست لکھی ہوئی پہلے ہی سے اُس کے پاس مطبخ سلطانی سے پہنچ گئی تھی۔ مگر جب دسترخوان پر پہنچا تو بعض کھانے اس نے ایسے پائے جو اس نے پہلے کبھی خواب میں نہ دیکھے تھے۔ اور بعض ا۔ پا "کہ۔ کا" یہ ہوا تھا مگر وہاں اُن کی ترکیب ہی کچھ اور تھی۔ اور لذت اور مزہ ہی دوسرا تھا۔ پھر ایوان سلطانی میں جب جب طرح کے تکلفات اس کو پڑے جنہوں نے اس کی آنکھیں خیرہ کر دیں۔ اور سلطان المعظم نے اس کا اس قدر تپاک سے خیر مقدم اور احترام کیا کہ وہ بالکل مبہوت ہو گیا۔ اب وہ شخص وہاں سے واپس آکر اگر اپنے ہمنشینوں سے یہ کہے کہ ایوان سلطانی میں اس طرح کے تکلفات اور الوان طعام اور لذیذ "ائیں مہیا تھیں۔ اور سلطان نے میری اس قدر تعظیم اور عز" افزائی کی جس کا میرے دل میں خطرہ اور وہم و خیال بھی نہ گذرا" تو اس کے " اس کے سوا کیا ہیں۔ کہ اعزاز و اکرام اور مدارات کا وہ انتہائی درجہ جو اس نے ایک ایسے بڑے باجاہ و جلال بادشاہ کے دربار میں دیکھا وہ اس کے حوصلہ اُمید باہر تھا اور اس کی توقعات کی پرواز وہاں تک کبھی نہ پہنچی تھی اگر چہ نفس اعزاز اور مدار" کا اس کو پہلے سے یقین تھا، تاہم یہ کیفیت اور ایسا شاندار سماں اپنے اعزاز و احترام کا اس کے خیال میں نہ تھا۔ اسی طرح یادر کھیے

کہ جن میوؤ اور پھلوں وغیرہ کے نام خدائے جنت کی فہرست میں لئے ہیں آدمی کتنی ہی پرواز اُن کی اعلیٰ کیفیات کے سمجھنے کے کرے لیکن چونکہ اس کی پرواز اس کی محسوسات کے ذائقہ تک محدود اس وجہ سے اس کے خیال و خطرہ میں بھی جنت کے پھلوں کی اعلیٰ سے اعلیٰ کیفیت نہیں آسکتی فرض کرو کہ ایک شخص نے مسقطی حلوا کبھی نہ کھایا ا رنہ کبھی دیکھا ہو اب اگر اس کے سا حلوائے مسقطی کی تعریف کرے تو اگرچہ وہ اتنا یقین کرے گا کہ وہ کوئی قسم حلوے کی ہے اور کھانے کی چیز ہے لیکن اس کی صو - اور رنگ اور مزے کی جو کچھ اجمالی وساوس و خطرات آئیں گے تو ا ماکولات کے اندازہ کے موافق آئیں گے۔ خواہ وہ کتنا ہی اپ خیال کو آگے بڑھانا چاہے اب اگر اُس کو کبھی اتفاق حلوائے مسقطی کھانے کی آجاوے اور اس وقت وہ مزہ کر۔ اُٹھے کہ یہ مزہ اور لذت تو خیال اور گمان میں بھی نہ تھا تو ظاہر کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس اعلیٰ لذت تک خیال کی رسائی نہیں ہوسکی نہ یہ کہ اس کے نفس مزہ اور لذت کا تصور بوجہ نا نہ تھا۔

فرض کرو کہ اخبار ٹائمز کا ایک نامہ نگار جس کی نظر تمام عظیم الشان ں کی تاریخ پر تھی یہ لکھ کر بھیجے کہ آج جو حملہ جرمنی نے ورڈن پر کیا جس کی اطلاع ہمارے

حواسوں نے پہلے سے دی تھی کہ حملہ ہو ' والا ہے اور اسیطرح
جو مقاومت فرانس نے اس حملہ کی کی اور جس شدت کی جنگ ہوئی
کا ن پڑا نہ آنکھوں نے کبھی دیکھا تھا اور نہ کانوں
اور نہ دل میں اس طرح کا کبھی خیال اور خطرہ گذرا تھا
لاخطر علیٰ قلب بشر سے نعمائے جنت کا انکار کرنے
وا یہاں بھی شاید یہ کہے گئیں کہ اس جملہ سے تو یہ ثابت ہوتا
ہے کہ ورڈن پر جنگ ہی نہیں ہوئی کوئی ایسا مجہول المکنہ اور
نامعلوم الحقیقت واقعہ یورپ میں پیش آیا ، جس کے ہولناک
ہونے کو لندن ٹائمز ہمہ ر ' اس تمثیل میں بیان کیا ہے
کیونکہ جب ورڈن پر دشمن کے حملہ آور ہونے کے ارادہ پر
سے یقینی ا ع ہو ' یہ کہنا کیسے صحیح ہو سکتا ہے کہ اس
حملہ کا خیال اور وہم ۔ نہ د ۔ تو یہ حملہ خطور کر چکا تھا
اگرچہ کتنی ہی کم حیثیت میں کیوں نہ ہو۔

اب آپ ہی انصاف فرماویں کہ ان سب مثالوں میں
سے دل میں خطرہ نہ ، کیا معنی ہیں اگر وہی معنے
ولاخطر علیٰ قلب بشر میں لے جاویں تو کیا ' لقہ ہے ۔اس
کے بعد میں وہ بات ' ہوں کہ جس سے بحث کا خاتمہ ہو جائے
اور مصنف فہیم کے لئے انشاء اللہ العزیز قیل و قال کی گنجائش
ہے نہ رہے۔ جس حدیث سے منکرین احتجاج کر رہے ہیں اس

کے الفاظ یہ ہیں اعددت لعبادی الصالحین ما لا عین رأت ولا اذن سمعت ولا خطر علی قلب بشر۔ جس کا ترجمہ صرف اس قدر ہے کہ میں نے اپنے نیک بندوں کے واسطے ایسی چیز تیار کی ہے۔ جس کو نہ آنکھ نے دیکھا ہے اور نہ کان نے سنا اور نہ کسی آدمی دل ۔ اس کا خطور ہوا۔ "یہ ازیں نیست" کہ اس سے جنت میں ا ۔ کا موجود ہونا ثابت ہوا کہ جن کی یہ حالت ہے لیکن یہ کس لفظ سے نکلتا ہے کہ ایسی چیز کے سوا جس کے یہ اوصاف ہیں اور کوئی چیز جنت میں نہیں جس کو فرض کیجئے۔ آنکھ نے دیکھا ہو یا کان نے سنا ہو یا دل میں اسکا خیال گذرا ۔ یہ بالکل ا ۔ کہ آپ کو کوئی مدعو کرے۔ اور یہ کہے کہ آج ہم نے تمہارے لئے ایسی چیز تیار کی ہے جو تم نے کبھی نہ کھائی ہو گی۔ اس کا کسی کے نزدیک یہ مطلب نہیں، کہ بس اس چیز کے سوا دسترخوان پر کوئی ایسی چیز نہ آئے گی۔ آپ نے کبھی کھائی ہو۔ ایک سوداگر یہ کہے کہ میری دکان آج کل اس قسم کے کپڑے آئے ہوئے ہیں جو آج تک آپ نے کبھی نہ دیکھے ہوں گے تو ہرگز یہ مراد نہیں کہ دکان میں ان کے سوا ۔ " نہ ہوں گے ۔ جن کو ہم نے کبھی دیکھا ہو۔

اسی طرح اگر یہاں سمجھا جائے تو کیا حرج ہے، کہ جنت

Telegram t.me/toobaa-elbooks

ہیں ایسی نعمتیں بھی ہیں کہ جن کا من وجہ خطور پہلے ہُوا ہو اور ایسی بھی جو کبھی مدت العمر خیال میں نہ آئی ہوں باقی جنت کی نعمائے جسمانیہ کا تمسخر کرکے ایک غیر مہذب نے کا فرض انجام تو اس کا جواب ہمارے پاس کچھ نہیں، بجز اس کے ان تسخروا منا فانا نسخر منکم کما تسخرون فسوف تعلمون من یاتیہ عذاب یخزیہ و یحل علیہ عذاب مقیم۔

یہ عجیب بات ہے کہ یہ لوگ زبان سے خدا وجود اور اس کے غیر محدود قدرت رکھنے اور کتاب اللہ کو ماننے کے باوجود کس طرح جسارت کرکے اس کی لامحدود قدرت و حکمت کو اپنی عقل کی کلیا میں بند کر دیتے ہیں۔ نہ معلوم جنت میں، کون سی چیز ایسی ہے جس کا پیدا کرنا اس قادر قیوم کے لئے زمین اور چاند سورج اور سمندر اور پہاڑوں سے زیادہ دشوار ہے یا آگ پانی کا ایک کرہ یا آگ کا ایک کرہ اور ایک طبقہ پیدا کرنا سراسر اس کی حکمت اور دانائی کو ظاہر کرتا ہے اور پھر ان کے تھوڑے تھوڑے اجزاء کو محفوظ کرکے آدم کا نمیر بنانا اس حکمت کے اظہار میں اور چار چاند لگانا ہے تو اسی طرح اگر اس دنیا میں اس نے راحت و تکلیف کو مخلوط پیدا فرمایا اور ان دونوں کے واسطے ایک ایک کرہ اور مخزن علیحدہ علیحدہ بنا دیا کہ جو جسمانی اور روحانی خوشی

Telegram : t.me/pasbanehaq1

اور راحت اور عیش کا خزانہ ہے اس میں کسی تکلیف کا نام اور نشان نہ آ ' پائے اور جو رنج اور تکلیف اور مصیبت کا خزانہ ہے اس ۔ راحت کا اور ' ٹ نہ پایا ۔ تو کیوں حکمت کا خلاف ٹھہرے گا۔

مولانا رومیؒ کی ایک مثال

مولانا جلال الدین رومی نے یہ فرمایا ، کہ یہی جنت اور اس کی نعمتوں کا ا ' رکر والے جب رحم مادر میں ' اُس وقت اُن سے اگر کوئی جاکر کہتا کہ اس تنگ و تاریک کوٹھڑی سے تم باہر نکلو اور یہ حیض کا ناپاک خون کھانا چھوڑ دو۔ تم کو باہر ایک ایسا وسیع زمین و آسمان نظر پڑے گا کہ جس کی وسعت سے تمہاری اس مجرے کی نسبت ایک اور کروڑ کی بھی نہ ہوگی، اور جب تم یہ ناپاک غذا (دم طمث) چھوڑ دو گے ۔ تو تم نہایت خوش رنگ اور خوش ذائقہ لطیف غذا دی جائے گی ۔ جس کے بعد تم اس غذا کو کبھی نہ یاد کرو گے تو یہ منکرین ہی انصاف تبلا دیں کہ کیا وہ رحم مادر میں ا ' باتوں کو باور کر سکتے تھے ۔ وہ نیچے اور پر ا اُدھر ڑاتے اور رحم کی جھلی کے سوا کچھ نہ دیکھتے جن غذاؤں کا اُن سے وعدہ کیا جاتا تھا۔ وہ یہ ہی کہتے جو جنت کے کھانوں کی نسبت کہتے ہیں کہ یہ سب تمہارے

خیالات و اوہام ہیں نہ اس مکان سے وسیع کوئی مکان ہے، اور نہ اس نظارے کے سوا کوئی نظارہ ہے۔ لیکن حق تعالیٰ شانہٗ نے اپنی رحمت بالغہ سے ان کو بطنِ مادر باہر لا اور انہوں نے وہ سب چیزیں دیکھ لیں جن کی اُن کو خبر دی جاتی تھی اور اب کوئی ترددِ اس میں باقی نہ رہا۔ پس ٹھیک یہی مثال ہمارے تاریک اور تنگ نظروں اور کور باطنوں اور دنیا کے بدمستوں کی ہے۔ یہ ہرگز ان چیزوں کو تسلیم نہ کریں گے۔ جب تک کہ اُن کو دیکھ نہ لیں گے۔ اسی خیال کے شخص کی تاریخ کا مصرعہ ہمارے امام فلسفہ نے کیا ہی خوب کہا ہے۔ ؎

ما ... کو نہیں تھے بھیجے پہنچے وہاں

اب میں اس جواب کو ختم کرتا ہوں۔ کیونکہ فرصت زیادہ نہیں ہے۔ اخیر میں اتنا اور گذارش کرتا ہوں کہ آج جو ایسے شخص کا شرفا سے کہیں دریافت کیا جو یہ عقیدہ رکھتا ہو اس کا استفتا حضرت مفتی صاحب سے کریں۔ وہ تو فقط ایک عبارت حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی لکھے دیتا ہے جو حجۃ اللہ البالغہ میں ہے امام مثال کے ذکر میں جو احادیث لائے ہیں اُن کے ماننے والوں نے تین درجے کئے ہیں جن میں تیسرا یہ ہے۔

او یجعلها تمثیلاً لتفہم معان اخری ولست اری المقتضی علی الثالث

یا ان احادیث کو تمثیل پر محمول کیا جائے۔ جس سے دوسرے معانی کی تفہیم مقصود ہے۔

Telegram: https://t.me/pasbanehaq1

من اهل الحق وقد صور الامام الغزالی فی عذاب القبر تلك المقامات الثلث حيث قال امثال هذه الاخبار لها ظواهر صحيحة واسرار خفية ولكنها مذ ارباب البصيرة واضحة لمن لم يكشف له حقائقها فلا ينبغی ان ينكر ظواهرها بل اقل درجات الايمان التسليم والتصديق (حجة الله بالغہ ص)

اللہ ہیں ایسے شخص کو جو اس تصویر کو دیکھ کر صحیح راہ پر ہے اہل حق ۔ " کرتا اور امام غزالی نے بھی عذاب قبر ۔۔ بیان کئے ہیں جہاں یہ ۱۱ کہ اس قسم کے اخبار کے ایک تو جو ۔ ہیں بظاہر ٹھیک ان کے دقیق اسرار ہیں جو اہل بصیرت کے نزدیک واضح ہیں۔ تو جس شخص پر وہ " حق منکشف نہ ہوں اس کو یہ مناسب نہیں کہ وہ ہر کہا بھی انکار کر کم از کم ایمان یہ کہ ان کو تسلیم کرے اللہ ان کی تصدیق کرے۔

میرے اس سارے خط کو آپ مہربانی فرما کر ہمارے خانصاحب محترم مولوی محمد عرفان صاحب کو ضرور سنا دیں اگر کچھ اصلاح فرما دیں تو مطلع کر دیں۔ والسلام اور دونوں صاحبوں سے بہت بہت سلام بندہ کا عرض کر دیں۔ اور بعض الفاظ جو آپ کو خطاب کر کے تیز لکھے گئے ہیں ان سے فی الحقیقت آپ مراد نہیں بلکہ وہ شخص مراد ۔ کا یہ عقیدہ ہو فقط۔

الاقـــــــــــم

شبیر احمد عثمانی عفی اللہ عنہ از دار العلوم دیوبند

۲۰ ربیع الثانی ۱۳۲۶ ہجری

Telegram : t.me/pasbanehaq1

toobaa-el

ذَكَّرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى

تحقیق الخطبۃ

کیا خطبہ اردو زبان میں ہو؟ خطبہ جمعہ
اور جمعہ سے متعلق بعض اہم سوالات کا جواب

شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانیؒ

ناشر

ادارہ اسلامیات انارکلی لاہور

Telegram : t.me/pasbanehaq1

تحقیق مسئلہ خطبۂ جمعہ

بزبان اُردو و فارسی وغیرہ

کیا جمعہ کا خطبہ اُردو میں جائز ہے ؟

۔ فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذ۔

(۱) زید کہتا ہے کہ خطبۃ الجمعۃ والعیدین بزبان عربی مسنون ۔ زبان، یا دیگر غیر عربی زبانوں میں خطبہ پڑھنا سنت رسول اللہ اور صحابہ تابعین ۔ تابعین، مجتہدین، محدثین، فقہاء ائمت کے طرز عمل کے خلاف ہے۔ عمرو کا دعویٰ ہے کہ خطبہ مذکور سامعین کی زبان ہوتا چا ۔ خواہ زبان اُردو ہو یا فارسی، عربی ہو یا ترکی، جاپانی ہو یا انگریزی۔ اور خطبہ کو سامعین کی زبان میں پڑھنا ہی عین لوائے سنت ہے۔ کیونکہ خطبہ کی غرض وعظ و تذکیر اور احکام کا سنانا ہے اور یہ غرض ذ۔ وجہ ہی میں خطبہ پڑھنے سے حاصل ہو سکتی ہے۔

عمرو یہ سوال بھی پیش کرتا ہے کہ عیدین کی نماز کے بعد جو خطبہ بزبان عربی پڑ جاتا ہے۔ اس کے پڑھتے وقت خطیب کے مخاطب آ۔ انسان ہوتے ہیں جن کی طرف وہ منہ کر کے کھڑا ہوتا ہے یا اور کوئی مخلوق ؟ اور

Telegram : t.me/pasbanehaq1

یہ کہ عیدین کے متعلق مسائل و احکام بیان کرتا ہے۔ اس سے غرض یہ
کہ لوگوں کو مسائل و احکام سے آگاہی ہو یا اس کے سوا کچھ اور۔
عمر و اپنے دعویٰ پر حسب ذیل کتب لغت۔ احادیث۔ فتاویٰ سے
استدلال کرتا ہے اور کہتا ہے کہ مصباح المنیر میں ہے فیقال فی الواعظۃ خطب
ثم خیاط الخطبات ۔ آخر مجمع نصیحت خطاب و نصیحت و وعظ طلق
اللہ باشد۔ کتاب ترغیب و ترہیب میں ابن ماجہ سے بسند حسن منقول ہے۔ کہ عن
ابی بن کعب رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قرأ یوم الجمعۃ بتبارک
وھو قائم یذکر بایام اللہ فتاویٰ عالمگیری میں خطبہ کی سنتوں میں وعظ کرنا
اور سمجھانا تحریر کیا ہے وقال صاحب الفتاوی الھندیۃ واما سننھا یعنی الخطبۃ
فخمسۃ عشر ثم قال ۔ ذکر اللہ وما شرھا العظۃ والتذکیر۔ درمختار۔ باب
العیدین میں ہے انما جعل الخطبۃ کالتعلیم کفایہ میں ہے ولو خطب قاعدا
او علی غیر طھارۃ اجزاہ لحصول المقصود وھو الوعظ و ۔ اور فتاویٰ
عالمگیری میں ہے ویکرہ للخطیب ان یتکلم فی حال الخطبۃ الا ان یکون امر
بمعروف ہدایہ میں ہے فان اقتصر علی ذکر اللہ جاز عندنا ۔ وقال
لابد من ذکر لی یسمی خطبۃ لان الخطبۃ ھی ۔ ۃ والتسبیحۃ والتحمید
لا یسمی خطبۃ ہدایہ میں ہے ویخطب بعد العبادۃ خطبتین یعلم الناس فیھا
صدقۃ الفطر و ۔ مما لا شروعت لاجلہ پس استدعا ۔ کہ بدلائل شرعیہ
و براہین عقلیہ بتلایا جاوے کہ خطبہ کے معنیٰ ۔ اس سے مقصود کیا ہے اور
آیا وہ زبان عربی ۔ پڑھنے سے پورا ہو سکتا ہے یا نہیں اور زبان غیر عربی

Telegram : https://t.me/pasbanehaq1

میں خلاف سنت ہے یا نہیں؟

(۱) مسمان نماز جو عربی سے ناواقف ہیں اور سورۂ قرآنی کے معنے کو نہیں سمجھتے وہ شرعیہ کے مکلف ہیں یا نہیں؟ ان کی نماز ادا ہوتی ہے یا نہیں؟ ثواب ملتا ہے یا نہیں؟

(۲) جمعہ وعیدین میں کس حد تک سورۂ آیہ تلاوت کرنا داخل سنت ہے اور کہاں تک جائز ہے؟

(۳) جمعہ وعیدین میں سبح اسم ربک الاعلیٰ اور اتاک حدیث ... اتباع سنت میں شامل ہے یا نہیں؟

( ) آیۃ لعذہ ہے یا تخفیف قرأۃ۔

( ) قرأت وتلاوۃ قرآن پر حصول ثواب فہم معانی و ... منحصر ہے یا نہیں؟

(۶) جو شخص قرآن کے معنی نہ سمجھے اس کو قرآن پاک پڑھنے کا ثواب ... یا نہیں؟ ... بالدلائل وتوجروا

الجواب

خطبہ کا شرعی مفہوم

(۱) اولاً چند عبارتیں کتب فقہ سے ایسی نقل کی جاتی ہیں جن سے یہ ثابت ہوگا کہ فقہاء کرام نے کسی جگہ تو خطبہ کو محض ذکر قرار دیا ہے۔ اور کہیں صرف

Telegram : t.me/pasbanehaq1

موعظۃ و تذکیر۔ اس کے بعد کوئی عبادت ایسی درج کی جائے گی۔ جس سے یہ معلوم ہو سکے کہ ان میں سے خطبہ کا اصلی موضوع کیا ہے جس کے بغیر اس کا تقوم ہی نہ ہو سکے لغۃً اور شرعاً کیا ہے۔ اور جن امور زائدہ پر خطبہ کا اطلاق کیا گیا ہے وہ خطبہ کے مفہوم میں کس حد تک داخل ہو سکتے ہیں۔

فقہا کی عبارات

شمس الائمہ سرخسی فرماتے ہیں۔

ولنا انا لخطبة ذكروا والجنب لا يمنعان من ذكر الله ما قرأة القرآن في حق الجنب

ہماری دلیل یہ ہے کہ خطبہ ذکر ہے اور محدث یعنی جو طہارت سے ہو اور جنب جس پر غسل واجب ہو اللہ کے ذکر سے منع نہیں کئے جاتے۔ البتہ قرأۃ جنبی کو منع ہے۔

المبسوط للسرخسی

ولا ينبغي للامام ان يتكلم في خطبة بشيء من حديث الناس لان ذكر مشغول والتكلم في خلاله يذهب بهاءته الا كتة مواجبة حضر

امام کو لائق نہیں کہ کوئی ایسی کلام کرے جو لوگوں کی باہمی گفتگو کے شابہ ہو۔ کیونکہ خطبہ ذکر مشغول کا نام ہے اور اس کے درمیان میں کلام کرنا خطبہ کی خوبی و رونق کو زائل کر دیتا ہے۔

اور یہی شمس الائمہ دوسری جگہ فرماتے ہیں۔

والخطبة كلها وعظ وامر معروف

(مبسوط ۲۵ ص ۲)

اور خطبہ سب کا سب نصیحت اور امر بالمعروف ہے۔

Telegram : t.me/pasbanehaq1

logspot.com

ولانه فی الخطبة یخاطبهم بالوعظ فاذا اشتغلوا بالکلام لم یفد وعظه ایاهم شیئا (مبسوط ج ۲ ص ۳۰ مصری)

اور اس لئے کہ امام خطبہ میں لوگوں کو نصیحت کیا کرتا ہے اور جب لوگ باہم کلام میں مشغول ہوں گے تو نصیحت کرنا ان کو کچھ مفید نہ ہوگا۔

وهکذا نقل عن ابی حنیفة رضی الله عنه انه کان یفعله لان الخطیب یعظهم (مبسوط ج ۲ ص ۳۰ مصری)

امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایسا کرتے تھے اس لئے کہ خطیب لوگوں کو نصیحت کرتا ہے۔

ذیل کی عبارت سے ثابت ہوگا کہ اگرچہ صاحبین رضی اللہ عنہما لفظ ایک تسبیح یا تحمید وغیرہ کو خطبہ کے لئے کافی نہیں سمجھتے لیکن وہ بھی خطبہ کو مجرد ذکر ہی قرار دیتے ہیں۔ ہاں یہ شرائط لگاتے ہیں کہ وہ ذکر طویل ہو۔ اتنا قصیر ہو کہ خطبہ کا اطلاق ہے اس پر نہ ہو سکے۔ ہدایہ میں ہے۔

فان اقتصر علی ذکر الله جاز عند ابی حنیفة رح الله وقالا لابد من ذکر طویل یسمی خطبة

اگر امام نے لفظ ذکر اللہ پر اکتفا کیا تو امام ابو حنیفہ کے نزدیک جائز ہے صاحبین کہتے ہیں کہ ذکر طویل ہونا ضروری ہے جس کو "کہہ سکیں"۔

فتح القدیر میں ذکر طویل کی شرح میں لکھا ہے۔

قیل اقله عند هما قدر التشهد۔

کہا گیا ہے کہ ذکر طویل کا کمترین درجہ ایک آیت ہے کہ تشہد کی قدر ہو۔

اور علامہ ابن عابد ی فی العنایة وهو مقدار ثلث آیا ت اکثری وقیل مقدار التشهد۔

کے تحت میں لکھا ہے۔ میں کہ ذکر طویل کی "کثرتی" کے نزدیک تین آیتوں کی قدر ہے۔ بعض نے کہا کہ تشہد کی قدر۔

الدر المنثور سید مرتضیٰ زبیدی حنفی احیاء العلوم کی شرح میں تحریر فرماتے ہیں۔

وعن ابی حنیفۃ یجوز اقتصار بعض الخطبۃ علی ذکر خالص للہ تعالیٰ نحو تسبیحۃ او تھلیلۃ او تکبیرۃ معا "وھی التی یعتد بھا و یجزئ" الذکر من خطبتین لا ان تبعیضی و عن ابی یوسف و محمد لابد من ذکر طویل یسمی خطبۃ قیل اقلہ قدر التشھد الی قولہ عبدہ و رسولہ حمد و صلوٰۃ و دعا للمسلمین" شرح احیاء العلوم مطبوعہ مصر جلد ثالث ص ۲۲۶

امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ خالص ذکر پر اکتفا کرنا جائز ہے۔ مثلاً ایک دفعہ سبحان اللہ کہنے یا تہلیل یعنی لا الٰہ الا اللہ اور تکبیر یعنی اللہ اکبر کے مجموعہ کیساتھ جو مقدار ہے جس کا خطبہ میں "اور اس قدر ذکر دونوں خطبوں کا قائم مقام ہو سکتا ہے اس کی ضرورت نہیں ہے کہ دونوں خطبوں کے لئے دو دفعہ تسبیح کرے۔ امام مالک سے دونوں روایتیں کے موافق وہ ہیں۔ ابو یوسف و امام محمد فرماتے۔ ذکر طویل ہونا چاہیئے جو کہا جائے خطبہ۔ طویل کی مقدار جس پر دونوں کا اتفاق ہے وہ اتنا ہے کہ اس میں حمد و صلوٰۃ بھی ہو اور مسلمانوں کے لئے دعا بھی۔

خطبہ کی حقیقت

اس طرح کی سینکڑوں عبارتیں کتب فقہ میں موجود ہیں کا استقصاء بے فائدہ ہے لیکن اب بعض ایسے اقوال نقل کرتا ہوں جن سے یہ ثابت ہوگا کہ خطبہ کی اصل حقیقت شرعاً و لغۃً مطلق ذکر سے زیادہ نہیں ہے بلکہ لغۃً تو ذکر اللہ کی بھی تخصیص نہیں مطلق کلام کو خطبہ کہتے ہیں۔ اگرچہ عرف عام میں

blogspot.com

بعض دوسرے امور بھی جو کہ سنت کے درجہ میں ہیں اس کی ماہیت میں شامل کر لئے گئے ہوں۔ مجمع البحار میں ہے۔

خطب خطبة بالضم والاسم ایضا بالکسر فلما بالضم فمن الفعل الکلام انتہی۔

خطب خطبۃ بکسر الخا، یعنی صدہ خطب کا خا، کی کسرہ کے ساتھ ہے اور اس کا اسم بھی خطبہ کی خا کے کسرہ کے ساتھ ہے اور خطبہ کی خا کے ضمہ کیساتھ ہے تو اس کے معنی گفتگو اور کلام کے ہونگے۔

ذرا اور آگے چل کر لکھتے ہیں۔

انا خطیبهم اذا انصتوا انا المتکلم من الناس حین سکتوا عن الاستذفار فاستذفر بالمرء ولم یبدء فغیری فی التکلم انتہی۔

اور میں ان کا خطیب ہوں جب کہ وہ سکوت اختیار کریں تمام لوگوں میں کلام کرنے والا میں ہی ہوں گا جبکہ وہ اپنا عذر پیش کرنے سے ساکت ہو گئے ہیں ان کے سب کے ساتھ عذر پہلے کروں گا سوائے میرے کسی کو بولنے کی اجازت نہ ہوگی۔

شمس الائمہ سرخسی فرماتے ہیں۔

والمنصوص علیہ الذکر قال اللہ تعالیٰ فاسعوا الی ذکر اللہ فقد بینا ان الذکر یراد بالخطبة ثبت بالنص والذکر یحصل بقولہ الحمد للہ فصار مذکورا علیہ شرط الکمال لا شرط الجواز وهو نظیر ما قال ابو حنیفة ان فرض القراءة یتادی بآیة

اس سے کہ نص سے ذکر ہی ثابت ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہے ذکر کی طرف جمعہ کے دن۔ ہم بیان کر چکے ہیں کہ خطبہ کے ساتھ ذکر فرض سے ثابت ہے اور ذکر الحمد للہ سے بھی حاصل ہو جاتا ہے اس سے وہ کمال کی شرط ہے ذکر جواز کی شرط نہیں یہ نظیر ہے اس کی جو امام ابو حنیفہ نے اس قول کر فرض قرأۃ یعنی نماز میں ایک آیت سے ادا ہو جاتا ہے۔

Telegram : t.me/pasbanehaq1

واحدۃ ۱۲۰۰ ۔ (بسوہ جلد ۲ ص ۳۰۰ مصری)

اور علامہ ۔ مرتضیٰ زبیدی حنفی صاحب تاج العروس فی شرح القاموس تحریر فرماتے ہیں۔

وہ دلیل ابی حنیفۃ قولہ تعالیٰ، فاسعوا الی ذکر اللہ فلم یفصل بین کونہ ذکرا طویلا او لا فکان الشرط الذکر العام بالدلیل القاطع غیر ان المأثور عنہ صلی اللہ علیہ وسلم اختیار احد الفریقین اعنی الذکر المسمی بالخطبۃ والمواظبۃ علیہ فکان ذلک واجبا او سنۃ لا انہ الشرط الذی لا یجزئ غیرہ اذ لا یکون بیانا لان الدلیل وھو لفظ الذکر المامور بالسعی الیہ لیس مجملا لیقع فعلہ صلی اللہ علیہ وسلم بیانا فلم یکن فرضا فتزیلا للمشروعات علی حسب ادلتھا ویؤیدہ ما رواہ قاسم بن ثابت السرقسطی فی غریب الحدیث عن

امام ابوحنیفہ کی دلیل ارشاد خداوندی فاسعوا الی ذکر اللہ ہے اس میں اس کی تفصیل نہیں کہ ذکر ۔ ہو یا دعوۃ ہو تو جب شرط ہوا ذکر عام ہوگا۔ اس قطعی دلیل سے مگر ہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے متحمل ہے ہے کہ آپ ذکر کی دو فردوں طویل اور قصیر میں سے ایک فرد کو اختیار فرمائے یعنی ذکر طویل کو جس کو خطبہ اور موعظہ کہتے ہیں اور اس پر مداومت بھی ہے تو یہ ذکر طویل واجب ہوگا یا ۔ کہ اور کوئی کا آگا وائی ۔ نہ ہوگا۔ کیونکہ ۔ ذکر جس کا خطبہ میں حکم ہے مجمل نہیں کہ آپ کے اس کے لئے بیان ضروری ہو۔ تب ذکر طویل ہو فرض ۔ اس لئے کیا ہے کہ تمام کو ادلہ کے موافق ۔ جو میں لکھا جاوے اور اس کی تائید اس روایت سے ہوتی ہے جو قاسم بن ثابت سرقسطی نے غریب الحدیث میں حضرت

Telegram : t.me/pasbanehaq1

عثمان رضی اللہ عنہ انہ سعد — منہ سے روایت کی ہے کہ آپ منبر پر تشریف لے
المنبر فقال الحمد للہ فاستوجب — گئے تو الحمد للہ کہنے تھے کہ آگے دیکھ سکے۔
علیہ فقال ان اول کل مرکب صعب — تب آپ نے فرمایا کہ قول ہر سواری سنت ہوتی ہے
وانا ابابکر وعمر کانا یعد ان لھذا — ہم ابوبکر و عمر اس موقع کے لئے کلام تیار کر لیتے
المقام مقالا وانتم الی امام فعال احق — تھے مگر تم یہ نسبت کرو اور انسان خطیب کے
وان اعش تاتکم الخطبۃ علی وجھھا — لائق امام سے زیادہ ہو جو کلام کرنے والا
انشاء اللہ تعالی واستغفر اللہ لی — ہو اور اگر میں زندہ رہا تو انشاء اللہ تعالیٰ، تم
ولکم ونزلہ صلی وسلم ینکر علیہ — کو اس طریقے سے سنوں گا۔ میں خطا کا
منھم فکان اجماعا منھم علی عدم — تم سب سے اور اپنے لئے استغفار کرتا
اشتراطھا وعلی ان الحمد للہ — ہوں۔ یہ فرما کر منبر سے۔
خطبۃ لغۃ وان لم یسم بہ عرفا — پھلانگ کر اتر آئے۔ صحابہ میں سے کسی نے
وا — (شرح موطا سری جلد ثالث ص۳۳)

اس پر کہ ذکر طویل خطبہ کے لئے شرط نہیں ہے اور
اس بات پر — لغۃ کے اعتبار سے خطبہ ہے۔ اگرچہ عرف
کو خطبہ نہ کہتے ہوں۔ واللہ اعلم۔

اس کے قر — قر۔ ابن ہمام فتح القدیر میں لکھتے ہیں۔
ن اجماعا — اما — پس یہ اجماع ہو گیا صحابہ کا یا
اما — کون ا — طویل شرط نہیں ہے، یا — بات پر کہ الحمد للہ اور
— ونحوھا تسمی خطبۃ لغۃ و — اس کے مثل لغۃ کے اعتبار سے خطبہ ہیں۔ اگرچہ عرف

Telegram: t.me/pasbanehaq1

ان لم تسم وعاظا وخطبا

کہا" سے اس کا نام خطبہ نہ ہو۔

چند سطور کے بعد فرماتے ہیں۔

والخطاب القرانی انما تعلق باعتبار المفہوم اللغوی لان الخطاب مع اھل تلک اللغۃ بلغتہم یقتضی ذلک وکذلک ھذا العرف انما یعتبر فی محاورات الناس بعضہم بعضا للدلالۃ علی غرضہم فاما فی امر بین العبد وربہ تعالی فیعتبر فی حقیقۃ اللفظ"

اور خطاب قرآنی کا تعلق مفہوم لغوی کے اعتبار سے ہے اور اس لئے کہ کسی قوم کی زبان میں خطاب کرنا اس امر کو مقتضی ہے اور اسی لئے کہ عرف کا اعتبار لوگوں کے باہمی محاورات میں ہوتا ہے تاکہ ان کی غرض کا دلالت کرے لیکن جو امر کہ بندے اور خدا کے درمیان ہو اس میں حقیقت لفظ کا اعتبار ہوتا ہے۔

پس جبکہ ان تمام اقوال مذکورہ بالا سے یہ بات ثابت ہو گئی کہ اصل خطبہ مطلق ذکر ہے۔ اور خطبہ سے مقصود حقیقی اور بالذات ذکر کے سوا اور کچھ نہیں تو عمرو کا یہ دعویٰ کہ خطبہ کی غرض وعظ و تذکیر اور احکام کا سنانا ہے اور یہ غرض زبان مروجہ میں ہی خطبہ پڑھنے سے حاصل ہو سکتی ہے" بالکل صحیح نہیں ہے اور جو شواہد اس نے کتب فقہ و لغت سے پیش کئے ہیں وہ عبارات مذکورہ بالا سننے کے بعد کسی فہیم کے نزدیک مثبت مدعا نہیں۔ کیونکہ ہم ہر طرح سے تبلا چکے کہ خطبہ اصل لغت و شرع میں محض ذکر کا نام ہے۔ لیکن عرف عام اور رواج متعارف کی وجہ سے گاہ بگاہ اس کا اطلاق تجوزاً محض موعظہ و تذکیر پر بھی کر دیا جاتا ہے۔ اور یہ ایسا ہے جیسا کہ ہمارے محاورے کے موافق اگر کوئی شخص قرآن شریف کی ایک دو آیتوں کا ترجمہ چند سامعین کے

Telegram channel @toobaa_elibrary

رد و بدل کرے یا وہ ایک دو مسئلہ فقہی بیان کر کے چلا جائے تو کوئی اس کو نہیں کہتا کہ اس نے وعظ کہا کیونکہ عرف عام میں اب وعظ کے لئے چند خصوصیات ایسے ٹھیر گئے ہیں کہ ان بغیر عوام ہر ایک پند و نصیحت کو وعظ نہیں سمجھتے۔

پس جب خطبہ اصل میں محض ذکر کا نام ہوا تو اس کی ضرورت نہیں رہی کہ خطیب بعض سامعین کی رعایت سے قرآن اور رسول اور اہل جنت کی زبان چھوڑ کر انگریزی اور جاپانی میں خطبہ پڑھے۔

ایک شبہ اور اسکا جواب

اور اگر یہ بھی فرض کر لیا جائے کہ خطبہ سے اصل مقصود وعظ و تذکیر ہے تو جب کہ قرآن شریف جو کہ اُمیین اور ا ٓ ین منھم لما یلحقوا بھم کے اتارا گیا ہے اور جس کے اتارنے والے نے اُس کے حق میں صاف کہدیا لیکون للعلمین نذیراً۔ اور جس سے مقصود سوائے تبلیغ عام اور احکام عامہ سنانے کے اور کچھ نہیں ہے وہ اس لئے عربی زبا ٓ اگر کہ فما ارسلنا من رسول الا ٓ ۔ اور تمام عجمیوں کے ذمہ یہ فرض ہوا کہ وہ جس طرح ممکن ہو اُس کو پڑھیں اور سیکھیں تو اگر فقہاء کرام خطبہ کی نسبت بھی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے بلکہ تمام سلف و خلف کے عمر بھر کے تعامل کو دیکھ کر یہ حکم لگا دیں کہ وہ مسلمانوں کی سرکاری ہی زبان میں ہونا چاہیئے تو کیا بعید ہے۔ مسلمانوں کا فرض منصبی ہوگا، کہ اگر وہ اس

Telegram t.me/pasbanehaq1

وعظ و پند سے متمتع ہونا چاہیں تو اس سرکاری زبان (عربی) کو سیکھیں یا جاننے والوں سے دریافت کر لیں تاکہ ہر خطبہ کا ترجمہ ہی یاد رکھیں۔ غالباً یہی وجہ کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم فارس میں تشریف لا کر خطبہ فارسی زبان میں نہیں بلکہ عربی زبان میں پڑھتے تھے۔ جیسا کہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب قدس سرہ نے موطا کی شرح میں تحریر فرمایا، اور اس لئے امام رافعیؒ نے جو کہ اصحاب شوافع میں سے ہیں کہا ہے کہ وھل یشترط کون الخطبۃ کلھا بالعربیۃ وجھان اصحھما الاشتراط فان لم یکن من یحسن العربیۃ خطب لغیرھا ویجب علیھم التعلم والاعصوا والجمعۃ لھم۔ منقول عن شرح الاحیاء للسید مرتضیٰ الزبیدی جلد ثالث ص۲۳۶ اور یہی وجہ ہے کہ صاحبین رحمۃ اللہ علیہما قادر علی العربیۃ کی نسبت فرماتے ہیں کہ اگر وہ کسی دوسری زبان میں خطبہ پڑھے تو صحیح نہیں۔

امام صاحبؒ اگرچہ صحیح کہتے ہیں لیکن پسندیدہ ان کے نزدیک بھی یہی ہے کہ عربی میں پڑھا جاوے۔ در مختار میں شرح فی الصلوٰۃ کے متعلق یہی خلاف کر کے لکھا ہے۔ وعلی ھذا الخلاف الخطبۃ وجمیع الاذکار الصلوٰۃ۔

امر بھی قابلِ غور ہے کہ جب کوئی مضمون کسی عبارت میں ادا کیا جاوے تو مضمون کے ساتھ الفاظ اور اُن کی ترکیب بھی شریعت، عقل و عرف کے اعتبار سے ایک بڑی حد تک قابلِ رعایت ہوتے ہیں قرآن شریف تو کلام الٰہی ہے۔ اس لئے مضامین کی محافظت کے ساتھ اس کے کسی ایک لفظ اور ایک شوشہ کو کوئی بڑے سے بڑا نبی اور فرشتہ بھی

Telegram: https://t.me/toobaa-elibrary

blogspot com

تبدیل نہیں کر سکتا اور اگر اس کی تھوڑی سی بھی اجازت ہوتی تو یقیناً اس ترمیم و تغیر کا سلسلہ نالائقوں کے ہاتھوں سے اس حد پر جا کر منتہی ہو جاتا جہاں آج کتب عہد حقیق اپنے مترجمین اور ترجموں پر قناعت کر نیو پیروؤں مسلسل مسامی کی بدولت نظر آ رہی ہیں۔

اس لئے ائمہ اسلام نے تو قرآ شریف سے بھی گذر کر رسول اکرم (فداہ ابی و امی) کے کلام میں بھی اس درجہ "ظ کو کام فرمایا ہے کہ وہ تا امکان حدیث کی روایت بالفاظ ہی کو ملحوظ رکھنے کی کوشش کرتے ہیں اور جہاں کہیں ایسا نہ کر سکیں تو بسا اوقات او کما قال کہہ کر فارغ الذمہ ہو جاتے ہیں۔

صحیح مسلم میں ہے کہ حضرت عبداللہ " ایک " یہ روایت کی کہ بنی الاسلام علی خمسۃ ان یوحدا اللہ و اقام الصلوٰۃ و ایتاء الزکوٰۃ و م رمضان و الخ" مجلس میں ایک شخص نے اس کو یوں ادا کیا " و الخ و صیام رمضان " تو ابن عمرؓ نے فرمایا کہ نہیں و صیام رمضان و الخ ھکذا اسمعت من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

خود سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صحابی کو ایک دعا تلقین فرمائی اس میں " و نبیک الذی ارسلت " یہ ظاہر بھی تھی، اس نے اس کے بجائے " و رسولک الذی ارسلت " پڑھا تو جیسا کہ صحیح بخاری میں ہے آپ نے اس پر اعتراض فرمایا اور " و نبیک الذی

اس سلسلہ کو پھر دوہرایا۔ ایک خطیب نے آپ کے عہد مبارک میں "ومن یعصہما فقد غوی" بجائے "من یعص اللہ ورسولہ" کے کہا تو آپ کی جناب سے اس کو "بئس الخطیب" کا "ب طا۔ ان چند نظائر سے جو نمونہ کے طور پر پیش کی گئی ہیں یہ خوب واضح ہو گیا ہے کہ شریعت مقدسہ نے مضمون کے ساتھ ساتھ الفاظ و عبارات کی بھی "درجہ تک تعمیر داشت کی ہے اور ان کو محض لغو اور بیکار چیز قصور نہیں کیا۔

اس لئے بغایت ضرورت ہے کہ ہماری نمازوں اور ہمارے خطبوں وغیرہ میں بھی الفاظ و عبارات منقولہ کی علی حسب تفاوت الدرجات کامل نگرانی کی جائے خصوصاً خطبۃ الجمعۃ میں جسکو محققین نے بعض حیثیات سے رکعت ظہر کا قائم مقام قرار دیدیا ہے چنانچہ قدماء مشائخ حنفیہ میں سے بھی بعض حضرات کا یہ قول ہے مبسوط سرخسی میں منقول ہے "قال بعض مشائخنا الخطبۃ تقوم رکعتین و الا تجوز الا بعد دخول الوقت۔

اگرچہ خود امام سرخسیؒ کے نزدیک یہ قول اس وجہ سے زیادہ صحیح نہیں کہ خطبہ میں استقبال نہیں ہوتا اور نہ اثنار خطبہ میں کلام کرنا اس کے لئے قاطع ہے اور نہ اس کے لئے وضو شرط

لیکن میں کہتا ہوں کہ اگر نائب و منیب میں ایسی بجمیع الوجوہ مشابکت شرط ہو تو شاید تیمم بھی وضو اور غسل کا خلیفہ بن سکے اور نہ جنازہ کی چار تکبیریں چار رکعتوں کے قائم مقام ہو سکیں۔ حالانکہ خود امام محمد رح نے اس کا اعتراف فرمایا ہے۔

Telegram: t.me/pasbanehaq1

بہر حال محققین نے اُسی کو اپنے موقع میں مرجع سمجھا ہے کہ خطبۃ الجمعۃ دور کعت ظہر کے قائم مقام ہے۔ اسی اعتبار سے اس میں عربی زبان کی رعایت اور بھی اہم ہوئی جاتی ہے۔

خطبہ عربی زبان میں عقلی طور پر

ادھر عقلی حیثیت سے بھی یہی راجح معلوم ہوتا ہے کہ خطبہ جو کہ بہت بڑا شعار اسلام ہے۔ عربی ہی میں پڑھا جاوے کیونکہ یہ قاعدہ ہے کہ اقوام عالم میں سے کسی قوم کو جب خدا تعالیٰ دنیا میں ترقی عطا فرماتا ہے، تو اُس کے تمدن کے سامنے تمام دوسری اقوام کی گردنیں طوعاً و کرہاً جھک جاتی ہیں اور اُس کے آثار قاہرہ کا تسلط خود بخود بنی نوع انسان کی حالتوں پر قائم ہوتا رہتا ہے یہاں تک کہ وہ قوم چلی جاتی ہے لیکن اس کے آثار نہیں جاتے اور وہ مٹ جاتی ہے مگر اس کی یادگاریں نہیں مٹتیں۔

زبان کا اثر اقوام پر

پس جبکہ مسلمان بحیثیت مسلمان ہونے کے عرب سے نکل کر چار دانگ عالم میں اپنے مذہب کی منادی کرنے کے لئے بڑے تو اُن کا علم عظیم الشان تمدن بھی اُن کے ساتھ ساتھ چلا اور جہاں جہاں اُن کے مبارک قدم پہنچے گئے تو اُن کی حکومت کے ساتھ ان کا مذہب اور اُن کا تمدن بھی اپنے قدم جماتا گیا۔ اکثر بڑی بڑی اقلیموں کے تخت و تاج کو مٹا

کر اسلامی تمدن نے اُن کی جگہ لے لی۔ زبان چونکہ سیاست مدن کے بعد یہ کے نزدیک انسانی تمدن کا ایک جزو اعظم ہے اس کی وسعت اثر کو کسی قوم کی ترقی و تنزل جانچنے میں بہت زیادہ دخل ہے اور مسلمانوں مذہبی زبان عربی ہیں جس کو ہم اس وجہ سے کہ اُن کا مذہب ہی اُن کی قومیت ہے اُن کی قومیت ہے اُن کی قومی زبان بھی کہہ سکتے ہیں، قدرتی طور پر کچھ قابلیت حاصل کرنے کی استعداد بہت زیادہ تھی۔ چنانچہ جب عربوں کا گذر کسی ملک پر ہوا تو یہ بہت جلدی سے دیکھا جاتا ہے کہ اُن کی قومی اور مذہبی زبان عربی وہاں ایسی مقیم ہوئی کہ اُن کے رخصت ہونے کے بعد بھی اُس نے اپنی حکومت وہاں سے نہیں اٹھائی۔

ڈاکٹر گستاولی بان کہتا ہے کہ زبان عربی کی نسبت ہم کو وہی کہنا ہے جو ہم نے مذہب عربی کی نسبت کہا ہے۔ یعنی جہاں پہلے ملک گیر اپنی زبان کو مفتوحہ ممالک میں جاری نہ کر سکے تھے۔ عربوں نے اس میں کامیابی حاصل کی اور مفتوحہ اقوام نے ان کی زبان کو بھی اختیار کر لیا یہ زبان ممالک اسلامی میں اس درجہ پھیل گئی کہ اس نے یہاں کے قدیم زبانوں۔ یعنی سریانی، یونانی، قبطی، بربری۔ وغیرہ کی جگہ لے لی۔ ایران میں بھی ایک مدت تک عربی زبان قائم رہی اور اگرچہ اس کے بعد زبان فارسی کی تجدید ہوئی لیکن اس وقت تک علماء کی تحریریں اسی زبان میں ہوئی تھیں۔ ایران کے کل علوم مذہب کی کتابیں عربی ہی میں لکھی گئی ہیں۔ ایشیا کے اس خطہ میں زبان عربی کی وہی حالت ہے جو ازمنہ متوسط میں زبان

Telegram: t.me/toobaa-elibrary

لاطینی کی حالت یورپ تھی۔ ترکوں نے بھی جنہوں نے عربوں کے ملک فتح کئے انہیں کی طرز تحریر اختیار کر لی اور اس وقت تک ترکوں کے ملک میں کم استعداد لوگ بھی قرآن کو بخوبی سمجھ لیتے ہیں۔

یورپ کے لاطینی اقوام کی البتہ ایک مثال ہے۔ ان عربی زبان نے ان کی قدیم السنہ کی جگہ نہیں لی لیکن یہاں بھی انہوں نے اپنے تسلط کے بیّن آثار چھوڑے ہیں۔ موسیو ڈوزی اور موسیو انگلمین نے ثابت کر دیا ہے کہ اندلس اور پرتگال کے ان الفاظ کی جو عربی سے مشتق ہیں ایک لغت تیار کر لی ہے۔ فرانس میں بھی عربی زبان نے بڑا اثر چھوڑا ہے۔ موسیو سدی نہا " درست لکھتے ہیں کہ " اوورن اور موڑیان کے بھی زبان عربی الفاظ سے زیادہ معمور ہو گئے ہیں اور اُن کے ناموں کی صورت بھی بالکل عربی ہے۔ فرانسیسی زبان کے ایک لغت نویس جنہوں نے " ڈکا " دیا ہے لکھتے ہیں کہ " جنوبی فرانس میں عربوں کے قیام کا کوئی اثر نہ ہمارے رہا ہے نہ زبان پر۔ جو فہرست اوپر لکھی جا چکی ہے اس سے معلوم ہو گا کہ اس رائے کی کس قدر وقعت ہے۔ نہایت تعجب کی بات ہے کہ اب بھی ایسے تعلیم یافتہ لوگ موجود ہیں جو اس قسم کے مہمل اقوال کا اعادہ کرتے ہیں۔ اگر خیال کرو کہ اگلے زمانہ کے مسلمان بھی ہماری طرح رائے رکھتے ہوتے کہ خطبہ جس زبان میں پڑھا جاوے اور نماز جس لغت میں مناسب سمجھ ادا کرو اور قرآن و حدیث وغیرہ کے پُر مغز اور متبرک الفاظ سے نظر کر کے محض اس کے مضامین و احکام سے علاقہ رکھو تو کیا واقعی مسلمان

کے عروج و فروغ کی یہ عبرت انگیز کہانی جس کے بیان میں ایک نصرانی مورخ اتنا رطب اللسان ہے۔ دنیا میں آج تک پا" اور اسلام کی نہیں بلکہ اس کی اصلی ہیئت کی اُس آن بان کو جو اس وقت بھی ویران کنڈروں میں اپنی پرانی شان دکھا رہی ہے کسی مسلم یا کافر کی آنکھیں دیکھ سکتیں۔ پتہ یہ ہے کہ ہم نے قرآن شریف یا حدیث یا خطبہ وغیرہ عربی زبان میں پڑھ لینے کو آج تک کلمۃ الاسلام کے اتحاد میں کچھ بھی موثر نہیں سمجھا حالانکہ ذرا سی بات کی قدر و قیمت فرانس کے اس عیسائی مورخ پر چھو جو اپنے سیاہ۔ والے لہجہ میں کہتا ہے کہ ان مختلف اقوام عالم میں جو اسلامی قانون کے پابند ہیں دو چیزوں سے باہم اتفاق پیدا کر رکھا ہے۔ ا' زبان عربی اور ثانیاً بیت اللہ جہاں عالم کے مسلمانوں کو یکجا ہونا پڑتا ہے۔ ہر ایک مسلمان کو گو وہ کسی فرقہ کا کیوں نہ ہو ضرور کہ قرآن مجید کو عربی میں پڑھ اور اسی وجہ سے کہا جا سکتا ہے کہ زبا عر تمام عالم میں مروج ہے اگرچہ پیرو اسلام اس وقت بہت ہی مختلف اقوام اور رجال کے اشخاص ہیں لیکن ان سب میں ایک قسم کا اندرونی تعلق ان کو د اخوت کا رشتہ میں بالکل جکڑ بند کر رکھا ہے اشاعت قرآن اور دین اسلام کی حیرت انگیز سرعت نے مورخین مخالف کو نہایت تعجب میں ڈالا ہے۔ ایک اور مقام پر لکھتا ہے کہ عربوں کی ملک گیری میں ایک خا بات ہے جو اُن کے بعد کے ملک گیروں میں ہرگز نہیں پائی جاتی اور اقوام نے بھی مثل بربریوں اور ترکوں کے

ملک گیری کی ہے لیکن انہوں نے کوئی تمدن قائم نہیں کیا اور اُن کی ساری ہمت اس میں مصروف رہی کہ جہاں تک ممکن ہو اقوام مفتوحہ کے مال فائدہ اٹھالیں۔ برخلاف اس کے عربوں نے ایک قلیل زاد ید تمدن کی عمارت کھڑی کر دی اور انہوں نے ایک گروہ اقوام کو اس جدید تمدن کے ساتھ اپنے مذہب اور اپنی زبان سیکھنے پر آمادہ کر دیا عربوں کی صحبت کے ساتھ ہی مصر اور ہندوستان کی سی قدیم اقوام نے اُن کا دین ان کا لباس ان کی معیشت بلکہ اُن کا طریقہ تعمیر تک اختیار کر لیا عربوں کے بعد بہت سی اقوام نے انہیں خطوں پر حکومت کی مگر کسی غیر م کی تعلیم کا اثر اس وقت تک ان ملکوں باقی ہے۔ کل ممالک افریقہ اور ایشیا میں مراکش سے لیکر ہندوستان تک جہاں کہیں عرب پہنچے ہیں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان کا اثر ان ملکوں پر ہمیشہ کیلئے قائم ہو گیا ہے۔ بہت سے ملک گیروں نے ان ممالک کو عربوں کے بعد فتح کیا ہے لیکن وہ ان سے عربوں کے مذہب اور عربی کی زبان کو ہرگز ہرگز نہیں مٹا سکے۔

الغرض ایک محقق اور متفکر آدمی جملہ تمام سابق بیانات سے اس کو خوب سمجھ سکتا ہے کہ شرعی اور تمدنی دونوں حیثیتوں سے زید کی رائے صحیح اور کا خیال غلط ہے علاوہ یہ ہرگز مناسب نہیں کہ ہر ایک زبان میں خطبہ اور قرآن پڑھنے کی رائے دیکر مسلمانو تفرقہ و تشتت کا ایک کریہ منظر رونما کیا جائے۔ واللہ اعلم بالصواب وعندہ علم الکتاب۔

عربی زبان سے ناواقف لوگوں کی مثال

۲ : ایسے مسلمان جو عربی زبان سے ناواقف ہوں اور قرآن پاک کے معانی کو نہ سمجھتے ہوں وہ بڑا احکام شرعیہ کے اسی طرح مکلف ہیں جس طرح انگریزی کو نہ پڑھ سکنے اور نہ سمجھ سکنے والوں پر بھی اسلامی اتباع حکومت کی طرف ضرور ہے۔ کیونکہ جب قانون عام بن گیا تو ہر ایک فرد رعایا کا یہ فرض ہے کہ وہ اس کو جس طریق سے ممکن ہو معلوم کرے۔ تبارک الذی نزل الفرقان علی عبدہ لیکون للعلمین نذیرا ایسے لوگوں کی نماز و نہ معتبر ہونے کی کوئی وجہ نہیں واللہ اعلم۔

جمعہ کی نماز میں کسی خاص سورت کی تعیین

۳ و ۴ : عام قاعدہ تو جماعت کے متعلق وہی ہے جس کو آپ نے ان الفاظ میں ادا فرمایا کہ من ام منکم فلیخفف فان فیھم الضعیف والکبیر والحاجۃ۔ اور بالخصوص جمعہ اور عیدین میں آپ سے "سبح اسم ربک" اور "ھل اتک حدیث الغاشیۃ" پڑھنا ثابت ہے۔ اور جمعہ میں سورۂ "منافقون" بھی پڑھنا ثابت ہے۔ ہمارے (حنفیہ) کے نزدیک مشہور یہ کہ کسی سورت کی تو قیت مناسب نہیں۔ اس کی مفید تشریح حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے مصفیٰ شرح موطا میں اس طرح کی ہے کہ قدیم مالکیہ و شافعیہ مستحب ست قرأۃ سورۂ جمعہ و منافقون

Telegram : t.me/pasbanehaq1

وہمچنیں قرأۃ بسم اللہ وغاشیہ وحنفیہ توقیت بعض قرآن را بعض صلوٰۃ مکروہ داشتند وتفسیر کلام ایشان چنانچہ محققان نوشتہ اند آن ست کہ این کراہت درصورتے ست کہ بغیر آن نماز را ترک نمازند یا قرأۃ بغیر آں مکروہ شمار دواگر بجہت آسانی یا تبرکاً بقرأۃ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم التزام کند ہیچ باک نیست لیکن می باید کہ گاہ گاہ غیر آں نیز خواندہ باشد تا جاہل از ارکان نہ شمارند" واللہ اعلم۔

زمیں قرأت کی کمی وزیادتی

۵: ۱ ب عوارض عمومیہ کی وجہ سے جن سے کم کوئی جماعت خالی ہو سکتی ہے تخفیف قرأت اصل ہے اور طول لعذر لیکن اصل حقیقت صلوٰۃ کے اعتبار سے جو کہ محققین نے بیان کی ہے۔ طول اصلی ہے اور تخفیف لعذر" وتفصیلہ یطلب من کتب المحققین کالشیخ العلامۃ مولانا محمد قاسم النانوتوی قدس سرہٗ۔

قرآن شریف بغیر معنی سمجھے پڑھنا

: جو شخص قرآن پاک کے معانی نہ سمجھے اس کو بھی قرأت شریف ضرور اور بیشک اس کو ثواب ملتا ہے جامع ترمذی میں ہے من قرأ حرفاً من کتاب اللہ فلہ بہ حسنۃ والحسنۃ بعشر امثالھا لا اقول الٓمٓ حرف بل الف حرف ولام حرف وحرف میم حرف اس کے سوا

Telegram t.me/pasbanehaq1

اور بھی روایات ہیں جن کے سیاق سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ نفس الفاظ وحروف کا تلفظ کرنے پر بھی ثواب ملتا ہے تطویل کے خیال سے اُن کے ذکر کی ضرورت نہیں سمجھی گئی۔ واللہ اعلم بالصواب۔

کتبہ

شبیر احمد عثمانی عفا اللہ عنہ خادم دار العلوم دیوبند ۱۳۳۶ھ

الجواب صحیح۔ بندہ عزیز احمد عفی عنہ مدرسہ عربیہ دیوبند

للہ در الفاضل اللبیب ما احسن۔ اجاب۔ (حضرت مولانا مفتی محمود حسن صاحب) (رئیس مجلس علمی مدرس دار العلوم دیوبند)

للہ در العلامۃ اللبیب المصیب زحزح عن الحق حتی قد بین الصبح لذی عینین۔ (حضرت مولانا) وصاحب سلمہ اللہ تعالیٰ مدرس دار العلوم دیوبند۔

Telegram: t.me/pasbanehaq1

Telegram : t.me/pasbanehaq1

toobaa-el

وَالشَّمْسُ تَجْرِيْ لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ

اور سورج چلا جاتا ہے اپنے ٹھکانے کو اپنے مستقر کی طرف یہ اندازہ ہے زبردست جاننے والے کا

سجود الشمس

حدیث سجود الشمس پر ایک بصیرت افروز

از

شیخ التفسیر حضرت علامہ شبیر احمد صاحب عثمانیؒ

مع مقدمہ

مولانا سید حسن صاحبؒ استاذ دارالعلوم دیوبند

ناشر

ادارہ اسلامیات ۱۹۰ انارکلی لاہور

Telegram : t.me/pasbanehaq1

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ولا تقسر و تتم بالخیر

حدیث بجود الشمس

الحمد للہ رب الشمس والقمر ورب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی سیدنا شمس العالمین وعلی آلہ واصحابہ نجوم الھدیٰ والیقین۔

اما بعد.... اس عالم دنیا میں جو کائنات کا وجود ہے وہ اصل وہ وجود عقلی ہے اور در حقیقت کل کائنات پر نیستی و فنا طاری ہے۔

صاحب روح المعانی نے کل شیٔ ھالک الا وجھہ کی تفسیر میں نقل فرمایا ہے کہ ممکنات تمامیہا ہر آن میں ھا بالذات ہیں کیونکہ غیر اللہ کا وجود بالذات نہیں بلکہ وہ واجب تعالیٰ کے ارادہ کی جانب منسوب ہے اس لیے ہر آن میں وہ قابل عدم ہے اس لئے وجود ممکنات مثل معدوم کے ہے اسی طرح اگر ہم اس عالم دنیا کی سب سے زیادہ تاباں اور منور مخلوق یعنی کواکب کہتے ہیں ان کی جانب نظر کرتے ہیں تو ان کا طلوع و غروب کا نظام بھی اس کا شاہد عدل ہے کہ ان کا وجود رب کائنات کی قدرت سے وابستہ ہے جب وہ چاہتے ہیں تو ستاروں کو منور فرما کر عالم کو نور بخشتے ہیں اور جب چاہتے ہیں تو ماہ غروب میں مستور اور محجوب بنا دیتے ہیں۔ کواکب کے تابع فرمان ہونے کی ایک دلیل

Telegram: https://t.me/tehqiqat

یہ بھی ہے کہ شمس جس کو نیر اعظم کا لقب دیا جاتا ہے اس کے غروب کے بعد کا حال صحیح بخاری کی روایت میں اس طرح منقول ہے۔

حدیث ابوذر بروایت البخاری ا۔

۱۰ ر قال کنت مع ا اللہ علیہ وسلم فی المسجد عند غروب الشمس۔

فقال یا اباذر اتدری ی ا الشمس قلت ا ٹ ورسولہ اعلم۔ قال فانھا تذھب حتی تسجد تحت العرش ۔۔ قولہ تعالیٰ والشمس تجری لمستقر لھا۔

اور اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ سورج غروب ہونے کے بعد تحت عرش الٰہی سربسجود ہو کر مزید طلوع اور گردش کی اجازت طلب کرتا ہے۔

۔ اکبر کی اجازت دینے کے بعد پھر دوبارہ کائنات پر ضیا باری اور نورا فی میں مصروف ہو جاتا ہے اور روزانہ غروب کے بعد بدستور سابق سجدہ کر کے اجازت طلوع طلب کرتا ہے۔ قرب قیامت میں سورج کی رجعت قہقری کا امر ہوگا۔ لہٰذا بجائے مشرق سے طلوع کرنے کے مغرب سے طلوع کرے گا

اس مقدس کلام نبوی کو مع متن و ترجمہ کے علامہ عثمانی نے اپنے مضمون میں ذکر فرمایا ہے۔ مگر وہ طبقہ جس کو عقل کی غلامی پر فخر حاصل ہے اور صاحب شریعت کے کلام کو معیار عقل سے وزن کرنے کے بعد اس کی تصدیق کی زحمت گوارہ کرتے ہیں وہ ایسی صحیح اور معتبر خبر کو تسلیم کرنے سے گریز کرتے

Telegram : t.me/tehqiqat

ogspot.com

ہیں اور عقل نارسا ان کو چند اوہام و شبہات میں مبتلا کر دیتی ہے۔ جن کی تفصیل یہ ہے :-

(۱) سورج تو دوڑتا متحرک ہے اس کا غروب حقیقتاً کبھی نہیں ہوتا تو غروب ہونا محقق نہ ہا تو یہ کہنا کہ آفتاب غروب ہونے کے بعد سجدہ کرتا کیسے درست ہوگا؟۔

(۲) سورج میں عقل و ادراک کہاں ہے کہ وہ سجدہ کرنے کی حقیقت سے آگاہ ہو اور اجازت طلب کرنے کی حقیقت اور اس کا ادراک کر سکے۔

(۳) جب سارے آسمان عرش الٰہی کے تحت واقع ہیں جیسا کہ عقیدۂ اہل اسلام ہے تو پھر عرش کے نیچے جا کر سجدہ کرنے کے کیا معنی ہیں؟

(۴) جب سورج سجدہ میں مصروف رہے گا تو نظام عالم کا تعطل ہوتا ضروری ہے کیونکہ سجدہ کی حقیقت وقوف و سکون کو چاہتی ہے تو اس حدیث شریف سے لازم آتا ہے کہ کچھ ساعت تک روزانہ حرکت شمسی منقطع ہو جاتی ہے۔

ظاہر ہے کہ یہ حقیقت علمائیت کے اصول کے مطابق درست نہیں۔ یہ وہ شبہات ہیں جو کمی و بیشی سے نام نہاد عقل و دانش فجر صادق کے سچے کلام کا کذب اور بے معنی وساوس اور شبہات پیش کرتے ہیں۔

ہم بعونہ تعالیٰ و توفیقہ ان شبہات کے ازالہ کے لئے یہ جواب تحریر کرتے ہیں جو کہ بشرط فہم سلیم موجب سکون قلبی اور تصدیق ہوں۔ ہر شبہ کا جواب ترتیب وار پیش کیا جاتا ہے اور جواب کے ساتھ پہلے شبہ لکھا گیا ہے تاکہ ناظرین کو

Telegram : t.me/tehqiqat

مطالعہ کرنے میں سہولت ہو۔

شبہ اول سورج جب ہمیشہ متحرک ہے اور اس کا غروب حقیقتاً کبھی نہیں ہوتا۔ اگر ایک ملک اور ایک جگہ پر سورج غروب ہوتا ہے تو دوسرے ملک اور دوسری جگہ میں طلوع ہوتا ہے تو جب آفتاب کے لئے غروب ہی ثابت نہیں تو پھر حدیث نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم یہ فرمانا کہ:۔ حتیٰ اذا غربت..... کیسے صحیح ہوگا۔

جواب ممکن ہے فرمان نبوی میں معظم العمورہ کا غروب مراد ہو۔ یعنی ایسا زمانہ جب اکثر حصہ آبادی سے آفتاب چھپ جاتا ہے اسی کو غروب سے تعبیر کیا گیا ہے اور ظاہر ہے کہ صحابہ کرام کے سامنے آپؐ جب یہ لفظ فرما رہے ہیں تو کے لحاظ سے غروب کے وہی معنی لئے جا سکتے ہیں جو فہم سامع کے قریب تر ہوں۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ خاص مدینہ منورہ کا بھی غروب مراد ہو۔ قرینہ یہ ہے کہ حدیث ابوذرؓ میں یہ کلمات مذکور ہیں۔ کنت مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی المسجد یعنی ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں مسجد نبوی میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ موجود تھا۔ بہر حال آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے جو لفظ غروب استعمال فرمایا ہے وہ فن ہیئت کی اصطلاح کے مطابق نہیں ہے کہ غروب حقیقی مراد لیا جائے جس پر شبہ کی بنیاد قائم کی گئی ہے۔

شبہ دوم سورج میں عقل و ادراک نہیں پھر سجدہ کرنا کیا معنی؟ اور اسی طرح اجازت طلب کرنا تو عقل و شعور کو

Telegram : t.me/pasbanehaq1

چاہتا ہے سورج اور اسی طرح تمام سیارے عقل و دانش سے محروم ہیں تو پھر شارع علیہ السلام نے سورج کے لیئے سجدہ کرنے اور اجازت طلب کرنے کا حکم کس طرح دیا فرمایا ہے۔

جواب یہ تصور کہ سورج اور دیگر سیارات میں بالکل شعور و ادراک نہیں بلکہ متعدد آیات قرآنیہ و روایات نبویہ سے یہ ثابت ہے کہ سورج و سیارات میں شعور و ادراک ہے گو انسان جیسا شعور و ادراک نہیں جس سے وہ مکلف ہو۔ لہٰذا وہ قوت ادراکی کے اعتبار سے حق تعالیٰ کو سجدہ کرتا ہو اور ممکن ہے کہ اس سجدہ کے معنی سجدۂ حسی و جبہۃ علی الارض نہ ہو بلکہ سجدہ روحانی جس کی حقیقت خشوع خضوع ہے مراد ہو۔

سجدہ سے مراد سجدۂ روحانی ہونے پر بعض الفاظ روایت دلالت کرتے ہیں کو محمد زاد حوالہ سے ابن کثیر نے اس آیت کی تفسیر میں یہ الفاظ موجود ہیں حَتّٰی اِذَا غَرَبَتْ سَلَّمَتْ وَذَنَتْ وَذَنَتْ۔ (یعنی یہاں تک کہ جب آفتاب غروب ہوتا ہے تو سلام کرتا ہے سجدہ کرتا ہے اور اجازت چاہتا ہے تب بس طلوع ہونے کی اجازت ملتی ہے۔

اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ سلام اور سجدہ اور اجازت طلب کرنے اس کا مقصد اپنے ظاہری اور باطنی حال سے انتہائی عاجزی اور تابع فرمان ہو کو ظاہر کرنا ہے تو کہ سورج کے غروب کے وقت سارے عالم کے سامنے سورج کی عاجزی اور کمال فرمانبرداری میں رب اکبر کا محتاج ہونا

Telegram : t.me/pasbanehaq1

کھلی آنکھوں سامنے آجاتا ہے اسی طرح روزانہ سورج غروب ہونے کے بعد سورج پر تنزل و انتیاد کی ایک خاص کیفیت طاری ہوتی ہے جس کو حدیث سجدہ سے تعبیر فرمایا ہے۔ واللہ اعلم ۱۲۔

یہ لطیف توجیہ جو ہم نے پیش کی ہے حضرت مرشدی و مولائی حکیم الامت نے بیان القرآن ان الفاظ سے ذکر فرمائی ہے۔ "چونکہ ظاہری آیات و روایات سے ان مخلوقات میں بھی من وجہ شعور ہونا ثابت ہے تو اسی قوت شعوری کے اعتبار سے حق تعالیٰ کے حضور میں خشوع و خضوع عرض و معروض کرتا ہو پس سجود سے یہ مراد ہو اور سہل یہی ہے کہ اس کی مدح کو ساجد کہا جائے" تو بہت سے شبہات کا استیصال ہو جائے گا (سورۂ یٰسین تفسیر بیان القرآن)۔

شبہ سوم جب سارے آسمان عرش الٰہی کے تحت واقع ہیں جیسا کہ عقیدۂ اہل اسلام یہی ہے پھر غروب ہونے کے بعد عرش کے نیچے پہنچنا اور سجدہ کرنا کیا معنی رکھتا ہے؟۔

جواب یہ کہ سارے سماوات عرش الٰہی کے تحت واقع ہیں، سورج ہمیشہ عرش الٰہی کے تحت رہتا ہے۔ مگر ہو سکتا ہے کہ یہاں عرش الٰہی کا کوئی خاص مقام قرب خداوند تعالیٰ مراد ہو جس کے لیے قرینہ یہ کہ حافظ ابن کثیر نے بروایت امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نقل کیا ہے جس کے کلمات یہ ہیں قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ فانہا تذہب حتی تسجد بین یدی ربہا عزوجل "ان الشمس تجری فیوذن لہا" ترجمہ فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ سورج غروب ہونے کے بعد چلا جاتا ہے یہاں تک کہ حق تعالیٰ

Telegram: https://t.me/pasbanehaq1

کے ساتھ سجدہ کرتا ہے۔ پھر اجازت طلب کرتا ہے واپسی کی (پھر) اس کو دوبارہ طلوع ہونے کی اجازت دیدی جاتی ہے۔

اس روایت نبوی سے صاف ظاہر ہے کہ تحت عرش کا کوئی مخصوص مقام مراد ہے جس کو حدیث میں تحت العرش کے الفاظ سے تعبیر کیا گیا ہے اور فلسفی اصطلاح کے اعتبار سے اگر یوں کہا جائے کہ تحت عرش جو حدیث میں آیا ہے اس سے مراد وہ نقطۂ تحت ہے جس کو فلاسفہ تحت حقیقی کے لفظ سے تعبیر کرتے ہیں، تو اشکال کی بنیاد ہی ختم ہو جاتی ہے۔ کیونکہ "سماوات عرش کے تحت واقع ہیں ان کو تحت العرش کہہ سکتے ہیں مگر تحت اضافی کیونکہ فلاسفہ کی اصطلاح کے اعتبار سے تحت حقیقی نقطہ ایک نقطہ ہی ہوتا ہے۔ واللہ اعلم بمرادہ۔

اور حضرت مرشدی مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا ہے کہ تحت العرش کی قید جو حدیث میں آئی ہے مخصوص بالذکر نہیں ہے بلکہ اصل مقصد سورج کے سجدہ کرنے کو بیان کرنا ہے۔ حضرت والا دامت برکاتہم کی عبارت بعینہٖ یہ ہے۔

عبارت:۔ تخصیص مقصود ہونا ضروری نہیں ہے۔ ممکن ہے یہ قید واقع ہی ہوا ہو اصلی مقصود اخبار عن السجود ہو اور اس تعبیر سے یہ فائدہ ہو کہ اس سے تحت امر الٰہی ہونے کی تصریح ہو گئی کیونکہ استوی علی العرش کا کنایہ ہونا نفاذ احکام و تصرفات سے آیات و احادیث میں مذکور ہے۔ (بیان القرآن تفسیر سورہ یٰسین)

Telegram: t.me/pasbanehaq1

شبہ چہارم جب سورج سجدہ کرے گا۔ جتنی دیر تک سجدہ میں مصروف رہے گا تو حرکت شمسی باقی نہ رہے گی کیونکہ سکون طاری ہوگا۔ حالانکہ دلائل بالا سے حرکت شمسی کا منقطع نہ ہونا ثابت ہے۔

جواب یہ ہے کہ جب سجدہ کی حقیقت سجدہ روحانی ہے جیسے شبہ سوم کے جواب میں مفصل گزرا تو ظاہر ہے کہ اس سجدہ کے لیے وقوف و سکون ضروری نہیں ہے اور قرینہ اس معنی کے لیے یہ ہے کہ روایت میں یہ کلمے موجود ہیں۔ حتی تسجد فتستاذن فی الرجوع فیؤذن لھا جس کا حاصل یہ ہے کہ جب وہ سجدہ کرتا ہے تو اجازت رجوع میں اور سجدہ میں کوئی خاص زمانہ فاصل نہیں ہوتا اور نہ حتی تسجد کے بعد بجائے "فن" کے ثم تستاذن ہوتا جیسے کہ اہل عربیت پر یہ امر مفتوش کی طرح عیاں ہے کہ ثم تراخی کیلئے اور تعقیب کے لیے آتی ہے اور یہی وجہ معلوم ہوتی ہے کہ حکیم الامت مرشدی نور اللہ مرقدہ نے اس شبہ کے جواب میں فرمایا ہے کہ ممکن ہے کہ یہ سکون آنی ہو اور حرکت زمانی ہو اس لیے حساب رصدی مختل نہ ہوتا ہو اور نہ منضبط ادراک ہوتا ہو۔ انتہی۔ (تفسیر بیان القرآن سورۂ یٰسین)

اس معنی کے لیے قرینہ یہ ہے کہ جس شب کے بعد سورج مغرب سے طلوع کرے گا اس سلسلہ میں جو روایت آئی ہے اس روایت کے کلمات یہ ہیں۔

فتصبح ماشاء اللہ ان تصبح ثم یقال لھا اطلعی من حیث غربت۔

(تفسیر کبیر سورۂ یٰسین)

ترجمہ۔ پھر اللہ تعالیٰ جس زمانے تک سورج کو روکنا چاہیں گے روک لیں گے۔

Telegram : t.me/pasbanehaq1

پھر سورج سے کہا جائے گا کہ جہاں سے تو نے غروب کیا ہے وہیں سے طلوع کر
اس روایت کے الفاظ سے صاف ظاہر ہو رہا ہے کہ اس وقت میں سورج
سجدہ میں جو مشغول ہوگا اور اجازت طلب کرے گا تو اس کے لیے ایک زمانہ
وقوف کا ہوگا۔ اس کے بعد اسکو طلوع کی اجازت دی جائے گی چنانچہ فمضی
ماشاء اللہ ثم یقال لہا اطلعی اس پر قرینہ ہیں۔

ان شبہات جواب کے بعد یہ بات قابل توجہ ہے کہ یہ حدیث نہایت
درجہ صحیح ہے چنانچہ امام بخاریؒ نے کتاب التفسیر میں والشمس تجری لمستقر لہا
کے تحت اس کو نقل فرمایا ہے۔ تو جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خبر
سند صحیح سے پہنچ جائے تو وہ واجب التسلیم ہے۔ اگر یہ اس میں انسانی فہم
و دانش سمجھنے میں کوتاہی کرے۔ کیونکہ رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے
بارے میں قرآن کریم میں ارشاد ہے۔ وما ینطق عن الھوی ان ھو الا وحی یوحیٰ۔

بحمداللہ اس تفصیل کے بعد عقل سلیم کو اس حدیث شریف کے ماننے میں
ذرہ برابر بھی انکار نہ ہوگا۔ اس آیت کی تفسیر میں اور بھی اقوال مذکور ہیں
جن کو حافظ ابن کثیرؒ نے ذکر فرمایا ہے لیکن تفسیر مذکور چونکہ صحیح بخاری میں ہے
لہٰذا نہایت معتبر اور قابل اعتماد ہے چنانچہ صاحب لمعات فرماتے ہیں:۔

قد ذکرلہ فی التفاسیر وجوہ غیر ما فی ھذا الحدیث ولا
فی الحدیث المتفق علیہ۔ ھو المعتبر والمعتمد۔

ترجمہ:۔ اس آیت کی بہت سی تفسیریں علاوہ اس تفسیر کے جو
مذکور ہے نقل کی گئی ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ جو حدیث متفق علیہ ہیں

Telegram : t.me/pasbanehaq1

مذکور ہے وہ معتبر اور نہایت معتمد ہے انتہی۔

لہٰذا ناظرین سے گزارش ہے کہ اس حدیث کو جس کو تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے آیت کریمہ کی تفسیر راجح سمجھیں اور جو شبہات اس پر پیش آئیں ان کے جوابات پر غور کر کے اطمینان قلبی حاصل کریں۔ رہا کائنات کے اسرار اور حس کے حقایق کو نیز اس کے انقلابات اور اس کے بدہ کرنے کی کیفیت وغیرہ اگر ہمارے ناقص عقل و فہم میں بھی نہ آئے تو شارع اسلام کے خبر دینے کے بعد اس کا یقین کر لینا ہی سلامتی دین ہے۔

جیسے سعدی علیہ الرحمۃ نے فرمایا ہے ؎

زبان تازہ کردن باقرار تو نیستگیمتن علت از تو

اب ہم اس مضمون کو عارف شیرازی کی اس عارفانہ نصیحت پر ختم کرتے ہیں۔

حدیث مطرب و مے گو و راز دہر کم تر جو

کہ کس نہ کشود و نکشاید بحکمت ایں معمرا

سبحانک لاعلم لنا الا ما علمتنا انک انت العلیم الحکیم و صلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ سیدنا و مولانا محمد و آلہ و اصحابہ و بارک وسلم تسلیما کثیرا کثیرا۔

حررہ العبد سید حسن حسین المرحوم عفی عنہ ذوالقعدہ ... رضی عنہ ذوالحجہ

ابن مولانا ذبیح حسن۔ المدرس دارالعلوم دیوبند یہ۔

Telegram: t.me/toobaa-elibrary

مضمون

حضرت مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی رحمۃ اللہ علیہ

منجملہ ان بصیرت افروز معرکۃ الآرا بحثوں کے جن میں فلسفۂ طبعی نے ہمیشہ حکمت الٰہیہ سے مزاحمت کی ایک مسئلہ آفتاب کے زیر عرش سجدہ کرنے کا ہے۔ جس کا تعلق صحیح روایات حدیثیہ کے موافق اس آیت سے ہے جو ضمن بیان کے عنوان میں لکھی گئی ہے

اس کا مفصل واقعہ وہ ہے جو حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ :-

کنت مع النبی صلی اللہ علیہ	میں غروب آفتاب کے وقت رسول
وسلم فی المسجد عند غروب الشمس	صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مسجد میں تھا آپ نے
فقال یا ابا ذر اتدری این تذھب	فرمایا کہ ابوذر جانتے ہو کہ سورج کہاں جاتا ہے، میں
ھذہ الشمس قلت اللہ ورسولہ	نے عرض کیا کہ اللہ اور رسول ہی
اعلم قال تذھب لتسجد تحت	زیادہ جانتے ہیں، فرمایا کہ جاتا ہے اور
ذی العرش فتستاذن	تحت کے عرش اپنے ٹھکانے پر پہنچ جاتا ہے۔ پس سجدہ
فیاذن لھا الی ان یوشک	کرتا ہے اور قریب ہوتا ہے کہ اس کی اجازت حاصل کرتا ہے
ان تسجد فلا یقبل منھا	کہ سجدہ کرے اس طرح چلتے چلتے جہاں کا سجدہ
وتستاذن فلا یوذن لھا فیقال	قبول ہونا ہے قریب ہوتا ہے کہ قبول ہو تک

Telegram : t.me/pasbanehaq1

لها امر جبی من حیث جئت ... وہ سجدہ کرے گا لیکن قبول نہ ہوگا اسے بتلایا جائے گا کہ جہاں سے آیا ہے وہیں لوٹ جا چنانچہ وہ مغرب کی طرف سے طلوع ہوگا۔ اسی مضمون کی طرف اشارہ ہے خداوندی کے اس قول میں والشمس تجری لمستقر لہا۔

فتذهب من مغربها فتسجد تحت العرش فیقال لها ارجعی من حیث جئت فترجع فتطلع من مغربها ثم ذلک قوله عزوجل والشمس تجری لمستقر

. . . . .

یہ روایت جس کو ہم نے فقط صحاح کی کتابوں سے نقل کیا ہے اپنے ثبوت نہایت محکم اور مضبوط اسناد رکھتی ہے۔ اور ہر ایسے شخص کے حق میں برہان قاطع ہے جو روایات کے رد و قبول میں کسی معقول ضابطہ کا پابند ہو۔ (خصوصاً اس زمانہ میں جب کہ ملک میں متواتر تجربوں کے باوجود ریوٹر کی تار برقیوں سے متاثر ہونے والوں کی تعداد خوش قسمتی سے بہت زیادہ پھیل چکی ہے۔

مفسرین اور ارباب حدیث نے اس بارہ میں اگرچہ بہت سی روایات بکثرت فراہم کی ہیں جن کا استیعاب غالباً شیخ جلال الدین سیوطی کی کتاب الہیئۃ السنیہ سے زیادہ کسی دوسری جگہ نہ ہوگا۔

لیکن افسوس ہے کہ عامہ مومنین بلکہ مفسرین تک کو بھی اس کی صحت پر چنداں اطمینان نہیں۔ اور بالفرض اگر ایسی نقول کا اعتبار ہو فرقہ امامیہ کی بے سروپا مگر عجیب و غریب روایات پر وثوق کیا جائے انہوں نے اپنی نام نہاد احادیث میں سورج کے سجدہ کرنے اور روزانہ طلوع کی اجازت چاہنے کا جو فلسفہ بیان کیا ہے اس کا سننا فرنٹ ہیئت کے ایک طالبعلم

Telegram : t.me/tobaasbanchaqi

کے واسطے نہایت دلچسپ ہوگا۔

اور روایات میں بتلایا گیا ہے کہ سورج کے اندر ستر ہزار کلالیب (آنکسی لگے ہوئے ہیں اور ان میں سے ہر ایک کو ستر ہزار فرشتے تھامے رہتے ہیں اور اس طرح سے یہ لاکھوں فرشتوں کا لشکر جرار آفتاب کو کھینچ کر مشرق سے مغرب کو لے جاتا ہے، پھر وہاں پہنچ کر اسی میں سے یہ فرشتے نور کھینچ لیتے ہیں۔ یہاں تک کہ سورج کالا توا سا ہو کر سجدہ میں گر پڑتا ہے۔ تب فرشتے اپنے پروردگار سے اس کو دوبارہ طلعت نورانی پہنانے کی بابت دریافت کرتے ہیں اور یہ بھی پوچھتے ہیں کہ آیا اس کو پورب کی طرف سے نکالا جائے یا پچھم سے اور آج کے دن واسطے روشنی کی کتنی مقدار اس میں ودیعت کی جائے۔ ان سب سوالات کا خدا تعالیٰ اپنی مرضی کے موافق جیسا چاہتا ہے جواب مرحمت فرماتا ہے اور وہ ملائکہ اس حکم کو نہایت مستعدی کے ساتھ بجالاتے ہیں۔ اور طلوع و غروب کی یہ عجیب داستان بارہ مہینے اسی طرح دہرائی جاتی ہے۔

مگر میرے خیال میں اس قسم کی مذہبی حکایات جو سرتاپا حکمت ریانی کو شرمندہ کرنیوالی ہیں شاید اتنی زیادہ عجیب نہ سمجھی جائیں جتنا کہ زمین طائف امامیہ کا یہ حیرت انگیز دعویٰ کہ یہ تحقیق جو سورج کی نسبت اوپر بیان ہوئی اہل ہیئت کے اقوال سے سرمو بھی مخالفت نہیں رکھتی۔

ہم نہیں کہہ سکتے کہ موجودہ ہیئت کے مسائل دیکھنے والے کو اس قسم کے ادعاء پر زیادہ ہنسنے کا استحقاق ہے یا خود ہیئت والوں کے قہقہہ

Telegram: https://t.me/pasbanehaq1

لگانے پر

ہاں یہ بہت ممکن ہے کہ اہل ہیئت سے اس دُنبہ الطائفہ کی مراد نہایت ہی قدیم زمانہ کے وہ لوگ ہوں جن کا خیال ا ۰ بال کے لحاظ میں یہ تھا کہ یہ ہماری زمین ایک بڑا ہموار اور مسطح میدان ہے جو ہر طرف سے بحر پھیلا ہوا ہے۔ اس لیے وہ بڑے حیران و پریشان ہوتے تھے کہ سورج دن کو نکلتا اور آسمان پر گردش کرتا ہے مگر رات کو کہاں جاتا ہے۔ ان کو یہ معلوم ہوتا تھا کہ وہ اترتے اترتے کہیں دور سمندر میں ڈوب جاتا ہے۔ اگر یہ صحیح ہوتا تو سورج کی گرمی پانی میں ساری بجھ جاتی اور اس کی تپش ہی جاتی رہتی۔ قدیم زمانہ کے بعض لوگ یہاں تک کہا کرتے تھے کہ جب آفتاب شام کے وقت سمندر میں جاکر ڈوب جاتا ہے تو ہمکو اس کی بڑی خوفناک سنسناہٹ کی آواز تک سنائی دیتی ہے۔ جیسے کہ جب تپا ہوا لوہا پانی میں بجھایا جاتا ہے۔ مگر اس خیال میں ایک بڑی خرابی یہ پیش آتی تھی کہ اگر سورج ہر روز شام کے وقت مغرب میں سیکڑوں کوس کے فاصلے پر سمندر میں جا کر ڈوب جاتا اور ٹھنڈا ہو جاتا ہے تو کس طرح دوسرے روز صبح کو سیکڑوں کوس پرے مشرق میں بالکل ویسے ہی زور کی تپش کے ساتھ نکل کر چمکنے لگتا ہے۔ اس معمہ کو کوئی حل نہ کر سکتا تھا۔ بعض یہ کہتے تھے کہ نہیں صاحب سورج جو آج کو یورپ میں چمکتا ہوا نکلا ہے وہی سورج نہیں ہے جو کل شام کے وقت مغرب میں ڈوب گیا تھا بلکہ ایک اور نیا سورج ہے۔ دیوتا لوگ ہر روز صبح کو بڑی دور مشرق میں ایک نیا آفتاب پیدا

Telegram: t.me/pasbanehaq1

دیتے ہیں۔ پھر وہ دن بھر اپنا دورہ پورا کر کے شام کے وقت مغرب میں جا کر مر جاتا ہے پھر رات بھر دیوتا لوگ اسی کام میں مشغول رہا کرتے ہیں تاکہ، دوسری صبح کے لیے ایک نیا سورج بنا کر تیار کریں مگر اس قیاس کی نسبت اور لوگوں نے یہ اعتراض کیا کہ اس طرح تو ایک بڑا سورج ہر روز ضائع ہوتا ہے اس لئے اوروں نے ایک اور قیاس باندھا میں کفایت رہے اور بے فائدہ کچھ نقصان نہ اٹھایا جائے اور وہ یہ ہے کہ قدیم زمانہ کے لوگوں کو اپنے علم کے موافق یہ یقین تھا کہ بڑے بڑے خشکی کے قطعات جو براعظم کہلاتے ہیں ان کے چاروں طرف ایسے بڑے سمندر پھیلے ہوئے ہیں جن کی حد کہیں ختم نہیں ہوتی ان کا خیال تھا کہ زمین کے شمال میں بڑے بڑے پہاڑ اور یخ اور برف ہے اس وجہ سے شائستہ ملکوں کے لوگوں کی اس سمندر تک رسائی نہیں ہو سکتی۔

ایک دیوتا جس کا نام وَلکن ہے وہ اس سنسان سمندر پر زرانی کا مالک ہے۔ یہ بڑا ذمہ داری کا کام اسی کے سپرد ہے کہ آفتاب کو حفاظت کے ساتھ اس سمندر سے پار لے جائے اور کو سلامت منزل مقصود پر پہنچا دے اور ہلاکت سے بچا لے۔ اس کام کو انجام دینے کے لیے ولکن کے پاس ایک بڑا جہاز تیار رہتا تھا جب وہ دیکھتا تھا کہ اب آفتاب کے وقت سورج سمندر میں ڈوبنے کو ہے تو وہ آتکر اس کو جھٹ سنبھال تھا اور اپنے جہاز میں سوار کر کے راتوں رات سمندر میں جہاز رانی کرتا ہوا شمال کی راہ سے اپنی عظیم الشان سواری کو لے جایا کرتا تھا۔ جب سورج کی سواری

Telegram t.me/pasbanehaq1

اسی طرح شمال کی راہ سے گزرا کرتی تھی تو اس کی چمک بعض وقت گرمیوں میں شمالی پہاڑوں پر سے دکھائی دیا کرتی تھی۔ غرض متقدمین کا خیال تھا کہ ہمیں گرمیوں میں جو رات کو شفق کی روشنی بہت عرصہ تک رہا کرتی ہے اس کی وجہ یہی ہے اس طرح دن کو رات بھر بہاد چلاتا ہوا آخر کار صبح ہوتے ہوتے ٹھیک وقت پر سورج کو مشرق میں پہنچا دیا کرتا تھا اور وہاں اس ایسے زور کے ساتھ اوپر کی طرف دھکیل دیتا تھا کہ وہ اسی روز میں بھرا ہوا دن بھر اپنا دورہ کئے جاتا تھا۔ پھر وہ بڑا صحتی دیو یعنی دل کن آفتاب کو مشرق میں روانہ کر کے الٹے پیروں اپنی ساری قوت خرچ کر کے اسی سمندر کی راہ واپس آ جاتا تھا کہ شام کو آفتاب کی سواری کے لیے پھر مغرب میں تیار رہے۔ یہ دھندا بیچارے دل کن کو رات دن برابر رہتا تھا۔

آفتاب کی ظاہری گردش کو سمجھانے کے لیے دل کن اور اس کی کشتی کا جو حال ہم نے بیان کیا اچھا تو معلوم ہوتا ہے مگر اس میں ایک تو نقص یہ ہے کہ بیچارے دل کن کو رات دن محنت کرنے سے ایک لمحہ کی فرصت نہیں ملتی۔ اس کے سوا بعض اور مشکلیں بھی تھیں۔ مثلاً جہازوں کے کپتان کہا کرتے تھے کہ ہم تو سارے بڑے بڑے سمندروں پر چاروں طرف پھرے مگر ہم کو تو یہ نہیں معلوم ہوا کہ سمندر آگے ہی کی طرف برابر پھیلتے چلے جاتے ہیں اور کبھی ختم ہونے میں نہیں آتے بلکہ ہم کو یہ معلوم ہوا ہے کہ سمندر کی سطح جھک کر خمدار ہو جاتی ہے کیونکہ ہمارے جہاز ایک ہی طرف کو بہت دور تک چلتے چلتے آخر کار پھر اسی جگہ آ پہنچے جہاں سے ہم پہلے روانہ ہوئے

تھے۔ ان جہازرانوں نے یہ بھی کہا کہ ہم کو شمال کا حال بھی کسی قدر معلوم ہے کہ وہاں کوئی ایسا سمندر نہیں جس میں دل کن اپنا جہاز چلا سکے۔ یہ بات بھی لوگوں کو معلوم ہوئی کہ جہازراں لوگ رات دن کرۂ زمین پر سمندروں میں ہر طرف سفر کرتے پھرتے ہیں مگر انہوں نے کبھی سورج کو سمندر میں اترتے نہیں دیکھا اور گودل کن اپنا جہاز لیے روایت مذکورہ بالا کے موافق رات دن سمندر میں سفر کرتا رہتا ہے مگر ان جہازرانوں کو کبھی اس کا سایہ تک نہیں دکھائی دیا۔ غرض ان باتوں سے لوگوں کو معلوم ہو گیا کہ زمین ایسی ہموار سطح نہیں ہے کہ جو برابر آگے کو پھیلتی چلی جاتی ہو۔ بلکہ وہ ضرور گول کرہ جو آسمان میں معلق دھرا ہوا ہے اور کسی چیز کے سا بندھا ہوا نہیں جس سے وہ تھما ہوا ہوا۔ اس کے بعد لوگوں کو یہ خیال آیا کہ رات سے بدل کر دن اور دن سے بدل کر رات جو پیدا ہوتی ہے اس کا سبب یہ ہے کہ آفتاب درحقیقت آسمان میں زمین کے گرد پھرتا ہے اور دن کو ہمارے سر کے اوپر اور رات کو ہمارے پیروں کے تلے کی طرف گردش کرتا ہے؛ آہ

لیکن اس اخیر خیال کو درست ماننے کی صورت میں حد کا جو عقدہ ہم حل کرنا چاہتے تھے وہ جوں کا توں باقی ہے۔ کیونکہ بقول امام الحرمینؒ وغیرہ کے یہ متفق علیہ مسئلہ ہے کہ آفتاب جس وقت ایک قوم کے یہاں غروب ہوتا ہے اسی وقت دوسروں کے یہاں طلوع ہوتا ہے۔ اور رات کسی ملک میں چھوٹی ہوتی ہے تو کسی میں بڑی یہاں تک کہ بلغار کے علاقہ میں بعض اوقات شفق غائب بھی نہیں ہونے پاتی کہ صبح صادق نکل آتی ہے

Telegram : t.me/pasbanehaq1

اور جیسا کہ اپنے موقع میں ثابت کیا گیا ہے۔ غرض تسعین میں ہمیشہ چھ مہینے کی رات اور چھ مہینے کا دن ہوتا ہے غرض کہ اس پر دلائل قایم ہیں کہ مغرب کے وقت آفتاب ساکن نہیں ہوتا۔ ورنہ لازم آئے کہ طلوع کے وقت بھی ساکن ہو بلکہ ہر وقت ساکن ہی رہے، کیونکہ ہر ایک افق کا مغرب بعینہ دوسرے افق کا طلوع ہے۔ پھر یہ بھی براہین سے ثابت ہو چکا ہے کہ سورج اپنے آسمان سے کسی حالت میں جدا نہیں ہوتا تو یہ کیونکر ممکن ہے کہ طلوع ہو کر ایک آسمان سے دوسرے آسمان پر اور وہاں سے تیسرے پر اور اسی طرح عرش منتہٰی تک جا پہنچے۔ جو کوئی ایسی بدیہی البطلان بات کا دعویٰ کرے وہ گویا دن روشن میں سورج کے نہ نکلنے کا اقرار کرتا ہے۔ اس موقع پر یہ امر بھی فراموش کرنے کے قابل نہیں کہ آفتاب ہمیشہ عرش کے نیچے ہی رہتا ہے کیونکہ عرش تمام آسمانوں کو (جن میں فلک شمس بھی داخل ہے) محیط ہے اور وہ سب اس کے جوف میں واقع ہیں۔ پھر فقط مغرب کے وقت اس کے تحت العرش جانے کے کیا معنی۔ اسی قسم کے شبہات پر نظر کر کے سید محمود آلوسی بغدادی صاحب روح المعانی نے یہ تحریر فرمایا ہے کہ:۔

وقد سألت كثيرا من اجلة العصر	میں نے بہت سے جلیل القدر ہمعصروں
عن الفرق بين ما سمعت من	سے اس روایت صحیح اور شاہد سے دلائل
الاخبار الصحيحة وبين ما اقتضى	عقلیہ کے درمیان تطبیق کی صورت حیات
خلافها من العيان والبرهان فلم	کی لیکن میری تمنا میں کسی نے جواب نہ
ار فيمن لقيت من يروى	پایا بہتا دتا جو کسی تشنہ کام کی پیاس کو فرو

Telegram t.me/toobaa-elibrary

اضلیل و یشفی العلیل۔ کرے یا کسی بیمار کو شفا بخشے۔

اس کے بعد جو کچھ انہوں نے اپنی ذاتی تحقیق اس بارہ میں بیان کی اس کا خلاصہ یہ ہے کہ آفتاب اور اسی طرح تمام ستارے ہمارے نزدیک عقل اور ادراک رکھتے ہیں جیسا کہ کتاب و سنت کے شواہد کثیرہ سے ہویدا ہوتا ہے۔ اور جب یہ بات ہے تو کچھ بعید نہیں کہ آفتاب کے لیے انسان کی طرح کوئی نفس ناطقہ بھی ہو بلکہ بعض صوفیہ نے تو اس کی تصریح کر دی کہ اس کے واسطے۔ نہایت اعلیٰ درجہ کا کامل نفس ناطقہ ہے اور حکما نے بھی افلاک کے حق میں تو صرف کہا ہے کہ ان کے اندر نفوس منطبعہ موجود ہیں لیکن بعض حکما نے کواکب کیلئے بھی ایسا ہونا بیان کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہر وہ چیز جو عالم علوی میں ہے خواہ وہ کواکب ہوں یا افلاک کلیہ۔ یا افلاک جزئیہ۔ یا تماویر یا اور کچھ حیّ و ناطق ہے۔

اور انسان کا نفس ناطقہ گاہ بگاہ متمرس ہو کر بدن سے نکل جاتا ہے اور بدن کی یا کسی اور کی صورت میں تمثل ہو کر ظاہر ہوتا ہے۔ جیسا کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام صحیح روایات کے موافق حضرت دحیہ کلبی یا بعض اعراب کی صورت میں ظاہر ہوتے تھے اور ایسے حالات میں جب کہ انسان کے نفس ناطقہ پر یہ کیفیت پیش آئے اپنے اصلی جسم کے ساتھ بھی اس کو ایک درجہ کا تعلق باقی رہتا ہے جس کی وجہ سے اس کے جسم اصلی سے بھی بعض افعال و حرکات صرزد ہوتے ہیں۔ چنانچہ بعض اولیاء اللہ کی نسبت ایسی بہت حکایات منقول ہیں کہ وہ ایک ہی وقت میں متعدد جگہ دیکھے گئے۔ اور اس کا سبب ان کے نفوس

Telegram : t.me/tehqiqat

قدسیہ کی قوۃ تجرد کے سوا اور کچھ نہ تھا جس کی بنا پر وہ ایک موقعہ پر متمثل ہو کر ہوتے تھے۔ اور دوسری جگہ ان کا اصلی جسم پایا جاتا تھا۔ اور یہ ایک ایسی بات ہے کہ حضرات صوفیہ کے درمیان مشہور اور مشاہد اور مسلم ہے اور احادیث معراج وغیرہا میں جو بعض انبیاء علیہم السلام سے آپ کی ملاقات کے تذکرے آئے ہیں ان سے بھی اسی اصول کی تائید ہوتی ہے۔

پس اب ہم اسی اصول کی بناء پر یہ کہہ سکتے ہیں کہ آفتاب کے لئے بھی ممکن ہے کہ ایک ایسا ہی نفس مقدس ہو جو اس کے مشابہ جسم سے اس طرح جدا ہو کر کہ ایک نوع کا تعلق اس سے بھی باقی رہے عرش تک جا پہنچے۔ اور واسطہ اس کے نیچے سجدہ کرے اور اجازت مانگے اور اسی حالت میں اس کا یہ جسم مشابہ برابر چلتا رہے اور ایک منٹ کے لئے بھی ساکن نہ ہو۔ جیسا کہ اہل ہیئت دعویٰ کرتے ہیں اور اس کے عروج الی العرش کا واقعہ اس وقت پیش آتا ہو۔ جبکہ افق حقیقی کے اعتبار سے غروب ہوتا ہو اور ربع مسکون کے لوگ عموماً اس کے دیکھنے سے محروم ہو جاتے ہیں۔ اگر یہ عرض تسمین میں وہ اس وقت ع ہو رہا ہو۔ کیونکہ یہ ہمارے لئے اب کچھ مضر نہیں اور یہ بھی ایک احتمال ہے کہ غروب کا اعتبار خاص افق مدینہ کے اعتبار سے کیا جائے۔ آہ واللہ اعلم بالصواب۔

○ ان تمام توجیہات کے بعد جو اوپر مذکور ہوئیں یہ عرض کرنا بیجا نہ ہوگا کہ جس صحیح حدیث کا مطلب حل کرنے کے لئے مسائل ہیئۃ کے مقابلہ اس قدر جد و جہد کام میں لائی گئی اگر اس سے پہلے خود الفاظ حدیث کا منطوق متعین

Telegram : t.me/pasbanehaq1

کرنے کی سعی کی جاتی تو میرے خیال میں بہت سی تاویلات سے نجات مل جانے کا امکان تھا۔ اگر یوں کہا جاتا تو کیا حرج تھا کہ اس حدیث میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فی الحقیقت خداوند ذوالجلال کی عظمت و جبروت اور مخلوقات میں سے بڑی سے بڑی مخلوق کی عجز و بیچارگی کو واضح فرمایا ہے اور بلا حادث بالقدیم کے اس مسئلہ کی تقریر کی ہے جسکو محققین ام المسائل کہتے ہیں اور جس کا حاصل یہ ہے کہ مخلوقات کو جو علاقہ (استفادہ وجود کا) اپنے خالق جل علاسے ہے وہ اگر بالفرض ایک لمحہ کے لئے بھی منقطع ہو جائے تو عالم میں سے کسی چیز کا وجود اسی طرح باقی نہیں رہ سکتا جس طرح آفتاب کی شعاعوں کا تعلق زمین سے رک جانے پر زمین کا روشن رہنا ممکن نہیں اسی لئے اسلام کا یہ قطعی عقیدہ ہے کہ ہر قسم کے وجود اور تمامی حرکات و سکنات کی باگ فقط خدائے واحد کے قبضۂ اقتدار میں ہے یہاں تک کہ کوئی متنفس جو سانس لیتا ہے اور ہر پتہ جو درخت پر ہلتا ہے اور ہر ایک تنکا جو اپنی جگہ سے سرک جاتا ہے اس میں بھی اسی کی اجازت اور اسی کا ارادہ درکار ہے۔

وہ آفتاب درخشاں (جس کو ان تمام اجرام علویہ کا بادشاہ کہنا چاہئے جو کل اجسام سفلیہ پر اپنی حکومت رکھتے ہیں) اس وحدہ لاشریک کی اطاعت کے لئے محیط کے پردہ سے باہر آتا ہے اور دنیا کا یہ سب سے زیادہ روشن ستارہ جس کے حکم نظام حرکت نے حضرت خلیل اللہ کے مقابلہ میں نمرود مغرور کو ہکا بکا کر دیا اور جس کی آب و تاب کے سامنے سبکی بہت

Telegram: t.me/pasbanehaq1

بڑی ملکہ (بلقیس نے) باوجود امتیت مع کل شئ ولها عرش عظیم کی شان کے جبین نیاز جھکادی اور سر سجود خم کر دیا۔ جب مشرق سے مغرب کو جاتا ہوتا ہے اور ہر وقت رواں ہوتا رہتا ہے، تو اپنی حرکت کی ہر ہر آن میں اور مسافت کے ہر ہر قدم پر عرش کے نیچے اور رب العرش کے سامنے سجدہ میں گرتا ہے اور "علی اختلاف الآناء حالاً بعد حال" ہر لحظہ آگے بڑھنے کی اجازت طلب کرتا رہتا ہے یہ مجال نہیں کہ اس عزیز علیم کا اذن حاصل کئے بغیر وہ ایک قدم ادھر یا ادھر رکھ سکے چنانچہ صبح سے شام اور شام سے صبح تک جو چکر چوبیس گھنٹہ میں وہ پورا کرتا ہے اس میں ایک ساعت بھی ایسی نہیں آتی کہ وہ رب العزت کے حکم سے بے نیاز ہو سکے۔ یا اس سے سرتابی کا خیال لا سکے۔

اس کا یہ سلسلۂ رفتار اسی طرح روز مرہ چل رہا ہے اور یونہی ہمیشہ چلتا رہے گا۔ یہاں تک کہ اہل اسلام کے معتقدات کے موافق امر الٰہی ان پہنچے۔ اور عالم کی تباہی کی گھڑی نزدیک آجائے۔ اپنے جس مستقر جائے قرار و سکون، کی تلاش میں یہ آفتاب سرگرداں رہتا تھا اس کو پا چکے۔

اس وقت اس کو حکم ہوگا کہ قدم کے مت اٹھاؤ۔ "حرکت کو روک لو اور جس طرف سے آئے تھے اسی طرف پھیر لے جاؤ لو"۔

ما قال سبحانه وتعالى والشمس تجري لمستقر لها ذلك تقدير العزيز العليم والقمر قدرناه منازل حتى عاد كالعرجون القديم لا الشمس ينبغي ان تدرك القمر ولا الليل سابق النهار وكل في فلك يسبحون۔

(۳۶) اور آفتاب ہے کہ اپنے ٹھکانے کی طرف کو چلا جا رہا ہے یہ اندازہ

Telegram : t.me/pasbanehaq1

خدا کا باندھا ہوا ہے جو زبردست اور (ہر چیز سے) آگاہ ہے۔ اور چاند کے کہ ہم نے اس کے لئے منزلیں ٹھہرا دیں یہاں تک کہ (آخر ماہ میں گھٹتے گھٹتے پھر (ایسا ٹیڑھا اور پتلا رہ جاتا ہے جیسے کھجور کی پرانی ٹہنی۔ نہ تو آفتاب ہی سے پڑتا کہ چاند کو جا لے اور نہ رات ہی دن سے پہلے آسکتی ہے اور سورج) سب اپنے اپنے (مدار) آسمان میں (اڑے) تیر رہے ہیں۔

ہماری اس تقریر کے موافق جو ہم نے حدیث مذکور کے متعلق عرض کی آفتاب کا ہر وقت زیر عرش رہنا یا ہر آن میں طلوع و غروب کا ہونا یا لیل و نہار میں اختلاف پایا جانا وغیرہ امور جن کو امام المرجئین نے شبہ کے موقع پر پیش کیا تھا کچھ مضر نہیں بلکہ مفید ہیں۔ البتہ تحوی حتی تنتہی الی مستقرھا تحت العرش الخ والی روایت میں تحت العرش کو برخلاف تصریحات قوم تحوی کے متعلق کرنا پڑتا ہے جس میں قواعد عربیت کے لحاظ سے کوئی قباحت نہیں باقی مستقر کے جو معنی لئے گئے ہیں وہ بعض اجلہ مفسرین کے قول کے بالکل موافق ہیں۔

اس کے بعد اگر گفتگو کی کچھ گنجائش باقی رہتی ہے تو فقط اس بارہ کہ جب ہر لحظہ آفتاب کی یہی حالت تھی کہ وہ عرش کے نیچے سجدہ کرتا رہتا اور اجازت مانگتا تو پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوذرؓ سے خطاب کرنے میں (آفتاب کی خصوصیت کو کیوں ملحوظ رکھا۔ لیکن اس کا جواب نہایت سہل ہے۔ کون نہیں جانتا کہ سورج کے تنزل اور بیچارگی کا نمایاں سے نمایاں منظر اور اس کی ادھر سے ادھر حرکت کا ظاہر سے

Telegram : t.me/tehqiqat

ظاہر پہلو دیکھنے والوں کو اپنے اعتبار سے صرف غروب ہی کے وقت دکھائی دیتا ہے۔ اور اس لحاظ سے اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تخاطب کے لئے اس وقت کی رعایت فرمائی تو نہایت ہی مناسب ہوا۔ الغرض اس حدیث سے علاوہ دوسرے فوائد کے اس کی بھی بخوبی وضاحت ہوگئی کہ یہ دیکھ کر کہ عالم مشاہدات میں علویات سفلیات سے اشرف ہیں اور پھر آفتاب تمام علویات میں بھی اشرف و اعلیٰ ہے۔ کوئی شخص یہ دھوکا نہ کھائے کہ آفتاب بھی کسی درجہ میں قابل عبادت ٹھہر سکتا ہے۔ ایسے شخص کو یاد رکھنا چاہیے کہ آفتاب بہر حال عرش کے نیچے ایک مزدور کی طرح جو کسی کام پر لگایا گیا ہو پڑا چکر کھا رہا ہے اور مستحق عبادت تنہا وہی نور السمٰوٰت والارض ہو سکتا ہے جو عرش سے بھی اُدھر ہے اور جس کی روشنی سے تمام آسمان و زمین و عرش و کرسی جگمگا رہے ہیں۔ ومن اٰیاتہ اللیل والنھار والشمس والقمر لا تسجدوا للشمس ولا للقمر واسجدوا للہ الذی خلقھن ان کنتم ایاہ تعبدون۔ (رجمہ) اور خدا کی (قدرت) نشانیوں میں سے رات اور دن اور سورج اور چاند بھی ہیں (سو) تم سورج کو سجدہ کرو اور نہ چاند کو اور اگر تم کو خدا کی ہی عبادت کرنی ہے تو اللہ ہی کو سجدہ کرو جس نے ان سب چیزوں کو پیدا کیا ہے۔ ولقد صدق ؎

لا شمس الا ضاق شمس	وشمس خیر من شمس السماء
فشمس الناس تطلع بعد فجر	وشمس تطلع بعد العشاء

(تنبیہ) اس مبحث کے متعلق بعض دوسرے محققین کی تقریریں

Telegram : t.me/tehqiqat

ضیق مقام کی وجہ سے ترک کی گئیں۔ اور واضح رہے کہ ان تمام مضامین کی بناء عرش کو کروی الشکل ماننے پر ہے جیسا کہ امام الحرمین کی رائے ہے ورنہ اس کے خلاف بھی ماقوال مؤید بالنصوص موجود ہیں۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

الراقم

شبیر احمد عثمانی عفا عنہ دارالعلوم دیوبند

کتابت : محمد یوسف خوشنویس

ہر قسم کے مستند اسلامی کتب کا مرکز ادارہ اسلامیات ۱۹۰۔ انارکلی۔ لاہور

Telegram: t.me/pasbanehaq1

مسئلۂ تقدیر

شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ

مع مقدمہ

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع نور اللہ مرقدہ

ادارۂ اسلامیات ۱۹۰ انارکلی لاہور
۴۵۷

Telegram : t.me/pasbanehaq1

Telegram : t.me/pasbanehaq1

مُقدمہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

امّا بعد، مسئلہ ایک طرف اپنے آثار و مظاہر کے اعتبار سے اس قدر ا
بدیہیات میں سے ہے، کہ کوئی انسان اس آنکھ نہیں چرا سکتا اور ہر وہ انسان جو خدا تعالیٰ
کو قادرِ مطلق اور تمام قوتوں سے بالاتر تسلیم کرتا ہے خواہ مذہباً وہ کسی فرقہ میں
ہو اندازے
مسئلہ تقدیر سے کسی طرح گریز نہیں کر سکتا۔

طرف انسان ہا۔ اشیا تک پہنچنے کی کوشش کرنے کا خوگر
ہے، جب اس راہ سے اس مسئلہ میں جاتا ہے کہ اس کی کنہ اور حقیقت معلوم ہو
تو بڑے بڑے ماہر و محقق پھسلنے لگتے ہیں اور اس کی تہ کو مسئلہ تقدیر
کا مسئلہ ہے جس کی پوری حقیقت تک انسانی عقل کی پرواز
مختصر سا دائرہ اس کو سما نہیں سکتا۔

لا تدرکہ الابصار وھو یدرک الابصار (القرآن)،
اس کو نظریں نہیں پا سکتیں اور وہ سب نظروں کو پا سکتا ہے۔
جب وقت کے بڑے بڑے محققین نے اس مسئلہ پر قلم اٹھایا بلکہ آخری حقیقت
اس سے آگے نہیں بڑھی کہ ؎

کہ حیرت ہے ہستیم کہ تُستم

Telegram : t.me/pasbanehaq1

spot.c

ان دنوں زندگی میں اس کی شدید ضرورت تھی کہ اہل عصر کے مذاق اور ذوق کے مطابق کسی سلیس عنوان سے مسئلہ کے مختلف پہلوؤں کو واضح کیا جائے۔

سیدی واستاذی شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی قدس سرہٗ کو حق تعالیٰ نے کا ایک خاص ملکہ عطا فرمایا تھا، اس لئے ہمیشہ اکابر اہل عصر کی یہی اس قسم کے مسائل پر پڑتی تھیں، میرے استاذ محترم محدث العصر حضرت مولانا سید محمد انور شاہ کشمیری قدس سرہٗ نے بار بار آپ سے فرمایا کہ میرا کردہ مسئلوں کی توضیح آپ مستقل رسالوں کی صورت میں لکھدیں ایک مسئلہ حجر متحجر انبیاء دوسرا مسئلہ تقدیر، پہلے مسئلہ پر تو حضرت نے لکھ دیا تھا ایک رسالہ "عادات" کے نام سے تصنیف فرما دیا تھا جو اسی وقت شائع بھی ہو گیا، دوسرا مسئلہ باقی تھا، اس کے لئے فرصت کا انتظار رہا، تا آنکہ جامعہ اسلامیہ ڈابھیل ضلع سورت میں ایک سال درس صحیح بخاری میں آپ نے اس مسئلہ پر ایک جامع تقریر فرمائی یہ تقریر بخاری حضرت مولانا کے ایماء سے پوری ضبط کی جاتی تھی، یہ مسئلہ بھی اس میں پوری وضاحت و تفصیل کے ساتھ آ گیا، پھر حضرت مولانا نے اس تقریر پر نظر ثانی کر کے جا بجا اصلاحات فرمائی، اور مسئلہ تقدیر پر خصوصیت سے اضافے فرما کر اس کو ایک مستقل رسالہ میں شائع کرنا قابل بنا دیا، مگر بحکم قضاء و قدر شیخ الاسلام کی حیات میں اس کی اشاعت کی نوبت نہ آئی، اب اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے مولانا مرحوم کے برادر خورد بھائی فضل حق صاحب عثمانی کو کہ انہوں نے اس کی اشاعت کا انتظام فرما دیا۔

Telegram : t.me/pasbanehaq1

اس رسالہ نافعہ کی پوری قدر و قیمت تو حضرت شاہ صاحبؒ ہی پہچانتے مگر افسوس ہے کہ وہ آج ہم میں نہیں، لیکن اتنی بات ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ یہ رسالہ اس موضوع میں بے نظیر ہے، اور دفع شبہات کے لئے اکسیر ہے۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو اس سے مستفید فرمائیں۔ آ

بندہ محمد شفیع عثمانی دیوبندی
مقیم کراچی ۲۹ محرم ۱۳۷۱ھ

Telegram : t.me/pasbanehaq1

مسئلۂ تقدیر
پر
ایک اہم شبہ اور اس کا ازالہ

فقال رجل یا رسول اللہ افلا نتکل علی کتابنا الخ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فرمایا کہ سب کچھ پہلے سے متعین اور فیصل شدہ ہے، اس پر یہ شبہ ہوا کہ جب سب کچھ طے شدہ اور متعین و مشخص ہو چکا، اور جو وہاں طے ہو چکا وہی واقع ہو کر رہے گا پھر عمل کرنے سے کیا فائدہ؟ کیونکہ علم الٰہی میں جو متعین اور طے شدہ ہے، اس کے خلاف ہونا تو ممکن نہیں، عمل کر دیا نہ کرو، کم کر دیا زیادہ، اسی کے مطابق ہو کر رہے گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو جا۔ رشاد فرمایا اس کا ما۔ کہ تم عمل کرتے رہو، کیونکہ تم کو کیا خبر ہے کہ اللہ کیا چیز طے شدہ ہے، لہٰذا تم اپنا کام کرتے فضول بحثوں ا۔ ۔ ۔ پر کرو گے وہی جو علم الٰہی میں طے ہو چکا ہے، پ کار بحثوں میں اُ فائدہ۔

رہا یہ کہنا کہ کسی شخص کا ۔ یا جہنمی ہونا اور ا تو عمل کی کیا ضرورت، تقدیر کا لکھا تو را ہو کر رہے گا یا ملت مرتبہ

Telegram : t.me/pasbanehaq1

کی دلیل ہے کیونکہ تقدیر میں جہاں یہ لکھا ہے کہ فلاں شخص جنتی یا سعید ہوگا وہیں یہ بھی لکھا جا کہ وہ شخص فلاں فلاں عمل کر کے اس نتیجہ پر پہنچے گا۔ لہٰذا وہ اعمال بھی تقدیر کے تحت اور ان کا صدور بھی تقدیر ہی کا ایک جزو ہوا، پھر اس کے خلاف کیسے ہو سکتا ہے پس یہ سوال کہ ہم عمل کیوں کریں، یا عمل میں زیادہ جان کیوں ڈالیں، اس کا جواب یہ ہوگا کہ ہماری تقدیر میں جن اعمال کے ذریعہ جنت میں پہنچنا یا درجاتِ عالیہ حاصل کرنا لکھا ہے ان کا صدور بھی ہم سے ضروری و لابدی ہے جس طرح دنیا میں ایک مدت متعینہ تک ہماری حیات جن اسباب کے ذریعہ مقدر ہے ان اسباب کی مباشرت بھی تقدیری پر بھاسے لئے ضروری ہے، تقدیر میں صرف نتائج و مسببات ہی نہیں، ان کے اسباب و ذرا اور مبادی بھی پہلے سے لکھے ہوئے ہیں۔ لہٰذا یہ موقع ہے۔

خلاصہ یہ کہ جس شخص کا جنتی یا جہنمی ہونا مقدر ہے وہ خواہ کتنی ہی بحث و تکرار کرے اس کی طبیعت آخر کار اسی طرف چلے گی اور اعمالِ صالحہ یا اعمالِ کفریہ اس کے لئے آسان ہوتے چلے جائیں گے، جو اس کے آخری نتیجہ تک پہنچنے کے وذرا ان اچھے برے اعمال کی تفریق و امتیاز جن اسباب پر ہے مثلاً انزا کتب و در کا وقوع پذیر ہونا۔ بہرحال جس طرح ایک شخص کا جنتی یا جہنمی ہونا مناسب اعمال کا صدور بھی مقدر ہے اور اچھے برے اعمال کی تقسیم کے لئے کتابوں اور رجسٹروں کا بھی مقدر ہے، یہ سب چیزیں اپنے اپنے شعبہ پر پروگرام کے مطابق ہو کر رہیں گی۔

Telegram : t.me/pasbanehaq1

انسان مختار ہے یا مجبور

خیر یہ تو ایک سوال و جواب کی تقریر و تشریح تھی جو
علیہ وسلم کے درمیان پیش آ چکا۔ اس کے بعد یہاں ایک دو
ہمارے یہ اعمال کیا ہمارے ارادہ و اختیار میں ہیں، یعنی
ارادہ کو کچھ دخل ہے یا ہم بالکل مجبور محض اور مضطر ہیں، یہ سوال اس
کہ جب اللہ تعالیٰ کے علم کے خلاف ایک ذرہ بھی نہیں ہل سکتا ہر شخص وہی عمل کر
ہے اور کر گیا جو علم الٰہی میں پہلے سے مقرر اور طے شدہ ہے۔ تو پھر ہر حال اپنے عمل
میں مجبور و مضطر ہوا، اور عا ۔ ارادہ و ۔ کو کوئی دخل اس کے صدور
میں نہ رہا۔ گویا بندوں کے سارے اعمال اضطراری ہو گئے۔ لیکن فی الحقیقت یہی بات غلط
ہے کہ علم کی وجہ سے حال کا ارادہ و اختیار سلب ہو جاتا ہے۔ بیشک ہر چیز ٹھیک
اسی طرح وقوع پذیر ہو گی جو علم الٰہی میں ازل سے طے شدہ ہے ایک رتی بھر بھی اس سے
تخلف نہیں ہو سکتا۔ مگر یہ علم الٰہی ازلی ہمارے ارادہ و اختیار کو پھر بھی سلب نہیں کرتا
بلکہ الٹا اس کو اور زیادہ ثابت و مستحکم کرتا ہے۔ کیونکہ علم الٰہی میں شامل ہمارے افعال
ریہ کے متعلق یہ طے شدہ ۔ کہ فلاں شخص اپنے ارادہ و اختیار سے فلاں عمل فلاں
وقت میں کرے ۔ بنا بریں علیہ یہ ضروری اور لازم ہو گا کہ وہ شخص اپنے ارا اختیار ہی سے
وہ عمل انجام دے، و ۔ ایک چیز کا علم الٰہی کے خلاف وا ۔

Telegram : t.me/pasbanehaq1

toobaa-elı

وہ بریں علم الٰہی میں کسی فعل کے مقرر و متعین ہو سے عامل کا مسلوب الارا
والا ۔ ر نہ ہونا ایک اور حجت سے بخوبی سمجھ میں آسکتا ہے۔ تھوڑی دیر کے لئے افعال و
اعمال عباد کے متعلق بحث کو ملتوی رکھیے۔ میں پوچھتا ہوں کہ خود اللہ تعالیٰ کے جو کچھ افعال و
تصرفات ہر وقت اس کائنات میں مشاہد ۔ وہ سب اس کے علم قدیم ۔ میں پہلے
سے ثا ۔ ۔ ۔ ؟ اگر نہیں ہیں تو ۔ لازم آ پڑے گا کہ خود اللہ تعالیٰ
جو کچھ افعال اس وقت کرتے ہیں وہ سب علم قدیم میں پہلے ہی سے طے شدہ ہیں، کیونکہ
جہل لازم آتا ہے، اب سو ۔ کہ خود اللہ تعالیٰ کا کوئی فعل اس کے علم ازلی
محیط کے خلاف ہو سکتا ہے؟ اگر نہیں ہو سکتا، جیسا کہ ظاہر و مسلم ہے تو یہاں بھی
وہی بحث آگئی ہر تم افعال عباد کے متعلق کر ۔ کہ جب علم قدیم سے خلاف
نہیں ہو سکتا، تو ا ۔ ۔ ر و مضطر ہوگا، اس بنا پر تو یہ لازم آتا ۔ کہ بندے
تو رہے ایک طرف خود اللہ تعا ۔ فاعل و ۔ ہر، تم تو افعال عباد کی فکر میں
یہاں خود افعال با ۔ کا اضطراری ہونا لازم ۔

پس ثابت ہوا کہ کسی فعل کے ساتھ علم الٰہی کے متعلق ہو ۔ کا مضطر
اور مسلوب الارادہ ہونا لازم ۔ ۔ اہ وہ فاعل اللہ تعالیٰ ہو یا ۔ ۔ با ۔
و ۔ ۔ جو میں کہہ ۔ ہوں کہ علم ازلی قدیم عامل کے ارادہ و ۔ ر
ایک ناتمام سی مثال سے سمجھئے۔ آپ جانتے ہیں کہ ریل گاڑیوں کی آمد و رفت کا۔
طے شدہ ٹائم ٹیبل بالکل برابر و مطابق ہوتا ہے لیکن کیا اس ٹائم ٹیبل کو ریل کے چلنے اور اس کی حرکت میں دخل
بھی دخل ہے۔ ظاہر ہے کچھ بھی ۔ تو بطور تقریب الٰہی کے علم الٰہی بطور ٹائم ٹیبل کے سمجھئے فرق ہے

Telegram: t.me/pasbanehaq1

کہ ٹائم ٹیبل بنانے والوں کا علم چونکہ محیط کا ۔ ۔ ۔

کے متعلق کچھ مزید روشنی ڈالتا ہوں صحیح مسلم کی کتاب الایمان میں ایک روایت ہے جس کا مضمون یہ ہے کہ ایک شخص حضرت ابن عمرؓ کی خدمت میں آیا اور عرض کیا کہ ہماری طرف کچھ لوگ ہیں جو علم میں اشتغال رکھتے ہیں اور اس کی گہرائی میں گھستے ہیں وہ لوگ کہتے ہیں، کہ اَنْ لَّا قَدَرَ اَنَّ الْاَمْرَ الف یعنی تقدیر کوئی چیز نہیں، وہ جو کچھ کام کرتا ہے پہلے سے اللہ تعالیٰ کو ان افعال کا کوئی علم نہ تھا (معاذ اللہ) کچھ نہیں جانتا کہ بندے کیا کام کریں گے بلکہ کسی بندے سے کوئی فعل صادر ہو چکنے کے بعد اللہ تعالیٰ کو اس کا علم ہوتا ہے، جیسا کہ صدور افعال کے بعد ہمیں اور تمہیں بھی کچھ علم ہو جاتا ہے۔

الغرض یہ لوگ اللہ سے علم قدیم محیط کی نفی کرتے ہیں افعال وجود میں آنے سے پہلے ان کا علم اللہ تعالیٰ کے لئے ثابت نہیں کرتے۔ یہ عقیدہ معتزلہ قدماء کا تھا۔ کہ حافظ نے تصریح کی ہے لیکن بعد میں معتزلہ نے اس عقیدہ کو جس سے حضرت حق جل مجدہ کی طرف جہل کی نسبت آتی تھی اس کی جناب رفیع میں سخت توہین سمجھ کر ترک کر دیا، کما صرح بہ الحافظ ابن حجر (فتح الباری ج ۱۱ ص ۴۸۵)

اب متاخرین معتزلہ کا کہنا افعال عباد وجود میں آنے سے اللہ تعالیٰ کے علم قدیم محیط میں طے شدہ ہیں اس کو پہلے ہی سے سب کچھ علم ہے کون بندہ کیا کیا کام کرے گا جیسا کہ اہل سنت کا عقیدہ ہے لیکن یہ متاخرین معتزلہ حق تعالیٰ کو جہل کے عیب سے منزہ سمجھتے ہوئے ساتھ ہی یہ کہتے ہیں کہ حق تعالیٰ کا خالق تو ضرور ہے، پر ان کے افعال کا خالق نہیں۔ خدا کا اس میں کچھ دخل

Telegram : t.me/pasbanehaq1

نہیں ہوتا۔ ا بندہ دونوں قسم کے کام کر ہیں۔ اچھے بھی۔ بُرے بھی طاقتیں
ان سے صدور ہوتا ہے، اور مظالم و معاصی کا بھی۔ اب اگر بندوں
باری تعالیٰ کو قرار دیا جا رو قبائح کی نسبت اس کی
ہے۔ اس سے بچنے کی تد۔ ۔ کہ ابھی
کہ سرے سے علم باری ہی کا ا بانس
بانسری ۔ باری تعالیٰ نے سب مخلوقات کو پیدا ں میں ہر قسم کے
م کرنے کی قدرت اور قوتیں بھی دے دیں، آگے چل کر بندے ان قوتوں کو میں
کریں گے۔ اچھے یا بُرے ہیں، اس کا کوئی علم اُسے نہ تھا۔ اس نے تو یا بندے
کے ہاتھ میں تلوار دے دی، آگے وہ شخص تلوار سے جہاد فی سبیل اللہ کرے گا۔ یا اُسے کسی معصوم
اور بے گناہ آدمی کی گردن پر لگے گا۔ اس کی باری کو پہلے سے خبر ۔ نہ اس میں اس
کا کچھ دخل (العیاذ ۔)
متاخرین نے سمجھا کہ علم باری کا انکار کرنا تو بدتر ۔ ان بندوں
کے افعال کو ا ات تک محدود رکھا جائے، اور ان کا رشتہ ا باری
تعالیٰ سے منقطع کر ۔ تو پھر اُن کے بُرے بھلے کی ذمہ دا پر عائد ہوگی
و قبائح کی نسبت خدا عزوجل قدوس کی طرف نہ رہے گی: اس یہ دعویٰ کر دیا
بندوں کی مخلوق ہیں۔ ان کے صدور میں حق تعالیٰ کے ارادے
اور مشیت کو کوئی ۔ و بندے اور ان کی تمام قو س خدا کی پیدا کی ہوئی ہیں

Telegram : t.me/nasbanehaq1

ان قوتوں سے اپ ... ں کے اختیار میں ہے گویا
تلوار سے وہ کسی بے گناہ کو ... ضرور ہے، تاہم اس
... نہیں، اس
طرح اس ... برائی کا ... ی تعالیٰ کی جانب انتساب نہیں ہو ... ان لوگوں نے
اس پر ... کہ انتکاب جرم کی طرح اعانتِ جرم ... جرم ہے۔ خونِ ناحق کے تمام
اسباب و ... اور آ ... وقوی اگر ایک شخص نے قاتل کے لئے فراہم کئے اور
... ویقینی طور پر یہ جانتے ہوئے ... ان سامانوں اور قوتوں کو بے گناہ
میں استعمال کرے گا، بلکہ ... وہ ... کہ اگر چاہتا تو یہ سامان اور قوتیں اس ... اللہ
... میں دیتا یا ایسا معذور کر دیتا کہ اسے قتل پر قدرت ہی نہ ... یا قاتل کو کسی عاقل
حکیم کے نزدیک ایسا شخص جرم مذکور سے ... ...

spot.c

ہے۔ اور ان پر [illegible] دسترس دی [illegible] پر ہے۔ کہ ظالم ان سامانوں سے کام لے گا۔ ان جا [illegible] زم کے مطابق حق تعالیٰ [illegible] وہ وقفہ کیسے قائم رہ سکتی ہے۔ حالانکہ اس تنزیہ و تقدیس کو ثابت۔ کھنے کے لیئے تم [illegible] خالق کے کروڑوں خالق تجویز [illegible] تھے۔ یعنی ہر بندے کو مستقل خالق مانا [illegible] مارش سے بھاگ کر پنار کی پناہ لینے سے [illegible] مذہب جبکہ کو [illegible] افعال کا خالق بنا کر اور [illegible] نوع کا شر اختیار کر کے بھی نسبت شرور را [illegible] اللہ سبحانہ کا الزام جوں کا

ایک واضح مثال

مثال کے طور پر سمجھئے کہ فرعون کو [illegible] [illegible] اُسے تندرستی دی قسم کی عملی قوتیں اس میں رکھی۔ سازو سامان حشم و خدم۔ قوت و اقتدار اور ملک و سلطنت کے لوازم اس کے قبضہ میں دیئے جس کے غرور اور گھمنڈ میں انا ربکم الاعلیٰ کا دعویٰ کر بیٹھا حضرت موسیٰ کی دعوت حق کو ٹھکرا دیا۔ بنی اسرائیل پر ظلم کئے اور ظاہری اقتدار پر اترا کر کہنے لگا۔ الیس لی ملک مصر وھذہ الانہار [illegible] ی من تحتی۔ حالانکہ خدا وند قدوس اپنے علم قدیم سے جانتا [illegible] کہ یہ عون ان تمام سامانوں اور قوتوں کو اس طرح کی شرارت و فساد او [illegible] کاموں میں صرف کرے گا۔ اب متاخرین معتزلہ سے سوال ہے کہ یہ سب باتیں جانتے ہوئے اسے پیدا ہی کیوں کیا۔ پیدا ہی نہ کرتا یا پیدا ہونے کے بعد [illegible] اپاہج بنا دیتا۔ یا [illegible] پر فالج گرا دیتا [illegible] ذرا سامان کچھ نہ دیتا۔ ایک

Telegram : t.me/pasbanehaq1

بہیک مثا فقیر بنادیتے مگر ان اقوال میں سے کچھ : . ب د وسائل کی نسبت اعلیٰ انتہا کو پہنچا دی گئی اور نسبت عون سے پہلے ابلیس کو دیکھئے جو تمام شرور کا ماخذ ہے . وہاں اس سے بھی زیادہ یہ صورت نمایاں ہے . الغرض محض افعال کا خالق مان کر بھی وہ عقدہ حل نہیں ہوتا جس کے حل کرنے کے لئے اس عقیدۂ شرکیہ کے ارتکاب کا تحمل کیا گیا تھا نسبت الشر الی اللہ کا شبہ بدستور باقی رہتا ہے اور " کامل کی تصریح پوری نہیں ہو

الحاصل جب متاخرین معتزلہ نے علم قدیم کو تسلیم کر لیا تو اب ہم ان سے پوچھتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ کو پہلے ہی سے معلوم تھا کہ فلاں شخص یہ فساد اور شرارت . کرے گا تو اس کو روکنے پر اللہ تعالیٰ کو قدرت ہے تاکہ یہ شرارت کر ہی نہ سکے ، یا قدرت . اگر قدرت نہیں تو . آتا . اور وہ بھی ایسا بدترین عجز کہ خالق اپنی مخلوق کے اور . ہ کے مقابلہ ُتا اور اگر روکنے پر قدرت ہے پھر نہیں روکتا بلکہ اس کو شرارت کے سامان اور قوت سے امداد دیتا ہے تو سفہ لازم آئے گا . پس علم قدیم کو مان لینے کے بعد اشکال سے چھوٹنے کی کوئی صو - . اس لئے امام شافعیؒ نے فرمایا ، کہ آن سلم القدری العلم لخصمہ علم کو تسلیم کر لینے کے بعد مجزیا لازم آئے گا جو سب کے نزدیک نقص ہے .

افعالِ عباد کی حکیمانہ تشریح

اس کے بعد ادھر بھی غور کرنا چا . یہ کہ . کہ ان افعال کا خالق کہنا کہاں تک

Telegram : t.me/asbanehaq1

... ل ہو سکتا ہے کسی چیز کے خالق ہو ... بالارادہ و ... کرنے ہیں
اب دیکھئے کہ ... زید کا وجود خود اس کے قبضہ میں نہیں خدا کے قبضہ میں ہے اور اسی کا عطا
... ہوا ہے۔ اس میں ادراک احساس تعقل۔ قدرت۔ قوت۔ ارادی اور ... ح یہ سب
چیزیں جن سے وہ کوئی عمل کرتا ہے خدا کی پیدا کی ہوئی ہیں۔ اور آگے چلئے مراتب ... (راجع
خاطر حدیث النفس ہم اور عزم) کو ... کر کسی فعل اختیاری کے نفس صدور و وقوع کی
کیفیت ملاحظہ فرمائیے۔ ابن ... نون میں لکھا ہے کہ صدوث ارادی جو عضلات
سے متعلق ہے اس کی تکمیل اس قوت سے ہوتی ہے جو دماغ سے بواسطہ اعصاب اعضا میں
پہنچتی ہے اس کی صورت یہ ... کہ عضلات جو اعصاب و رباطات وغیرہ پر مشتمل ہیں جب
سمٹ جاتے ہیں تو وتر جو رباط و عصب سے مقسم اور ... میں نفوذ کئے ہوئے ہے کھنچ جاتا
ہے جس سے اعضا بھی کھنچ جاتا ... اور جب عضلہ منبسط ہوتا ... وتر ڈھیلا پڑ
اور عضو وا ... ہو جاتا ہے۔

اس تقریر سے معلوم ہوا کہ نفس انسانی اور اس کے بعد کسی کام کا ارادہ کرتا
تو عضلات کو جو جسم انسانی میں پانچ سو انتیس ہیں کشش وغیرہ دے کر کسی عصب
خاص ذریعہ جو ... ہیں جس عضو کو ... خاص حرکت دیتا ... جس سے
وقوع میں آتا ہے۔ یہاں یہ امر قابل نظر ہے کہ ... کو سر سے کر پاؤں تک جس عضو
کو حرکت دی ... ہو تو ضرور ہے کہ پانچ سو انتیس عضلات اور ... اعصاب میں سے اس
عضلے اور اس عصب کو حرکت دی ہوگی جو اس خاص عضو سے متعلق ہے اور یہ ظاہر ہے کہ

Telegram : t.me/pasbanehaq1

اس کو کسی عضلے اور عصب کو حرکت دیں اس کو متعین کرنے کی ضرورت پڑے گی
خا کو حرکت دی جائے جس کی طرف توجہ ، اور متعین کرنا اس بات پر موقوف
ہے کہ ترتام اعصاب وعضلات کو بالتفصیل جان لے ۔ اس کی مثال ۔
جیسے لکھنے کے وقت قلم کو حرکت دینے کے واسطے پہلے چند انگلیوں کو حتیین کر " ہیں جن سے
قلم کو حرکت دیا ہوتا ہے پھر ان انگلیوں کو ارادہ و اختیار سے حرکت دیتے ہیں جن سے قلم کو حرکت
ہوتی ۔ اس مرتبہ پھر اہل انصاف سے درخواست کرتے ہیں کہ کو جانچیں بکتات و
مترات حرکت دے کر بغور و تعمق اپنے وجدان سے دریافت کریں کہ اس " ی حرکت کے
وقت کسی عضلہ یا عصب کی طرف نفس کی اطلاع تھی ۔ " ہے ۔ یا یہ " م ہوتا کہ اندر
عضلہ یا عصب بھی ہے یا کسی چیز کو ہم کھینچتے ہیں جس سے وہ عضو کھنچتا ہے کوئی اس
گو بھی نہیں دے سکتا کہ اندرونی کیا کیفیت ہے اور عضلات کو اعصاب کیونکر کھینچتے ہیں
واقعیت میں اگر کوئی پوری پوری وجدانی حالت کی ایمان خبر دے تو
ت کو میں تو نہیں کھینچتا ہا " م ہوتا ۔ کہ فلاں عضو کو حرکت دی ۔
ہیں ۔ پھر ہوتا یہ ۔ کہ ادھر توجہ ہوئی اور ادھر اس کو حرکت ہو گئی ۔ یہاں یہ کہنا بے موقع نہ
ہو کہ عصب و عضلے کو حرکت دینا بھی ہمارے اختیار سے خارج ہے ۔ کیونکہ اختیاری حرکت
ہوتی تو اس کا علم اور ارادہ بھی ضرور ہوتا اور یہ نہیں کہہ سکتے کہ حرکت کا ارادہ بعینہٖ عصب
عضلے کی حرکت کا ارادہ ۔ اس لئے کہ ۔ ان ہی میں نہیں کہ عصب بھی کوئی
چیز ہے تو یہ کیونکر کہ اس کی حرکت کا ارا " ۔ پھر جب بحسب تحقیق

Telegram : t.me/pasbanehaq1

gspot com

والبا، سے یہ ثابت ہے کہ بغیر عضلات و اعصاب کی حرکت کے کوئی عضو حرکت نہیں کر سکتا۔ تو ضرور ہوا کہ وہی ہستی ایسے انسان ہو گو مقصود بالذات ان کی حرکت نہ ہو، حاصل یہ ہے کہ فعل کے وقت تحریک دینے والی جو ہستی ہے وہ ہوتی ہے۔ بنائے ارادہ کے خلق سے چونکہ یہ مسلم ہے کہ کسی حادث چیز کا وجود بغیر موجد نہ ہو سکتا، اس خود بخود تحریک عضلات ناماہل ہے اور تیسرے یہ سابق سے کہ حرکت بنا بر ارادہ سے بھی نہیں ہوتی تو اب وہ تیسری صورت باقی رہ گئی کہ حق تعالیٰ کا کام ہے۔ الحاصل فعل کے سلسلہ میں جس سے لے کر وقوع فعل تک کوئی دخل ایسا نہیں کہ حق تعالیٰ کا مخلوق نہ ہو۔ اس سے ثابت ہوا کہ جس طرح آدمی کی ذات و صفات مخلوق الٰہی ہیں اسی طرح اس کے جملہ حرکات و سکنات اور افعال بھی مخلوق الٰہی ہیں۔

مسئلہ کی یہ یکبارگی تقریر فضیلت جنگ مولانا انوار اللہ خاں مرحوم نے اپنے رسالہ "ل" میں کی ہے۔

افعالِ عباد کے متعلق حضرت مولانا نانوتویؒ کی تحقیق

حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ نے اسی مضمون کو ایک تمثیل میں سمجھایا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ دو شخص ایک کھیت کی پیداوار پر جھگڑتے ہوئے حاکم کے پاس آئے۔ ان میں سے ہر ایک کا دعویٰ تھا کہ کھیت کی یہ تیار شدہ پیداوار میری ہے اور میں ہی اس کا مالک ہوں۔ ان میں ایک سے حاکم نے پوچھا کہ زمین کس کی ہے؟

Telegram : t.me/pasbanehaq1

نہیں دُوسرے کی ہے یہ بھی اسی کا تھا، آ۔ سی لے کی تھی۔ بل۔
اسی نے چلایا تھا۔ غرض جس قدر چیزیں اور کام اس کھیت کے تیار ہونے تک پیش آتے
سب دوسرے کے ہیں۔ البتہ ان سب سے جو پیدا وار حاصل ہوئی وہ میری ہے میں صرف
اس پیدا وار کا مالک ہونے کا دعویٰ ہوں۔ ا۔ یہ کہ کون سی دُنیا کی عدالت ہے جو اس
مسخرے کے حق ڈگری دے گی۔ بس اسی طرح سمجھ لو کہ افعال ہیں اشخاص ہیں قوتوں
اور جن اسباب وآ وغیرہ سے وہ یہ ہونے وہ سب ہیں تو بہا ہی آخر ہا۔ جب
خدا کی مخلوق ہیں تو نفسِ افعال جو اُن کا اور ترتیب بے خدا سے بہتر کر بندوں کی مخلوق کیسے
ہو جائیں گے۔

معتزلہ کا انجام

معتزلہ نے خلق کے معنی میں غور نہیں کیا وہ ایسا مغلوکہ خیز دھوکا ہے کہ
اس تمام تقریر سے میرا مقصود یہ ہے کہ یہ جو فرقہ معتزلہ نے علم ہی کا انکار کر دیا یا
متاخرین نے افعال عباد کا خالق عباد کو قرار دیا جس کے نتیجہ میں ان کو لاکھوں کروڑوں خدا
حقیقی ماننے پڑے، اور ایک ایک بندہ کے حصہ میں لاکھوں کروڑوں مخلوقات تسلیم کرنی
پڑیں جن کا عدد خدائی مخلوقات کے برابر ہو جائے گا۔ کس گندے اعتقاد پر معتزلہ کو
کس چیز نے مجبور کیا صرف اسی بات نے کہ ظلم کی نسبت اللہ کی طرف لازم نہ آ
مجھے یہ دکھلانا ہے کہ بالفرض اگر تم اس سے بچ بھی گئے تو کونسا تیر مارا، اگر ظلم وغیرہ

Telegram : t.me/pasbanehaq1

logspot.

نسبت سے تم نے امن بچا لیا تو اس ۔ چیزوں کی نسبت میں مبتلا ہو
گئے، یعنی جہل یا عجز یا سستی، دھوپ سے بھاگ کر کی پناہ۔ اس کو کہتے ہیں، پھر اس پر
طرہ یہ کہ جس اعتراض سے بچنا چاہا تھا وہ بھی قائم رہا، اس لئے علامہ نے لکھا ہے کہ بیشک
مسئلہ تقدیر کے ماننے میں اشکالات اور دشواریاں ضرور ہیں، مگر اس کا نہ ماننا ماننے سے
بھی زیادہ مشکل ہے۔ یہ تو معتزلہ کا حشر تھا۔

فرقہ جبریہ کے عقائد

ان کے بالمقابل ایک فرقہ جبریہ کہلاتا ہے، معتزلہ نے تو عباد کو اپنے افعال
کا خالق قرار دیا تھا جبریہ کہتے ہیں کہ خالق ہونا تو کجا بندہ اپنے افعال میں بالکل مجبور
محض ہے، اس کے ارادہ و اختیار کو دخل اس کے کاموں میں نہیں، ان لوگوں سے
ہمارا سوال یہ ہے کہ تم: کرا پ مجبور محض مانتے ہو جیسے اینٹ پتھر
تم کو خود بھی انسانی حرکات ۔ یہ ہے، مثلاً کاتب کے ہاتھ کی حرکت اور ترش
کے ہاتھ کی حرکت میں فرق ہے۔ آخر ان دونوں حرکتوں میں وجہ فرق تم کو بیان کرنا ہوگی
اگر ان میں فرق کا انکار کرتے ہو تو یہ محض مکابرہ اور بداہت کا انکار ہے اور جس شخص کی ہٹ دھرمی
اس حد تک پہنچ گئی ہے وہ قابل خطاب نہیں ۔ تاہم کہ قدریہ تو بے ایمانی
میں فائق ہیں، کیونکہ انہوں نے اللہ کے سوا رخالق ۔ مانے اور جبریہ حماقت و
دقت میں نے سبقت لے گئے، کیونکہ حرکت ارادیہ اور حرکت غیر ارادیہ اضطراریہ

Telegram : t.me/pasbanehaq1

کہ کہ الفر ۔ ۔ فرق کرتا ہے مثلاً ایک کتے کو آپ نے پتھر مارا تو کتا اس پتھ
کی طرف جھونک کر نہ جائے گا، بلکہ پتھر مارنے والے کی طرف ۔۔ ہوگا، حالانکہ اس پ
جو پڑی وہ پتھر ہی کی حرکت سے پڑی، لیکن وہ کتا بھی سمجھتا ہے کہ پتھر کی یہ حرکت قسری
اور اضطراری ہے، اس کا کوئی قصور نہیں، ایسا ہی اگر آپ نے سانپ پر یا شیر پر
گو وہ اور شیر لاٹھی یا فائر چلانے والے پر آئے گا، لاٹھی یا فا
پیچھے نہیں دوڑے گا، گویا جانوروں کے نزدیک بھی حرکت مادیہ اور حرکت اضطراریہ میں
فرق بیّن اور علم ضروری قرآن کے درمیان

یہیں سے مسئلہ کسب سامنے آجاتا

مسئلہ کسب

مسئلہ کسب جس میں بڑے بڑے لوگ کر کھا گئے، بعض محققین نے یہ کہہ
دیا کہ جبر و کسب تو ام میں دونوں میں کوئی واضح فرق نہیں لیکن یہ بالکل غلط ہے اور دونوں
فرق و امتیاز بالکل بے غبار ہے، اس کی وضاحت کے لئے پہلے ایک مقدمہ سمجھ لیجئے
کہ اللہ تعالیٰ نے جو ان کو پیدا کیا اس میں کچھ قوتیں اور اکیدکھی ہیں۔ کہ حاس اور عقل۔
اسی طرح کچھ تو ۔۔۔ ارادہ اور مشیت بھی اس میں ودیعت کی ہیں، جن کے
ل وغیرہ کو حرکت دیتا ہے اور جیسا عمل چاہتا کرتا ہے۔
انسان جانتا ہر شخص سمجھتا ہے کہ یہ حرکت اس اور اختیاری ہے

Telegram : t.me/pasbanehaq1

کہ اگر وہ چاہے اپنے ہاتھ کو حرکت دے کر لکھنا شروع کر دے اور جب چاہے اپنے
ہاتھ کی حرکت اس طرح کہ [illegible] نہیں جیسے حرکتِ رعشہ یا سردی سے کسی کی حرکت کہ اس کو
اگر وہ بند کرنا چاہے تو بند [illegible] ان میں جو فرق ہے وہ کس بنا
پر ہے ہمیں ماننا پڑے گا کہ اللہ تعالیٰ نے قوت انسان کے اندر رکھی ہے جو
اُن دونوں حرکتوں میں فرق و امتیاز [illegible] قوت نام ہے
سے جمادات و شجر و حجر بالکل محروم ہیں۔ اسی [illegible] کو حق تعالیٰ کی ذات
فیاض اور سرچشمہ ہے جس کا [illegible] اور جہاں کہیں وہ [illegible] فیض یا
وہ اسی فیاض [illegible] ان اوصاف جو ہر اعراض عالمین
اور افعال میں سے جو چیز بھی منصۂ وجود پر [illegible] وہ اسی موجدِ حقیقی کے اعطاء جود اور
افاضۂ نور سے ہوگی۔ اور جب تک عالم [illegible] قیام کے بقائے سے
رہے گی۔ بنا بریں بندوں کی تمامی حرکات و افعال [illegible] اری ہوں یا [illegible] ری
اپنے وجود میں آنے کے لئے اسی موجدِ حقیقی کی قدرتِ خلاقہ، ارادہ و مشیت تا رکات ہوں گے، اس لئے وہ قدرت و [illegible] رادی جو اُن میں فاطرِ حقیقی نے پیدائشی
طور پر ودیعت کی ہے وہ بالکلیہ مستقل و خود مختار نہیں ہو سکتی۔ بلکہ مشیتِ الٰہیہ کے تابع
اور قدرتِ غیر مستقلہ کہلائے گی۔ اب کبھی تو انسان کے بدن یا [illegible] میں حرکت
اس قدرتِ غیر مستقلہ کی توسط کے بدون ہوگی جیسے حرکتِ ارتعاش اور کبھی اس کے
[illegible] حرکتِ بدیہ کا تب۔ تو [illegible] کی قوت فاطرہ قدرت مستقلہ

Telegram : t.me/pasbanehaq1

کا تصرف انسان کے اندر دو طریقہ سے ہوتا ہے۔ یعنی حالت میں تو اللہ تعالیٰ کی قدرت مستقلہ بدون توسط ہماری قدرت غیر مستقلہ کے مؤثر و متصرف ہوتی ہے جیسا کہ حرکت دشمن اور کبھی اللہ تعالیٰ کی قدرت مستقلہ ہماری اس قدرت غیر مستقلہ کو اپنی ڈال کر اپنا تصرف دکھلاتی ہے جیسے حرکت کتابت وغیرہا میں، بہرحال دونوں جگہ مؤثر و متصرف و محرک اللہ تعالیٰ ہی کی قدرت کاملہ مستقلہ ہے۔ فرق اتنا ہے کہ ایک جگہ اس کی تاثیر و تصرف بلا واسطہ ہے اور دوسری جگہ بالواسطہ، اسے ایک مثال سے سمجھیے۔

مسئلہ کسب کے متعلق ایک عام فہم مثال

دیکھیے دن کے وقت شمس کی شعاعیں اور اس کا نور براہ [illegible] تو قمر ہم تک پہنچتا ہے اور وہی نور شمس رات کے وقت قمر کے توسط سے آتا ہے۔ کیونکہ قمر باجماع حکماء ایک کرۂ مظلمہ ہے اس میں کوئی نور ذاتی نہیں، بلکہ شمس ہی سے نور افادہ کرتا ہے، تو رات کے وقت جو نور ہمیں پہنچتا ہے وہ کوئی دوسرا نور نہیں وہی نور ہے جو دن [illegible] تھا لیکن دن کو براہ راست اور رات کو بواسطہ قمر ہم اس سے فیضیاب ہوتے [illegible] اس توسط و عدم توسط [illegible] اس کے خواص و [illegible] اور مزا [illegible] نام میں تفاوت عظیم پیدا ہو جاتا ہے چنانچہ دن [illegible] وقت شمس کا نور جو [illegible] پڑتا اس کا نام دھوپ رکھا گیا ہے۔ اس کا مزاج سخت گرم ہے، [illegible] حجر و شجر اور انسان و حیوان پر اس کی ایک خاص تاثیر [illegible] اور اس کے [illegible] نہ خواص ہیں، پھر یہ ہی

Telegram : t.me/pasbanehaq1

logspot.co

نورِ شمس جب شب کے وقت ہوا ۔ قمر زمین پر آتا ۔ اس کا نام وضیح نہیں پاتا ہے
۔ اس کا مزا ۔ شاہ ہے ۔ دوسری مخلوقات پر اس کی تاثیر بھی صورت ۔ مختلف
ہے ۔ اور ا ۔ خواص جداگانہ ہیں۔ اس مثال سے واضح ہو گیا کہ ایک ہی بلا واسطہ
پہنچے اور بھیجنے و ۔ چیز جب بالواسطہ پہ ۔ دونوں حالتوں میں اس کی تاثیر
ا راحکام و مزا ۔ نام بھی مختلف ہو ۔ ہیں۔

ا ۔ دوسری مثال میں سمجھیے! دیکھئے کہ شمس کی شعاع کسی چیز کو جب
واسطہ پہنچے اور یہی شعاع جب آتشی شیشہ کے وا ۔ ان دونوں صورتوں کے
اندر اس کی تاثیرات میں کتنا فرق ہو ۔ ۔ ہاں جو شعاع پہنچے گی اس کے سا
کوئی کپڑا یا کاغذ یا ا ۔ دیکھئے اس میں فوراً آگ نہیں لگ جائے گی۔ مگر وہی شعاع جو
آتشی شیشہ کے واسطے سے آتی ہے تو مذکورہ بالا چیزوں میں آگ لگا دیتی ہے۔ ٹھیک اسی
طرح سمجھئے کہ خالقِ حقیقی نے انسان کے اندر سمع و بصر وغیرہ حواس و قوتی کی طرح ایک قوتِ
ارادی اور قدرت بھی رکھ دی ہے، گو وہ ۔ ۔ قدرت غیر مستقلہ ہے اللہ تعالیٰ ہی کی طرف
سے عطا ہوئی ہے! اسی کی مشیت کے تابع ہے اسی کی تحریک سے حرکت کرتی ہے اسی کے
دے کے ۔ ج کام کرتی ہے۔ تلی برابر بھی اس کے خلاف نہیں چل سکتی۔ مگر وہ قدرت
انسان کے اندر ہے ضرور جس کی بنا پر حرکتِ ارادیہ وغیر ارادیہ میں فرق ہوتا ۔ انسان
شجر و حجر وغیرہ سے ممتاز ۔ اب اللہ تعالیٰ کی قدرت مستقلہ انسان میں بھی تو
قدرتِ غیر مستقلہ کے تصرف کرتی ہے۔ جیسا کہ حرکتِ غیر ارادیہ میں اور کبھی بالواسطہ قدر

Telegram : t.me/pasbanehaq1

toobaa-eli

غیر مستقلہ کے جیسا کہ حرکت ارادیہ ۔ ۱ ہر انسان کی فطرت ہے کہ اس قدرت غیر مستقل وسائط کے ماتحت جو حرکات و افعال اس سے صادر ہوتے ہیں ان کو اپنا فعل سمجھتا ہے اور انہیں کی طرف منسوب کرتا ہے بس اسی کا نام کسب ہے۔ جیسے پہلی صورت کو جبر کہتے ہیں تو خالق و مخلوق تم کی حرکات کا حق تعالیٰ ہر اہاں بندے کے اعتبار سے اول جبر محض اور ثانی کسب کہلاتا ہے اور یہ لفظ قرآن کریم سے لیا گیا۔ فرماتے ہیں لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ ۔ اب کسب کے معنی ہوئے کسی فعل کا بندہ سے بتوسط اس کی قدرت غیر مستقلہ تخلیق الٰہی صادر ہونا تو کسب ایک برزخی چیز ہوئی درمیا اختیار مستقل اور جبر محض کے، نہ بندہ کو مستقل اختیار حاصل ہے کیونکہ اصل محرک و متصرف اللہ ہی کی قدرت مستقلہ ہے، نہ بالکل مجبور محض ہے کیونکہ اس کی قدرت غیر مستقلہ کا تو پایا یہ تو بتوسط کوئی معمولی چیز نہیں کسب و جبر کے مسئلہ میں امام رازی وغیرہ بڑے بڑے لوگ توجیہات رکیک کر کے بیٹھ اور اس عقدہ کو دل نشیں طریقہ سے حل نہ کر سکے شیخ اکبر نے "فتوحات" میں اس کو خوب حل کیا ہے اور یہ انہی کا کام تھا، مار کا منصب ہے کہ ا دقائق کی حقیقت کو واضح اور منکشف کریں۔

الحاصل جب کسب کا ایک برزخی درجہ نکل آیا تو اب نات کے مسئلہ میں بھی کوئی اشکال نہیں رہے گا کیونکہ ممانات کا مدار اسی کسب پر ہے اور چونکہ اس میں فی الجملہ مال کی قدرت کا بھی تعلق ہے اور قدرت باری تعالیٰ کا بھی دخل ہے، تو بات

Telegram : t.me/pasbanehaq1

blogspot.com

" کی ضرورت جو معتزلہ نے مجازا ل سے گھبرا کر کہی کہ افعال عباد کے خالق عباد ہی ہیں جس سے کہ وہ دل خالق ملنے پڑتے ہیں حاصل اُس احمقانہ قول کے اختیار کرنے کی حاجت جو جبریہ نے اختیار کیا کہ بندہ اپنے افعال میں اینٹ پتھر کی طرح مجبور محض ہے جو مشاہدہ بداہت اور " رول کی سمجھ کے بھی خلاف ہے۔ جیسا کہ ہم تفصیلاً عرض کر چکے

البتہ ایک شبہ رہ جاتا ہے وہ یہ کہ ہم ریہ انسان کی قدرت غیر مستقل کے توسط سے اعمال ہوتے ہیں، مگر وہ قدرت غیر مستقلہ تو اللہ تعالیٰ ہی کی مشیت و قدرت کے تابع ہے۔ اس کے بدون کچھ بھی نہیں کر سکتی۔ فی الحقیقت اللہ تعالیٰ کی قدرت مستقلہ ہی سب تصرفات کرتی ہے اور خدا کی قدرت مستقلہ ہماری اس قدرت غیر مستقلہ پر حاکم ہے لہٰذا اس قدرت غیر مستقلہ کا بالفعل اس قدرت مستقلہ کا ہی ہوگا، تو اب وہی اشکال عود کر آیا، کہ ان " پر انسان کو جزاء و سزا کیوں دی جاتی ہے۔ لیکن اصل شبہ کا اصل منشاء یہ ہے کہ ہم نے اپنے خیال میں اللہ تعالیٰ کی مجازات کو اس دُنیا کی مجازات پر قیاس کر رکھا ہے حالانکہ یہ قیاس " ۔ ۔ ۔ یہاں مجازات محض بطریق انتقام و نہی نہیں بلکہ بطور تسبب طبعی کے ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے اس عالم اسباب و مسببات کا ایک طویل و عریض سلسلہ پیدا کیا ہے اور اسباب کے اندر ایک نوع تاثیر رکھدی ہے کہ وجود میں آتا ہے تو اذن اللہ مسبب اس پر مرتب ہو ۔ ۔ ۔ کہ اس دار دُنیا چیزوں آپ دیکھتے ہیں۔ مثلاً آگ میں قدرت نے احراق کی تاثیر دی

Telegram : t.me/pasbanehaq1

toobaa-el

میں یہ تاثیر ہے کہ وہ اُ کو ہلاک کر دیتا ہے اب جو شخص بھی زہر کھائے گا بشرطیکہ مانع اس کی تاثیر متحقق ہو کر رہے گی خواہ اپنے قصد و ارادہ سے کھائے یا جبراً کوئی اُسے کھلا دے۔ بہرحال اس کی تاثیر ہو کر رہے گی، وعلیٰ ہذا القیاس ساری دنیا اسی اسباب و مسببات کے سلسلہ میں جکڑ بند ہے، اور کوئی نہیں بتلا سکتا کہ فلاں سبب میں یہ تاثیر کیوں ہے کہ یہ وہ ہی مسبب ہو۔ اگر مراد کہ کوئی شخص دوچار جگہ اس کی کوئی وجہ بتلا بھی دے تو پھر اس کی وجہ بتلا سکتا بشرطیکہ کوئی کہے کہ آگ اس لئے جلاتی ہے کہ اس میں حرارت مفرطہ موجود ہے لیکن اس میں اس درجہ کی حرارت مفرطہ کیوں موجود ہے اس کا کوئی جواب نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح دیکھئے کہ انگور کے درخت پر انگور لگتا اور نیم کے درخت پر نبولی لگتی ہے۔ اس دائرہ میں کیوں" کے سوال کا حق ہی نہیں، ساری دنیا مل کر اس کا جواب نہیں دے سکتی کہ انگور کا درخت ہی کیوں "ہے نبولی کیوں نہیں لگتی، و بالعکس؛ " از زائد دماغ کھپا کر کہہ " ہیں کہ اس کی صورت نوعیہ کا تقاضا یہی ہے، اگر پوچھا جائے کہ انگور کی بیل کی صورتِ نوعیہ کا یہ تقاضا کیوں ہے، نیم کی صورتِ نوعیہ تو کسی کے پاس کوئی جواب نہیں۔

نیچریوں کے لایعنی مفروضات

یہ دوسری لوگ جو اللہ کو " وہ کہتے ہیں کہ مادہ یعنی اجزاء المقدار الیسیہ

Telegram : t.me/pasbanehaq1

ogspot.com

جن کو یہ ایتہر کہتے ہیں، ان ذرات سے عالم کی پیدائش ہوئی انہی ذرات کی دائمی حرکت اور جولانی سے بعض اجزاء سے زمین بن گئی اور بعض اجزاء سے چاند سورج وغیرہ بنے، وغیرہ ذالک۔ اب اگر ان سے کوئی سوال کرے کہ جن اجزاء سے چاند سورج وغیرہ بنے اُن سے زمین کیوں نہ بن گئی وہ اس کا کیا جواب دیں گے اسی طرح اگر سوال کیا جائے کہ جن اجزاء سے سر کی کھوپڑی بنی ان سے پاؤں کے تلوے کیوں نہ بن گئے پھر اجزاء سے سر بنا ہے ان میں کتنے علوم و ادراکات اور معارف و کمالات رکھے ہیں۔ یہ علوم و کمالات ان اجزاء میں کیوں نہ رکھ دیئے گئے جن سے پاؤں بنا ہے ساری دُنیا کے ملحدہ و دہریئے بھی اس کا جواب بجز اس کے نہیں دے سکتے کہ اُن اجزاء میں یہی استعداد تھی۔ اب اگر سوال کیا جائے کہ اجزاء میں یہی استعداد کیوں ہوئی اس کیوں نہ ہوئی تو اس کیوں کے جواب دینے سے دُنیا عاجز ہے اور رہے گی۔

بے شک ان سا اب ہم موحدین بھی نہیں دے سکتے مگر ملحدین اور موحدین میں یہ فرق کہ ملحدہ تو خود بھی اس راز کو نہیں جانتے اور جس مادہ بے شعور کو انہوں نے اپنا خالق بنا رکھا ہے وہ بھی کچھ نہیں جانتا۔ تو اُن سے بھی بدتر ہے۔ یہ ملحد کم از کم عقل و درایت، شعور و ادراک اور قدرت و ارادہ کا تو اثبات بالکل بے شعور جماد لایعقل ہے، تو ملحد نہ خود جانتا اور نہ اس کا خدا کچھ جانتا ہے مگر موحد المنظور۔ ف موحدین کے۔ بیشک وہ بھی اس سلسلہ اسباب و مسببات واقف نہیں۔ مگر اُن خدا خالق و مالک، وحدہ لاشریک لہ سب

Telegram : t.me/pasbanehaq1

کچھ جانتا ہے اس کے علم محیط سے ۔ نہیں۔ الغرض اس دنیاوی مجازات
کی طرح اللہ تعالیٰ کی مجازات محض بطریق انتقام نہیں، بلکہ بطریق تسبب طبعی کے ہے،
انسان جو کچھ اس دار .. کرتا ، آخرت میں اسی کے ثمرات ثمار طبعاً مرتب
ہوں ' ایمان و اعمال صالحہ کی تاثیر طبعی یہ ہے کہ ' حامل و عامل کو جنت میں لے جانے
اور اس کے درجات بلند کرے۔

پس ایمان و اعمال صالحہ کی وجہ سے جنت میں جانا ۔ ۔ ۔ ۔
گاڑی جہاں ٹھہری جو پھر چلانے سے دماغ کو قوت و تازگی پہنچتی ہے، دوسری طرف
کفر اور معاصی کی تاثیر طبعی یہ ہے کہ ' مرتکب کو تباہی کے گڑھے میں جھکیل دے جسے
جہنم کہتے ہیں، پس کفر اور معاصی کی وجہ سے دوزخ میں جانا ایسا ہی سمجھئے جیسے کوئی شخص
زہر کھا جائے تو اس کے لئے ہلاکت لازمی ہے۔

اعمال کے نتائج

اب اگر یہ سوال کیا جائے کہ ایمان اور اعمال صالحہ میں وہ تاثیر اور کفر و معاصی
میں یہ تاثیر کیوں رکھی معاملہ بالعکس کیوں نہ ' ؟ تو میں پہلے ہی کہہ چکا ہوں کہ اسباب و
مسببات کے دائرہ میں جو کچھ تاثیر و تاثر کا طبعی سلسلہ ہے اس "کیوں" کے سوال کی گنجائش
نہیں، ورنہ عالم کی ہیئت سبھی "کیوں" کا سوال ہو جس کا مختصر جواب
کسی کے پاس نہیں، لہٰذا یہاں یہ سوال ' ہے، دیکھئے الہام ' کار کے

Telegram : t.me/pasbanehaq1

ہیں کہ فلاں درخت کی یہ تاثیر اور یہ مزا ، وہاں یہ سوال کسی کے دل
آتا کہ اس کی یہ تاثیر کیوں ۔ اسی طرح ۔ رُوحانی و باطنی اطباء میں
انہوں نے بعض افعال قلوب یا افعالِ جوارح کی تاثیرات ۔ تو اس قدر شور و شغب
اور لایعنی سوالات کی بھرمار کیوں ہے ؟ تعجب ہے ایسی عقل پر کہ ان معمولی اطباء کی
۔ پر تو سوال پیدا ۔ کرتی ، مگر انبیاء علیہم السلام کی بتلائی ہوئی باتوں پر غور سوال
کر ۔ آ ۔ جری ۔ تو اصل رگ شبہ کی یہ ہے کہ وہاں مجازات کو ہم دنیا
کی ۔ ت پر ۔ س کر لیا ہے یہی غلط ہے وہاں کی مجازات صرف اسباب و مسببات کا ایک
طبعی سلسلہ ہے ، اور دُنیا میں جو کچھ ہم کسب خیر و شر کرتے ہیں ، یہ سب اعمال مجسم ہو کر وہاں
جا کر خاص خاص ۔ ۔ ر کر ۔ ۔ ہیں ۔ چنانچہ ایک حدیث میں آتا ہے کہ جنت قیعان یعنی
چٹیل میدان ہے ، تمہارے ہی اعمال وہاں جا کر خاص خاص اشکال اختیار کر لیتے ہیں
۔ ثم ۔ یہاں سبحان اللہ کہا یہ کلمہ وہاں جا کر ایک درخت بن گیا اسی طرح دوسرے
ل صالحہ ۔ اعمال مستقبلہ جس قدر ہیں یہی وہاں سایہ دار پھلوں کی شکل
میں متشکل ہوتے ہیں ، اسے یوں خیال کیجئے کہ جب ہم کوئی بیج زمین میں ڈالتے ہیں تو
اس سے درخت اُگتا ہے اُس درخت کی اصل مع اس کی شاخوں ، پتوں اور پھل پھول کے
وہی بیج ہے ، وہی بیج چند دنوں میں یہ شکل و صورت اختیار کر لیتا ہے ، اسی طرح ہمارے
ل انجام کار وہ شکل و صورت ۔ کریں گے جس کا ہم نے اوپر ذکر کیا ہے ۔ ا ۔
کہ فلاں عمل سے جنت میں فلاں درخت کیوں

Telegram : t.me/pasbanehaq1

پوچھے کہ آم کی گٹھلی سے آم کا درخت کیوں، جامن کا پودا ۔ ل نہ بن گیا یا گیہوں
کے تخم سے جو دل کیوں نہ پیدا۔ کہ ان سوالات کے نزدیک
کوئی گنجائش نہیں اور سبب کا جواب ۔ ، کہ اس میں استعداد ہی ایسی یا اس
صو ۔ فرمیہ کا اقتضاء یہی تھا۔

اب میری اس تقریر سے یہ بات بھی بخوبی واضح ہو گئی کہ اگر با
مجبورِ محض بھی ہوتا جیسا کہ ۔ کا ، اور اللہ تعالیٰ بندوں کے ان افعال اضطراری
ہی میں یہ تاثیر رکھ دیتا کہ انہی پر ثواب و ۔ مرتب ہو ۔ نات کی مد تک کوئی
اشکال نہ ہوتا کیونکہ جب مجانات بطور تسبیب بھی ہو ۔ تو ضروری نہیں کہ سبب پر مسبب
ترتب صرف اسی وقت ہو جب سبب اما اور ۔ صادر ہوا کرے آخر آپ
بہت سے اسباب طبیعیہ میں برابر تجربہ کرتے ہیں کہ مسبب کا تحقق با راده ہو یا بلا
ارادہ سبب اس پر مر ۔ ہو جاتا ہے لیکن جیسا کہ ہم پہلے تحقیق کر چکے یہ واقعہ نہیں ۔
اللہ تعالیٰ نے افعال عباد میں عباد کو بالکلیہ مجبور و مضطر نہیں بنایا، بلکہ جبر محض اور اختیار
مطلق کے درمیان کسب کی راہ ان کے لئے کھول رکھی، اور کسب خیر و شر کو جس میں
فی الجملہ عباد کے اختیار و ارادہ کو دخل ہے دخول جنت یا دخول جہنم کا سبب ٹھہرایا اگے
یہ سوال بالکل لغو ہے کہ کسب میں ہی یہ سببیت اور تاثیرات کیوں رکھیں، کیوں کر یہ سوال
تو دنیا بھر کے ہر سبب و مسبب پر وارد ہو سکتا ہے، اس کا جو جواب سارا دنیا والا
دے گی وہی ہم یہاں دے سکتے ہیں۔

Telegram : t.me/pasbanehaq1

نوشتۂ تقدیر مطابق استعداد ہے

نیز ہماری تقریر بالا سے ایک اور بات بھی واضح ہو گئی کہ جن اشخاص کو ازل سے شقی یا سعید لکھ دیا گیا ہے جس کے [illegible] اور پھر آخری انجام میں تقدیر اپنا کام کرتی رہتی ہے، اس پر یہ کرنا بے موقع ہے کہ شقی کو سعید یا سعید کو شقی کیوں نہ تجویز کر دیا گیا۔ ہم کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے علم ازلی میں جس شخص میں جس چیز کی استعداد پائی جاتی تھی نوشتۂ تقدیر اسی کے مطابق ہے، آگے یہ کہنا کہ زید میں یہ استعداد کیوں رکھی بکر میں کیوں نہ رکھی، ایسا ہی ہے جیسے کوئی کہے کہ آگ میں حرارت و احراق اور پانی میں برودت کی صفت کیوں موجود ہے۔ اگر کہا جائے کہ جس مادہ سے پانی بنا اسی استعداد [illegible] پھر وہی سوال مترتب ہو کہ دونوں کی استعدادوں میں یہ فرق [illegible] اور کہاں آیا جس طرح استعداد کے مرحلہ پر پہنچ کر کوئی شخص اس "کیوں" اور "کہاں" آیا" جواب نہیں دے سکتا ہم پر بھی اس "کیوں" کی گئی "یا مادہ کیوں پانی گئی" کی جواب دہی ضروری نہیں۔ لیکن سب کے مجموعی الجواب سے حقائق اشیاء بدل نہیں سکتیں، وہ جوں کی توں رہیں گی، لا یسئل عما یفعل وھم یسئلون ۔ : الی ربک المنتھی۔

یہاں مناسب ہے کہ حضرت شاہ ولی اللہ قدس اللہ سرہ کا ایک نکتہ نے کسب خیر و شر کے مدار ثواب و عذاب ہونے کے سلسلہ

Telegram : t.me/pasbanehaq1

میں بیا۔ فرمایا ہے۔ میں اسے ۔ سی مثال سے سمجھاتا ہوں۔ رسال
ایک بچہ ہے، بڑے لڑکوں کو پتنگ اُڑاتے ہوئے دیکھ کر اس کو بھی خواہش ہوتی ہے کہ
پتنگ اُڑائے مگر اس کو اتنی قوت و قدرت نہیں کہ خود پتنگ اُڑا سکے اور اس کو
پکڑ کر سنبھال سکے، تو یہ صورت اختیار کی جاتی ہے کہ اس کا باپ یا بھائی یا اور
کوئی بڑا آدمی پتنگ اُڑ ۔ اور وہ بچہ اپنا ہاتھ پتنگ کی ڈور کو لگائے رکھتا ہے،
ظاہر ہے کہ اس صورت میں حقیقۃً واصلۃً پتنگ اڑانے والا وہ بڑا شخص ہے،
بچہ خود اس پتنگ کو اُڑا نہیں رہا نہ اُڑا ۔ ہے محض ایک صوری اقتران"
اس کے ہاتھ کا ڈور سے ہے، مگر اس صوری اقتران وا ۔ ل کی و ۔ ۔ اپ اُڑانا تصور
کر لیتا ہے۔ اگر اس ہاتھ ڈور چھڑا لی جائے تو ڈور ۔ اور ہاتھ لگا رہنے
۔ تو یہ جو کسب کا درجہ اور درمیان میں قدرت غیر مستقلہ کا
اقتران و توسط ۔ یہ اس لئے کہ انسان کی فطرت ہی یہ ہے کہ جس فعل کو وہ
اپنا سمجھے گو درحقیقت متصرف و مؤثر کوئی اور ہو، مگر اپنا فعل سمجھنے کی وجہ سے اس کے
اثرات کو قلب قبول کرتا ۔ اور دل اُس سے منبعث اور ۔ ر کا ۔ ۔
کی مثال میں بچہ محض اپنا ہاتھ ۔ ے رکھنے کی وجہ سے پتنگ اُڑانے کو اپنا فعل سمجھتا ہے
اور اس سے اس کا قلب متاثر اور خوش ہوتا ہے، حالانکہ اصل میں پتنگ اُڑانا اس کے
ہے، اور جس کو انسان اپنا فعل نہ سمجھے دوسرے کا تصور کر ۔ کو
۔ ل حاصل نہیں ہوتا۔ مثلاً ایک شخص کبھی خود ۔ ۔ ا

Telegram: t.me/pasbanehaq1

آدمی اس کی گردن کپڑا کر جبراً اس کو اُٹھا کر دیتا اور ۔ ۔ ۔ کیا اس جبری رکوع و سجود سے اس کا قلب کچھ متاثر و منضبع ہو ہر ۔ ۔ اور اگر خود اپنے ارادہ و اختیار سے نماز پڑھتا بھی پڑھتا، کچھ نہ کچھ اثر دل پر ضرور ہوتا۔ اور کسی درجہ میں اس کا دل نماز کے رنگ کو قبول کرتا۔

الغرض انسان کی ۔ کہ جس فعل کو وہ اپنا عمل سمجھتا ہے اس اس کا قلب متاثر و منضبع ہوتا ہے اور یہ انسان کی فطرت ۔ کہ جو فعل و عمل اس کی قدرت غیر مستقل کے اقتران و وساطت سے ہو اسی کو وہ اپنا عمل سمجھتا ہے اور اتنے پختہ عقیدے اور جزم و ۔ کے ساتھ کہ وہ خود بھی اس حقیقت اور یقین کے دفع کرنے پر قادر نہیں ہوتا، اور جو اس قدرتِ غیر مستقل کے اقتران و وساطت سے نہ ہو اس کو وہ اپنا عمل نہیں سمجھتا، ہر شخص اپنے وجدان کی طرف رجوع کر کے انصاف کے ساتھ غور کرے کہ جب کوئی فعل اختیاری وہ کرتا ہے تو اس کا اور اس کا ضمیر کیا سمجھتا ہے، اس کو اپنا عمل سمجھتا ہے یا دوسرے کا، وَ ۔ ذٰلِکَ وجدانک ؛ تو یہ جو قدرتِ غیر مستقل کا ایک اقتران و تو ۔ جس کی وجہ سے انسان فطرۃً ایک فعل کو اپنا فعل سمجھتا ہے اور اپنی طرف منسوب کرتا ہے، اسی کا نام کسب ہے، چنانچہ شیخ اشعری کا لفظ بھی کہ کسب محض ایک اقتران ہے۔

خلاصۂ بحث خلاصہ کلام یہ کہ درحقیقت دنیا میں سب کچھ اللہ تعالیٰ

Telegram : t.me/pasbanehaq1

ہی کے تصرف و اقتدار سے ہوتا ہے مگر درمیان میں قدرت غیر مستقل کے
اقرار و وساطت کی وجہ سے انسان اس کو اپنا قرار دیتا ہے اور اسی بنا پر عمل
کر کے اثرات سے اس کا قلب ایک طرح رنگ پکڑتا ہے لہٰذا اس پر جزا و سزا بھی
مرتب ہوتی ہے۔ اگر کوئی شبہ کرے کہ مثالِ مذکور میں چونکہ وہ نادان بچہ تھا اس لئے
غلط فہمی سے اس نے ایسا سمجھ لیا ہم تو بچے نہیں بلکہ عاقل بالغ سمجھ دار ہیں۔

جواب اس کا یہ ہے کہ اس بچہ کی جو نسبت بڑے آدمی کے ساتھ ہے، اس
کہیں کم نسبت ہم کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہے۔ بلکہ سچ تو یہ ہے کہ کوئی نسبت بھی
حاصل نہیں، فقط ترا ب کی سب اور اب سامنے کا حقیقت ہے۔

اب حاصل اس مبسوط تقریر کا تین باتیں ہوئیں، ایک تو یہ کہ حیرانِ حسیات میں
فرق باعتبار توسط قدرت غیر مستقل کے ہے، دوسرا یہ کہ آخرت کی جزا و سزا محض عرفی
انتظام کی طرح نہیں بلکہ بطریق تسبب طبعی ہے، تیسری یہ کہ نفسِ انسان اپنے اعمال
کے اثر سے متلون و منصبغ ہوتا ہے جن کو وہ اپنا عمل سمجھے، دوسرے کے
اثر قبول نہیں کرتا اور وہ اپنا عمل اس وقت سمجھے گا جب اس عمل کے صدور میں اپنی قدرت
غیر مستقلہ کا اقتران و وساطت دیکھے ان تین کو پیشِ نظر رکھنے سے سب
اشکالات انشاء اللہ مندفع ہو جائیں گے۔

ایک اور چیز باقی رہ گئی وہ یہ کہ اہل السنۃ والجماعت شرور و
اللہ تعالیٰ ہی کو کہتے ہیں جس میں بظاہر اللہ کی طرف قبائح کی نسبت لازم

Telegram : t.me/tasbanehaq1

آتی ہے جس سے بچنے کے لئے معتزلہ نے بندوں کا خالق افعال ہونا تجویز کیا تھا۔ اس کے متعلق محقق اتنی بات یاد رکھو کہ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ ایک چیز فی نفسہٖ اگر دوسری اشیاء سے الگ کر کے دیکھی جائے تو بُری اور خراب ہے مگر وہی چیز دوسری چیزوں کے ساتھ مل کر مجموعہ مرکب کو حسین و جمیل بنا دیتی ہے یعنی وہ چیز من کل الوجوہ قبیح نہیں ہوتی، بلکہ اپنے محل کے اعتبار سے فی حد ذاتہٖ قبیح ہونے کے باوجود اپنے اندر کوئی پہلو دوسری جہت سے خیر کا بھی رکھتی ہے مثال کے طور پر ایک حسین و جمیل عورت کو لیجئے، جسے دیکھ کر ہزارہا آدمی عاشق ہو جاتے ہوں، اگر اس کے سر سے سب بال کاٹ کر علیحدہ کر دیں اور اس کے بدن سے خون اور پیپ سے تمام اجزاء نکال کر ایک طشت میں رکھ دیں، تو ان گندی چیزوں میں کوئی حسن نظر نہیں آئے گا، بلکہ ان چیزوں کو علیحدہ دیکھ کر اس کے عاشق کا جی بھی متلانے لگے گا۔ اس کے باوجود مجموعی حیثیت سے یہی نجاست جب اس کے پیٹ کے اندر آنتوں میں ہوں، اور یہی گندا خون جب اس کی رگوں میں دوڑ رہا ہو، یہی بال جب اس کے سر پر قرینے سے موجود ہوں، اس کی مرغوب صورتی کی اضافہ اور حسن رونق کو دوبالا کرنے والے ہیں۔

دوسری مثال سمجھ لیجئے ایک مکان ہے نہایت خوبصورت عالی شان اس میں قسم قسم کے سازو سامان ہیں بہترین کمرے ہیں، لاکھوں روپے کا فرنیچر ہے اور ہر قسم کی آرائش و آسائش کے اسباب اس میں مہیا ہیں اگر اس مکان میں خلاء (قضاء حاجت کی جگہ) نہ ہو تو ہر شخص اس مکان کو خراب اور ناقص کہے گا، دیکھئے وہ "فی نفسہٖ" گندی جگہ ہے،

Telegram : t.me/pasbanehaq1

مگر مجموعی حیثیت سے عالم میں اس کا وجود بھی ضروری ہے جس کے بغیر عالم کی تکمیل نہیں ہو سکتی۔

تیسری مثال اور لیجئے کیسی زہریلے دنبل دغیرہ کو جسم سے ڈاکٹر لے ایک عضو کو کاٹ جسم سے علیحدہ کر دیا اب اگر خاص اس عضو کی حیثیت سے دیکھا جائے تو ڈاکٹر کا ایک عضو کو بدن سے علیحدہ کرنا شر ہے، مگر مجموعہ میں بدن کی حیثیت سے "خیر ہے، کیونکہ اس کی وجہ سے سارے اعضا بے ہو رہے تھے اور اندیشہ تھا کہ اس کی سرایت سارے میں سرایت نہ کر جائے۔

اس قسم کی ہزارہا نظیریں ہیں جن سے صاف یہ دکھلایا ہے کہ مرکب کے اندر اجزائی نفسہ وفی حدذاتہ بیشک قبیح و شر کہا جا سکتا ہے مگر وہی قبیح جزو دوسرے اجزاء کے لحاظ سے یا مجموعہ کے جن میں خیر و حسن بھی ہو سکتا ہے اس حیثیت سے کوئی اس کو قبیح و شر شمار نہیں کرتا، بلکہ اس جز کے نہ ہونے سے اس مجموعہ مرکب کو ناقص قرار دیا جاتا ہے۔ لہٰذا اس جزو شر و قبیح کے بنانے والے کو کوئی بھی جز "برا" شمار کیا جاتا ہے، جیسا کہ ایک بہترین عالی شان یا اور اس میں بیت الخلاء بنانے والے کو ہر شخص برا کہے گا۔

پس اہل سنت والجماعۃ یہ کہتے ہیں کہ شر فی نفسہ شر، مگر مخلوقات عالم کے حق میں وہ شر نہیں، کیونکہ اس کے بغیر عالم کی تکمیل نہیں ہو سکتی تھی۔ آفرینش عالم کی غرض کے پیش نظر اس کو پیدا کرنا بھی ضروری تھا۔ لہٰذا شر و قبائح کی تخلیق میں کوئی "برا"

Telegram : t.me/pasbanehaq1

بلکہ ان کی تخلیق میں حکمت ہے ان کے بدن سالم ہیئت مجسمی نامکمل رہتا، اور ا
قبائح کے ساتھ صفت خالقیت کے متعلق ہونے سے نفس اس تخلیق میں کوئی قبا
شناخت نہیں آتی۔

الحاصل کسب شر کا سبب کے حق میں شر ہے مگر خلق شر خالق حق میں شر
نہیں اسے ایک مثال سے سمجھئے ایک جگہ ہے جسے گلستان کہتے ہیں جس میں طرح طرح
کے پھول کھل رہے ہیں ان کی بہار دیکھ کر آنکھوں کو تراوٹ اور ان کی پاکیزہ و لطیف
خوشبوؤں سے دل و دماغ کو تازگی حاصل ہوتی ہے، اسی چمن کے پہلو دوسری جگہ ہے
جہاں گندگی پڑتی ہے اور نجاست کے ڈھیر لگے ہوئے ہیں جن کی بدبو سے دماغ
پھٹنے لگتا ہے اور جہاں چلنے سے بدن اور کپڑے ملوث ہوتے ہیں، رات کی سخت تاریکی
اور نباتات دونوں میں کچھ امتیاز نہیں کر سکتی۔ ہاں جب سورج کی روشنی یا
چاند کا نور اس کائنات ارضی پر ڈالتا ہے، تو وہ شعاعیں جس طرح اس
سرسبز شاداب گلستان پر پڑتی ہیں اسی طرح اس گندی پلید جگہ پر بھی پڑتی ہیں اور دونوں
کو روشن اور ممتاز کرتی ہیں۔ اب کیا یہ گمان کیا جا سکتا ہے کہ اس پلید گندی جگہ پر واقع ہونے
کی وجہ سے وہ روشنی اور نور بھی پلید ہو گیا ہو کوئی گمان نہیں کر سکتا، بلکہ وہ نور و روشنی ہمیشہ
اپنی صفت و صفاء و لطافت پر رہتی ہے اور پاکیزہ جگہ بھی پاکیزہ اور گندی جگہ بھی گندی رہتی ہے۔

[illegible] کی تخلیق کو سمجھو تخلیق کی ہر کسی چیز کو عدم کی ظلمت سے نکال کر

Telegram : t.me/pasbanehaq1

نورِ وجود سے روشن کرتا۔ نورِ وجود کی شعاعیں نے اپنے مطلع سے نکل کر حقائقِ عالم یا اعیانِ ثابتہ کو چمکایا، تو شرا "بری سب چیزیں روشنی میں آگئیں، اور وہ نورِ کسی گندگی سے قطعاً آلودہ ہوا، ہاں شر اپنی جگہ شر اور خیر اپنی جگہ خیر رہی۔ فاطرِ حقیقی کا فیض ان میں سے ہر چیز کو کم و بیش سے منصۂ وجود پر لے آیا۔

خلاصۂ کلام

کہ شرور و "اپ" فی نفسہا وفی حد ذاتہا" اور شر ہیں، مگر ایجادِ عالم کی تدوتازگی، سرسبزی و شادابی، تابانی و درخشانی، رونق و بہار، اس کی زیب و زینت کے لئے ان شرور، قبائح کی بھی ضرورت تھی، جیسا کہ تم کھیتوں میں کھاد ڈالا کرتے ہو، حالانکہ وہ فی حد ذاتہا ایک نجس اور گندی چیز ہے، مگر باغ کی سرسبزی اور شادابی کے لئے اس کے بغیر چارہ نہیں۔

اسی طرح اگر اس عالم میں شرور قبا نہ ہوتا تو عالم ناقص و ناتمام رہ جاتا، لہٰذا ان اشیاء کی تخلیق بھی عین حکمت ہے۔ ان کا پیدا کرنا ایسا ہوتا جیسے کوئی بہتر سے بہتر مکان تعمیر کرے، مگر اس میں بیت الخلاء نہ بنائے، تو ایسے مکان کو کون پسند کرے گا۔

اور تخلیق کی حقیقت یہ ہے کہ کسی چیز کو خلعتِ عدم سے نورِ وجود میں نہ تخلیق کرنا ان قبائح کا لوٹ نہیں ہوتا۔ کہ سورج کی شعاع

Telegram : t.me/pasbanehaq1

روشنی کسی گندی پلید جگہ پر پڑنے سے پلید نہیں ہو جاتی۔

ایک اور سوال کا جواب

اس کے بعد ایک آخری سوال یہ رہ جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے شر کو پیدا کیوں کیا؟ پیدا ہی نہ کرتے تو کیا حرج و نقصان تھا؟ اس سوال کا بہترین جواب ابن القیم نے "مدارج السالکین" میں دیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ تم تو شر کے متعلق دریافت کرتے ہو، میں پہلے پوچھتا ہوں کہ خیر کو کیوں پیدا کیا؟ تم سوال کرتے ہو کہ ابلیس و فرعون وغیرہ کے پیدا کرنے میں کیا حکمت ہے؟ میں دریافت کرتا ہوں کہ جبریل، میکائیل، ابراہیم اور محمد صلوات اللہ وسلامہ علیہم کے پیدا کرنے کا راز کیا ہے؟ کیونکہ یہ تو سب مانتے ہیں کہ دنیا خیر سے بھر جائے اور سارے جہان کے آدمی فرشتوں کی طرح بن جائیں اور سب مل کر شب و روز اس کی عبادت و اطاعت میں لگے رہیں، تب بھی اس کی صفات عالیہ میں ذرہ برابر نہ ہوگا۔ وہ اپنی صفات و کمالات میں قرآن کا کان لم یزل لا یزال ہمیشہ سے کامل و اکمل ہے، پھر خیرات و حسنات کے پیدا کرنے کی غرض و غایت کیا ہے؟ اسی کو سوچو، پھر شر کے متعلق بھی خود کر لیں گے بلکہ عنوانِ سوال میں تعمیم کر کے سارے عالم کے متعلق ہی یہ سوال زیر بحث لاؤ کہ اس عالم کو اللہ تعالیٰ نے کیوں پیدا کیا؟ اسی کے ضمن میں شر کی حکمت بھی خود بخود واضح ہو جائے گی۔

Telegram : t.me/pasbanehaq1

toobaa-elit

تخلیقِ عالم کی حکمت

یاد رکھئے کہ دُنیا کے سب مذاہب وا اس سوال کے حل کرنے کی کوشش کی ہے اور اپنے اپنے انداز میں مختلف جوابات دیئے ہیں ہمارے نزدیک اس بارے میں سکل عارفین نے جو کچھ لکھا ہے اس سے آ بڑھنا ممکن نہیں۔ ان کی تخلیق کا حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات مستجمع کمالات مخزنِ حسنات اور منبعِ خیرات ہے اس کا ارا کمالات وصفات کا اظہار ہو اور مظاہر کے آئینہ میں وہ اپنے کمالات وصفات کا عکس دیکھے اور مخلوق اس کے کمال - "ایہ وفعلیہ کی حسبِ مراتب صحیح معرفت حاصل کرلے۔

قرآن کریم میں فرماتے ہیں :- اللہ الذی خلق سبع سمٰوٰت ومن الارض مثلھن یتنزل الامر بینھن لتعلموا ان اللہ علیٰ کل شئ قدیر وان اللہ قد احاط بکل شئ علماً ۔ یعنی آسمان وزمین پیدا کئے اور ان میں ی احکام جاری کرنے سے مقصود یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صفات علم وقدرت کا ا ہو (نبہ علیہ ابن القیم فی بدائع الفوائد) - باری انہی دو صفتوں سے کسی دکسی طرح کا تعلق رکھتی ہیں۔

صوفیہ جو ایک حدیث نقل کرتے ہیں کنت کنزا مخفیا فاحببت ان اعرف نزدیک صحیح نہیں لگتا اس کا مضمون شاید آیت کے مضمون سے ماخوذ

Telegram : t.me/pasbanehaq1

spot.

وستفاد ہو۔ واللہ اعلم۔ ابن عباس کی۔ وما خلقت الجن والانس
الا لیعبدون کی تفسیر لیعرفون سے آئی ، یہ وہی معرفت ہوگی جسے آیات مذکورہ
میں لتسئلوا سے تعبیر فرمایا ہے۔ اگر کہا جائے کہ اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد
" تو سوال بالکل
مہمل ہے۔ لا یسئل عما یفعل وھم یسئلون۔

ایسے " کیوں " تو فطرت ہی میں لاکھوں ہیں جن کا کوئی جواب نہیں دے سکتا جیسا
کہ گذر چکا ہے۔ اگر آپ ہی سے کوئی سوال کرے کہ آپ عزت و وجاہت کی زندگی کیوں
پا " ہیں اور کیوں اس کے لئے جد وجہد کرتے ہیں تو اس کا جواب آپ کے پاس کیا ہے؟
پھر اللہ شانہ شاذ کے معاملات۔ ہر ایک " کیوں " کے جواب کی توقع رکھنا حماقت نہیں
تو اور کیا ہے؟

پس جب تخلیق عالم کی علت یہ " سی کہ حق " کمالات و صفات کا خارجی
مظاہر میں معائنہ کرے کرائے تو " معاملہ بالکل صاف ہو " ہے۔ کیونکہ اس کی صفات
مختلف متقابل اور متضاد " رحیم بھی ہے اور جبار و قہار بھی، وہ منعم بھی ہے
اور منتقم ذو البطش الشدید بھی و لکم جزاً۔ تو جب صفات مختلف و متقابل ہوں تو ان کے
مظاہر بھی مختلف و متضاد ہونے چاہ۔ " تو اگر ابلیس اور فرعون و نمرود وغیرہ
بڑے باغی و کافر نہ ہو " اور بطش شدید کا مظہر کون بنتا؟ اور ان
ت کا ظہور کس طرح ہوتا؟ اور اگر انبیاء و صالحین و مطیعین پیدا نہ ہوتے تو منعم رحیم
ت جمالیہ کہاں ظاہر ہوتے۔ اسی طرح ہم جیسے گنہگار و عاصی نہ۔ " تو غفور رحیم

Telegram : t.me/pasbanehaq1

جیسی صفات کا اظہار کن پر ہوتا؟

الغرض آفرینشِ عالم کی اصل غرض و ۔ اور تخلیقِ اکوان کے اصل مقصد کی تکمیل اسی وقت ہو سکتی ہے جب مخلوقات میں اس کی ہر قسم کی صفات کا مظاہرہ ہو، اگر ان میں سے بعض صفات کو مستقل فرض کر لیا جائے تو خدائی ناقص اور غیر متکمل ہوگی۔ یہی وجہ ہے عالم میں خیر اور شر دونوں کے سلسلے اس حکیم مطلق نے پیدا کئے اور شر کو بجائے خود لیکن پیدا کرنا اس کا بھی کے کمال اور مجسمۂ عالم کے حسن و خوبی کی دلیل ہے۔

اسی لئے اس شر کی برائی اپنے محل تک محدود رہتی ہے خالق حقیقی تک اسکی رسائی نہیں بلکہ خلقِ شر بھی اس کے اعتبار سے خیر ہی ہے۔ و ا فی یدیک والشر لیس الیک۔ دیکھئے نورِ شمس جب تابدانوں اور دریچوں سے گذرتا تو مختلف اشکال و تقطیعات ا۔ کر لیتا ہے۔ یہ سب اشکال مختلفہ اسی نور سے ظاہر ہوتی ہیں۔ لیکن ذاتِ آفتاب میں یہ اشکال موجود نہیں، وہ تو صرف نور کا خزانہ ہے، اشکال ادھر اُدھر کر ہر حیثیت نور کے لئے مصدر ہے اور ان اشکال کے حق میں اسے خالق مجازی کہہ ۔ ہیں مصدر کا مصدر میں موجود ہونا ضروری ہے اور مخلوق کا خالق ندر موجود ہونا ضروری نہیں۔ بہرحال اللہ تعالیٰ خیرات و ت کا مصدر ہے اور خالق بھی، اور شرور و قبائح کا ۔ ہے مصدر نہیں، مخلوق کی ذاتی برائی ادھر ہی رہ خدا کی طرف محض اس کے خلق کی نسبت ہوتی ہے جو سراسر خیر ہے۔

یہاں ایک مثال جو بہت ہی حقیر ہے اور حضرتِ حق سے اسے کوئی نسبت نہیں

Telegram : t.me/pasbanehaq1

محض تقریب اہل الفہم کے لئے پیش کرتا ہوں۔

سینما میں جو مناظر دکھلائے جاتے ہیں وہ دونوں طرح کے ہوتے ہیں اچھے
فرحت بخش مسرت انگیز بھی اور سخت ہولناک دہشت انگیز بھی بہت
سے مناظر دیکھ کر ناظرین شادماں و فرحاں اور ہشاش و بشاش ہوتے ہیں اور بعض کو دیکھ
کر عورتیں، بچے، اور ضعیف القلب دہشت زدہ ہو جاتے ہیں اور بعض اوقات چیخیں مارنے
لگتے ہیں۔ اب دیکھئے ان میں ایک منظر کیسا حسین، دلکش اور خوب صورت اور دوسرا اپنی
جگہ کیسا قدرتی ہے، لیکن اور بہ ہیئت مجموعی سینما کے مدیر کا کمال کہ دونوں صورتوں
برابر ظاہر ہوتا ہے نے کی غرض دونوں سے حاصل ہو رہی ہے بلکہ کہا جا سکتا
کہ اگر اس کا مدیر صرف ایک نوع کے مناظر دکھلاتا، دوسری قسم کے مناظر کی طرف
پوری قدرت نہ رکھتا تو یا اس کے کمال و مہارت میں ایک کمی اور نقص متصور ہوتا۔

ہم نے اپنے بچپن میں شعبدہ باز، بازیگروں کو دیکھا کہ کبھی وہ اپنے
میں سے کبھی سانپ نکالا کرتے اور باوجودیکہ بہتر ایک اور
سخت موذی جانور ہے مگر بازیگر کا کمال دونوں میں یکساں سمجھا جاتا تھا، اور شعبدہ باز کا مقصود وہ دونوں سے یکساں حاصل ہوتا تھا۔ تماشبینوں کی نگاہ اس پر ہوتی تھی کہ جو
چیز بظاہر پٹاری میں مخفی نہ تھی وہ وجود میں نظر آنے لگی۔ حالانکہ یہ صرف نظربندی تھی
جس کے نیچے کوئی حقیقت نہیں۔

قیاس سے اندازہ کر لیجئے کہ خالق حقیقی کا کمال ہر قسم اور ہر نوع کی چیزوں

Telegram : t.me/pasbanehaq1

وہ خیر ہوں یا شر، پیدہ عدم سے منصہ وجود پر لانا، کیا [illegible] میں ظاہر و باہر
۔ اور اس کی تخلیق کی جو غرض اصلی ہے کیا وہ [illegible] میں خلل نہیں۔

کہ سورۂ شمس میں جہاں اللہ [illegible] نے مخلوقات کی قسم کھائی وہاں [illegible] بی
متضاد [illegible] کا بھی ذکر کیا، فرماتے ہیں والشمس وضحٰھا والقمر اذا تلاھا و
النھار اذا جلّٰھا واللیل اذا یغشٰھا والسماء وما بنٰھا والارض وما طحٰھا
ونفس وما سوّاھا فالھمھا فجورھا و [illegible] اھا۔

ان متضاد اشیاء کی قسم کھا کر ارشاد فرمایا کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے ان متضاد اشیاء
کو اس کائنات میں پیدا کیا، اسی طرح نفس انسانی میں تقویٰ و فجور دو متضاد کیفیات کا الہام
والقاء بھی کر دیا، پھر ان دونوں حالتوں پر فلاح [illegible] یا خیبہ کے مختلف ثمرات بھی مرتب کئے۔
ایسا ہی ارشاد ہے واللیل اذا یغشٰی والنھار اذا تجلّٰی وما خلق الذکر و
الانثٰی ان سعیکم لشتّٰی ۔

غرض متقابل اضداد کا [illegible] کرنا خیر و شر کی تخلیق سے
فاطر حقیقی کی طرف کوئی عیب یا نقص عائد [illegible] ہوتا۔

آخر میں ایک بات اور یاد رکھنے کی ہے کہ کبھی کسی موصوف کے لئے ایک صفت ثابت
کرتے ہیں اور اس کا نفس اثبات واقع کے اعتبار سے غلط نہیں ہوتا لیکن صرف اسی قدر
صفت کا ثابت کرنا چونکہ دوسرے لحاظ سے ایک گونہ نقص کا ایہام پیدا کرتا ہے، اس لئے
عرفاً اس صفت کے ذکر پر اکتفا مجمود نہیں سمجھا جاتا، بلکہ تائب و [illegible]

Telegram : t.me/pasbanehaq1

تا ہے۔ مثلاً کوئی شخص بادشاہ یا وزیر کے اختیارات یا
ہمارے گاؤں کے نمبردار یا قصبہ کے تحصیلدار سے بھی زیادہ اقتدار و اختیار
ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ فی نفسہ غلط تو نہیں ہے مگر عرفاً محض اتنی بات کے بیا
ان کے اعلیٰ اقتدار و اختیار کی تنقیص متوہم اس لئے
اس قسم کی عبارات کو ایک طرح کی توہین تصور دیتے ہیں۔

اسی طرح سمجھ لیجئے کہ اللہ جل شانہ گو فی الواقع ہر ایک خیر و شر کا خالق ہے اور
اس کی خالقیت عامہ کے متعلق اعتقاد رکھنا جزا ہے۔ تاہم بعض شرور و قبائح کی
تخصیص کر کے اس کی طرف نسبت کرنا۔ مثلاً یوں کہنا الحمد للہ خالق الکلاب والخنا
وادب میں داخل ہے۔ اور بارگاہ قدس کے ادب شناس تو اس بارہ میں بہت
کچھ برتتے ہیں اور کسی شر یا
کو وہ چیز کی علانیہ نسبت حضرت حق کی طرف
کرنے سے گروہ غلط صحیح ہوتا بجز اسکے گریز کرتے ہیں۔

دیکھئے حضرت ابراہیم خلیل اللہ نے یطعمنی ویسقین و اذا مرضت
فھو یشفین میں اطعام و سقی اور شفا کو اپنے رب کی طرف منسوب کیا۔ اور مرض کو
اپنی طرف تعریض کی نسبت اُدھر نہیں کی۔

مومنین جن سے کہا تھا فانا لا ندری اشر اُرید بمن فی الارض
ام اراد بھم ربھم رشدا۔ شر کی جانب میں اُرید بصیغہ مجہول لائے۔
اراد شر کے فاعل کو تصریحاً ذکر نہیں کیا۔

Telegram : t.me/pasbanehaq1

"اور خضرؑ کے قصہ میں تین واقعات کا ذکر تھا، سفینہ کو توڑ کر عیب دار
نا، غلام کا قتل کرنا، دیوار کو سیدھا کر دینا، پہلے واقعہ میں خضرؑ نے فاردا
ان اعیبھا فرمایا، کیونکہ عیب دار بنانے کے الفاظ کی نسبت باری تعالیٰ کی طرف
طرحۃً کرنا خلاف ادب سمجھا، گو تیسرے کے اعتبار سے وہ بھی خیر۔

قتل غلام میں دو پہلو تھے بظاہر غلام کے نفس زکیہ ہونے کے اعتبار سے
ایک فعل قبیح تھا، لیکن باعتبار انجام و نتیجہ کے اس میں بہت بڑی خیر مضمر تھی جہاں
خضرؑ نے بصیغہ جمع فاردنا ان یبدلھما ربھما الخ کہا گویا ظاہری صورت
حال کے اعتبار سے اسے اپنے ارادے کے ماتحت، اور باطنی حکمت کے
لحاظ سے اس کا انتساب اللہ کے ارادے کی طرف رہا۔

تیسرا واقعہ اقامت جدار کا "جدارا" واضحاً ہر پہلو سے خیر محض تھا۔ جو
دیوار گرا چاہتی تھی اسے گرنے سے بچایا اور یتیموں کا مال محفوظ کر دیا۔ اس لئے
اپنا تو سط بالکل اٹھا دیا، اور صاف طور پر فرما دیا۔ فاراد ربک ان
یبلغا اشدھما پھر اخیر میں تمام واقعات میں تمام واقعات کو کسی طور پر
ایک جملہ وما فعلتہ عن امری میں لپیٹ کر ظاہر کر دیا کہ یہ سب کچھ اُدھر ہی سے
ہے۔ اس طرح کی حسن تعبیر کی مثالیں قرآن و حدیث میں بے شمار ہیں۔

اس لئے عارفین کاملین اور متأدبین ہمیشہ اللہ
اور اپنی شان عبودیت کے پیش نظر تقصیرات اور لغزشوں کو اپنی طرف اور طاعات و

Telegram : t.me/pasbanehaq1

ت کر اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کی طرف منسوب کر ۔

جبر و اختیار کے درمیان پُر حکمت راستہ

اور میرے نزدیک اختیارِ مطلق اور جبرِ محض کے درمیانی کسب کا درجہ قائم کرنے کی بڑی حکمت یہی ہے کہ بندہ اعتدال پر قائم رہ کر اپنی ہر ایک فعل و حرکت پر ربوبیت و عبودیت کے صحیح آداب بجا لانے اور بندگی کے کڑے امتحان و آزمائش میں اپنے کو ثابت قدم رکھے۔

حافظ ابن قیم نے "مدارج السالکین" میں ایک عجیب اثر اس مسئلہ کی پوری عقدہ کشائی ہوئی ہے وہ اثر یہ ہے ۔

ان العبد اذا ذنب فقال یا ربّ ھذا قضاؤک وانت قدرت علیّ وانت حکمت علیّ وانت کتبت علیّ، یقول اللہ عزوجل وانت عملت و انت کسبت وانت احدثت واجتھدت وانا اعاقبک علیہ، واذا قال یا رب انا ظلمت وانا اخطأتُ وانا اعتدیت وانا فعلت، یقول اللہ عزوجل ناقدرت علیک وقضیتُ وکتبتُ وانا ٰ لک، فاعمل حسنۃً فقال یا ربّ انا عملتھا وانا تصدقت وانا صلیتُ وانا اطعمت یقول اللہ عزوجل وانا اعتنک وانا وفقتک یا رب انت اعتنی وانت منعت علیّ، یقول اللہ وانت علمتھا

Telegram : t.me/pasbanehaq1

وانت امرتنا وانت کسبتنا (مارچ ۱۹۵۸ء ص ۱۲)

اس کا خلاصہ مطلب یہ ہے کہ: "وہ کرکے کہتا ہے کہ اے پروردگار جو کچھ میں نے کیا تو نے میری تقدیر میں پہلے لکھ دیا تھا۔ اور تو میرے حق میں یکطرفہ اس کا فیصلہ کر چکا تھا" تو اللہ تعالیٰ اس کا جواب "کرے سب کچھ بھی مگر عمل تو تو نے کیا کسب تیرے ارادے اور کوشش سے یہ کام ہوا اب میں اس پر تجھے سزا دوں گا"۔

اس کے برعکس جب گناہ کا ارتکاب کرکے عرض کرتا ہے کہ اے پروردگار میں نے ظلم کیا، مجھ سے خطا اور زیادتی ہوئی اور یہ سب میری کمزوری ہے" تو ادھر سے جواب "ٹھیک ہے مگر سب تقدیری بات تھی، جو میں تیرے حق میں پہلے ہی لکھ چکا تھا اب تیری اس تقصیر پر میں تجھے سزا کرتا ہوں۔

یہ تو گناہ کی صورت تھی، اطاعت کی صورت سنیئے:۔

ادھر کوئی بندہ "کام کرکے دعویٰ کرتا کہ پروردگار میں نے یہ کام تو کیا، میں نے نماز پڑھی، میں نے کھانا کھایا، تو حق تعالیٰ کی طرف سے "تو کہ بے شک ایسا ہوا۔ مگر میں نے تیری مدد کی اور میری توفیق سے تو یہ کام کر سکا میری امداد و توفیق کے بدون تو کچھ کر سکتا تھا۔ اس کے برخلاف جب بندہ اپنی طرف سے عرض کرتا ہے کہ آپ نے میری مدد فرمائی اور آپ نے احسان فرمایا۔ یہ کام بن پڑا۔ تو ادھر سے "کہ تیرا ہے تیرے ارادہ سے ہوا نیکی کمائی ہے"۔

Telegram : t.me/pasbanehaq1

اب غور کیجئے کہ کسب کا یہ ذوالوجہین اور بزرخی درجہ اگر نہ رکھتے تو عبودیت پر کھنے کی اس سے بہتر کسوٹی اور کیا ہو سکتی تھی۔ سبحان اللہ کیا لطف و کرم ہے اور ۔ ن محبت و اطاعت ہے، یہی وہ پاک حقائق ۔ جن کے چہرہ سے انبیاء علیہم الصلوٰۃ و م نے پردے اُٹھائے ہیں۔ یہ حکمائے متقلسفین کے بس کا روگ نہ " ۔ حق تعالےٰ کا شکر کہ اس نے نور نبوت کے فیض سے یہ باریک عقدہ اپنے مخلص بندوں پر کھول دیتے ۔

فالحمد للہ الذی ھدانا لھذا وماکنا لنھتدی لولا ان ھدانا اللہ لقد جاءت رسل ربنا بالحق ولولا ان ھدینا ما اھتدینا ولا تصدقنا ولا صلینا وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

Telegram : t.me/pasbanehaq1

الشہاب الثاقب

یعنی مرزائیوں کے ارتداد کا ثبوت اور قتل مرتد کے شرعی دلائل

جس میں نہایت سلیس معقول اور منصفانہ طریقہ سے مرزائیوں کے ارتداد کا ثبوت قتل مرتد کے شرعی دلائل اور اس کا عقلی فلسفہ اور جہاد بالسیف کی حکمت اور مدلل اور مبرہن مسئلہ جہاد اور افغانستان کے فیصلہ ربانی کی تصویب اور ان تمام شبہات کا ازالہ کیا گیا ہے۔ جو اس فیصلہ پر کئے جاسکتے ہیں

مصنفہ

شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد صاحب عثمانیؒ

ناشر

ادارہ اسلامیات ۱۹۰ انارکلی لاہور

Telegram : t.me/pasbanehaq1

Telegram : t.me/pasbanehaq1

فہرست مضامین

ارتداد کی تعریف	۵
کیا مرزا قادیانی اور اُس کی اُمت مرتد ہیں	۸
مرزا صاحب کا دعویٰ نبوت	۱۰
کافر کس طرح کے رسول کا نہ ماننے والا ہوتا ہے	۱۲
کیا اسلام میں مرتد کی سزا قتل ہے	۲۳
مرتد کا فیصلہ سنت رسول اللہ سے	۲۸
مرتد کا فیصلہ اللہ تعالےٰ اور رسول اللہ سے	۳۰
زنادقہ کے متعلق حضرت علیؓ کا فیصلہ	۳۱
قتل مرتد کا فیصلہ اجماع ائمۃ الاسلام سے	۳۲
قتل مرتد کے متعلق قیاس شرعی اور عقل سلیم کا حکم	۳۳
مرتد کی نسبت اسلامی حکومت کا فیصلہ	۳۵
ضمیمہ رسالہ الشہاب	۵۲
تمت کتاب	۶۲

Telegram : t.me/pasbanehaq1

.blogspot.

الشہابُ الرجیم الخاطف المرتاب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علی خیر خلقہ محمد وآلہ وصحبہ اجمعین۔ کابل میں نعمت اللہ قادیانی کی سنگساری کے واقعہ سے ہندوستان کے اخباروں میں قادیانیوں کے ارتداد کی بحث پھر تازہ ہو گئی اور ساتھ ہی یہ مسئلہ بھی زیر بحث آگیا کہ اسلام میں مرتد کی سزا کیا ہے۔ مسٹر محمد علی لیر جماعت احمدیہ لاہور نے پیغام صلح کے ضمیمہ کے طور پر ایک پمفلٹ بھی اسی مضمون کے متعلق بڑی تعداد میں شائع کرایا ہے جس میں پورے زور خطابت سے حکومت افغانستان اور علمائے دیوبند کے خلاف (جو افغانستان کے اس فعل کی سب سے بڑھ کر تحسین کرنے والے ہیں) نفرت اور اشتعال پیدا کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

اگرچہ مجھے یقین ہے کہ مسلمان اب بہت کچھ قادیانیوں کی فتنہ پردازیوں اور اسلام کے خلاف اُن کی دسیسہ کاریوں سے واقف ہو گئے ہیں۔ اور اسی لئے اُن کا کوئی پروپیگنڈا افغانی گورنمنٹ یا علماء دیوبند کے خلاف انشاء اللہ مؤثر نہیں ہو سکتا۔ تاہم سلسلہ تحریرات جس حد تک پہنچ گیا ہے اُسے دیکھتے ہوئے مناسب معلوم ہوا کہ اس باب میں توسط کے ساتھ کچھ عرض کیا جائے۔

اس ضمن میں پہلی بحث جو ہمارے سامنے آتی ہے وہ قادیانی جماعت کے ارتداد کا مسئلہ ہے اور پھر یہ دیکھنا ہے کہ مُرتد کی نسبت اسلام کیا فیصلہ کرتا ہے۔ تو ہمارے

Telegram : t.me/pasbanehaq1

ہُوا کہ اوّلاً ارتداد کے معنے سمجھ لئے جائیں۔

ارتداد کی تعریف

مرتد کے معنی لغت میں (راجع) یعنی کسی چیز سے لوٹنے اور پھر جانیوالے کے ہیں اور شریعت کی اصطلاح میں مرتد اس شخص کو کہا جاتا ہے جو دین اسلام کو اختیار کر کے اُس سے پھر جائے۔ امام راغبؒ ارتداد کے معنی لکھتے ہیں۔

ھو الرجوع عن الاسلام الی الکفر "اسلام سے کفر کی طرف پھر جانا"۔

مفتوحات ص۱۲ اور محمد علی صاحب اپنے پمفلٹ میں لکھتے ہیں:۔

"ارتداد یہ ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کو قبول کر کے پھر اُس سے انکار کر دے اور کہہ دے کہ آپ رسول نہیں"۔

لیکن یہ بات صاف ہو جانی چاہیئے کہ امام راغبؒ کی تعریف میں کفر اور محمد علی صاحب کی تعریف میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت سے انکار کرنے کا کیا مطلب ہے۔ کیا رسالت کا انکار اُسی وقت سمجھا جائیگا کہ وہ زبان سے کہدے کہ میں آپ کو رسول نہیں جانتا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی یقینی غیر محل قطعی فرمان کا انکار کرنے سے بھی رسالت کا منکر ٹھہرے گا؟

فرض کیجئے ایک شخص زبان سے اقرار کرتا ہے کہ جناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے رسول ہیں۔ نماز بھی قبلہ کی طرف پڑھتا ہے۔ زکوٰۃ بھی ادا کرتا ہے۔ مسلمانوں کا ذبیحہ بھی کھاتا ہے۔ مگر ساتھ ہی یہ بھی کہتا ہے کہ میرے خیال میں سورۂ احزاب یا سورۂ نساء قرآن کی سورۃ نہیں۔ یا حضرت عیسےٰ (علیہ السلام) خدا کے پیغمبر نہیں

Telegram : t.me/pasbanehaq1

(معاذ اللہ) باقی سارے قرآن اور سارے انبیاء کی میں تصدیق کرتا ہوں تو کیا ایسی تصریحات کے باوجود بھی محمد علی صاحب اسے مسلمان سمجھتے رہیں گے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر ایمان رکھنے والا تصور کریں گے اور ان بعض انبیاء یا اُن بعض احزائے قرآن کی تکذیب کو خود محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بلکہ رب محمدؐ کی تکذیب قرار نہ دیں گے۔

اگر ایسے شخص کو باوجود زبانی اقرار رسالت کے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت بلکہ خود خدا و ب العزت کا منکر ہی قرار دیتے ہیں جیسا کہ، ان الذین یکفرون باللہ ورسلہ ویریدون ان یفرقوا بین اللہ ورسلہ ویقولون نؤمن ببعض ونکفر ببعض ویُ ن ان یتخذوا بین ذالک سبیلا اولئک ھم الکافرون حقا کے تحت میں انہوں نے لکھا ہے :-

" اللہ اور اس کے رسولوں میں تفریق سے مراد صرف یہی نہیں کہ اللہ کو مان لیا اور رسولوں کا انکار کر دیا۔ جیسے یہود ہیں۔ بلکہ یہ بھی کہ بعض رسولوں کو مان لیا اور بعض کا انکار کر دیا جیسے تمام اہل کتاب کی حالت ہے اور یہ اس لئے کہ اللہ کے سوا کسی رسول کا انکار گویا اللہ کا ہی انکار ہے۔" (بیان القرآن ص ۱۳۴)

اور ان کے مسیح موعود مرزا غلام احمد قادیانی حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۵۹ میں لکھتے ہیں کہ کافر کا لفظ مومن کے مقابلہ پر ہے اور کفر دو قسم پر ہے :-

(۱) ایک یہ کفر کہ ایک شخص اسلام ہی سے انکار کرتا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا کا رسول نہیں مانتا۔

(۲) دوسرے کفر کہ مثلاً وہ مسیح موعود کو نہیں مانتا۔ اور اس کو باوجود تمام تحت

Telegram : t.me/pasbanehaq1

کے جھوٹا جانتا ہے۔ اور اگر غور سے دیکھا جائے تو یہ دونوں قسم کے کفر ایک ہی قسم میں داخل ہیں الخ

اور اسی کتاب کے صفحہ ۲۳۳ پر لکھتے ہیں جو مجھے نہیں مانتا وہ خدا اور رسو کو بھی نہیں مانتا الخ

تو اس قسم کے اقرار اور تسلیم سے ثابت ہوا کہ ان کے نزدیک بھی اللہ اور اس کے رسول کے انکار کی صرف یہ ہی صورت نہیں کہ ایک شخص زبان سے صریح طور پر یوں کہے کہ میں خدا کو یا اس کے پیغمبر رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں، مانتا بلکہ بسا اوقات بعض نہایت ہی قطعی اور ضروری چیزوں کا انکار کرنا یا کبھی جن کی اطلاع خدا اور اس کے رسول نے دی ہو خدا اور اس کے رسول ہی کا انکار کرنا سمجھا جائیگا جو قرآن کی تصریح اور مرزا صاحب کے اقرار کے موافق کفر ہے۔

پس جب کہ امام راغب کی تصریح کے موافق اسلام سے کفر کی طرف پھر جانے کا نام ارتداد ہے۔ اور محمد علی صاحب اور ان کے مسیح موعود کی تصریحات سے یہ ثابت ہو چکا کہ کفر صرف یہی نہیں کہ اللہ اور اس کے رسول کا صریح طور پر زبان سے انکار کیا جائے بلکہ بعض قطعیات اسلام کا انکار کرنا بھی حقیقت میں اللہ اور اس کے رسول کا انکار کرنا ہے جو کفر ہے۔ تو معلوم ہوا کہ ارتداد یعنی اسلام سے کفر کی طرف پھر جانے کی دو صورتیں ہیں۔

(۱) ایک یہ کہ کوئی مسلمان صریحاً اسلام سے کفر کر بیٹھے۔

(۲) دوسرے یہ کہ اسلامیات ہو کر بعض ضروریات دینیہ اور قطعیات شرعیہ سے انکار کرے۔ دونوں صورتوں میں ایسا شخص مرتد یعنی اسلام سے نکل کر کفر میں جا

Telegram : t.me/pasbanehaq1

logspot.com

والا ہے (العیاذ باللہ)

کیا مرزا قادیانی اور اُس کی اُمت مرتد ہیں؟

جو لوگ مرزا غلام احمد کو مرتد کہتے ہیں اُن کے نزدیک معیارِ ارتداد وہی ہے جو ہم اوپر بیان کر چکے ہیں۔ ان کا دعویٰ یہ ہے کہ مرزا صاحب پہلے مسلمان تھے اور جمہور اہلِ اسلام کے سے عقائد رکھتے تھے۔ اس کے بعد انہوں نے بتدریج ایسی باتیں لکھیں اور شائع کیں جن کا ماننا کھلے طور پر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا نہ ماننا ہے۔ وہ اگرچہ بار بار زبان سے یہ بھی اظہار کرتے رہے کہ حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم خدا کے رسول ہیں۔ اور خاتم الانبیاء ہیں اور تمام انبیاء اور رسلین خدا کے پاک اور برگزیدہ بندے ہیں لیکن ساتھ ہی وہ قلم اور زبان سے نہایت اصرار کیساتھ ایسی چیزیں بھی نکالتے رہے جو اُن کے پہلے ادعاء کی تکذیب ہیں۔

وہ جب کہتے ہیں کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم قرآن کی تصریح کے موافق خاتم النبیین ہیں تو ساتھ ہی یہ بھی کہتے جاتے ہیں کہ میں آپ کے بعد نبی ہو کر آیا ہوں۔ پھر یہ نبوت جس کا انہیں دعویٰ ہے صرف وہ ولایتی تخم تو نہیں جسے صوفیہ نے (مثلاً شیخ اکبرؒ) نے اپنی اصطلاح میں نبوۃ کے لفظ سے تعبیر کر دیا ہے اور کہا ہے کہ وہ گروہ اولیاء میں موجود ہوتی ہے، گو اس کی وجہ سے وہ انبیاء نہیں کہلاتے۔ اور نہ کبھی آج تک کسی ولی نے حتیٰ کہ اس محدث نے بھی جس

لہ فالاتصاف بکمالات النبوۃ لا یلزم الاتصاف بالنبوۃ (حجت ص۱۴)	پس کمالات نبوت سے متصف ہونا اتصاف بالنبوت کو ملزم نہیں۔ (باقی حاشیہ آگے)

Telegram : t.me/pasbanehaq1

کے محدث ہونے کی تصدیق زبان حال سے ہو چکی تھی۔ (حضرت عمر بن الخطابؓ) اپنی اس نبوت پر ایمان لانے کی طرف لوگوں کو دعوت دی ہے۔ مولانا صاحب

فکنصبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان الرؤیا جزء من اجزاء النبوۃ فقد بقی للناس فی النبوۃ هذا الوضع الا یطلق اسم النبوۃ ولا الاعلی المشترک وهو خاصۃ تحجر هذا الاسم لخصوص وصف معین فی النبوۃ۔

(نفحات ص۲۶)

کمن یحتج الیه فی المبشرات و هی جزء من اجزاء النبوۃ وان لم یکن صاحب المبشرۃ نبیاً فتطلق لعموم رحمۃ اللہ فما تعلق النبوۃ الا لمن اتصف بالمعجزۃ النبی وتلک النبوۃ التی حزت علینا وانقطعت فان من جملتها التشریع بالوحی فی التشریع وذالک لایکون الا لنبی خاصۃ

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ہم کو تبلیغ کا خواب (بھی) اجزا نبوۃ میں سے ایک جزء ہے تو لوگوں کے واسطے نبوۃ میں سے جزء باقی رہ گیا۔ لیکن اس کے باوجود بھی نبوۃ کا اطلاق اور نبی کا نام کبھی مشترک عام (نبی ہونے والے) کے اوپر کسی پر بولا نہیں جا سکتا۔ تو نبوت میں ایک خاص وصف معین کی موجودگی کی وجہ سے اس نام (نبی) کی بندش کر دی گئی ہے۔

جیسے کسی کی طرف مبشرات کی نسبت کی جائے اور وہ مبشرات اجزاء نبوت میں سے ہیں۔ اگرچہ صاحب مبشرہ نبی نہیں ہو جاتا پس رحمت الٰہیہ کے عموم کو سمجھو تو کمالات پر ہو سکتا ہے جو تمام اجزا نبوت سے متصف ہو وہی نبی ہے۔ اور وہی نبوت ہے جو منقطع ہو چکی اور ہم سے روک دی گئی۔ کیونکہ نبوت کے اجزاء میں سے تشریع بھی ہے جو وحی کلمی سے ہوتی ہے۔ اور یہ بات صرف نبی کے ساتھ مخصوص ہے۔ (نفحات ص۲۶)

Telegram : t.me/pasbanehaq1

ایسی گھٹیا نبوت کے مدعی ہیں جو ایک سچا خواب دیکھنے سے بھی کسی مومن صالح کو فی الجملہ حاصل ہو سکتی ہے۔

مرزا صاحب کا دعویٰ نبوت

بلکہ وہ محدثیت وغیرہ سے آگے بڑھ کر مدعی ہوئے ہیں ایسی نبوت کے جس پر نہ صرف قادیان کو نہ صرف پنجاب کو ہندوستان کو بلکہ خاتم النبیین صلے اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی طرح تمام عالم کو ایمان لانے کی دعوت دی گئی ہے۔ پھر جو کوئی اس دعوت کے پہنچنے پر بھی ایمان نہ لائے وہ دائرۂ ایمان و اسلام سے خارج اور جہنمی ہے۔ جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت پر ایمان نہ لانے والا بے ایمان اور جہنمی ہوتا ہے۔ بلکہ ان کا نہ ماننے والا بعینہٖ خدا اور رسول کو بھی نہ ماننے والا ہے۔

نہ صرف یہی کہ اُن کو معمولی نبی تسلیم کر لیا جائے۔ بلکہ بعض اولوالعزم پیغمبر اور خاتم انبیاء بنی اسرائیل سیدنا حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام پر بھی ان کی فضیلت کا اقرار کیا جائے۔ پھر فضیلت بھی کوئی جزئی فضیلت نہیں۔ بلکہ کلی فضیلت اور ہر شان میں ان سے بڑھ کر مانا جائے۔ اور اگر ہو سکے تو ان سب کے بعد خدا، دنیا زبان سے تشریعی نبی صاحب شریعت، نبی بھی تسلیم کر لیا جائے۔ ملاحظہ ہو مرزا صاحب کی عبارت ذیل۔ "اب ظاہر ہے کہ ان الہامات میں میری نسبت بار بار بیان کیا گیا ہے کہ یہ خدا کا فرستادہ خدا کا مامور خدا کا امین اور خدا کی طرف سے آیا ہے۔ جو کہتا ہے اس پر ایمان لاؤ ورنہ اس کا دعویٰ جھوٹا ہے" (انجام تھم ص۲۷ بار دوم ص۲۷)

Telegram : t.me/pasbanehaq1

بہر حال جب کہ خدا تعالیٰ نے مجھ پر ظاہر کیا ہے کہ ایک ایک شخص جس کو میری دعوت پہنچی ہے اور اس نے مجھے قبول نہیں کیا ہے وہ مسلمان نہیں ہے۔ اور خدا کے نزدیک قابل مؤاخذہ۔

(نہج المصلی جلد اول صفحہ ۳۰ منقول از تشحیذ الاذہان جلد ۲ صفحہ ۳۵)

"علاوہ اس کے جو مجھے نہیں مانتا وہ خدا اور رسول کو بھی نہیں مانتا کیونکہ میری نسبت خدا اور رسول کی پیشین گوئی موجود ہے (حقیقۃ الوحی بار دوم صفحہ ۱۴۲) باب جو شخص خدا اور رسول کے بیان کو نہیں مانتا اور قرآن کی تکذیب کرتا ہے اور عملاً خدا تعالیٰ کے نشانوں کو رد کرتا ہے اور مجھ کو باوجود صدہا نشانوں کے مفتری ٹھہراتا ہے تو وہ مومن کیوں کر ہو سکتا ہے۔" (ایضاً صفحہ ۱۴۲)

"اوائل میں میرا یہی عقیدہ تھا کہ مجھ کو مسیح بن مریم سے کیا نسبت ہے۔ وہ نبی ہے اور خدا کے بزرگ مقربین سے ہے۔ اور اگر کوئی امر میری فضیلت کی نسبت ظاہر ہوتا تو میں اس کو جزئی فضیلت قرار دیتا تھا۔ مگر بعد میں جو خدا تعالیٰ کی وحی بارش کی طرح میرے اوپر نازل ہوئی۔ اس نے مجھے اس عقیدہ پر قائم نہ رہنے دیا۔ اور صریح طور پر نبی کا خطاب مجھے دیا گیا۔ مگر اس طرح سے کہ ایک پہلو سے نبی اور ایک پہلو سے امتی۔" (حقیقۃ الوحی بار دوم صفحہ ۱۴۹)

"خدا نے اس امت میں سے مسیح موعود بھیجا۔ جو اُس پہلے مسیح سے اپنی تمام شان میں بہت بڑھ کر ہے۔"

حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۴۵ منقول از ریویو جلد اول ۱۹۰۲ء صفحہ ۲۱۵)

Telegram : t.me/tasbeehaq1

blogspot.com

کافر کس طرح کے رسول کا نہ ماننے والا ہوتا ہے

اس کے متعلق تریاق القلوب صفحہ ۴۳۰ میں لکھتے ہیں:۔

"یہ نکتہ بھی یاد رکھنے کے لائق ہے کہ اپنے دعوے سے انکار کرنے والے کو کافر کہنا یہ صرف ان نبیوں کی شان ہے جو خدا تعالیٰ کی طرف سے شریعت اور احکام جدیدہ لاتے ہیں۔ لیکن صاحب شریعت کے ماسوا جس قدر ملہم اور محدث ہیں کہ گو وہ کیسے ہی جناب الٰہی میں اعلیٰ شان رکھتے ہوں۔ اور خلعت مکالمہ الٰہیہ سے سرفراز ہوں اُن کے انکار سے کوئی کافر نہیں بن جاتا۔"

ماسوا اس کے یہ بھی تو سمجھو کہ شریعت کیا چیز ہے جس نے اپنی وحی کے ذریعہ سے چند امر و نہی بیان کئے۔ اور اپنی اُمت کے لئے ایک قانون مقرر کیا وہی صاحب شریعت ہوگا۔ پس اس تعریف کی رُو سے بھی ہمارے مخالف ملزم ہیں کیونکہ میری وحی میں امر بھی ہے اور نہی بھی اور اگر کہو کہ شریعت سے وہ شریعت مراد ہے جس میں نئے احکام ہوں تو یہ باطل ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ان ھذا لفی الصحف الاولیٰ صحف ابراھیم و موسیٰ۔ یعنی قرآنی تعلیم توریت میں بھی موجود ہے اور اگر یہ کہو کہ شریعت وہ ہے جس میں باستیفاء امر و نہی کا ذکر ہو تو یہ بھی باطل کیونکہ اگر توریت یا قرآن شریف میں باستیفاء احکام شریعت کا ذکر ہوتا تو پھر اجتہاد کی گنجائش نہ رہتی[1]۔ اور یہی ہے

---

[1] شیخ اکبر رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:۔ (حاشیہ اگلے صفحہ پر)

Telegram : t.me/pasbanehaq1

کیا مسٹر محمد علی اور بے خبری سے ان کی تائید کرنیوالے یہ جبار تین کان کھول کر سن لیں

فما بقی للاولیاء الیوم بعد ارتفاع النبوۃ الا التعریفات و انسدت ابواب الامر الالٰہیۃ والنواھی فمن ادعاھا بعد محمد صلی اللہ علیہ وسلم فھو مدیع شریعۃ اوحی بھا الیہ سواء وافق شریعتنا او خالف (فتوحات ج ۱ ص ۱۵)

نبوت کے بعد اولیاء کے لئے بجز تعریفات کے کچھ باقی نہیں رہا اور امر و نواہی کے سب دروازے بند ہو چکے اب جو کوئی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد امر و نہی کا مدعی ہو (جیسے مرزا صاحب) وہ اپنی طرف وحی شریعت لانے کا مدعی ہے۔ خواہ وہ شریعت ہماری شریعت کے موافق ہو یا مخالف۔

شیخ عبدالوہاب شعرانی اس عبارت کے ساتھ اس قدر اضافہ کرتے ہیں:۔

ان مکلفا فموبنا علیہ والا فھو بنا عنہ صفحا (الیواقیت والجواہر ص ۳۴ ج ۲)

پھر اگر یہ مدعی شریعت مکلف ہے (یعنی مجنون وغیرہ نہیں ہے) تو ہم اس کی گردن مار دیں گے اور اگر مکلف نہیں تو ہم اس سے کنارہ کشی کر لیں گے۔

قال الشیخ الاکبر فی الباب الحادی والعشرین من الفتوحات من قال ان اللہ تعالیٰ امرنا بشیٔ فلیس ذلک بصحیح انما ذلک تجلیٰ الامر فسمع الکلام وصفتہ وذا باب مسدود عند الناس (الیواقیت والجواہر ص ۳۴ ج ۲)

شیخ اکبر فتوحات کے اکیسویں باب میں فرماتے کہ جو کوئی (یہ) کہے کہ ہمیں اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو کسی چیز کا حکم کیا ہے (جیسا کہ مرزا صاحب کہتے ہیں کہ میری وحی میں امر بھی ہے اور نہی بھی) تو یہ بات صحیح نہیں ہے۔ بلکہ حق یہ ہے کہ یہ کلام کی تجلی کلام اور اس کی صفات میں سے ہے۔ اور یہ کلام کا سننا لوگوں کے نزدیک بند ہے۔

کیا یہی وہ صوفیوں کی اصطلاحی یا مجازی یا لغوی نبوت ہے جس کا ثبوت مدعی یا کی حدیث یا شیخ اکبر کے کلام میں پایا جاتا ہے۔ کیا قادیانیوں کا یہی ظلی اور بروزی، نبی ہے جو اصلی اور حقیقی نبیوں سے بھی بڑھ گیا ہے۔ کیا اُنہی نبی نام رکھ دینے سے اصل حقیقت پر پردہ پڑ سکتا ہے۔ اور کیا یہ سخت حیرت انگیز اور مضحکہ خیز منطق نہیں ہے کہ کسی پرانے نبی (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کا دوبارہ آنا تو یہ آیۃ خاتم النبیین کے خلاف ہو لیکن نبیوں پر فضیلت کلی رکھنے والا ایک نیا نبی قادیان میں آجائے یہ خاتم النبیین کے خلاف نہ ہو۔ گویا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود با جود نے مفضول (نبیا کے آنے کا سلسلہ تو بند کر دیا لیکن ان سے اعلیٰ اور افضل انبیا کی تشریف آوری کا دروازہ کھول دیا ہے۔ کاش کہ قرآن میں بھی خاتم النبیین کی آیت کے ساتھ فاتح النبیین کی کوئی آ... ہوتی اور جس صراحت اور تکرار کے ساتھ حضور سے پہلے آنے والے انبیا کا تذکرہ ہوا ہے اس کا عشر عشیر ہی پیچھے آنے والے نبی کے متعلق ہوتا کہ امت کو زیادہ کام ان ہی پہلوں سے پڑتا" ان پہلوں سے افضل بھی تھے۔

کیا مرزائیوں میں کوئی بھی خوف خدا رکھنے والا نہیں۔ کیا اُن کے دلوں مہر ہو چکی ہے۔ کیا ان کی قلوب پتھر سے بھی زیادہ سخت ہو گئے ہیں۔ جو! ایسی صریح عبارتوں کے بعد بھی ایک مفتری علی اللہ کو سچا پیغمبر بناتے ہیں۔ عجیب تماشا ہے کہ اس مفتری نے اپنے تئیں سچا ثابت کرنے کے لئے آتھم کے قصہ میں اور محمدی بیگم کے آسمانی نکاح میں معاذ اللہ خدا کو اور اس کی تصاریف تک کو جھوٹا ٹھہرا دیا۔ مگر وہ محروم الخیر جماعت جو آج علماء دیوبند پر خدا کو جھوٹا

Telegram : t.me/pasbanehaq1

کہنے کا محض فرضی الزام اگر کہ کر اپنے لئے اور نئی لعنت خرید رہی ہے۔ اُس مفتری کا بار بار کلمہ پڑھتی جاتی ہے۔ جو اپنی سچائی کا ثبوت ہی جب پیش کر سکتا ہے جب پہلے خدا کو جھوٹا ثابت کر دے۔ (کبرت کلمة تخرج من افواههم)

شاید محمد علی صاحب کو علماء دیوبند کے آئینۂ اعتقاد میں اپنا چہرہ نظر آگیا ہے جو معاذ اللہ خدا کے جھوٹ بولنے کی تصویر سامنے آگئی۔ انّ فی ذالك لذكرىٰ لمن كان لهٗ قلبٌ او ألقى السمع وهو شهيد۔

خوب سمجھ لو کہ جھوٹے حیلے اور بیہودہ عذر تراش کو ختم نبوت جیسے قطعی اور اسلام کے بنیادی عقیدہ کی تکذیب کرنا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی رسالت اور صدق دعوت ہاتھی اور قرآن کریم کے وحی الٰہی ہونے سے انکار کرنا ہے۔

فانهم لا يكذبونك ولكن الظالمين بآيٰت الله يجحدون۔	یہ لوگ تجھے نہیں جھٹلاتے بلکہ ظالم خدا کی آیا کا انکار کرتے ہیں۔

اور جیسا کہ ابتداء میں عرض کر چکا ہوں یہ ہی ابتداء ہے کہ آدمی اسلام کا اقرار کرنے کے بعد پھر اس سے صریحاً انکار کرنے لگے یا ایسی قطعی اور صاف چیزوں کا انکار کر بیٹھے جو انکار رسالت کو مستلزم ہو۔

ابتداء کی اس قسم خفی کا نام یعنی یہ کہ آدمی زبان سے اسلام کا نام بھی لیتا رہے اور کلمہ بھی پڑھتا رہے مگر نامعقول تحریفات اور ناقابل قبول تاویلات باطلہ سے قطعیات کے انکار پر بھی تلا ہو۔ سلف کی زبان میں زندقہ ہو گیا ہے اور جیسا کہ ہم آگے چل کر بیان کریں گے زنادقہ کا حکم بھی وہی عام مرتدین کا سا ہے۔

اس تمام تقریر سے یہ نتیجہ نکلا کہ مرزا غلام احمد قادیانی جس کی ختم نبوت کو

Telegram : t.me/pasbanehaq1

رد کرنے والی تصریحات ہم نقل کر چکے ہیں۔ اسلام کے ایک قطعی عقیدہ کو تسلیم نہ کرنے کی وجہ سے مُرتد اور زندیق ہے۔ اور جو جماعت ان تصریحات پر مطلع ہو، کرلان کو صادق سمجھتی رہے، اور اس کی حمایت میں لڑتی رہے وہ بھی یقیناً مرتد اور زندیق ہے خواہ وہ قادیان میں سکونت رکھتی ہو یا لاہور میں۔ جب تک وہ ان تصریحات کے غلط اور باطل ہونے کا اعلان نہ کرے گی خدا کے عذاب سے خلاصی پانے کی اُس کے لئے کوئی سبیل نہیں۔

یہاں تک ہم نے مرزا صاحب اور ان کے اذناب ارتداد کا صرف ایک سبب بیان کیا ہے۔ کیونکہ محمد علی صاحب نے اپنے پمفلٹ میں اسی کا تذکرہ کیا تھا۔ دوسرا موجبات ارتداد مثلاً توہین انبیاء علیہم السلام وغیرہ سے عمداً اغماض کیا گیا ہے۔ شاید اس خدمت کو میرا کوئی دوسرا بھائی انجام دے گا اور بہت سے بزرگ مجھ سے پہلے بھی فی الجملہ انجام دے چکے ہیں۔

آپ یقین کیجئے کہ ہم کو مرزا صاحب یا کسی ایک کلمہ گو کے کافر اور مرتد کہنے میں کوئی خوشی نہیں ہے۔ ہماری حالت تو یہ ہے کہ نہ ہم غیر مقلدین کو کافر کہتے ہیں۔ نہ تمام شیعوں کو نہ سارے نیچریوں کو حتیٰ کہ ان بریلویوں کو بھی کافر نہیں کہتے جو ہم کو کافر بتلاتے ہیں۔ اور ہماری تمنا تھی کہ کوئی صورت ایسی نکل آتی کہ مرزائیوں کی تکفیر سے بھی ہم کو زبان آلودہ نہ کرنی پڑتی۔ لیکن ان کے ملحدانہ دعاوی نے جن سے بارگاہ رسالت میں سخت گستاخی ہوتی ہے اور کسی طرح ختم نبوت کا ستون کھڑا نہیں رہ سکتا۔ ہم کو مضطر کر دیا ہے کہ بادل ناخواستہ ان کی گمراہی۔ لوگوں کو بتائیں۔ کہ جو زہر دودھ یا مٹھائی میں مخلوط ہو گیا ہو وہ سخت

Telegram : t.me/tasbeehaq1

خطرناک ہے۔

جو عبارتیں مرزا صاحب کی میں اوپر نقل کر چکا ہوں کیا ان کے مطالعہ کے بعد اس مسئلہ کا اعلان نہیں ہو جاتا کہ جو کوئی ان کو نبی اور مسیح موعود زمانے وہ دائرہ ایمان و اسلام سے خارج ہے۔ اب تم خود دنیا کی مردم شماری کر لو کہ تمہارے کافر بنائے ہوئے غیر مسلموں کے سوا کتنے آدمی مسلمان رہ جاتے ہیں۔ حالانکہ یہ کروڑوں غیر مسلم دنیا کے) لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا اقرار بھی کرتے ہیں۔ اور سارے احکام بجا لاتے ہیں۔

کیا مسٹر محمد علی اپنے اس فقرہ میں:۔

گو انہ لا اللہ محمد رسول اللہ کا اعتراف کرنے والے کو کافر کہنا بڑی خطرناک غلطی ہے خواہ مرزا محمود صاحب کہیں یا مولوی کفایت اللہ صاحب ؟

دونوں ناموں سے ، مرزا غلام احمد قادیانی کا اور اضافہ کریں گے اور ان کی قبر پر جا کر دلا " الم نقل الیکم انی لست منکم کی تلاوت فرمائیں گے ؟

ایک طرف تو آپ کے مسیح موعود سارے جہان کے کلمہ پڑھنے والوں کو بجز چند لاکھ نفوس کے مسلمانی سے نکال رہے ہیں۔ اور دوسری طرف آپ شاید ہر اس شخص کو جو مسلمانوں کو سلام کرلے (خواہ وہ ہندو ہو یا یہودی یا نصرانی یا دہریہ) مومن تسلیم کرتے ہیں۔ اس سے نبی قادیانی اور امتی دونوں کی شریعت فہمی اور قرآن دانی کی حقیقت بے نقاب ہو جاتی ہے۔

کہا گیا ہے کہ قادیانی بڑے نمازی ہیں۔ قرآن بہت پڑھتے ہیں۔ روزے

Telegram : t.me/pasbanehaq1

رکھتے ہیں۔ زکوٰۃ دیتے ہیں۔ مگر اس پر بھی وہ مسلمان نہیں تو بڑی حسرت اور حیرت کا مقام ہے۔

میں کہتا ہوں کہ ایک ایسی ہی بدبخت قوم کا تذکرہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحیحین کی احادیث میں فرمایا ہے کہ جو قرآن کی تلاوت بھی کرے گی اور بظاہر جیسے مسلمانوں سے بھی زیادہ نمازیں پڑھے گی اور روزے رکھے گی مگر ان کا قرآن ان کے حلقوم سے آگے نہ بڑھے گا اور وہ اسلام میں سے ایسی ہی نکل چکی ہوگی جیسے تیر شکار کا جسم چھید کر صاف نکل جاتا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اگر میں نے ان کو پایا تو عاد و ثمود کی طرح ان کو قتل کر دوں گا۔

حق تعالیٰ شانہ اپنی پناہ میں رکھے اور اس دنیا ایمان پر اٹھائے کہ یہ مقام بڑے خوف اور عبرت کا ہے۔

مرزائیوں کو بڑا فخر ہے۔ اور بعض سادہ لوح آزاد منش مسلمان بھی ان کی مدح سرائی میں رطب اللسان ہو جاتے ہیں۔ کہ وہ آج اسلام کی ایسی خدمت کر رہے ہیں۔ جو کسی دوسری جماعت مسلمین سے بن نہیں پڑی۔ یعنی یورپ میں اسلام پھیلاتے ہیں۔ ملکانوں کو شدھ ہونے سے روکتے ہیں۔ آریوں وغیرہ کے مقابلہ پر سینہ سپر ہوتے ہیں۔ وغیرہ وغیرہ۔

ان کا یہ فخر اور منقبت اگرچہ سمجھدار مسلمان اس لئے تسلیم نہیں کرتے کہ جس چیز کی وہ اشاعت اور حمایت کرتے ہیں وہ صحیح اسلام نہیں ہے بلکہ یا تو وہ مرزا صاحب کی نبوت کی تبلیغ ہوتی ہے۔ اور یا مرزا صاحب کا پیش کیا ہوا اسلام جسے انہوں نے بہت سے اصول و فروع کاٹ کر نوجوانان یورپ یا،

Telegram : t.me/pasbanehaq1

یورپ کی وحی پر ایمان لانے والوں کے اہواء وظنون کے سانچہ میں ڈھالا ہے۔
لیکن اس سے قطع نظر کرکے علی سبیل التنزل کہتا ہوں کہ ان کا یہ سب امتیاز اور خدمات اسلام کو تسلیم کرنے کے بعد بھی ان امور اور ناجی ہونا ضروری نہیں ہے۔

صحیح مسلم کے ابواب الایمان میں اس شخص کا واقعہ پڑھیے جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ہم رکاب جہاد میں تھا۔ اور اس نے وہ خدمت اور اعانت اسلام اور مسلمانوں کی کی تھی۔ جس کا اعتراف صحابہؓ نے حضورؐ کی جناب میں ان الفاظ سے کیا:۔

ما اجزأ منا الیوم احد ما اجزأ فلانٌ ۔	آج کے دن ہم میں کوئی بھی ایسا کافی نہیں جیسا کہ فلاں کوئی ہوا ہے۔

مگر لسان نبوت سے باوجود ان خدمات جلیلہ کے ارشاد ہوا

اھل النار یا در کھو وہ دوزخی ہے۔

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا کہ:۔

ان اللہ یؤید ھذا الدین بالرجل الفاجر	بیشک حق تعالیٰ اس دین کو مدد بدمعاش آدمی سے۔

اور جامع صغیر میں حدیث ہے کہ:۔

سیشد دھذا الدین برجال لیسوا لہم عند اللہ خلاق والذی نفسی بیدہ لیزعن اللہ الصغیر ۳۲	قریب ہے کہ اس دین کی تائید اور تقویت ایسے لوگوں کے ذریعہ سے ہوجائیگی جن کے لئے خدا کے یہاں حصہ نہیں

اور عبداللہ بن عمرؓ نے ایک ایسی جماعت کے متعلق جو قرآن کو اور رسول اللہ

Telegram : t.me/pasbanehaq1

صلی اللہ علیہ وسلم کو بکواتی تھی صرف قدر کا انکار کرتی تھی فرمایا۔

۱۰ القیت اولئک فاخبرھم انی بری منھم وانھم بری منی والذی یحلف بہ اللہ بن لو ان لاحدھم مثل احد ذھبا فانفقہ ما قبل اللہ منہ حتی یؤمن بالقدر۔

جب تم ان سے ملو تو کہدو کہ میں (عبداللہ بن عمر) ان سے بیزار ہوں اور وہ ہم سے بیزار ہیں قسم ہے اس ذات کی جس کی عبد بن عمر قسم کھا سکتا ہے اگر ان میں سے کسی کے پاس احد (پہاڑ) کی برابر سونا ہو پھر وہ اسے خرچ کر ڈالے تب بھی اللہ اس کو ہرگز قبول نہیں کرے گا یہاں تک کہ وہ تقدیر پر ایمان لے آئے۔

ابوطالب سے بڑھ کر اسلام اور پیغمبر اسلام کی حمایت اور اعانت ایسی نازک ترین ساعت میں کس نے کی ہوگی لیکن وہ ساری خدمات اور جانبازیاں بھی اس کو منصفان ناروے نہ دلا سکیں۔

روایات بالا کو پڑھ کر کس کی ہمت ہے کہ قادیانیوں کی محض نام نہاد خدمات اسلامیہ کو دیکھ کر ان کے مومن یا ناجی ہونے کا فتویٰ دیدے۔ اور ان کے عقائد کفریہ کی طرف کچھ التفات نہ کرے۔

عہد رسالت میں منافقین کا گروہ برابر اپنے کو مسلمان کہتا تھا۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر قسمیں کھا کر گواہی دیتا تھا۔ اللہ پر اور یوم آخرت پر ایمان رکھنے کا اظہار کرتا تھا۔ مسجدوں میں مسلمانوں کے ساتھ ان کے قبلہ کی طرف منہ کر کے نمازیں پڑھتا تھا اور ان کا ذبیحہ بھی کھاتا تھا۔ لیکن اس پر بھی ان کو جھوٹا اور بے ایمان کہا گیا۔ اور مسلمانوں کو ان کے مکائد سے بچنے

رہنے کی ہدایت کی گئی۔ کیونکہ ان کے دوسرے قرائن واحوال اور مخاطبات سے یہاں کے دعوائے ایمان کی تکذیب کرتے تھے۔ ولتعرفنھم فی لحن القول اور ان کا دل ایمان سے خالی تھا۔ اور وہ لوگ بھی ہمارے یہاں کے پنجابی نبی کی اُمت کی طرح اندر ہی اندر اسلام اور مسلمانوں کی جڑ کاٹتے رہتے تھے۔

فرق صرف اتنا ہے کہ پنجابی نبی اور اس کی اُمت نے تنگ ظرفی سے اسلام کے خلاف بعض عقائد کا اعلان بھی کر دیا اور اس لئے وہ منافق کے بجائے مرتد کے حکم کے تحت میں آ گئے۔ اور امیر افغانستان ان کو منافقین کی سی مہلت نہ دے سکے۔ اگر قادیانی پارٹی منافقین میں شامل ہو کر افغانی حدود تعزیر سے بچنا چاہتی ہے تو اس کی صرف ایک ہی صورت ہے کہ وہ جہاراً اپنے خبیث عقائد کا اقرار کرنا چھوڑ دے۔ پھر ان کے دلوں کا حال خدا کے اور یوم آخرت کے حوالہ کر دیا جائے گا۔ غالباً مرزا محمود نے جو مشورہ نعمت اللہ کے واقعہ کے بعد اپنی پارٹی کو دیا ہے اس میں اسی نفاق کی تعلیم کی طرف ایک قدم اٹھایا ہے۔

محمد علی صاحب کو بڑی فکر اس کی ہے کہ اگر علماء دیوبند قادیانیوں کو کافر بتلاتے ہیں تو سُنّیوں کو شیعہ اور شیعوں کو سنی، مقلدوں کو غیر مقلد اور غیر مقلدوں کو مقلد۔ علیٰ ہذا القیاس دیوبندیوں کو بریلوی اور بریلویوں کو دیوبندی کافر قرار دیتے ہیں اس صورت میں تو کوئی مسلمان نہ رہے گا اور ایک دوسرے کو مرتد سمجھ کر قتل کر دیں گے۔

لیکن اوّل تو یہ دعویٰ ہی غلط ہے کہ ان میں سے ہر ایک فرقہ دوسرے کو کافر اور مرتد اور واجب القتل سمجھتا ہے۔ دوسرے واقعات آپ کے اس

Telegram : t.me/pasbanehaq1

خطرہ کی تردید کرتے ہیں کیا اسوقت تک افغانستان میں تین مرتد قتل نہیں کئے گئے۔ پھر بھی خدا کے فضل سے کوئی موقعہ ایسا پیش نہیں آیا کہ کوئی مسلمان محض فرضی جرم ارتداد پر کسی جگہ قتل کر دیا گیا ہو۔ اور اگر کسی جگہ "ایسا ہی کیا گیا تو آپ دیکھ لیں گے کہ اس کا خون بحول اللہ وقوتہ رنگ لائے بدوں نہیں رہیگا۔

محمد علی صاحب کو ایسا لکھتے وقت اسلام کے نام اور اپنی نام نہاد امامت کی شرم کرنی چاہیئے۔ کیا وہ نہیں جانتے کہ مسلمان یہود و نصاریٰ کو اور وہ سب لوگ مسلمانوں کو کافر کہتے ہیں۔ تو کیا اس اختلاف کے وقت یہود و نصاریٰ کے کافر کہنے سے آپ کو اپنے مرعوم اسلام میں کچھ تردد ہو جاتا ہے یا آپ کے ہاتھ میں کوئی معیار ایسا دیا گیا ہے جس پر آپ اپنے اسلام اور ان کے کفر کو پرکھ سکتے ہیں۔

اسی طرح کیا قرآن و سنت نے کوئی معیار صحیح و حکم ہمارے ہاتھ میں ایسا نہیں دیا کہ ہم مدعیان اسلام کے اختلاف کے وقت ہر ایک کے کفر و ایمان کو اس پر کس کر دیکھ لیں۔

تو صرف اتنا کہدینے سے کہ ہر ایک فرقہ دوسرے کو کافر و مرتد کہتا ہے یہ فیصلہ نہیں کیا جا سکتا کہ ان میں کوئی کافر و مرتد نہیں یا سارے کافر و مرتد ہی ہیں۔ (معاذ اللہ)

خدا نے اگر تم سے نور ایمانی چھین لیا ہے تو کیا عام انسانوں کو جو نور فہم عطا ہوتا ہے وہ بھی سلب کر لیا گیا ہے۔ تم کو بڑا غیظ ہے کہ جب مرزائی افغانستان میں قتل کئے جاتے ہیں تو بابا اور بھائی شاہ ایران اور ترکوں کے حکم سے کیوں قتل نہیں کئے جاتے۔

یہ سوال یا تو آپ کو کب ہندو والے سید محفوظ الحق سے کیجئے۔ اور یا شاہ ایران اور ترکی پارلیمنٹ سے اور یا ان ملعونین مرجومین سے جو کامل کے قلوب میں اس علم کے بعد

Telegram : t.me/tasbeehat

کر وہاں خالص اسلامی حدود تعزیر کی تلوار چمکتی دکھتی ہے اور ارتداد کا جھنڈا اٹھا کر گئے اور انجام کار آخرت سے پہلے دنیا میں بھی ان کو حق تعالیٰ کے غضب و انتقام کا مورد بنا چکا۔

کیا اسلام میں مرتد کی سزا قتل ہے؟

اب میں دوسرے مسئلہ کی طرف آتا ہوں وہ یہ کہ اسلام میں مرتد کی سزا کیا ہے اور افغانستان کا فعل کس حد تک اصل قانون اسلام پر منطبق ہو سکتا ہے۔

اسلامی اصول کے موافق کسی مسئلہ شرعی کے اثبات کیلئے چار دلیلیں ہو سکتی ہیں۔ کتاب اللہ، سنت رسول اللہ، اجماع مجتہدین، قیاس و استنباط۔

اگرچہ یہ ضروری نہیں کہ ہر مسئلہ کا ثبوت چاروں طریقوں سے ہو، نہ ہر ایک دلیل ہر مسئلہ میں کارآمد ہو سکتی ہے تاہم مسئلہ زیر بحث قتل مرتد میں چاروں دلیلیں جمع ہو گئی ہیں۔

چونکہ بارہا کہا گیا ہے کہ قتل مرتد کا ثبوت قرآن کریم سے پیش کرو حالانکہ مرزا صاحب کی نبوت جس کے نہ ماننے سے مسلمان خارج از اسلام ہو جاتے ہیں۔ قرآن، حدیث اجماع وغیرہ سب کو چھوڑ کر صرف ایک دو صوفیوں کی ناتمام عبارتوں سے ہی ثابت ہو جاتی ہے اس لئے ہم نے بہ وجود اتمام حجت کے لئے مناسب سمجھا ہے کہ اولاً مرتد کے بارہ میں قرآن ہی کا فیصلہ سنایا جائے۔

مرتدین کے حق میں قرآن کا فیصلہ

یوں تو قرآن کریم کی بہت سی آیات ہیں جو مرتد کے قتل پر دلالت کرتی

Telegram : t.me/pasbanehaq1

لیکن ایک واقعہ جماعت مرتدین کے بحکم خدا قتل کئے جانے کا ایسی تصریح اور ایضاح کے ساتھ قرآن میں مذکور ہے کہ خدا سے ڈرنے والوں کے لئے اس میں تاویل کی نہ گنجائش نہیں۔ نہ وہاں محاربہ ہے۔ نہ قطع طریق۔ نہ کوئی دوسرا جرم۔ صرف ارتداد اور تنہا ارتداد ہی وہ جرم ہے جس پر حق تعالیٰ نے ان کے بیدریغ قتل کا حکم دیا ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی برکت سے بنی اسرائیل کو جب خدا نے فرعون کی غلامی سے نجات دی۔ اور فرعونیوں کی دولت کا مالک بنا دیا۔ تو حضرت موسیٰ علیہ السلام ایک ٹھہرے ہوئے وعدہ کے موافق حضرت ہارون کو اپنا خلیفہ بنا کر کوہ طور پر تشریف لے گئے جہاں آپ نے چالیس راتیں خدا کی عبادت اور لذت مناجات میں گزاریں۔

اور تورات شریف آپ کو عطا کی گئی۔

ادھر تو یہ ہو رہا تھا اُدھر سامری کی فتنہ پردازی نے بنی اسرائیل کی ایک بڑی جماعت کو آپ کے پیچھے راہ حق سے "یا۔ داضلام السامری" یعنی سونے چاندی کا ایک بچھڑا بنا کر کھڑا کر دیا جس میں کچھ بے معنی آواز بھی آتی تھی۔ بنی اسرائیل جو کئی صدی تک مصری بت پرستوں کی صحبت بلکہ غلامی میں رہے تھے اور جنہوں نے عبور بحر کے بعد بھی ایک بت پرست قوم کو دیکھ کر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے یہ بیجا درخواست کی تھی کہ:۔

اجعل لنا الٰھا کما لھم الٰھۃ ہمارے لئے بھی ایسا ہی معبود بنا دو جیسے ان کے معبود ہیں۔

وہ سامری کے اس بچھڑے پر مفتون ہو گئے۔ اور یہاں تک کہہ گذرے کہ یہی تمہارا اور موسیٰ کا خدا ہے جس کی تلاش میں موسیٰ بھول کر ادھر اُدھر پھر رہے ہیں۔

Telegram : t.me/tasbeehaqt

حضرت ہارون علیہ السلام نے موسیٰ علیہ السلام کی جانشینی کا حق ادا کیا اور اس کفر وارتداد سے باز آجانے کی ہدایت کی۔

یاقوم انما فتنتم بہ وان ربکم الرحمٰن فاتبعونی واطیعوا امری	اے لوگو تمہارے بچھڑے کے سبب فتنہ میں مبتلا کئے گئے ہو تحقیق تمہارا پروردگار رحمٰن تو تم میری پیروی کرو اور میری بات مانو

لیکن وہ اپنی اسی سنت مرتدانہ حرکت پر جمے رہے۔ بجائے توبہ کے یہ کہا کہ۔

لن نبرح علیہ عاکفین حتیٰ یرجع الینا موسیٰ۔	ہم ہمارا پنے اس فعل پر جمے رہیں گے یہانتک کہ موسیٰ ہماری طرف واپس آ

ادھر حضرت موسیٰ کو پروردگار نے اطلاع کی کہ تیری قوم تیرے پیچھے فتنہ وارتداد میں پڑ گئی۔ وہ غصہ اور غم میں بھرے ہوئے آئے۔ اپنی قوم کو سخت سست کہا۔ حضرت ہارون سے بھی باز پرس کی۔ سامری کو بڑے غصہ سے ڈانٹا اور ان کے بنائے ہوئے معبود کو جلا کر راکھ کر دیا اور دریا میں پھینک دیا۔

یہ سب ہوا لیکن ان مرتدین کی نسبت خدا کا کیا فیصلہ رہا جنہوں نے موسیٰ کے پیچھے گوسالہ پرستی اختیار کر لی تھی تو دنیا میں ان کیلئے خدا کا فیصلہ یہ تھا۔

ان الذین اتخذوا العجل سینالھم غضب من ربھم وذلۃ فی الحیوٰۃ الدنیا وکذالک نجزی المفترین	جنہوں نے بچھڑے کو معبود بنایا ضرور ان کو دنیا میں ذلت اور خدا کا غضب پہنچ کر رہے گا۔ اور افترا کرنے والوں کو ہم ایسی ہی سزا دیتے ہیں۔

اور اس غضب وذلت کے اظہار کی صورت جو اس عجل کے حق میں یہ تجویز ہوئی جو سورۂ بقرہ میں ہے۔

انکم ظلمتم انفسکم باتخاذکم العجل	اے قوم بنی اسرائیل تم نے بچھڑے کو معبود بنا کر اپنی جانوں

Telegram : t.me/pasbanehaq1

فتوبوا الی بارئکم فاقتلوا انفسکم | پھر اپنے خالق کی طرف رجوع کرو پھر اپنے آدمیوں کو قتل کرو

اور فاقتلوا انفسکم میں انفسکم کے معنی وہی ہیں جو ثم انتم ھؤلاء تقتلون انفسکم میں ہیں۔ اور قتل کو اپنے اصلی اور حقیقی معنے سے (جو ہر طرح کے قتل کو خواہ لوہے سے ہو یا پتھر سے شامل ہے) پھیرنے کی کوئی وجہ موجود نہیں بلکہ، غضب اور ذلت فی الحیوٰۃ الدنیا اس کے نہایت ہی مناسب ہے اور یہی غضب کا لفظ دوسری جگہ تمام مرتدین کے حق میں بھی آیا ہے۔ جیسا کہ فرماتے ہیں۔ من کفر باللہ من بعد ایمانہ الا من اکرہ وقلبہ مطمئن بالایمان ولکن من شرح بالکفر صدرا فعلیھم غضب من اللہ ولھم عذاب عظیم (نحل)

اس حکم کا نتیجہ جیسا کہ روایات میں ہے یہ ہوا کہ کئی ہزار آدمی جو ہم اندازہ لوگوں خدا کے حکم سے موسیٰ علیہ السلام کے سامنے قتل کئے گئے اور صورت یہ ہوئی کہ قوم میں سے جن لوگوں نے بچھڑے کو نہیں پوجا تھا ان میں سے ہر ایک نے اپنے اس عزیز و قریب کو جس نے گوسالہ پرستی کی تھی اپنے ہاتھ سے قتل کیا اور جیسا کہ بعض روایات میں آیا ہے قاتلین کا اپنے عزیزوں کو اپنے ہاتھوں سے قتل کرنا یہ اس کی سزا تھی کہ انہوں نے اپنے آدمیوں کا ارتداد سے روکنے میں کیوں تساہل کیا۔

ولما سقط فی ایدیھم ورأوا انھم قد ضلوا قالوا لئن لم یرحمنا ربنا ویغفر لنا لنکونن من الخاسرین۔ | اور جب وہ نادم ہوئے اور معلوم کر لیا کہ راہ سے بھٹک گئے ہیں تو کہنے لگے کہ ہمارا پروردگار ہم پر رحم نہ فرمائے گا اور ہمکو نہ بخشیگا تو ہم ضرور خسارہ اٹھانیوالوں میں سے ہونگے

لیکن اس توبہ نے بھی ان کو دنیا کی عقوبت سے نہیں بچایا۔ جیسا کہ اب بھی بعض اقسام مرتد کے متعلق علماء کا یہی فتویٰ ہے کہ وہ توبہ کے بعد بھی حداً قتل

Telegram : t.me/pasbanehaq1

کیا جائے گا۔ خواہ توبہ آخرت کے عذاب کو اس سے اٹھا دے۔

اسی طرح گوسالہ پرستوں سے بھی اگرچہ دنیا میں خدا کی تعزیر ساقط نہیں ہوئی لیکن قتل کئے جانے کے بعد خدا نے احکام اخروی کے اعتبار سے ان کی توبہ کو قبول فرمایا۔ اور ان قاتلین کی بھی جنہوں نے اپنے اقرباء کے ارتداد کے معاملہ میں مداہنت کی تھی۔

ذٰلکم خیر لکم عند بارئکم فتاب علیکم انہ ھو التواب الرحیم — یہ تمہارے خالق کے یہاں تمہارے حق میں بہتر ہے پھر خدا نے تمہاری توبہ قبول کر لی کیونکہ وہ توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے۔

محمد علی صاحب جن کی تفسیر پر مرزائیوں کو بڑا ناز ہے لکھتے ہیں کہ سیناھم غضب من ربھم وذلۃ فی الحیوۃ الدنیا وکذالک نجزی المفترین کے بعد والذین عملوا السیئات ثم تابوا من بعدھا وامنوا ان ربک من بعدھا لغفور رحیم واقع ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ توبہ کے بعد جرم معاف ہو جاتا ہے۔

لیکن ان کو یاد رکھنا چاہیئے کہ جو مرتد توبہ کے بعد بھی حدًا یا تعزیرًا قتل کیا جائے جیسا کہ جلاد قتل کئے گئے۔ اس کے حق میں یہ معافی کی آیت ایسی ہے جس طرح سارق کے بارہ میں والسارق والسارقۃ فاقطعوا ایدیھما جزاء بما کسبا نکالا من اللہ واللہ عزیز حکیم کے بعد فمن تاب من بعد ظلمہ واصلح فان اللہ یتوب علیہ ان اللہ غفور رحیم سے اس کی معافی کی طرف اشارہ ہے اگرچہ سرقہ کی سزا دنیا میں اس سے ساقط نہیں ہوتی۔

الحاصل واقعہ عجل سے یہ بات بخوبی واضح ہو گئی کہ مرتدین کی ایک جماعت کو جس کی تعداد ہزاروں سے کم نہیں تھی حق تعالیٰ نے محض ارتداد کے جرم میں نہایت شدت

Telegram : t.me/Asbahenaqr

اور ذلت کے ساتھ قتل کرایا۔ اور ارتداد بھی اس درجہ کا قرار دیا گیا کہ توبہ بھی انکو خطائی سزا سے محفوظ نہ کر سکی۔ بلکہ توبہ کی مقبولیت بھی اس صابرانہ مقتولیت پر ہوئی، کہا جا سکتا ہے کہ یہ واقعہ موسوی شریعت کا ہے۔ امتِ محمدیہ کے حق میں اس سے تمسک نہیں کیا جا سکتا لیکن آپ کو معلوم ہونا چاہیئے کہ پہلی امتوں کو جن شرائع اور احکام کی ہدایت کی گئی ہے اور قرآن نے ان کو نقل کیا ہے وہ ہمارے حق میں بھی معتبر ہیں اور ان کی اقتدا کرنے کا امر ہم کو بھی ہے جب تک کہ خاص طور پر ہمارے پیغمبر یا ہماری کتاب اس حکم سے ہم کو مستثنیٰ نہ کر دیں۔

چند انبیاء و مرسلین کے تذکرہ کے بعد جن میں حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی ہیں نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو خطاب ہوا ہے کہ:۔

اولئک الذین ھدی اللہ فبھداھم اقتدہ	یہ وہ لوگ ہیں جن کو خدا نے ہدایت کی تو آپ بھی ان کی ہدایت کی پیروی کیجئے

یہ خطاب فی الحقیقت ہم کو سنانا ہے۔ خود محمد علی صاحب اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ "قرآن شریف میں کسی انسان کا ذکر ہو یا کسی قوم کا سب مسلمانوں کی تعلیم کیلئے ہے (بیان القرآن) پس اسی قاعدے سے بنی اسرائیل کے مرتدین کو قتل کئے جانے کے حکم میں بھی تعلیم ہم ہی مسلمانوں کو ہوگی۔

مرتد کا فیصلہ سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے

خصوصاً جب کہ دوسری آیات کی معیت میں خود رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا عام و تمام فیصلہ بھی (جو لتبین للناس ما نزل الیھم کے تحت میں داخل

Telegram : t.me/tasbeehaqra

ہے، یہی ہوا کہ ۔

من بدل دینہ فاقتلوہ (صحیح بخاری) | جو اپنا دین بدلے اسے قتل کردو

محمد صاحب نے بخاری کی اس حدیث کے ساتھ خوب ٹھٹھا کیا ہے اور اس طرح اپنے دل کی گندگی کا اور ثبوت دیا ہے۔

کہتے ہیں کہ یہاں دین سے کیا مراد ہے۔ کیا ہر ایک دین کو بدلنے والا واجب القتل ہے تو یہودی سے کوئی نصرانی بنے یا ہندو سے عیسائی وہ بھی واجب القتل ہوگا۔ کیا محمد علی صاحب ایمان سے کہہ سکتے ہیں کہ جب وہ یہ لکھ رہے تھے خود ان کا ضمیر اندر سے ان پر لعنت نہیں کر رہا تھا؟ کیا واقعی طور پر وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے کسی ایک لفظ کا بھی کوئی ایسا مطلب لینا جائز سمجھتے ہیں جس سے یہ لازم آتا ہو کہ ہر شخص جو اپنا پرانا مذہب چھوڑ کر اسلام میں آتا جائے اسے تم قتل کرتے جاؤ۔ یہاں تو آپ معنی ڈالنے میں سوامی دیانند سے بھی گوئے سبقت لے گئے۔

جس وقت آپ کے دل میں یہ سوال آیا تھا کہ حدیث میں جو مسلمانوں کو خطاب ہے من بدل دینہ فاقتلوہ اس میں کونسا دین خدا کے رسول کی مراد ہے تو اس کے جواب میں قرآن کی آواز پر کان دھرا ہوتا۔ جو کہتا ہے کہ ۔

۱۔ ان الدین عند اللہ الاسلام ۔	بلاشبہ دین تو اللہ کے نزدیک اسلام ہی ہے اور
من یبتغ غیر الاسلام دینا فلن یقبل منہ	جو کوئی اسلام کے سوا اور دین کی تلاش کرے تو وہ اس سے ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا۔

مگر آپ کے دل تو وہ خدا کا دین ہے ہی نہیں اس لئے آپ مجبور ہیں کہ کافروں کے دین کی طرف جائیں۔ الا ناء یترشح بما فیہ۔

Telegram : t.me/tobaabellaq1

بہر حال حدیث صحیح نے مرتد کے معاملہ میں خواہ وہ برسرِ پیکار ہو یا نہ ہو فیصلہ کر دیا کہ وہ واجب القتل ہے۔ اور لطیفہ یہ ہے کہ حضور نے کمالِ بلاغت سے من اتاکم دینہ، نہیں فرمایا کہ شاید کسی کو شبہ ہوتا کہ یہ صرف اس کے حق میں ہے جو مثلاً یہودیت وغیرہ کسی مذہبِ باطل کو چھوڑ کر اسلام میں آیا تھا پھر ادھر ہی لوٹ گیا بلکہ من بدل دینہ فرمایا کہ واجب القتل ہونے کے لئے خود اپنا دین کو تبدیل کرنا کافی ہے ضرورت نہیں کہ جس مذہب سے آیا تھا اس میں لوٹ کر جائے۔

خدائے عزوجل اور رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم

دونوں کا فیصلہ مرتد کے متعلق

یہاں تک تو آپ نے مرتد کے بارہ میں خدا اور رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم کا الگ فیصلہ سنا۔ اب یک جائی بھی سن لیجئے۔

حضرت ابو موسیٰ اشعری اور معاذ بن جبل رضی اللہ عنہما پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یمن کا علاقہ تقسیم کر دیا تھا۔ دونو اپنے اپنے حلقہ میں کام کرنے لگے ایک دفعہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کے پاس بغرض ملاقات آئے دیکھا کہ ایک شخص ان کے پاس بندھا کھڑا ہے۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ یہ مرتد ہے یعنی پہلے یہودیت سے اسلام لایا۔ پھر یہودی بن گیا حضرت ابو موسیٰ نے معاذ سے کہا کہ تشریف رکھئے۔ انہوں نے فرمایا نہیں۔ میں اس وقت تک نہ بیٹھوں گا جب تک یہ قتل نہ کر دیا جائے۔ تین مرتبہ یہی گفتگو ہوئی معاذ بن جبل نے فرمایا قضاء اللہ ورسولہ یعنی یہ اللہ کا اور اس کے رسول

Telegram : t.me/tehqiqat

کا فیصلہ ہے چنانچہ وہ قتل کر دیا گیا۔ (صحیح بخاری)

زنادقہ کے متعلق حضرت علیؓ کا فیصلہ

یہ تو آپ نے ان دو صحابیوں کا ذکر سنا جو غالباً آپ کے خیال میں علماء دیوبند سے بھی زیادہ تنگ نظر ہوں گے۔ اب نبی کے چوتھے خلیفہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی (بقول آپ کے) تنگ نظری بھی ملاحظہ کیجئے۔

عن عکرمۃ قال اُتی علی بزنادقۃ فاحرقھم فبلغ ذالک ابن عباسؓ فقال لوکنت انا لم احرقھم لنھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لاتعذبوا بعذاب اللہ ولقتلتھم لقول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من بدل دینہ فاقتلوہ (صحیح بخاری)	حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے پاس چند زنادقے لائے گئے انہوں نے ان کو جلا دیا یہ خبر ابن عباسؓ کو پہنچی انہوں نے فرمایا اگر میں ہوتا تو ان کو جلاتا نہیں کیونکہ رسول اللہ نے فرمایا کہ اللہ کے عذاب (آگ) سے کسی کو سزا مت دو بلکہ میں ان کو قتل کرتا کیونکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو اپنا دین تبدیل کرے اسکو قتل کر دو۔

حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں روایات نقل کی ہیں جن میں تصریح ہے کہ یہ زنادقہ مرتدین تھے۔ پھر بعض علماء کا یہ قول نقل کیا ہے کہ:۔

ومنھم من زعم ان البلانیۃ وھم قوم زعموا ان اللہ خلق شیئاً ثم خلق منہ شیئاً آخر فدل بہ العالم باسرہ وبھذا یعقل النسبۃ الی قولہ	اور زنادقہ میں ہی سے بلانیہ فرقہ کے خیالات تخلیق عالم کی نسبت نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ، نبوت اور، تحریف آیات وعبادت میں ان کے اقوال

Telegram : t.me/pasbanehaq1

ogspot.com

ولهم مقالات سخيفة في النبوات وتحريف الأدلة لغرائض العبادات	نہایت رذیل ہیں۔ (نسیم الباری ج ۲ ص ۲۳)

اس سے ظاہر ہوا کہ جس کو فقہاء زندیق کہتے ہیں وہ مرتد، لتاد قہ و مرتدین کا حکم آپ کو معلوم ہو چکا۔

قتل مُرتد کا فیصلہ اجماع ائمۃ الاسلام سے

قرآن و سنت کے بعد تمام ائمہ اسلام کا متفقہ فیصلہ بھی قتل مرتد کے متعلق سن لیجئے۔

امام عبدالوہاب شعرانی رح میزان کبریٰ میں تحریر فرماتے ہیں،

وقد اتفق الائمة على ان من ارتد عن الاسلام وجب قتله وعلى ان قتل الزنديق واجب وهو الذي يسر الكفر ويتظاهر بالاسلام	اور تمام ائمہ کا اس پر اتفاق ہو چکا ہے کہ جو شخص اسلام سے پھر جائے یا زندیق ہو اس کا قتل واجب ہے اور زندیق وہ ملحد ہے جو اندرونی کفر کے باوجود اسلام سے مظاہرہ کرتا ہے۔

اس عبارت کو پڑھ کر یہ آیت بھی تلاوت فرمائیے۔

ومن يشاقق الرسول من بعد ما تبين له الهدى ويتبع غير سبيل المومنين نوله ما تولى ونصله جهنم وساءت مصيرا۔	اور جس کسی نے رسول کی مخالفت کی ہدایت ہو جانے کے بعد اور مومنین کے راستہ کے سوا کسی اور راستہ پر چلا تو، اس کو حوالہ کریں گے اس چیز کے جس کو وہ اختیار کرتا ہے اور داخل کریں گے دوزخ میں اور وہ بہت برا ٹھکانا ہے۔

Telegram : t.me/pasbanehaq1

قتل مرتد کے متعلق قیاس شرعی اور عقل سلیم کا کیا حکم ہے؟

چونکہ مضمون اندازہ سے زیادہ طویل ہوتا جا رہا ہے۔ اس لئے قرآن، سنت اجماع پیش کرنے کے بعد صرف الفاظ حافظ ابن قیمؒ کے نقل کرتا ہوں جن سے معلوم ہوگا کہ کافر حربی اور مرتد کا قتل کیا جانا عقل سلیم اور قیاس صحیح کا اقتضاء ہے فرماتے ہیں:۔

فاما القتل فجعله عقوبة اعظم الجنايات كالجناية على الانفس فكانت عقوبة من جنسها كالجناية على الدين بالطعن فيه والارتداد عنه وهذا الجناية اولى بالقتل وكاني عدوان الجاني عليه من كل عقوبة اذ بقاءه بين اظهر عباده مفسدة لهم ولا خير يرجى في بقائه ولا مصلحة فاذا احبس شره واسك لسانه وكفاك ادى والتزم الذل والصغار وجرّيان احكام الله ورسوله واداء الجزية لم يكن في بقائه وبين اظهر المسلمين ضرر عليهم والدنيا بلاغ ومتاع الى حين

خلاصہ اقتل نے کسی جرم کی سزا میں عمومی ہیں ان میں سے قتل سب سے بڑے جرم کی سزا ہو سکتی ہے مثلاً کسی بے گناہ کو ہلاک کر دینا یا کسی عورت کی عصمت دری کر کے اس کا حمل یا اولاد ضائع کرنا اور اس سے بڑھ جانا اور جب قتل ہی کی سزا قتل ہے تو دین برباد کرنے کی سزا بطریق اولیٰ قتل ہونی چاہیے کیونکہ ایک نفس کا، بلکہ کروڑ کی تباہی سے زیادہ قبیح نہیں ہے۔ پس اس شخص کا وجود جو دین حق پر کرکے پاس سے پھر جانے مسلمانوں کی جماعت کے اندر بڑی خرابی کا باعث ہے جس کے باقی رکھنے میں کسی طرح بہتری کی امید نہیں کیا جا سکتی ہاں اگر وہ مطمئن کر دے اپنی زبان کو روک لے اور اپنی شرارت سے باز رہے اور مسلمانوں کو دکھ نہ دے اور ذلیل و خوار اور خدا

Telegram : t.me/pasbanehaq1

وجملة ايضاً عقوبة الجناية على الفروع المحرمة لمانعيها من الفاسد العظيمة واختلال الامن في الفساد العام۔

اور رسول کے احکام کے سامنے پست ہمت رہنا پسند کرے تو اس چند روزہ زندگی میں اس کے لئے گنجائش ہے۔ (اعلام الموقعین ج ۲ ص ۲۶۸)

یہاں تک ہم نے اگر ارجہ سے قتل مرتد کا بقدر کفایت ثبوت پیش کر دیا ہے اور اگر ضرورت محسوس ہوئی تو آئندہ اس کی مزید تشریح کی جائے گی۔

یہ بات رہ گئی ہے کہ بعض لوگوں نے قرآن کی وہ آیات پیش کی ہیں جن میں مرتد کے اعمال حبط ہونے یا ان پر لعنت برسنے یا آخرت میں غضب اور عذاب ہونے کا ذکر ہے ان آیات میں ساتھ ہی ساتھ اس کے قتل کئے جانے کا حکم مذکور نہیں۔

لیکن اس میں تو خاتا مرزائیوں کو بھی تردد نہ ہوگا کہ قتل عمد کی سزا اسلام میں قتل ہے پر حق تعالیٰ نے جس جگہ قرآن میں یہ فرمایا ہے:۔

ومن يقتل مؤمنا متعمدا فجزاؤه جهنم خالدا فيها وغضب الله عليه ولعنه واعد له عذابا عظيما۔

اور جو شخص کسی مسلمان کو عمداً قتل کریگا تو آخرت میں اسکی سزا جہنم ہوگی جس میں ہمیشہ رہنا ہوگا اس پر اللہ غضب اور لعنت کریگا اور ایسے شخص کے لئے خدا نے عذاب عظیم تیار کر رکھا ہے۔

تو اس کا بدلہ صرف یہ ارشاد فرمایا ہے کہ اس کو دوزخ میں خلود ہوگا۔ اور اللہ کا غضب اور اس کی لعنت اس پر ہے اور خدا نے اس کے لئے بڑا عذاب تیار کر رکھا ہے۔ تو کیا اس جگہ صرف اخروی سزا مذکور ہونے سے مرزائیوں کے مایہ ناز مفسر کے، نزدیک قاتل کو بھی دنیا میں آزاد چھوڑ دیا جائے گا اگر یہی آپ کی قرآن فہمی اور نکتہ سنجی تو اپنے نام نہاد اسلام اور اس کے فلسفہ کو آپ دنیا میں خوب نیک

Telegram : t.me/pasbanehaq1

نام کریں گے۔

اور اگر آپ قاتل کی نسبت فیصلہ کرنے میں آیت مذکورہ کے ساتھ قرآن کی دوسری آیات کو بھی ملاتے ہیں تو مرتد کے متعلق فیصلہ کرتے وقت ایسا کرنے سے کیا چیز مانع ہے۔

آپ کتنی ہی کوشش کیجئے اور احادیث و آثار سے بھاگ کر قرآن کی پناہ لیجئے۔ مگر قرآن آپ کو ضرور دھکے دے گا۔ اور آپ کے خیل فاسدہ کے منہ پر طمانچے مارے گا۔ کیونکہ رسول سے بھاگنے والے کیواسطے خدا کے ہاں کوئی پناہ نہیں ہے۔

مرتد کی نسبت اسلامی حکومت کا فیصلہ

قرآن، حدیث، اجماع، قیاس کے فیصلوں کے بعد ایک خالص اسلامی حکومت (افغانستان) کا فیصلہ بھی وہ ہی ہونا تھا جو ہوا۔

لیکن جب سے دولت علیہ افغانیہ کی سب سے بڑی شرعی عدالت نے نعمت اللہ قادیانی کو اس کے ارتداد کے جرم میں نہایت ذلت اور رسوائی کے ساتھ قتل کرایا ہے مرزائی اُمت نے اس خالص اسلامی قانون کی تنقید اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی ایک محکم سنت کے احیاء کے خلاف سخت شور و ہنگامہ بپا کر رکھا ہے۔ کبھی وہ افغانستان کے مقابلہ پر امریکہ اور یورپ کو ابھارتے ہیں۔ کبھی ہندوؤں سے فریاد کرتے ہیں کبھی آزاد منش لیڈروں کو اکساتے ہیں۔ اور سب سے آخر میں رائے عامہ سے اپیل کی جاتی ہے۔

لیکن ان کو یاد رکھنا چاہئے کہ قتل مرتد کا قانون نہ تو یورپ و امریکہ کی حکومتوں

Telegram : t.me/pasbanehaq1

کا بنایا ہوا ہے اور نہ کانگریس یا کسی اور نیوی انجمن کی تنظیم کمیٹی سے اس کی منظوری میں رائے لی گئی ہے اور نہ ہی پبلک کے عوغائے عام یا ووٹروں کی کثرت کو اس کے پاس کئے جانے میں کچھ دخل ہے۔

وہ تو آسمانی فیصلہ ہے جو خدا کے سوا کسی کے بندوں کے ہاتھوں پذیر ہوتا ہے۔ جس کی نسبت قرآن حکیم میں یہ ارشاد ہوا ہے:۔

فسوف یاتی اللہ بقوم یحبھم و یحبونہ اذلۃ علی المومنین اعزۃ علی الکافرین یجاھدون فی سبیل اللہ ولا یخافون لومۃ لائم ذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء

تو قریب ہے کہ خدا لے آئیگا ایک ایسی قوم کو جسکو وہ محبوب رکھتا ہے اور وہ خدا کو محبوب رکھتی ہے کہ کافروں کے مقابلہ میں غالب اور مومنین کے سامنے خاکسار ہو جہاد کریگی خدا کے راستہ میں اور کسی ملامت کرنیوالے کی ملامت سے نہ ڈرے گی یہ خدا کا فضل ہے جسکو چاہے دے

اور وہ ایک فرمان رسالت ہے جس کا امتثال ان ہی سعید روحوں کا حصہ ہے جن کو حق تعالیٰ نے اپنے باغیوں کی سرکوبی کے لیے منتخب جہان میں سے چن لیا ہے اور جن کو اس نے محض اپنے افضال سے اشداء علی الکفار رحماء بینھم کا تمغہ مرحمت فرمایا ہے۔

یہ تو یہ ہے کہ اس دور فتن میں جب کہ الحاد اور لاندہبیت کی رَو کے، خلاف کوئی کام کرنے کی بہت ہی کم جرأت ہو سکتی ہے۔ اعلیٰ حضرت امیر غازی ایدہ اللہ بعونہ ونصرہ نے اس سنت سنیہ کو زندہ کر کے بارگاہ الٰہی اور قلوب مومنین میں وہ عزت پیدا کر لی ہے جو انسانوں کی دی ہوئی اور بادشاہوں کی تسلیم کی ہوئی عزتوں سے بالاتر ہے۔ قاعدہ ہے کہ جو شخص جس گورنمنٹ کے،

Telegram : t.me/pasbanehaq1

کے قانون کو قبول کرتا اور اس کی حمایت کرتا ہے اس کی پشت پر اس گورنمنٹ کی ساری طاقت ہوتی ہے۔ پس ضرور ہے کہ جو بادشاہ "قانون کی حمایت اور تنفیذ کرے خدائی طاقت اسکی حامی اور سرپرست ہو۔ اور اسی لئے ہم کو یقین رکھنا چاہئے کہ اعلیٰ حضرت امیر غازی جس وقت تک قانون الٰہی کو بلا خوف لائم اپنا دستور العمل بنائے رہیں گے خدائی طاقت ان کو ہر شیطانی طاقت پر میں منظفر و منصور کرے گی۔ فان اللہ ھو مولاہ وجبریل وصالح المؤمنین والملائکۃ بعد ذالک ظھیر۔

آج تاجدار افغانستان نے اقامت حدود الٰہیہ سے قرن صحابہ کی یاد تازہ کر دی۔ اور رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک کو خوش کرنے میں اس بات کی کچھ پرواہ نہیں کی کہ دنیا ان کو وحشی سمجھے گی یا جاہل۔

انہوں نے بڑی دلیری کے ساتھ اسلام کے حقیقی حسن و جمال اور قدرتی سادگی و خوبصورتی سے پردہ اٹھا دیا۔ اور اس نے بناوٹی خوب صورتی اور مصنوعی رنگ و روپ سے اس کو بے نیاز ثابت کر دیا جس میں اسلام کے نادان دوست یا دانا دشمن اسے پیش کر رہے تھے۔

امیر کابل جیسے خالص خود مختار اسلامی فرمانروا سے اسلام کی یہ خدمت کچھ زیادہ عجیب نہیں۔ لیکن تعجب اور تعجب سے زیادہ مسرت ہم کو اس بات پر کہ غلام ہندوستان کے اسلامی اخباروں کو جن میں معزز زمیندار اور سیاست خصوصیت سے قابل ذکر ہیں حق تعالیٰ نے ایسی سیدھی سمجھ اور مؤمنانہ جرأت اور صراط مستقیم پر چلنے کے لئے بصیرت کی وہ روشنی عطا فرمائی ہے جس نے حضرت

Telegram : t.me/tehqiqat

محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے اسلام کی اصلی ہیئت اور فتنہ عظیمہ مرزائیت کے کفریات اور بدنتائج کا مشاہدہ کرنے کے لئے غافلوں اور بے خبروں کی آنکھوں کے سامنے جالا کر دیا ہے۔

مسلمان قوم کے حق میں یہ بڑی مبارک فال ہے کہ اس مؤقر اخبار تجارتی مقاصد اور دلوتہ کا لحاظ کر کے ٹھیک ٹھیک اسلامی تعلیمات لوگوں کے سامنے پیش کریں اور ان کی حمایت پر علی وجہ البصیرت کمربستہ ہوں۔

ان اخباروں کی روش افغانستان کے اس فعل کی تائید و تحسین میں حق پرست مسلمانوں پر یہ ثابت کر رہی ہے کہ یہ اخبار محض کسب زر کا آلہ نہیں بلکہ اسلام کے بہترین خادم ہیں، جو چاہتے ہیں کہ حد سے بڑھے ہوئے آزاد مسلمانوں کے جذبات و محسوسات کی ٹرین کو کچھ پیچھے ہٹا کر اسی سیدھی لائن پر کھڑا کر دیں جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ نے عرب کی زمین پر بچھائی تھی۔

لاہوری پارٹی کے امیر محمد علی صاحب، تو لکھتے ہیں کہ افغانستان کے اس فعل نے اسلام کی ترقی کو دس برس پیچھے ڈال دیا۔ مگر میں انہیں خوشخبری سناتا ہوں کہ دس برس نہیں۔ اس نے اولوالامر مسلمانوں کو نہایت ہی مہلک آزادی کی طرف ترقی کرنے سے تیرہ سو سال پیچھے ہٹا دیا ہے۔

مرزائیوں کو بڑی فکر ہے کہ افغانستان کا یہ فعل جب اسلام کی طرف منسوب ہوگا تو غیر مسلم قومیں اسلام سے نفرت کرنے لگیں گی۔ اور یہ سمجھ جائیں گی کہ اسلام صرف تلوار کے زور سے قائم رکھا جا سکتا ہے۔ اور یہ ایک بڑی روک اشاعت اسلام کے راستہ میں ہوگی۔

Telegram : t.me/tasbanehaq1

لیکن قرونِ اولیٰ کا تجربہ ہم کو یہ بتلاتا ہے کہ جب صدیق اکبر اور دوسرے خلفاء کے عہد میں ارتداد کا فیصلہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے حکم کے موافق تلوار کی نوک سے کیا جاتا تھا حتیٰ کہ بعض اوقات سرزمین عرب کا ربع رقبہ، مرتدین کے خون سے رنگین ہو گیا اسوقت اشاعت اسلام کی رفتار ترقی اس قدر سریع اور حیرت میں ڈالنے والی تھی کہ جسے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے ایک عظیم الشان معجزہ کے سوا اور کچھ نہیں کہا جا سکتا۔

جیسا کہ تھوڑی دیر پہلے میں ثابت کر چکا ہوں۔ صحابہ رضی اللہ عنہم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے حکم من بدل دینہ فاقتلوہ کی تعمیل میں ایک لمحہ کا توقف بھی روا نہ رکھتے تھے لیکن مرتدوں کے لئے یہ کس قدر تعجب اور غصہ کا مقام ہو گا کہ ان ہی صحابہ کے عہد میں بے شمار کفار اسلام سے بدگمان ہوئے اور نہ انہوں نے حاملین اسلام سے نفرت کی۔ بلکہ وہ یہ دیکھ کر مسلمان حکمرانوں کے زیر سایہ ان تمام یہود و نصاریٰ اور دوسری غیر مسلم اقوام اس طرح آنا نہ زندگی بسر کرتے اور اپنے مذہبی وظائف کو بلا روک ٹوک بجا لاتے ہیں۔ کسی مرتد کا بے دریغ قتل کیا جانا اس بات کی دلیل ہے کہ مسلمان صرف ایک ہی چیز کے خواہاں ہیں اور وہ یہ کہ ان کے دین میں زہریلے جراثیم کی تولید نہ ہونے پائے۔ اور کبھی ہو جانے کو اس کو ترقی اور تعدیہ کا موقع نہ ملے۔ جراثیم ارتداد کا فنا کرنا فی الحقیقت بقیہ سچے ایمانداروں کی حفاظت کرنا ہے۔

مرتد کا وجود ایک مستقل فتنہ ہے۔ جس سے کمزور اور سادہ لوح مسلمانوں کے خیالات میں تشویش اور ان کے جذبات میں تلاطم پیدا ہو سکتا ہے۔

Telegram : t.me/pasbanehaq1

جو لوگ عہد رسالت میں اپنے آدمیوں کو "بالذی انزل علی الذین امنوا وجہ النہار واکفروا اٰخرہ" کا مشورہ دیتے تھے۔ اُن کی غرض بھی لعلہم یرجعون ہی تھے یعنی یہ کہ کچھ مصنوعی مسلمانوں کو اسلام سے پھرتے دیکھ کر سچے مومنین کو بھی ٹھوٹ اور باطل کی طرف آنے کی ترغیب ہوگی۔ یا کم از کم یہ خیال کر کے کہ آخر کچھ تو وجہ ہے کہ یہ لوگ اسلام قبول کرنے کے بعد اس سے منحرف ہو گئے ہیں۔ اُن کے دلوں میں بھی ایک طرح کا تردد اور تذبذب پیدا ہو جائے گا۔

اس لئے اسلام نے ارتداد کے مہلک جرائم کو تباہ کر ڈالنے کے لئے پوری قوت استعمال کرنے کا حکم دیا ہے۔

بہتر ہے کہ مرتد کو اوّل سمجھائو۔ اس کے شبہات کا ازالہ کرو اگر وہ خدا کی کھلی کھلی آیات دیکھنے اور واضح دلائل سننے کے بعد بھی اپنی معاندانہ ضد اور ہٹ دھرمی پر قائم رہے۔ اور اپنی ہوا و ہوس یا واہم باطلہ کی پیروی سے باز نہ آئے تو مسلمانوں کی جماعت کو اس کے زہریلے وجود سے پاک کر دو کہ تبین رشد من الغی کے بعد دین میں کوئی اکراہ نہیں ہے۔ لیھلک من ھلک عن بینۃ ویحیٰی من حی عن بینۃ

ایک شخص اتفاقاً گھوڑے سے گر پڑا۔ ٹانگ ٹوٹ گئی۔ ہڈی کے ریزے اِدھر اُدھر بکھر گئے۔ رسول سرجن کا کام یہ ہے کہ ہڈی کو جوڑے۔ زخم صاف کرے پٹی باندھے اور مرہم لگائے۔ لیکن اگر کسی تدبیر سے زخم مندمل نہ ہو سکے، بلکہ اس کے پلوں دوڑنے اور باقی ٹانگ کو بھی خراب اور مسموم کر ڈالنے کا اندیشہ ہو تو کیا اس وقت اس رسول سرجن کا یہ ایک مشفقانہ فرض نہیں ہو جاتا کہ وہ

Telegram : t.me/tasbeehat

ٹانگ کے مسموم حصّہ کو کاٹ کر پھینک دے اور فاسد عضو بدن پر یہ سمجھ کر کچھ رحم نہ کھائے کہ گھوڑے سے گرنا اور ٹانگ ٹوٹ جانا اور مریض کا زخم مندمل نہ ہونا اس کے اختیار میں نہیں تھا۔ اس وقت سول سرجن کا فرض یہ دیکھنا، نہیں کہ آیا مریض نے اپنے اختیار سے مرض کو پیدا کیا ہے یا بے اختیاری طور پر پیدا ہو گیا ہے۔ بلکہ اپنے اختیار کو دیکھنا ہے جسے وہ مریض کے بقیہ اعضاء بدن کو بچانے کے لئے استعمال کر سکتا ہے۔

یاد رکھو کہ ارتداد ایک سخت زہریلا مادہ ہے جو جسم مسلم میں پیدا ہو جاتا ہے خدائی سول سرجن جب اس کی تحلیل یا اخراج کی تدبیر سے تھک جاتے ہیں تو آخر الحیل السیف کے قاعدے سے اس عضو فاسد کو کاٹ کر پھینک دیتے ہیں ا وہ ایسا کرنے کے وقت خدا کی طرف سے دلاتاخذکم بھما رأفۃ فی دین اللہ الخ لفظاً علیہم کے مخاطب ہوتے ہیں۔

کسی سخت اپریشن کا مشاہدہ کرنے سے بعض اوقات نازک دل عورت یا بعض ضعیف القلب مرد بھی غش کھا کر گر پڑتے ہیں۔ لیکن اگر کوئی کمزور دل ڈاکٹر اس سے متاثر ہو کر اپریشن چھوڑ بیٹھے تو نہیں کہا جا سکتا کہ وہ ڈارحمدل ہے بلکہ کہا جائے گا کہ وہ اپنے منصب سے معزول کر دینے کے قابل ہے۔

ہم کو خدا کا شکر ادا کرنا چاہیئے کہ اس نے موجودہ عہد انحطاط میں امیر غازی امان اللہ خاں اور ان کے والد مرحوم کو وہ اختیارات بخشے اور ان اختیارات کے استعمال کی توفیق مرحمت فرمائی جو جسم مسلم کو نہایت ہی سخت آلائشوں سے پاک کرنے اور اصلاح پر لانے کے لئے ضروری تھے۔

Telegram : t.me/pasbanehaq1

gspot.com

اگر بفرض محال یہ صحیح بھی ہو کہ امیر صاحب کے اس فعل سے اشاعت اسلام میں کچھ رکاوٹ پیدا ہوتی ہے تو میں پھر بھی کوئی شبہہ نہیں کہ حفاظت اسلام میں اس سے بڑی بھاری مدد ملے گی۔ اور شاید قادیان کو کسی چوتھی بکری کو اب مدت تک یہ ہوس نہ ہوگی کہ علانیہ افغانیوں کے اسلام یا ان کی متمدد قومیت میں، سینگ مار کر کابل کے ذبیحہ خانہ سے شہادت کا فخر حاصل کرے۔

مرزا محمود ہوں یا محمد علی ان کو چاہئے کہ وہ دُول یورپ یا سوراجی مندو، مسلمانوں کو اتنا بے وقوف نہ سمجھیں کہ وہ سب کے سب امیر کابل کو اتنے سفاک اور جاہل سمجھ لیں گے کہ وہ دُول غیر کے تمام سفراء کو اس قدر مامون و مصئون رکھنے اور افغانی ہندوؤں کو ہندوستانی ہندوؤں سے زیادہ آزادی و طمانیت عطا کرنے کے باوجود مشق تیغ آزمائی یا بجبر و اکراہ اسلام پھیلانے کیلئے قادیان کی ایک بکری دعوت اللہ پر شمشیر حلال کر خوش ہوتے ہیں۔ کوئی شبہہ نہیں کہ کسی آدمی کو عمداً قتل کرنا بڑی سخت چیز ہے۔ مگر قرآن نے جسکو فتنہ کہا ہے وہ قتل سے بھی بڑھکر سخت ہے۔ والفتنۃ اشد من القتل۔ واللہ اکبر من القتل۔

یہ فتنہ دین حق سے "پھیر لے جانے" کا فتنہ ہے جس پر واحذرھم ان یفتنوک عن بعض ما انزل اللہ الیک میں متنبہ کیا گیا ہے اور جس کو حضرت ہارون علیہ السلام نے اپنی قوم کے مرتد گوسالہ پرستوں کو مخاطب کرتے ہوئے یا قوم انما فتنتم بہ سے تعبیر فرمایا تھا۔ اور جو ان کفار کا ہمیشہ مطمح نظر رہتا ہے جن کی نسبت قرآن میں کہا گیا ہے:۔

ودوا لو تکفرون کما کفروا فتکونون | وہ چاہتے ہیں کہ جیسے وہ خود کافر ہوئے تم بھی کافر ہو کر

Telegram : t.me/pasbanehaq1

مسلم اور ورد کثیر من اھل الکتاب لو یردونکم من بعد ایمانکم کفارا حسدا من عند انفسھم من بعد ما تبین لھم الحق فاعفوا واصفحوا حتی یاتی اللہ بامرہ ان اللہ علی کل شیء قدیر	برابر ہو جاؤ۔ سے اہل کتاب اکثر حسد یہ کرتے رکھتے ہیں کہ تم کو ایمان لانے کے بعد پھر کافر بنا دیں اصرار ہمیشہ رہتا ہے اس لئے جنگ کرتے رہیئے کہ اگر ان کا بس چلے تو تم کو یں سے ہٹا دیں۔

اسی فتنہ کے روکنے اور مٹانے کے لئے وہ جہاد جاننا اور دافعانہ و بالسیف مشروع کیا گیا جس کا خیال مسلمانوں کے دلوں سے محو کرنے کے لئے کاذبوی اور محمودی پارٹی کا بروزی نبی مبعوث ہوا ہے۔ پڑھو۔

وقاتلوھم حتی لا تکون فتنۃ و یکون الدین للہ۔	دشمنان اسلام س وقت تک لڑو کہ فتنہ کا وجود نہ رہے اور صر ہی غالب ہو کر رہے۔

(جیسا کہ لیظہرہ علی الدین کلہ سے مفہوم ہوتا ہے)۔

صحیح بخاری میں ابن عمر سے اور سنن ابن ماجہ میں عمران بن حصین سے منقول ہے کہ اس فتنہ سے مراد ارتداد کا فتنہ ہے (دیکھو فتح الباری ص۱۳۰ ج۱۳) اور اسی طرح اشارہ صحیح مسلم میں سعد بن ابی وقاص کی روایت میں موجود ہے۔

پس اسلام کا سارا جہاد و قتال خواہ ہجوم کی صورت میں ہو، دفاع کی صورت میں مرتد بننے یا بنانے والوں کے مقابلہ میں ہے۔ جس کی غرض یہ ہے کہ فتنہ ارتداد یا اس کے خطرہ سے مومنین کی حفاظت کی جائے۔ اور یہ عجب ہی ہو سکتا ہے کہ مرتدین کا جو مجسم فتنہ ہیں استیصال ہو اور مرتد بنانے والے کے حملوں اور تدبیروں اور ان کی شوکت و قوت کو جس سے وہ مسلمانوں ایمان کو موت کی دھمکی دے سکتے ہیں ہر ممکن طریقہ سے روکا جائے یا توڑا جائے۔

Telegram : t.me/tasbeehaq1

ogspot.com

چنانچہ کفار اگر جزیہ دے کر اسلامی حکومت یا مسلمانوں کے امن میں آجانے یا باہمی مصالحت اور معاہدہ کی وجہ سے مسلمانوں کو عملاً مطمئن کر دیں کہ وہ ان کے دین میں کوئی رخنہ اندازی نہ کریں گے۔ اور ان کے غلبہ اور شوکت کی وجہ سے مسلمانوں کو مرتد بنائے جانے کا کوئی اندیشہ باقی نہ رہے گا تو ایسی اقوام کے مقابلہ میں مسلمانوں کو ہتھیار اٹھانا جائز نہیں۔

حتی یعطوا الجزیۃ عن یدٍ وھم صاغرون وان احدٌ من المشرکین استجارک فاجرہ حتی یسمع کلام اللہ ثم ابلغہ مامنہ

یہاں تک کہ وہ جزیہ ادا کریں ہاتھ سے ذلیل ہو کر اور اگر مشرکین میں سے کوئی تم سے پناہ مانگے تو تم اس کو پناہ دے دو یہاں تک کہ وہ اللہ کا کلام سن لے پھر اس کو اس کی جگہ پہنچا دو۔

وان جنحوا للسلم فاجنح لھا وتوکل علی اللہ۔ فان اعتزلوکم فلم یقاتلوکم والقوا الیکم السلم فما جعل اللہ لکم علیھم سبیلا وان یریدوا ان یخدعوک فان حسبک اللہ ھو الذی ایدک بنصرہ وبالمؤمنین۔ واما تخافن من قوم خیانۃ فانبذ الیھم علی سواء ان اللہ لا یحب الخائنین۔ فان عاھدوک فاستقیموا لھم ان اللہ یحب المتقین۔ واما تثقفنھم فی الحرب فشرد بھم من خلفھم لعلھم یذکرون۔ واما تخافن من قوم خیانۃ فانبذ الیھم علی سواء ان اللہ لا یحب الخائنین۔ وان نکثوا ایمانھم من بعد عھدھم وطعنوا فی دینکم فقاتلوا ائمۃ الکفر۔

اور اگر وہ صلح کے لئے جھکیں تو تم بھی اس کے لئے جھک جاؤ اور خدا پر بھروسہ کرو پھر اگر وہ تم سے علیحدہ رہیں اور لڑائی اور صلح کی سلسلہ جنبانی کریں تو پھر اللہ نے ان کے مقابلہ میں تم کو کوئی راستہ نہیں دیا اور اگر عہد و پیمان کے بعد اپنی قسمیں توڑ ڈالیں اور تمہارے دین پر زبان درازی کریں تو تم کفر کے سرداروں سے۔

پس جہاد بالسیف خواہ ہجومی ہو (یعنی بطریق حفظ ماتقدم) یا دفاعی (یعنی بطریق چارہ سازی) صرف مومنین کی حفاظت کے لئے ہے اور یہ ایک ایسا فطری حق ہے جس سے کوئی عقلمند اور مہذب انسان مسلمانوں کو محروم نہیں کر سکتا۔

Telegram : t.me/pasbanehaq1

اس لئے احکام جہاد کی نسبت جو قرآن میں بکثرت موجود ہیں یہ نہیں کہا جاسکتا کہ وہ لا اکراہ فی الدین کی آیات محکمہ کے معارض ہیں بلکہ کہا جائے گا کہ دین میں کوئی اکراہ نہیں۔ البتہ جو فتنے دین میں زخنہ ڈالتے ہوں ان کے روکنے میں ضرور اکراہ ہے۔ یعنی جہاں تک مسلمانوں کی طاقت میں ہوگا فتنہ کو اجازت نہیں دی جائے گی کہ وہ مسلمانوں کی جماعت میں سر نکالے یا نشوونما پائے۔

اگر اسلام کی اسی حفاظت خود اختیاری کے معنی اس کا بزور شمشیر پھیلایا جانا ہے تو میں اقرار کرتا ہوں کہ بیشک ایسی حفاظت کے لئے شمشیر استعمال ہوئی ہے اور برابر ان لوگوں کے ہاتھوں سے جنہیں خدا ایسی قوت اور توفیق بخشے گا استعمال ہوتی رہے گی۔ الجہاد ماض الی یوم القیامۃ۔

خواہ قادیان کا متنبی اپنے قلم کی چوں چوں سے کتنا ہی اس تلوار کی جھنکار کو پست کرنا چاہے۔

ہم بحمداللہ خوب سمجھتے ہیں کہ اسلام کے بہت سے دانا دشمنوں نے اس امر کی حمایت میں کہ اسلام ہرگز بزور شمشیر نہیں پھیلا موٹی موٹی کتابیں لکھی ہیں اور کیسی خوب صورتی اور دانائی سے ایک سچی بات کہہ کر دوسری سچی بات (جہاد بالسیف) کی اہمیت اور فرض کو مسلمانوں کے دلوں سے محو کرنا چاہا۔ ا

اسلام کے بہت سے نادان دوست بھی اُن کی اس منافقانہ ہمدردی کا ہو گئے ہیں انہوں نے اپنی اصلاح کی غلطی سے مسئلہ جہاد کے بازو کترڈالے ہیں لیکن یاد رکھئے کہ قاطعین بالغ کا گروہ نہ تو کسی کی تعمیل اور تعمیق سے ڈرتا ہے

Telegram : t.me/pasbanehaq1

logspot.com

ا دکسی کی مکاری اور چرب لسانی سے پسپیتا ہے۔

وہ بلاخوف تردید کہتا ہے کہ تم حقیقت جہاد سے جاہل ہو۔ اور خدائے قدوس کی اتنی دفاداری اور اس کی راہ میں شجاعانہ سرفروشی کو اگر تم وحشیانہ حرکت اور مذہبی دیوانگی سے موسوم کرتے ہو تو ہم اپنی دیوانگی اور تمہاری فزانگی کی نسبت مولانا رومیؒ کی زبان میں صرف اتنا ہی کہہ سکتے ہیں ؎

آزمودم عقل دور اندیش را　　بعد ازیں دیوانہ سازم خویش را

اوست دیوانہ کہ دیوانہ نہ شد　　اوست فرزانہ کہ فرزانہ شد،

بہر حال قتل مرتد یا دبالسیف کا حکم مسلمانوں کو فتنہ سے محفوظ رکھنے کے لئے ہے جس کا اول مخاطب امام صاحب اقتدار ہوتا ہے جن ممالک میں مسلمانوں کا امام صاحب اقتدار نہ ہو وہاں عام مسلمان اس قسم کے احکام کے مکلف نہیں ہیں (جیسے ہندوستان ہے) براہ علیہ ہندوستان کے مرتد یا الخیر مسلم اقوام کو نعمت اللہ خاں کے قتل سے خوف کھانے کی کوئی وجہ نہیں۔ بلکہ خود افغانستان کی غیر مسلم رعایا یا مستامنین کو بھی جیسا کہ مشاہدہ کیا جا رہا ہے کوئی مخطرہ نہیں۔

لاہوری پارٹی کے امیر کی سمجھ میں ابھی تک یہ فلسفہ نہیں آیا کہ ایک ہندو پیغمبر اسلام صلے اللہ علیہ وسلم کو نعوذ باللہ جھوٹا سمجھ کر حکومت افغانستان کے ماتحت آزاد ہے ایک عیسائی یا یہودی آپ کو نعوذ باللہ مفتری قرار دے کر حکومت افغانستان کے کسی عہدہ پر بھی فائز ہو سکتا ہے۔ لیکن ایک مسلمان یہ کہہ کر خاتم النبیین کے یہ معنی ہیں یہ نہیں (یعنی خاتم النبیین کا تاویل باطل کے پر میں انکار کر کے) واجب القتل ہو جاتا ہے۔

Telegram : t.me/tehqiqat

مجھے افسوس ہے کہ ایسی سیدھی اور موٹی سی بات امیر جماعت احمدیہ کی سمجھ میں کیوں نہیں آتی۔ وہ کروڑوں انسان جو برٹش قلمرو سے باہر رہتے ہیں اور جو ابتک انگریزوں کی حکومت اپنے اوپر قبول نہیں کی، آزاد ہیں۔ کہ جو چاہیں قانون اپنے لئے بنائیں اور جس طرز سے چاہیں زندگی بسر کریں۔ انگریزی حکومت کو ان سے کوئی سروکار نہیں۔ لیکن وہ شخص جو برٹش حکومت اور قانون کو قبول کرکے انگریزی رعایا بن چکا ہے وہ چاہے بغاوت کا جھنڈا کھڑا کردے اور سنڈیشن یا انارکی پھیلائے اور حکومت کے قانون کو توڑے ساتھ ہی زبان سے یہ بھی کہتا رہے کہ میں انگریزوں کی وفادار رعایا میں سے ہوں حکومت اس سے اغماض نہیں کرسکتی۔ حکومت اگر اس کے لئے پھانسی یا حبس دوام کی سزا تجویز کرے تو یہ سوال نہیں کیا جاسکتا کہ جب کروڑوں آدمی دنیا میں انگریزی حکومت سے باہر ایسے موجود ہیں جو انگریزی قانون اور اس کی حکومت کو قطعاً نہیں مانتے۔ اور حکومت ان سے کوئی تعرض نہیں کرتی تو کیا وجہ ہے کہ رعیت ہونے کا اقرار کرنے والے شخص کو سڈیشن کے جرم میں اس قدر سخت اور سنگین سزا دی جارہی ہے۔

خوب سمجھ لو کہ جو شخص اسلام میں داخل ہوا وہ اس کے حلقۂ حکومت میں آگیا۔ اور اس نے اسلام کے پورے قانون کو اپنے حق میں قبول کرلیا۔ اب اگر وہ اسلام کا زبانی دعویٰ رکھتے ہوئے اسلام سے نکلنا چاہتا ہے اور اس کے قانون کو توڑنا چاہتا ہے۔ اور خاتم النبیین کی رعیت بننے کے بعد کسی کذاب کو مجدد نبی مان کر فی الحقیقت آپ کے دعوائے خاتم النبیین کو،

Telegram : t.me/tasbeehaq1

logspot.com

جھٹلاتا ہے وہ اسلام کا باغی ہے۔ پس اسلام کی طرف سے وہ یقیناً ایسی سزا کا مورد ہوگا۔ جس کے مورد وہ غیر مسلم لوگ نہیں ہیں جو ابھی تک اسلام کے حلقہ میں داخل ہی نہیں ہوئے اور جو من شاء فلیؤمن ومن شاء فلیکفر کی تہدید آمیز آزادی سے ابھی تک متمتع ہو رہے ہیں۔

امیر جماعت احمدیہ سوال کرتے ہیں کہ:۔

"اگر مسلمان حکومتیں اپنے ملکوں میں یہ قانون بنائیں گی کہ غیر مسلم کو ان کے ملک میں اپنے مذہب کی تبلیغ کی اجازت نہیں تو اس کے بالمقابل کیا عیسائی طاقتیں اسی قسم کا قانون اسلام کے خلاف بنانے میں حق بجانب نہ ہوں گی کہ ان کی حکومت میں تبلیغ اسلام کی اجازت نہیں۔ اس کا نتیجہ کیا ہوگا۔ یہی کہ تبلیغ اسلام کا کام دنیا میں قطعی طور سے رک جائے گا۔"

اس کا جواب یہ ہے کہ اسلام اپنے اختیار رکھنے کسی شخص کو مرتد بنانے کی اجازت نہیں دے سکتا۔ اسلام کا یہی قانون افغانستان میں بہت پہلے سے رائج ہے۔ اگر اس کے جواب میں محمد علی یا میرزا محمود کے مشورہ سے غیر مسلم حکومتیں اپنے قلمرو میں تبلیغ اسلام کو روک دیں تو اگرچہ ہم مسلمان اپنے اس عقیدہ کے موافق کہ آج دنیا میں صرف ایک مذہب اسلام ہی سچا اور مکمل اور عالمگیر مذہب ہو سکتا ہے ان کی اس بندش کو حق بجانب نہیں کہہ سکتے۔ تاہم یہ ضرور ہے کہ وہ ایسا کر گزریں تو ہم ان کو روک بھی نہیں سکتے نتیجہ یہ ہوگا کہ ایک طرف اگر نومسلموں کا سلسلہ رک جائیگا تو دوسری جانب پرانے مسلمانوں کا اسلام سے نکلنا بھی بند ہو جائیگا۔ اور میں خیال

Telegram : t.me/pasbanehaq1

کرتا ہوں کہ موجودہ دولت کی حفاظت غیر موجود دولت کی تحصیل سے اہم اور مقدم ہے کسی چھوٹی سے چھوٹی اور ضعیف سے ضعیف سلطنت کی غیرت بھی اسکی اجازت نہیں دے گی کہ وہ اپنے حاصل شدہ حقوق و فوائد کی حفاظت کیلئے فوج بھرتی کرنے اور بڑی سے بڑی طاقت کی ٹکر اٹھانے سے پہلو تہی کرے۔

حالانکہ وہ جانتی ہے کہ اس تحفظ کے سلسلہ میں اس کے سپاہیوں کا نقصان غنیم کے سپاہیوں سے بہت زیادہ ہوگا۔

پھر کیا وجہ ہے کہ اسلام اپنے پیروؤں کے ایمان کی حفاظت میں ایسی غیرت اور مضبوطی نہ دکھلائے۔ اور اس خوف سے کہ اس کو دوسری جگہ بعض غیر حاصل فوائد سے محروم ہونا پڑیگا اپنے حاصل شدہ حقوق کی حفاظت سے دست بردار ہو جائے۔

مرزا محمود اور محمد علی آپ ذریات کے ایٹمی چوٹی کا زور لگا کر۔ ! طاقتوں سے ایسا قانون بنوالیں۔ اور تبلیغ اسلام کے قانون روک دینے جائیں گا اور قتل مرتد کے جواب میں قتل کئے جانے والے نو مسلموں کا خون اپنی گردن پر اٹھالیں لیکن وہ یہ امید ہرگز نہ رکھیں کہ انگریزی حکومت انکی ان دھمکیوں سے مرعوب ہو کر اپنا اسلامی قانون بدل ڈالے گی۔ اور ان کو یہ موقعہ دیا جائیگا کہ افغانستان کے نہایت ہی پکے اور سچے مسلمانوں میں ایک جھوٹے نبی کا نام لیکر اور غیر مسلموں کے ایجنٹ بن کر تفرقہ اندازی کرتے پھریں۔

محمد علی صاحب کہتے ہیں کہ اسلام کی فتح اس میں نہیں کہ مسلمان ملکوں میں دوسرے مذہب کی تبلیغ رکی رہے۔ بلکہ اسلام کی فتح یہ ہے کہ اسلام کے خو

Telegram : t.me/pasbanehaq1

اپنی ساری مادی طاقتوں کو صرف کر لیں۔ اور جس قدر اسلام سے لوگوں کو نکالنے کیلئے زور لگا سکتے ہیں لگا لیں اور آخر دیکھ لیں کہ کس طرح پروانہ کامران رہتے ہیں۔

بیشک اس نتیجہ کا ہم کو بھی یقین ہے اور خدا کی مہربانی اور امداد سے ہم کو پورا وثوق ہے کہ اسلام کے خلاف سب دجالانہ کوششیں اندرونی ہوں یا بیرونی آخر کار ناکام ہو کر رہیں گی لیکن اس تیقن اور وثوق یہ لازم نہیں آتا کہ ہم برائی کی جس کوشش کو ظہور میں آنے سے پہلے روکنے پر قادر ہوں نہ روکیں۔ اور جس بدی کو نمودار ہونے سے قبل ہی ہم بند کر سکتے ہیں بند نہ کریں۔

اسلام صرف بہادری ہی نہیں حکیم بھی ہے۔ وہ اپنی بہادری کے جوش میں اور آخری فتح کے یقین پر احتیاطی تدابیر اور حفاظتی وسائل کو نظر انداز نہیں کرتا۔ بلکہ بطور انجام بینی جہاں تک ممکن ہو فتنہ کے آنے سے پہلے ہی بند لگاتا ہے اگر اس پر بھی فتنہ کسی جگہ نمودار ہو سکے تو پھر بہادرانہ مقابلہ کرتا ہے۔ اور ہر صورت میں انجام یہی ہوتا ہے کہ حق کی فتح اور باطل کا سر نیچا ہو۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مرتدین پر چڑھائی کی لیکن جب انہوں نے مانعین زکوٰۃ سے (حکم زکوٰۃ ماننے کی وجہ سے) قتال کا ارادہ کیا تو عمر رضی اللہ عنہ اور دوسرے صحابہ مانع آئے کہ تم کلمہ پڑھنے والوں کے ساتھ قتال کیسے کرو گے آپ نے فرمایا کہ واللہ لاقاتلن من فرق بین الصلوٰۃ والزکوٰۃ۔ خدا کی قسم میں ضرور اس شخص سے قتال کرونگا جو نماز اور زکوٰۃ میں فرق کریگا۔

چنانچہ حضرت عمرؓ اور دوسرے معترضین کی سمجھ میں یہ بات آگئی اور حق تعالیٰ نے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہاتھ سے فتنہ ارتداد کا استیصال کر

Telegram : t.me/tasbanehaq1

دیا۔ اور حق کو وہ فتح و نصرت نصیب ہوئی کہ بعد میں صحابہ ابو بکر کے اس کارنامہ پر رشک کرتے تھے۔

غور کرنے کا مقام ہے کہ مانعین زکوٰۃ اگر خلیفہ کے مقابلہ میں چڑھ کر آئے تھے تو کیا حضرت عمر جیسے جلیل القدر صحابہ اس کی مدافعت سے ابو بکر صدیق کو روکتے تھے۔ کیا انہوں نے فقاتلوا التی تبغی حتی تفیٔ الی امر اللہ قرآن میں نہیں پڑھا تھا۔ پھر ابو بکر رضی اللہ عنہ نے جواب میں یہ فرمایا کہ یہ لوگ باغی ہیں اور خلافت کے مقابلہ پر انہوں نے چڑھائی کی ہے اس لئے ان سے لڑنا ضرور ہے جو جواب دیا وہ صاف بتلاتا ہے کہ اگر کوئی جماعت مسلمان ہونے کے بعد نماز یا زکوٰۃ یا اسلام کے کسی قطعی حکم کے ماننے سے انکار کرے گی تو اس سے ضرور قتال کیا جائے گا تاوقتیکہ وہ راہ راست پر نہ آجائے۔

ہاں حنفیہ نے قتل مرتد کے حکم سے عورت کو مستثنیٰ کہا ہے۔ اگرچہ حبس دوام کا حکم وہ بھی دیتے ہیں پس اس لئے نہیں کہ جرم ارتداد کی سزا قتل نہیں ہے بلکہ ایک ہی جرم کی دو سزائیں مجرمین کے احوال کے تفاوت کی بنا پر ہیں۔

میں پہلے ثابت کر چکا ہوں کہ ارتداد اسلام سے بغاوت کا نام ہے۔ تو کیا حکمت و انصاف کی بڑی بڑی عدالتوں کے یہاں بھی بغاوت کے جرم کی سزا ہر ایک مجرم کے حق میں یکساں ہے۔

پس اگر امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے بعض نصوص اشارہ سے دو مجرموں کے لئے ایک ہی جرم کی دو سزائیں تجویز کی ہیں تو اس پر کیا اعتراض ہے۔ کیا شریعت میں اماء اور حرہ کی حد میں فرق نہیں ہے۔ حالانکہ جرم ایک

Telegram : t.me/tasbeehaq1

ہی ہوتا ہے۔ کیا ایک ہی فعل زنا زانی کے محصن اور غیر محصن ہونے کے فرق سے الگ الگ سزاؤں کا موجب نہیں ہے؟ اسی پر مرتداور مرتدہ کے جرم ارتداد اور اسکے علاج کو قیاس کرلو۔ یعنی مرتداور مرتدہ کی سزاؤں کے تفاوت سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ سزا جرم ارتداد کی نہیں ہے۔

زیادہ توضیح چاہو تو برادر محترم مولانا سراج احمد صاحب اور مولانا مبارک شاہ صاحب کے مضامین کا مطالعہ کرو۔

اب میں مضمون ختم کرتا ہوں اور جانتا ہوں کہ اس کے جواب میں مجھے بہت سی گالیاں دی جائیں گی۔ لیکن میری پھر بھی یہی دعاء ہوگی کہ خدائے قادر و توانا مرزائیوں کو ارتداد کے دلدل سے نکال کر دنیا و آخرت کی سزا سے بچائے اور ہم سب کا خاتمہ ایمان پر کرے۔ اور بادشاہ اسلام امیر افغانستان کو کو اجراء حدود اسلامیہ اور محافظہ حقوق مسلمین کی بیش از بیش توفیق مرحمت فرمائے۔ ربنا لا تزغ قلوبنا بعد اذ ھدیتنا وھب لنا من لدنک رحمۃ انک انت الوھاب، ربنا لا تؤاخذنا ان نسینا او اخطانا ربنا ولا تحمل علینا اصرا کما حملتہ علی الذین من قبلنا ربنا ولا تحملنا ما لا طاقۃ لنا بہ واعف عنا واغفر لنا وارحمنا انت مولانا فانصرنا علی القوم الکفرین ۝

شبیر احمد عثمانی عفا اللہ عنہ۔ دیوبند

۱۸۔ ربیع الاول ۱۳۴۳ھ

****

Telegram : t.me/tehqiqat

تذنیب

یعنی

ضمیمۂ الشہاب

حامداً و مصلیاً خدا کا شکر میں کس زبان سے ادا کروں جس نے میرے ناچیز رسالہ الشہاب کو عام و خاص میں وہ حسن قبول عطا فرمایا جس کا مجھے لکھتے وقت کبھی بھی اندازہ نہ تھا۔

الشہاب کی اشاعت شروع ہوئی اور چاروں طرف سے اسکی مانگ ہونے لگی۔ بشکریہ اور تحسین کے بہت سے خطوط آئے۔ مسلمانوں توقع سے بڑھ کر فائدہ پہنچا اور حق تعالیٰ نے باطل پرستوں کے دلوں میں ایسی ہیبت ڈالدی کہ آ. ڈیڑھ ماہ سے زائد اسکی اشاعت کو ہوا لیکن مخالفوں کی کوئی پارٹی بھی جواب لکھنے پر آمادہ نہ ہوسکی۔

رسالہ کے بڑھتے ہوئے اثر کو دیکھ کر مرزائی دانت پیس رہے ہیں۔ اور ان کے سینوں پر آرے چل رہے ہیں لیکن جسطرح انہیں قبول حق کی توفیق نہیں ہوئی جواب دینے کی ہمت بھی نہیں ہوسکی۔

البتہ آج ۱۶ جنوری ۱۹۳۵ء کو ایک رسالہ مسمّٰی بہ لیر جماعت احمدیہ لاہور کا اتفاقاً ہمارے ہاتھ آیا جو مسئلہ کے ارتداد کے متعلق اُن کے پہلے رسالہ کی صدائے

Telegram : t.me/pasbanehaq1

blogspot.com

بازگشت سے زیادہ نہ تھا۔

اس رسالہ پر ۲۲ دسمبر کی تاریخ پڑی ہے اور دیوبند ۱۹ نومبر کو "الشہاب" عنوان کے نام روانہ ہو چکا تھا لیکن آپ اپنے رسالہ کے ٹائٹل آخر میں لکھتے ہیں کہ:

"مضمون یہاں تک پہنچ چکا تھا کہ رسالہ "الشہاب" ملا" گویا دیوبند سے لاہور ایک ماہ سے زائد میں رسالہ پہنچا۔

بہرحال آپ کے جدید رسالہ کا خلاصہ چند الفاظ میں یوں ہو سکتا ہے کہ کسی شرعی مسئلہ کے اثبات کیلئے تین چیزیں ہیں۔ قرآن، حدیث، اجتہاد دائمہ۔

اجتہاد دائمہ میں خطا اور غلطی ہو سکتی ہے۔ حدیث بھی غلط روایتوں اور غلط فہمیوں سے محفوظ نہیں ہے۔ لہٰذا ان دونوں سے علیحدہ ہو کر صرف قرآن رہ گیا جو محفوظ ہے پس اُس کیخلاف جو چیز آئے گی رد کر دی جائیگی اور خلاف کا مطلب بھی یہ سمجھنا چاہیئے کہ اُن کے مفہوم معنی اور تفسیر کی رُو سے جس مسئلہ میں قرآن خاموش ہو اسکے متعلق صحیح سے صحیح اور ناطق سے ناطق حدیثیں بھی یہ کہکر نظر انداز کر دی جائیں گی کہ اُن کا ذکر قرآن میں اُن کی بتلائی ہوئی تفسیر کے موافق نہیں ہے۔

اسی طرح تمام مسائل اور مباحث کا فیصلہ اس ایک اصول سے ہو جاتا ہے اور کسی قسم کی کد و کاوش کی ضرورت نہیں رہتی۔ اس تمہید کے بعد آپ نے وہ آیاتِ قرآنیہ پیش کی ہیں جن میں مرتد کے قتل کئے جانے کا حکم نہیں ہے۔ نہ کہ اس کے قتل نہ کرنے کا ذکر ہے۔ بلاشبہ اُن کا یہ استدلال ایسا ہی ہے جیسے کوئی شخص ومن یقتل مؤمنا متعمدا فجزاؤہ جہنم خالدا فیہا وغضب اللہ علیہ ولعنہ واعد لہم عذابا عظیما۔ کو پیش کر کے یہ کہنے لگے کہ قتل

Telegram : t.me/pasbanehaq1

کی سزا بھی قتل نہیں ہے کیونکہ اس آیت میں باوجود یکہ قتل عمد کا ذکر کیا گیا۔ مگر بات کے ساتھ قاتل کی سزا قتل نہیں بتلائی گئی۔

اُس کے جواب میں وُہ کہہ سکتے ہیں کہ یہاں سزا دینا سے سکوت ہے اور دوسری جگہ قرآن میں کُتِبَ عَلَیْکُمُ الْقِصَاصُ فِی الْقَتْلٰی فرما کر قاتل کی سزا بتلا دی گئی۔

ٹھیک اسی طرح ان کو سمجھنا چاہیئے کہ فَاقْتُلُوْا اَنْفُسَکُمْ بھی جو مرتدین ہی کے متعلق قرآن میں دوسری جگہ آیا ہے اُس میں ہم کو تعلیم دیدی گئی۔ کہ ارتداد کی سزا اللہ کے نزدیک قتل ہے۔

آپ نے میرے استدلال قرآنی پر وتاب تو بہت کھائے اور ہمارا کو گالیاں بھی دیں جو اُس نبی کے اُمتی کے لئے نہایت زیبا ہیں۔ جو رحمۃ للعالمین اخلاق سب مکارم اور حسن و خلق کی تکمیل ہی کے لئے شاید مبعوث ہوا تھا۔ لیکن آیت قرآنی فَاقْتُلُوْا اَنْفُسَکُمْ کا کوئی مطلب پھر بھی نہ بتلا سکے۔ آپ نے میرے استدلال پر جو سوالات کئے ہیں ان کا نمبر وار جواب سُنیئے۔

(۱) کیا گوسالہ پرستی سے نبی اسرائیل توبہ کرتے تھے؟ اگر یہ صحیح ہے تو کسی قوم کا عقیدہ خواہ کچھ ہو کیا عملی طور پر کسی تعلیم سے انحراف پر ارتداد کا فتویٰ صادر ہو سکتا ہے اور کیا آج لاکھوں مسلمان جو قبر پرستی اور کئی قسم کی اہانت آمیز رسوم میں مبتلا ہیں اُن کے متعلق یہ فتویٰ دیا جا سکتا ہے کہ وہ مرتد ہیں؟ اگر نہیں تو پھر بنی اسرائیل کی گوسالہ پرستی کو ارتداد کہنا کیونکر صحیح ہو سکتا ہے؟

(۱) کیا ایمان لانیکے بعد گوسالہ پرستی جس کیساتھ یہ بھی اعلان ہو کہ ہٰذَا اِلٰھُکُمْ وَاِلٰہُ مُوْسٰی فَنَسِیَ (اسی کے ارتداد ہونے میں بھی آپ کو کچھ تردد ہے؟ پھر تو کھل سے کھل بت پرستی بھی آپکے نزدیک کفر نہیں ہوگی۔ کیا قبر پرست یہ کہتے ہیں،

Telegram: t.me/pasbanehaq1

میں مبتلا ہیں ان پر ارتداد اور سنگساری کا حکم صادر ہو سکتا ہے۔

کہ یہ قبر یا صاحب قبر ہی مسلمانوں کا اور حضرت محمد صلعم کا معبود ہے (معاذ اللہ)

۲۔ قرآن شریف میں صاف مذکور ہے کہ ساری کو جو اس ساری شرارت کا بانی تھا قتل نہیں کیا گیا۔ سوال یہ ہے کہ حکم شریعت کو سب سے بڑے مرتد پر کیوں نہ صادر کیا گیا؟ کیا وہ اس قوم کا سردار تھا اور اس لئے حکم شریعت سے مستثنیٰ تھا۔

۲۔ ساری اس شرارت کا ایسا ہی بانی تھا جیسا آنحضرت صلعم کے عہد میں عبداللہ بن اُبی رئیس المنافقین قضیہ افک کا بانی اور "الذی تولیٰ کبرہ" کا مصداق اعظم تھا مگر آپ کو شاید یہ خبر نہ ہو کہ حسب روایات صحیحہ اُس پر حد قذف جاری کی گئی حالانکہ حضرت حسان بن ثابت

دیگر مومنین پر حد قذف جاری ہوئی۔ حقیقت یہ ہے کہ منافقین سب سے بڑھکر شرارتیں کرتے ہیں۔ لیکن اپنے نفاق کی وجہ سے دنیا میں قانونی گرفت سے اپنے کو بچاتے رہتے ہیں۔ جھوٹ بولنے اور بات بنا دینے میں اُن کو کوئی باک نہیں ہوتا ساری کارروائی کر کے بھی قانونی زد سے اپنے کو بچا لیتے ہیں۔ جیسا کہ لاہوری پارٹی باوجودیکہ مرزا صاحب کی اُن کتابوں کے حرف بحرف صحیح و صادق ہونے پر ایمان رکھتی ہے، جو دعاوی نبوت پر مشتمل ہیں۔ مگر از راہ خداع و فریب زبان سے یہی کہتی ہے کہ ہم اُن کو نبی نہیں مانتے۔ ساری کا نفاق اُن سے بھی زیادہ عریق تھا۔ وہ شروع سے ہی مومن نہ تھا بلکہ ایک پکا منافق تھا جو ملت موسوی کی گھات میں رہتا تھا گویا وہ اس عہد کا عبداللہ بن اُبی تھا۔ علامہ سید محمود الوسی البغدادی رحمۃ اللہ روح المعانی میں میں بہت سے اقوال نقل کر کے فرماتے ہیں وہ بالجملہ کان عند الجمیع منافقا اظہر الایمان

Telegram : t.me/pasbanehaq1

وبطن الکفر وصح المعانی ص۱۰۱)۔ پس جیسا کہ میں رسالۃ الشہاب میں بتلا چکا ہوں منافق کے احکام کھلے ہوئے مرتد سے علیحدہ ہیں۔ اس لئے سامری ان قرینوں کے ذیل میں نہیں آ پاتا اس کے فتنہ سے محفوظ کرنے کے لئے حق تعالیٰ نے اس کو یہ سزا دی۔ فَاِنَّ لَكَ فِي الْحَيٰوةِ اَنْ تَقُوْلَ لَا مِسَاسَ وَاِنَّ لَكَ مَوْعِدًا لَّنْ تُخْلَفَهٗ۔

(۳۴) اگر فاقتلوا انفسکم کے یہ معنی درست ہیں کہ شرک کرنیوالے لوگوں کو قتل کرو تو اس شرک میں ساری قوم مبتلا ہے۔ اسکے بعد جس قوم بنی اسرائیل کا ذکر ہے وہ کہاں سے آئی تھی۔

(۳۴) یہ آپ ثابت کیجئے کہ گوسالہ پرستی میں ساری کی ساری قوم مبتلا تھی۔ لفظ قوم تو بار ہا قرآن میں ایسے واقعات کے ذیل میں استعمال ہوا ہے جنکا تعلق بعض جماعت یا افراد سے تھا۔

(۳۵) قرآن شریف میں انکی توبہ قبول کرنیکا بھی ذکر ہے اور اسی واقعہ کا ذکر کرکے یہ بھی فرمایا ہے ثُمَّ عَفَوْنَا عَنْكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ہم نے تمہیں معاف کر دیا تاکہ تم شکر گزار ہو اگر قتل کر دیئے گئے تو وہ معافی خبر پر شکر گزاری کا حکم ہوتا ہے اور جو اسی دنیا کی زندگی سے تعلق رکھتی ہے کیا تھی؟

(۳۵) اگر اس آیت میں ان ہی مقتولین کی معافی کا ذکر ہے تو بیشک نجات اخروی کے اعتبار سے ان کی توبہ مقبول ہو چکی اور جب اس کی مقبولیت کی اطلاع باقی قوم کو دی گئی تو باہمی تعلقات کی بنا پر ان کو بھی شکر گزار ہونا چاہیئے۔ اگر کسی کے ماں باپ، بھائی، بہن کا جرم حق تعالیٰ معاف کر دے اور اس سے اپنا عذاب اٹھا لے تو کیا یہ ایک طرح کا احسان اس شخص پر نہیں ہے۔

Telegram : t.me/pasbanehaq1

دیکھو بنی اسرائیل اذکروا نعمتی التی انعمت علیکم میں اُن بنی اسرائیل کو خطاب ہو رہا ہے جو آنحضرتؐ کے عہد میں موجود تھے۔ اور جس انعام کا ان پر ذکر کیا گیا ہے فرعون کے ہاتھ سے نجات دلانا دریا سے پار کرنا وغیرہ وغیرہ وہ ان بنی اسرائیل سے متعلق نہیں بلکہ ان کے اسلاف سے متعلق تھا۔ اسی طرح یہاں بھی سمجھ لو۔

اور اگر آپ کے نزدیک دنیا میں ہی ان کا جرم معاف ہو چکا تھا تو ان الذین اتخذوا العجل سینالہم غضب من ربہم وذلۃ فی الحیوۃ الدنیا: کسطرح صحیح ہوگا کیا خدا تعالیٰ ایک جرم معاف کر کے پھر اسی پر سزا بھی دیتا ہے۔

(۵) کیا یہ صحیح ہے کہ راغب جیسے امام لغت نے فاقتلوا انفسکم کے معنی یہ بھی لکھے ہیں قیل معنی بقتل النفس اماتۃ الشہوۃ یعنی قتل نفس سے مراد شہوت کا دور کرنا ہے تو وہ تفریح اور ایضاح رہی جسکا مولوی صاحب کا دعویٰ تھا۔

(۵) راغب نے یہ معنی خود اختیار نہیں کئے کسی اور کا قول نقل کیا ہے۔ وہ بھی بصیغہ تمریض۔ اور پتہ نہیں کہ اس کا قائل کون ہے اور کس مرتبہ اور درجہ کا ہے۔ ایک ایسے مجہول قائل کے غیر معروف قول کے مقابلہ میں کیا۔

ان الذین اتخذوا العجل سینالہم غضب من ربہم وذلۃ فی الحیوۃ الدنیا سے دست بردار ہو جائیں گے۔ کیا اماتۃ الشہوات اور نفس کشی بھی خدا کا غضب اور ذلت ہے ایسے غیر ناشی عن الدلیل احتمالات کسی مضمون کی صراحت اور وضوح کو باطل نہیں کر سکتے۔

Telegram : t.me/pasbanehaq1

یہ تو امیر جماعت احمدیہ ربوہ کی قرآن دانی کا حال تھا اب حدیث فہمی کا نمونہ دیکھئے۔

میں نے سنت رسول اللہ صلعم کے ذیل میں چند احادیث قولیہ صحیحہ پیش کی تھی آپ فرماتے ہیں کہ یہ تو نبی کریم صلعم کے اقوال و ارشادات ہیں۔ سنت رسول اللہ صلعم تو آپ کا عمل ہوتا ہے عمل دکھلاؤ۔

بلاشبہ جو لوگ احادیث رسول اللہ صلعم سے گھبراتے اور بھاگتے ہیں خدا کی لعنت سے کچھ ایسے مخبوط ہو جاتے ہیں کہ موٹی موٹی چیزوں کے سمجھنے کا مادہ بھی ان میں نہیں رہتا۔ اور دنیا کی ذلت اور آخرت کی رسوائی سب کو بھول جاتے ہیں۔ کسی ادنیٰ طالب علم سے پوچھ لیا ہوتا کہ علمائے حدیث و اصول صرف فعل رسول اللہ صلعم ہی کو سنت کہتے ہیں یا حضور کے قول کو بھی؟ بلکہ اگر قول و فعل میں معارضہ ہو تو۔

قول کو فعل پر ترجیح دیتے ہیں۔

امیر جماعت احمدیہ کا اہمال اور قول و فعل میں امتیاز اس حد تک پہنچ گیا ہے کہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی صحیح حدیث قضاء اللہ و رسولہ کو قرآن کے مقابل صحابی کا ایک فعل قرار دیتے ہیں۔ اور پھر کہنے والے ہو کر کہتے ہیں کہ یہ واقعہ اپنی ساری تفصیلات کے ساتھ مذکور نہیں۔ ہمیں کیا علم ہے کہ اس مرتد اور کیا کچھ کیا تھا۔ گویا آپ کا جہل (معاذ اللہ) بھی بخاری کی صحیح حدیث کو رد کر سکتا ہے۔

یہ امتی تو اپنے نبی سے بھی بڑھ گیا۔ کیونکہ مرزا صاحب تو کسی حدیث کو رد کرنے کے لئے اپنی وحی کی آڑ پکڑتے تھے لیکن آپ کے یہاں ایک چپڑ کانہ،

Telegram : t.me/pasbanehaq1

معلوم ہونا بھی اس کے رد کرنے کے لئے کفایت کرتا ہے۔

اجماع ائمہ جو میں نے امام شعرانی کی کتاب سے نقل کیا تھا اس کا جب کچھ جواب نہ بن پڑا تو فرماتے ہیں کہ یستتاب ابدا اور لا تقتل الا بالحراب ۱۲ اس کے معارض ہے۔

مگر یہ نہ بتلایا کہ یہ جملے اجماع کے مخالف کس طرح ہیں۔ جن بعض لوگوں کی رائے یستتاب ابدا کی ہے۔ ان کا مطلب یہ ہے کہ اگر مرتد قتل سے پہلے ارتداد سے توبہ کرے پھر ارتداد کیا پھر توبہ کرلی اور اسی طرح کرتا رہا تو توبہ قبول ہوتی رہے گی۔ اجماع اس پر ہے کہ مرتد واجب القتل ہے۔ اور ان حضرات کے نزدیک جب توبہ قبول ہو جاتی ہے تو وہ بعد توبہ مرتد ہی نہیں رہتا پھر کیوں قتل کیا جاوے

الحقیقت یہ جملہ ان علماء کے مقابلہ میں ہے جو فرماتے ہیں کہ تیسری دفعہ والے کی توبہ بھی قبول نہیں۔

اور لا تقتل الا بالحراب جس جگہ لکھا ہے وہیں اس کی تفصیل بھی موجود کہ حراب سے بالفعل جنگ کرنا مراد نہیں۔ اور آپ خود بھی اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِیْنَ یُحَارِبُوْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ کی تفسیر میں تسلیم کر رہے ہیں کہ ہر جگہ حراب کے معنی جنگ کرنے کے نہیں ہو ۔ اور اس کے شواہد قرآن شریف سے پیش کرتے ہیں۔ دیکھو بیان القرآن صہ ۶۵ ج ۳

*

قیاس شرعی جو میں نے حافظ ابن قیم سے نقل کیا تھا اس کا آپ نے کچھ ذکر نہ کیا بلکہ اس کی جگہ ایک دوسری عبارت جو میں نے اس سیاق میں نہیں

Telegram : t.me/tehqiqat

لکھی نقل کر دی۔ اور افسوس کہ اس کا بھی کچھ جواب نہ دے سکے۔

*

میرے مضمون میں ایک جگہ آخر الحیل السیف عربی کا یہ جملہ آگیا تھا جسے کاتب نے نسخ میں لکھ دیا آپ اسے آیت قرآنی سمجھ کر قرآن میں تلاش کر رہے ہیں حالانکہ بہتر ہوتا کہ آپ اسے کابل کے اسلحہ خانہ میں تلاش کرتے۔

*

آپ کہتے ہیں کہ جس طرح خلیفۃ المسلمین کو یورپین طاقتوں کے دباؤ سے قتل مرتد کا قانون بدلنا پڑا ان علماء کو بھی دلیل ہو کر ایسا کرنا پڑیگا۔
مگر آپ کو یہیں سے سمجھ لینا چاہیئے تھا کہ علماء ربانیین کو حق تعالیٰ نے کیا جرأت اور قوت قلبی بخشی ہے کہ جو چیز آپ کے ادعا کے موافق یورپین طاقتوں کے دباؤ سے خلیفۃ المسلمین تک کو ماننی پڑی ہے اسے آج تک ہندوستان کے محکوم مولویوں نے زمانہ تمام علماء کو مرزا صاحب کیطرح بزدل اور ڈرپوک نہ سمجھ۔ بحول اللہ وقوتہ ایسے علماء قلیل کثیر برابر موجود رہیں گے جو تلواروں کی چمک اور بندوقوں کی کڑک کے نیچے بھی حق کا اظہار کریں گے۔
اور خدانکردہ اگر افغانستان بھی ایک قانون اسلامی کو تبدیل کر دے گا وہ جب بھی تبدیل نہ کریں گے۔ آپ نے آخر میں چند سوالات کا جو پمفلٹ میں کئے تھے پھر اعادہ کیا ہے۔ لیکن اُن سب کا جواب یہ ہے کہ ناظرین کرام ایک مرتبہ از راہ مہربانی پھر رسالۃ الشہاب کو پڑھ جائیں۔
انشاء اللہ تمام وساوس شیطانیہ کے لئے لاحول کا کام دے گا۔ اور

Telegram : t.me/tehqiqat

کوئی ضروری سوال ایسا نہ لکھا جس کا جواب اس میں موجود نہ ہو میں تطویل کی ضرورت نہیں سمجھتا کیونکہ آپ نے مطابق رسالہ کے سارے مضامین کو تسلیم کر لیا ہے اور جن ایک دو امور کی نسبت یہ دو ایک ورق سیاہ کئے ہیں اسکی شافی اور مبسوط بحث ہمارا رسالہ میں پہلے سے موجود ہے۔

تم ہزار بار یا کہو لیکن جو کاری ضرب الشہاب نے تمہارے اصل بنیاد پر لگائی ہے وہ خدا کے فضل سے بے اثر نہیں گئی۔ جن کروڑوں مسلمانوں کو آپ کے مرزا صاحب نے دائرہ اسلام سے نکالا تھا وہ اس رسالہ سے اطمینان پا رہے اور دنیا میں جو چند نوکل مرزا صاحب نے مسلمان بچے رہ گئے تھے ان کے دلوں میں حق تعالیٰ نے ایسا رعب بٹھا دیا ہے کہ وہ الشہاب کے کسی مطالعہ کرنیوالے سے اپنے اعتقاد کو نہیں چھپا سکتے ایک طرف اگر مرزائی اور آریا وغیرہ چند جاہلوں کو مرتد بنا رہے ہیں تو دوسری طرف خدا تعالیٰ کا نور پھیلا رہا ہے۔ بہت سے غافلوں کی آنکھیں کھلتی جاتی ہیں اور بہت سے لوگ اسلام کی فطری کشش سے اسلام کی طرف مجذوب ہوتے جاتے ہیں۔

كُلًّا نُّمِدُّ هٰٓؤُلَآءِ وَهٰٓؤُلَآءِ مِنْ عَطَآءِ رَبِّكَ وَمَا كَانَ عَطَآءُ رَبِّكَ مَحْظُوْرًا ۝

تم جلتے رہو اور غیظ کھاتے رہو۔ ہماری طرف سے یہ جواب ہے۔

مُوْتُوْا بِغَيْظِكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ۔

الـــــــ

Telegram : t.me/pasbanehaq1